جرم و سزا

حصّہ دوم

قیمت مجلد
[illegible] روپیہ

مصنّف
فیودور دوستو

مترجم
مظہر الحق علوی

الیاس ٹریڈرس
بک سیلرز
[illegible]

چوتھا حصّہ

(۱)

"کیا میں اب تک خواب ہی دیکھ رہا ہوں" راسکولنکاف نے پھر سوچا "کیا یہ خواب ہو سکتا ہے؟ کیا یہ خواب ہے؟"

اس نے مشکوک نگاہوں سے اس غیر متوقع اور بن بلائے مہمان کی طرف دیکھا

"سوادری گیلاف! اونھ! حماقت۔ ہو ہی نہیں سکتا" آخرکار اس نے پریشان ہو کر قدرے بلند آواز میں کہا۔

ملاقاتی نے ذرا بھی حیرت کا اظہار نہ کیا۔

"تمھارے پاس آنے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ میں تم سے ملنا چاہتا تھا کیونکہ میں نے تمھارے بارے میں بہت سی دلچسپ اور الٹی سیدھی باتیں سُنی ہیں۔ اور دوسری وجہ یہ کہ مجھے امید ہے کہ تم اس معاملے میں، جس کا تعلق براہ راست تمھاری بہن سے ہے، میری مدد کرو گے۔ یقین کرو میں تمھاری بہن کا خیرخواہ

ہوں اور مجھے یقین ہے کہ تم میری مدد کرو گے کیونکہ تمھاری سفارش کے بغیر وہ مجھے اپنے قریب تک پھٹکنے نہ دے گی۔ وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔ لیکن اگر تم نے میرے حق میں دو بول کہہ دئیے تو ......"

"مجھے افسوس ہے کہ ـــــ تمھارا یہ یقین بے بنیاد ہے" راسکولنکاف نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"وہ دونوں کل ہی پیٹرس برگ آئے ہیں۔ ٹھیک ہے؟"

راسکولنکاف نے کوئی جواب نہ دیا۔

"میں جانتا ہوں کہ دونوں کل ہی یہاں آئے ہیں۔ خود میں پرسوں آیا ہوں خیر۔ روڈیا رامانووچ! جہاں تک اس منحوس واقعہ کا تعلق ہے میں اپنی صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا لیکن میں یہ ضرور پوچھنا چاہوں گا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے کیا اس میں ایسی کوئی خاص بات تھی کہ میرا وہ فعل مجرمانہ سمجھا جائے؟ نفرت بدظنی اور تعصب کی نقاب اٹھا کر آپ ہی کہئیے کہ میرا وہ فعل مجرمانہ تھا؟ کیا میں قابل گردن زدنی ہوں؟"

راسکولنکاف کوئی جواب دئیے بغیر اس کی طرف دیکھتا رہا۔

"میں نے اپنے گھر میں ایک شریف لڑکی کو پریشان کیا، ایک ذلیل اور بے حیا درخواست کر کے اس کے لطیف اور شریفانہ جذبات کو ٹھیس پہنچائی یہی کہنا چاہتے تھے نا؟ دیکھو دوست میں تمھارے منہ سے بات چھین رہا ہوں لیکن یہ نہ بھولنا چاہئیے کہ میں فرشتہ نہیں انسان ہوں۔ گوشت اور پوست کا انسان ـــ میں بھی کسی کی طرف کھنچ سکتا ہوں۔ میں بھی کسی کی محبت میں گرفتار ہو سکتا ہوں۔ اور تم تو جانتے ہی ہو کہ محبت بے اختیاری چیز ہے۔ اب اگر تم نے مجھے گوشت اور پوست کا انسان تسلیم کر لیا تو پھر سارا معاملہ چشم زدن میں

صاف ہو جائے گا۔ کیونکہ انسانی کمزوریوں اور جبلتوں کے پیش نظر ہمیشہ معاملہ خود بخود صاف ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا میں عفریت اور بد نفس انسان ہوں یا میں قربانی دے رہا تھا؟ اور اگر میں قربانی دے رہا تھا تو پھر میں خود شکار تھا۔ کس طرح؟ اگر میں نے ایک لڑکی کی محبت میں گرفتار ہو کر چاہا کہ اسے امریکہ یا سوئزرلینڈ لے جاؤں تو یہ میں اپنا ہی نقصان کر رہا تھا اور یہ اس لئے بھی تھا کہ میرے دل میں اس لڑکی کا گہرا احترام تھا۔ در امریکہ یا سوئزرلینڈ بھاگ جانے کی تجویز میں نے اس خیال سے ہی پیش کی تھی کہ ازدواجی زندگی پرسکون اور خوشگوار گزرے گی۔ بہر حال عقل جذبات کی غلام ہے۔ بہر حال اگر ایسا ہوا ہوتا جیسا میں نے چاہا تھا تو پھر جانتے ہو میں نے اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچایا ہوتا ورنہ وہ میری قربانی ہوتی۔"

"سوال یہ نہیں ہے کہ تم قربانی کر رہے تھے یا اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے تھے۔" راسکولنکاف نے کہا۔ "بات صرف اتنی ہے کہ ہم آپ سے نفرت کرتے ہیں۔ ہم نہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں اور نہ ہی آپ سے کسی بھی قسم کا تعلق رکھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ باہر جانے کے لئے دو سامنے دروازہ ہے۔ تشریف لے جائیے۔"

سوادری گیلاف نے ایک قہقہہ لگایا۔

"تمھیں گرفت میں لینا ممکن نہیں" وہ بولا۔ "میرا خیال تھا کہ میٹھی میٹھی باتوں سے تمہیں پھانس لوں گا۔ لیکن میں جانتا تھا کہ تم پھنسنے والے نہیں۔"

"یہ تم اب بھی مجھے پھنسانے کی کوشش کر رہے ہو۔" راسکولنکاف نے نفرت سے کہا۔

"تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔" سوادری گیلاف نے پورا منہ پھاڑ کر کہا "محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ تم میری بات

کیوں کاٹ رہے ہو؟ اگر تمھاری بہن کے ساتھ وہ باغ والا واقعہ نہ ہوا ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ تم بڑی خندہ پیشانی سے میرا استقبال کرتے، تمھارے دل میں نفرت نہ ہوتی اور نہ ہی یہ جھگڑا ہوتا۔ میری بیوی مارفا......"

"سنا ہے کہ تم نے اپنی بیوی مارفا سے بھی نجات حاصل کر لی ہے"

"تو یہ بھی سن لیا تم نے؟ خیر یہ خبر تمھیں جلد یا بدیر ملنے والی ہی تھی۔ جہاں تک میری بیوی کا تعلق ہے تو اس کی طرف سے میرا ضمیر خاموش اور مطمئن ہے۔ یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ میں کسی برے انجام کے خیال سے خوفزدہ ہوں۔ جہاں تک مارفا کی موت کا تعلق ہے سو اس کا یہ ہے کہ ہر بات ٹھیک، باقاعدہ اور مناسب ہوئی ہے تشخیص کے بعد ڈاکٹروں نے رپورٹ دی ہے کہ مارفا نے کھانے کے فوراً بعد غسل کیا اور پھر شراب کی ایک بوتل چڑھا گئی چنانچہ اس پر اچانک فالج یا ایسے ہی کسی مرض کا حملہ ہوا اور اسی سے اس کی موت واقع ہوئی ہے۔ اس خیال نے مجھے ذرا پریشان ضرور کیا، خصوصاً یہاں آتے وقت ریل میں، کہ کہیں مارفا کی جان میں نے نہ لی ہو۔ کہیں میں نے اس کے لطیف جذبات کو ٹھیس نہ پہنچائی ہو، کہیں میری کسی حرکت سے مشتعل ہو کر وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی ہو اور یوں مر گئی ہو لیکن کافی سوچ بچار کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ نہیں۔ ایسی کوئی بات نہ تھی۔"

راسکولنکاف کو ہنسی آ گئی۔

"تو پھر تم خواہ مخواہ ہی پریشان ہوتے اور اپنی روح کو اذیت میں مبتلا کرتے رہے؟"

"یہ تم ہنسے کیوں؟ میں نے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کیا کہ چابک اٹھا کر مارفا کو دو دفعہ آہستہ آہستہ پیٹ دیا۔ یقین کرو اس مار کے نشانات بھی اس کے جسم پر نہ تھے۔ کہیں تم یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ میں پتھر دل ہوں۔ تمھاری اور دنیا کی

نظر میں میرا وہ فعل ظالمانہ اور نفرت انگیز سہی لیکن مارفا میرے ۔ اس ۔۔ کیا کہنا چاہیے ؟ ۔۔ جوش اور ۔۔ اور ۔۔ گرمی کو پسند کرتی تھی ۔ تمہاری بہن والا قصہ داستانِ پارینہ بن چکا تھا اور لوگ اس میں دلچسپی نہ لے رہے تھے ۔ چنانچہ مارفا پورے تین دنوں تک گھر میں بند رہی ۔ کیونکہ اب اس کے پاس کچھ تھا نہیں جسے لے کر وہ محلے محلے اور گھر گھر گھوما کرتی ۔ اس کے علاوہ تمہاری بہن کا قصہ لوگوں کے سامنے بار بار دہراکر ان کا ناک میں دم کر دیا تھا ۔۔ تم تو غالباً جانتے ہی ہو گے کہ مارفا لوگوں کو تمہاری بہن کا خط سنایا کرتی تھی ۔۔ وہ دنیا جہاں سے بیزار بیٹھی ہوئی تھی اور اڑوس پڑوسیوں کے پاس کوئی نیا موضوع لے کر جانا چاہتی تھی کہ اتفاقاً اس پر چابک کے دو سٹراکے پڑ گئے ۔۔ یہ سٹراکے گویا خدا کی دین تھی کہ اسے اپنے گھر سے نکلنے اور پڑوسیوں کے پاس جانے کا بہانہ ہاتھ آ گیا ۔ پٹنے کے بعد اس نے پہلا کام یہ کیا کہ کوچبان کو بگھی تیار کرنے کا حکم دیا ۔ شاید یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ غصے کا اظہار کرنے اور روٹھنے کے باوجود عورتیں پٹنا ۔ خصوصاً اپنے شوہر کے ہاتھوں پٹنا پسند کرتی ہیں ۔ انہیں اپنی توہین کرواکر حظ ہوتا ہے اور عورتیں تو اس سے وجد میں آ جاتی اور ان کی روح انبساط سے جھوم جھوم اٹھتی ہیں ۔

چاہو تو میں اپنے اس دعوے کے ثبوت بھی پیش کر دوں ؟"

راسکولنکاف کا جی چاہا کہ وہ اس دیوانے شخص کو یوں ہی بکتا چھوڑ کر خود اٹھ کر باہر چلا جائے لیکن شوق تجسس اس کے اس ارادے پر غالب آ گیا ۔

"تو تمھیں جھگڑے پسند ہیں ؟" اس نے بے تعلقی سے پوچھا ۔

"نہیں ۔ کچھ زیادہ پسند نہیں ہیں" سوادری گیلاف نے سنجیدگی سے جواب دیا " میرے اور میری بیوی کے درمیان بہت کم جھگڑے ہوتے ہیں ۔ ہماری ازدواجی زندگی اطمینان بخش تھی اور مارفا مجھ سے خوش تھی ۔ اپنی سات سالہ

ازدواجی زندگی میں صرف دو دفعہ چابک استعمال کی تھی ـــــ اس تیسری دفعہ کو، جس کے بعد مارفا کی موت واقع ہوئی میں نے قصداً شمار نہیں کیا کیونکہ یہ مار ذرا مشکوک تھی اور میں خود چابک کے اس تیسرے استعمال کو سمجھ نہیں سکا ہوں ـــــ مارفا کو پہلی دفعہ میں نے شادی کے دو مہینے بعد پیٹا تھا۔ اس وقت ہم قصبے میں نئے نئے آئے تھے۔ اور آخری دفعہ پیٹا تو اس کی موت واقع ہوئی اور اسی واقعہ کے متعلق ہم اس وقت گفتگو کر رہے ہیں۔ تم مجھے ایک بردہ فروش کا سا پتھر دل اور ظالم انسان سمجھتے ہوگے لیکن تمہیں یاد ہوگا کہ ابھی چند برسوں پہلے اخباروں میں یہ خبر چھپی تھی کہ ایک نامی گرامی شخص نے، جس کا نام مجھے یاد نہیں آرہا ریل میں ایک معزز جرمن خاتون کو پیٹ دیا تھا۔ مجھے اس نامی گرامی شخص سے کوئی ہمدردی نہیں لیکن اس سے تو تمہیں بھی انکار نہ ہوگا کہ اکثر ہمارا واسطہ ایسی معزز جرمن خواتین سے پڑ ہی جاتا ہے جو مردوں کے ہاتھوں پٹنا پسند کرتی ہیں۔ لیکن ان پیٹنے والوں میں یا اسے دیکھنے والوں میں بہت کم ایسے ترقی پسند ہوتے ہیں جو یہ سمجھ سکتے ہیں کہ عورت کو پیٹ کر انھوں نے اس پر ظلم نہیں کیا ہے بلکہ اسے روحانی سکون بخشا ہے اور اس کی ایک آرزو پوری کی ہے۔ شاید تم میرا مطلب سمجھ گئے ہوگے۔ اپنے ضمیر کی آواز کو خاموش کرنے کے لئے یہ دلیل کس قدر اطمینان بخش ہے"

اور ایک بار پھر سوادری گیلاف نے قہقہہ لگایا اور راسکولنکاف کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ اس وقت اس کا واسطہ ایک ایسے شخص سے پڑا ہے جو نہ صرف دھن کا پکا ہے بلکہ کسی کام کا ارادہ کر چکا ہے اور کسی خاص مقصد کے تحت اس سے ملنے آیا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنے اس مقصد کو چھپانے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے

"معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کئی دنوں سے تمہیں کسی سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا" راسکولنکاف نے کہا "یہ تم نے غلط نہیں کہا۔ کیوں! مجھ سے ایسی خوش خلقی کی امید نہ تھی؟ غالباً تم اسی وجہ سے حیران ہو رہے ہو کہ..."

"میں تو تمھاری "بے انتہا خوش خلقی" سے حیران ہوں"

"شاید اس لئے کہ میں نے تمھاری کڑوی باتوں کو صبر و سکون اور خندہ پیشانی سے سنا۔ تمھیں نہ تو حیران ہونے کی ضرورت ہے اور نہ مجھے غصہ کرنے کی۔ تم نے سوالات پوچھے اور میں نے جواب دئے" سوادری گیلاف نے بڑے بھولے پن سے جواب دیا اور راسکولنکاف اس کی اس بے تصنع سادہ لوحی پر حیران رہ گیا

"جانتے ہو جوان کہ اب مجھے کسی چیز سے دلچسپی نہیں رہی" اس نے یوں کہا جیسے اپنے آپ سے کہہ رہا ہو "تم سمجھتے ہو گے کہ میں تمھیں پھسلا رہا ہوں میٹھی میٹھی باتیں کرکے تم سے اپنا کوئی کام نکلوانا چاہتا ہوں ——— تم ایسا سمجھنے پر مجبور ہو کیونکہ میں نے کہا تھا کہ میں تمھارے ذریعہ تمھاری بہن سے ملنا چاہتا ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے دوست کہ میں بے بیزار ہوں خصوصاً پچھلے تین دنوں سے میری اکتاہٹ انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ چنانچہ تمھارے سامنے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد میں ایک گونہ سکون محسوس کر رہا ہوں۔ غصہ نہ کرنا جوان لیکن خدا جانے کیوں مجھے تمھاری شخصیت عجیب اور پراسرار معلوم ہوتی ہے۔ کوئی خاص بات ہے ... تم ضرور کسی الجھن میں مبتلا ہو۔ میرا مطلب ہے ان دنوں کچھ پریشانی ہے تمہیں۔ کوئی بوجھ ہے تمھارے دل پر یا شاید دماغ پر اندر ——— اور ——— خیر ——— فی الحال میں کچھ نہیں کہتا ——— میں ایسا ظالم نہیں ہوں روڈیا رامانووچ جتنا کہ تم نے مجھے سمجھ رکھا ہے"

راسکولنکاف نے اداس نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تم شاید قطعی ظالم نہیں ہو" وہ بولا "بلکہ بے حد شریف اور رحم دل ہو یا کم سے کم وقت آنے پر شریفوں کا پارٹ بڑی خوبی سے ادا کر سکتے ہو"

"میرے متعلق تم جو چاہے رائے قائم کر لو" سوادری گیلاف نے قدرے تکبر اور تلخی سے کہا "اور کسی کی بھی رائے سے مجھے نہ دلچسپی ہے اور نہ اس کی پرواہ ہے

چنانچہ کبھی کبھی کمینوں اور ذلیلوں کی سی حرکتیں کرنے میں کیا حرج ہے؟ ہماری سوسائٹی کی آب و ہوا کچھ ایسی ہے کہ کمینگی اور اوچھے پن کا لبادہ اس کے لئے بے حد مناسب و موزوں لباس ہے اور پھر یہ بات بھی ہے نوجوان کہ فطرتاً میرا رجحان اسی طرف ہے یعنی کمینے پن کی طرف" اس نے اس آخری جملے کا اضافہ ہنس کر کیا۔

"لیکن سنا ہے کہ اس شہر میں تمھارے بہت سے دوست ہیں پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ تم نے ان سب پر مجھے کیوں ترجیح دی؟ تم صرف مجھ سے ملنے آئے اس کے پیش نظر میں کہہ سکتا ہوں کہ مجھ سے یقیناً تمھاری کوئی غرض وابستہ ہے۔"

"یہ سچ ہے کہ یہاں میرے بہت سے دوست ہیں۔ چند ایک سے مل بھی چکا ہوں میں بتا چکا ہوں کہ مجھے یہاں آئے تین دن ہو چکے ہیں اور ان تین دنوں میں میں نے اپنے چند دوستوں کو اور چند دوستوں نے خود مجھے پہچانا ہے اور یہ ملاقاتیں راستے میں چلتے پھرتے ہوئی ہیں اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا کیونکہ میں نفیس لباس پہنتا ہوں اور دولت مند سمجھا جاتا ہوں اور سچ تو یہ ہے کہ ایک حد تک خوش حال ہوں بھی کیونکہ میں کئی ایک جنگلوں اور چراگاہوں کا مالک بھی ہوں اور غلاموں کی آزادی والے انقلاب کا میری آمدنی پر کوئی اثر نہیں ہوا ہے ——

لیکن میں اپنے دوستوں کے پاس نہ جاؤں گا۔ طبیعت ان سے اوب گئی ہے ——

لیکن یہ کیسا شہر ہے بھائی کہ میں تین دنوں سے یہاں ہوں اور کسی کو پتہ تک نہیں؟ —— اُوہ! اس شہر کی آبادی کتنی بڑھ گئی ہے؟ اپنے اپنے مسائل اور تفکرات میں پھنسے ہوئے افسروں، کلرکوں اور طالبعلموں کا شہر —— آٹھ سال پہلے جب میں اس شہر میں تھا تو میں نے اتنی بہت سی چیزیں یہاں دیکھی نہ تھیں اب تو تمام تر امید پر جسمانی ساخت اور اس کی خوبصورتی سے وابستہ ہیں۔"

"جسمانی ساخت؟" راسکولنکاف نے سوادری گیلاف کی طرف یوں دیکھا

جیسے وہ پاگل خانے سے بھاگا ہوا قیدی ہو۔

"یہ کلبس، یہ خوبصورت رانی، یہ جگمگاتی ہوئی رقص گاہیں، دور دور تک پھیلی ہوئی سیرگاہیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر میں وہاں نہ بھی گیا تب بھی ان کے کاروبار چلتے رہیں گے۔ اس کے علاوہ میں ایک عیاش تاش باز" بننا نہیں چاہتا" سوادری گیلاف نے راسکولنکاف کا سوال نظر انداز کر کے کہا

"تو کیا تم تاش بھی کھیلتے ہو؟"

"کھیلنے پڑے۔ ماحول ہی کچھ ایسا تھا کہ شب و روز تاش پھینٹتے ہی گزرتے تھے۔ آٹھ سال پہلے ہمارا پورا ٹولہ تاش بازی میں دور دور تک مشہور تھا۔ ہائے! کیا دن تھے وہ بھی! اور ہمارے اس ٹولے میں قسم قسم کے لوگ تھے شاعر سیاست داں، گرہ کٹ، چور، اچکے، سرمایہ دار شریف زادے کیا کبھی تم نے غور کیا ہے اس بات پر کہ ہمارے سماج میں وہی لوگ بلند اخلاق ہوتے ہیں جو مات کھائے ہوئے اور پٹے ہوئے ہوتے ہیں؟ لیکن قصبے میں پہنچا تو میرا ستارہ گردش میں آ گیا، میں مقروض ہو گیا، قرض چکا نہ سکا اور اس سلسلے میں جیل جاتے جاتے بچا۔ میں قرض خواہ ایک یونانی کا مقروض تھا۔ عین اس وقت مارفا میری زندگی کے اسٹیج پر فرشتۂ رحمت بن کر نازل ہوئی اور میرا قرض اس نے چکایا۔ میں ستر ہزار کا مقروض تھا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے شادی کر لی اور میں مارفا کے ساتھ قصبے میں مقیم ہو گیا تم شاید نہیں جانتے کہ مارفا عمر میں مجھ سے بڑی تھی۔ پانچ برس بڑی۔ پانچ سال تک میں نے قصبے سے باہر قدم نہ رکھا۔ اور رکھ بھی کیسے سکتا تھا؟ مارفا کے پاس وہ تمسک تھا جس پر دستخط تھے اور جس میں میں نے اقرار کیا تھا کہ میں نے مارفا سے تیس ہزار روبل قرض لیے ہیں۔ اب تم ہی سوچو کہ میں نے ذرا بھی ہاتھ پاؤں چلائے ہوتے تو مجھے اٹھا

لٹکا دیا جاتا کہ نہیں؟۔ اس منحوس تمسک کا خوف مجھ پر اتنا حاوی تھا کہ میں اپنی مرضی سے انگلی تک نہ ہلا سکتا تھا۔ تمسک تو میرے حق میں استاد کا وہ ڈنڈا تھا جسے دیکھتے ہی لڑکے کانپنے لگتے ہیں۔ اگر میں نے مارفا کی اطاعت سے ذرا سا بھی انحراف کیا ہوتا تو خدا کی قسم میرا انجام برا ہوتا۔ میں کہیں کا نہ رہتا۔ یقین مانو دوست، مارفا اس تمسک کا سہارا لے کر مجھے پوری طرح برباد کر دیتی تم جانو عورت مجموعہ اضداد ہے۔ بے تحاشہ محبت کر سکتی ہے تو بے انتہا نفرت بھی کر سکتی ہے۔"

"اگر وہ منحوس تمسک سدِ راہ نہ ہوتا تو کیا تم مارفا کو دھوکا دیدیتے؟"

"حیران ہوں کہ تمھارے اس سوال کا کیا جواب دوں؟ تمسک تو شاید مجھے نہ روک سکتا تھا لیکن میں خود ہی جانا نہ چاہتا تھا۔ یہ دیکھ کر میں بیزار رہنے لگا ہوں مارفا نے پردیس جانے کی تجویز پیش کی تھی لیکن میں پہلے بھی پردیس جا چکا تھا اور وہاں بھی مجھے سوائے بیزاری کے اور کچھ نہ ملا تھا۔ یہ بات نہ تھی کہ میں گھر کی گھونس بن کر رہ گیا تھا۔ لیکن تیلنز کا ساحل خوبصورت مناظر، طلوع آفتاب کا منظر وغیرہ دیکھ کر تم اداس ہو جاتے ہو؟ دل پر ایک طرح کی مردنی سی چھا جاتی ہے اور سب سے زیادہ بھیانک بات تو یہ ہوتی ہے کہ تم کسی چیز کی طلب میں بے چین ہو اٹھتے ہو۔ اور پھر جناب جس اداسی سے پالا پڑتا ہے وہ حقیقی اور گمبھیر ہوتی ہے — نہیں صاحب اس سے تو یہی اچھا ہے کہ آدمی اپنے گھر میں ہی پڑا رہے۔ یہاں کم سے کم اتنا تو تم کر سکتے ہو کہ دوسروں کے سر الزام تھوپ کر خود اپنے آپ کو بے قصور ثابت کر دو۔ میرا دل چاہتا ہے کہ قطب شمال کی طرف چلا جاؤں شراب مجھے اداس کر دیتی ہے اور اس سے مجھے نفرت ہے لیکن یہ میرا المیہ ہے کہ شراب پینے کے علاوہ

میرے لئے دنیا میں اور کوئی کام صحیح نہیں رہ گیا ہے۔ شراب پیو اور پڑے رہو ایک دفعہ میں نے شراب ترک کر دینے کی کوشش کی تھی لیکن اس طرح میں اور بھی زیادہ اداس ہو گیا۔ ارے ہاں ـــــ وہ سُنا ہے آئندہ اتوار کو ایک شخص برگ غبارے میں بیٹھ کر اڑے گا۔ اس نے اخبارات میں اعلان بھی کیا ہے کہ اگر کوئی صاحب اس کے ساتھ "آسمانی سفر" پر جانا چاہیں تو ٹکٹ لے لیں۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟ کیا جانے کا ارادہ ہے؟"

"کس کا؟ میرا؟ ـــ نہیں ـــ نہیں تو ـــ" سوادری گیلاف بڑبڑایا۔ وہ معلوم ہوتا تھا، کچھ سوچ رہا ہے۔

"آخر یہ شخص چاہتا کیا ہے؟ کیا واقعی یہ سنجیدہ ہے؟" راسکولنکاف نے الجھ کر سوچا۔

"نہیں۔ وہ تمسک مجھے نہ روک سکتا تھا" سوادری گیلاف نے دھیمی آواز میں کہنا شروع کیا۔ "بلکہ ـــ بلکہ ـــ میں خود قصبے میں رہنا چاہتا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی ایک برس پہلے میری سالگرہ کے دن مارفا نے تمسک مجھے دے دیا تھا اور ساتھ ہی ایک معقول رقم بھی دی تھی۔ یہ اس کی طرف سے میری سالگرہ کا تحفہ تھا۔ تم نہیں جانتے کہ مارفا صحیح معنوں میں سرمایہ دار تھی ـــ دیکھو! کتنا بھروسہ ہے مجھے تم پر" ـــ اس نے کہا تھا ـــ لیکن تم شاید سمجھتے ہو کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں اور مارفا نے یہ الفاظ نہ کہے تھے۔ یقین کرو کہ میں بڑی ایمانداری اور تندہی سے جائداد وغیرہ کا کام کر رہا تھا میرے پڑوسی میری ایمانداری کے گواہ ہیں۔ میں باہر سے کتابیں بھی منگوایا کرتا تھا مارفا نے پہلے تو کوئی اعتراض نہ کیا لیکن پھر اسے یہ خوف ہوا کہ کہیں میں بہت سی کتابیں پڑھ کر "عالم" نہ بن جاؤں۔

"معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مارفا کی موت سے تمھاری زندگی میں ایک خلا پیدا ہو گیا

ہے۔ بہت یاد آتی ہے وہ تمھیں ؟"

"مجھے ؟ ___ غلا ؟ ___ شاید ___ شاید یہی بات ہو۔ ارے ہاں ۔ تم بھوتوں میں یقین رکھتے ہو ؟"

"کیسے بھوت ؟"

"یہی ۔ عام قسم کے بھوت"

"تم رکھتے ہو یقین ؟"

"تم خوش کرنے کی غرض سے کہہ سکتا ہوں کہ یقین نہیں رکھتا لیکن سچ تو یہ ہے کہ میں ان کے وجود کا قائل ہوں ۔ دنیا میں بھوت ہیں ضرور"

"تم نے دیکھا ہیں انھیں"

سوادریگیلاف نے عجیب نظروں سے راسکولنکاف کی طرف دیکھا ۔

"مارفا کبھی کبھی میرے پاس آجاتی ہے" اس نے ہونٹوں کے کونے اوپر اٹھا کر اور ان پر عجیب سی مسکراہٹ لاکر جواب دیا ۔

"کیا مطلب ؟"

"مانو یا نہ مانو لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ آج تک تین دفعہ میرے پاس آچکی ہے ۔ پہلی دفعہ میں نے اسے ٹھیک اس دن دیکھا تھا جس دن اسے سپرد خاک کیا گیا تھا ۔ دفن ہونے کے ٹھیک ایک گھنٹے بعد وہ میرے پاس آئی تھی ۔ یہ میرے پیٹرس برگ کے لئے روانہ ہونے سے ایک دن پہلے کا واقعہ ہے ۔ دوسری دفعہ وہ پرسوں صبح میرے پاس آئی تھی ۔ اس وقت دن طلوع نہ ہوا تھا، کچھ اندھیرا تھا اور کچھ روشنی، میں ملایا دشیرا کے اسٹیشن پر پیٹرس جانے والی گاڑی کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ، یعنی مارفا، آگئی ۔ اور تیسری دفعہ وہ میرے اس کمرے میں آئی تھی جہاں میں مقیم ہوں ۔ اس وقت میں اکیلا تھا ۔

"جاگ رہے تھے یا سو رہے تھے؟"

"جاگ رہا تھا۔ ان تینوں ملاقاتوں کے وقت میں پوری طرح جاگ رہا تھا۔ وہ آئی، اس نے مجھ سے باتیں کیں اور دروازے میں سے باہر چلی گئی۔ تینوں دفعہ وہ دروازے میں سے ہی باہر گئی حتیٰ کہ میں اس کمرے میں آتے اور پھر کمرے سے جانے کی آواز بھی سن سکتا تھا۔"

"یہ تو میں نے تمھیں دیکھتے ہی سمجھ لیا تھا کہ اس قسم کے عجیب و غریب واقعات تمھارے ساتھ ہو رہے ہیں میں خود حیران ہوں کہ یہ بات میں نے کس طرح سمجھ لی تھی" راسکولنکاف نے کہا لیکن پھر خود ہی حیران رہ گیا کہ اس نے یہ بات کیوں کہی۔ دفعتہً اسے غصہ آنے لگا۔

"واقعی!" سوادری گیلاف نے حیرت کا اظہار کیا" میں نے کہا نہیں تھا کہ ہم دونوں میں کوئی چیز مشترک ہے؟"

"ایسی کوئی بات تم نے نہیں کہی" راسکولنکاف بے قابو ہو گیا۔

"نہیں کہی؟"

"نہیں"

"میرا خیال تھا کہ ایسی کوئی بات میں نے کہی ہوگی۔ جب میں یہاں آیا اور جب مجھے دیکھ کر تم سونے بن گئے تو میں نے دل میں کہا۔ ہاں۔ یہی آدمی ہے۔"

"یہی آدمی سے کیا مطلب ہے تمھارا؟" راسکولنکاف چیخا" میں پوچھتا ہوں یہ تم کیا الٹی سیدھی ہانک رہے ہو؟"

"کیا مطلب ہے میرا؟ یہ تو میں خود بھی نہیں جانتا" سوادری گیلاف پاگلوں کی طرح بڑبڑایا۔ ایک منٹ خاموشی کا وقفہ رہا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔

"یہ کیا خرافات ہے" راسکولنکاف چیخا" مارفا نے یا اس کے بھوت نے کیا کہا تم سے ؟"

"غالباً تم یقین نہ کرو گے لیکن یہ حقیقت ہے کہ جب بھی وہ میرے پاس آئی ہے اس نے نہایت ہی غیر ضروری باتیں کی ہیں ۔ یہ انسان بھی عجیب جانور ہے ۔۔ اس کی ایسی ہی واہیات باتوں نے مجھے غصہ دلا دیا تھا ۔ پہلی دفعہ وہ میرے پاس آئی تو میں بے حد تھکا ہوا تھا ۔ جلوس جنازہ آخری دعا، آخری رسومات اور پھر طعام میت نے مجھے تھکا مارا تھا ۔ فرصت پاکر میں لائبریری میں پہونچا اور سگار جلایا اور اس وقت وہ کمرے میں داخل ہوئی اور کہا" دن بھر تم اتنے مصروف رہے کہ کمرۂ طعام کی گھڑی میں کوک بھرنا ہی بھول گئے ۔۔۔ دوسرے دن یہاں آنے کے لئے میں گھر سے نکلا، پو پھٹنے سے کچھ پہلے اسٹیشن پر پہونچا ۔ رات بھر سو نہ سکا تھا اس لئے طبیعت کچھ گری گری سی تھی ۔ آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں اور میں بیٹھا کافی کی چسکیاں لے رہا تھا کہ میں نے دیکھا مارفا میرے سامنے تاش لئے بیٹھی تھی اس نے کہا ۔ اگر پسند کرو تو میں تمھارے اس سفر کے متعلق پیشنگوئی کر دوں ؟" ۔۔۔ غالباً تم نہیں جانتے کہ تاش کے ذریعہ پیشنگوئی کرنے میں وہ اپنی مثال آپ تھی ۔ میں نے اسے پیشنگوئی کرنے کا موقع نہ دیا کیونکہ مجھ پر ایسا خوف طاری ہوا کہ میں اٹھ کر بھاگ گیا ۔ اس کے علاوہ ریل بھی آیا چاہتی تھی ۔ آج دوپہر کے وقت میں اپنے کمرے میں بیٹھا سگار پھونک رہا تھا ۔۔۔ کھانا میں نے ایک گھٹیہ قسم کے ہوٹل میں کھایا تھا چنانچہ کھانا بھی واہیات تھا اور میرے پیٹ میں گڑبڑ تھی ۔۔۔ ہاں تو اس وقت مارفا ایک دم سے آدھمکی ۔ اس نے نیلے رنگ کا لباس پہن رکھا تھا اور بے حد مریض لگ رہی تھی ۔۔ اس نے کہا ، سلام میرے سرتاج ۔ پسند آیا میرا یہ لباس ؟ آنکہ اگر سات جنم بھی لے تو ایسا لباس تیار نہ

کر سکے گی' آ... سکہ ہمارے قصبے کی درزن تھی ۔ ہائے ۔ کیا نہ زردار لونڈیا تھی کمبخت ۔ وہ اپنا لباس دکھانے کے لیے گھوم گئی ۔ میں نے اس کے لباس کی طرف اور پھر اس کے چہرے کی طرف غور سے دیکھا اور کہا " مارفا ! حیران ہوں کہ تم ایسی معمولی باتوں کے لئے میرے پاس کیوں آتی ہو ؟" ۔ خدایا ! تم تو بس یہی چاہتے ہو کہ کوئی تمھارے آرام میں مخل نہ ہو ۔ کیا مجھے اتنا بھی حق نہیں ہے کہ اپنا لباس دکھانے تمھارے پاس آجاؤں ؟" ۔ میں نے اسے چھیڑنے کی غرض سے کہا " مارفا ! میں دوسری شادی کر رہا ہوں" ۔ وہ بولی " تمھیں تو اور کچھ سوجھتا ہی نہیں ۔ لوگ کیا کہیں گے کہ پہلی بیوی کا کفن بھی میلا نہیں ہوا اور تم دوسری جورو تلاش کرنے نکل پڑے ۔ بہ فرض محال اگر تمھیں اپنی پسند کی بیوی مل بھی گئی تو میں وثوق سے کہتی ہوں کہ نہ تو تم خوش رہو گے اور نہ ہی اپنی بیوی کو خوش رکھ سکو گے ۔ اور وہ پلٹ کر چل دی اور میں نے اس کے کپڑوں کی سرسراہٹ صاف سنی ۔ خرافات ، ایں ؟"

" یہ تم جھوٹ تو نہیں بول رہے ؟" راسکولنکاف نے پوچھا ۔

" دوست ! میں بہت کم جھوٹ بولتا ہوں "

" اس سے پہلے بھی تم نے بھوت دیکھے تھے ؟"

" ہاں ۔ آں ۔ صرف ایک دفعہ ۔ کوئی پانچ برس پہلے ۔ میرا ایک غلام تھا فلسکا ۔ اسے دفنا کر میں گھر آیا تو میں نے عادتاً چیخ کر کہا ۔ فلسکا ! میرا پائپ لاؤ" یکایک وہ کمرے میں داخل ہوا اور اس الماری کی طرف چلا جس میں میرے پائپ رکھے ہوئے تھے ۔ میں ایک سناٹے کے عالم میں اس کی طرف دیکھتا رہا ۔ دفعتہً میں نے سوچا کہ فلسکا مجھ سے انتقام لینے آیا ہے کیونکہ اسی دن اس کی موت سے صرف چند گھنٹوں پہلے ہمارے درمیان جھگڑا ہوا تھا " ہنس ! اپنی

ادھڑی ہوئی کپھی لے کر میرے کمرے میں آنے کی تم نے جسارت کیسے کی؟ بدمعاش نکلو یہاں سے"۔ وہ چلا گیا اور پھر کبھی نظر آیا۔ اس واقعہ کا ذکر میں نے مارفا سے نہ کیا۔ ارادہ کیا کہ فلسکا کے لئے دعا کرواؤں گا لیکن بعد میں مجھے اپنا یہ ارادہ بے حد احمقانہ معلوم ہوا"۔

"تمھیں کسی اچھے ڈاکٹر سے اپنا علاج کروانا چاہئے"۔

"یہ تم نے کوئی نئی بات نہیں کہی۔ خود مجھے احساس ہے کہ میں کچھ بیمار ہوں۔ حالانکہ یہ نہیں جانتا کہ مجھے کیا بیماری ہے۔ لیکن بیمار رہنے کے باوجود میں تم سے پانچ گنا زیادہ طاقتور ہوں۔ میں یہ نہیں پوچھتا کہ کیا تم نے بھی بھوت دیکھے ہیں۔ لیکن یہ ضرور معلوم کرنا چاہوں گا کہ تم بھوتوں میں یقین رکھتے ہو یا نہیں؟"

"نہیں" راسکولنکاف غصے سے چیخا۔

"لوگ کہتے ہیں کہ میں بیمار ہوں" سوادری گیلاف بڑبڑایا۔ "چنانچہ میں جو کچھ دیکھتا ہوں وہ محض خیالی پیکر ہوتے ہیں۔ ایک مریض دماغ کی پیداوار لیکن لوگوں کی یہ منطق پیچ ہے۔ اس سے تو مجھے بھی انکار نہیں کہ بھوت عموماً بیمار لوگوں کو نظر آتے ہیں۔ لیکن اس منطق کا کیا جواب ہے تمھارے پاس؟ بھوت پریت ایک الگ دنیا کی مخلوق ہے چنانچہ ایک تندرست آدمی اس مخلوق کو نہیں دیکھ سکتا کیونکہ اسکا تعلق ہماری دنیا سے ہوتا ہے اور اسے اپنی جڑیں اس دنیا میں اتارنی پڑتی ہیں اور چند اصولوں کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ لیکن جب وہ بیمار ہوتا ہے تو اس کی جڑیں ڈھیلی پڑ جاتی ہیں، اس کا رشتہ ارضی نظام سے ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ جو شخص جتنا زیادہ بیمار ہوتا ہے اس کا رشتہ اتنا ہی زیادہ دوسرے عالم سے قائم ہو جاتا ہے اور اس دنیا سے ٹوٹنے لگتا ہے چنانچہ جب وہ مرتا ہے تو فوراً ہی دوسرے عالم میں داخل ہو جاتا۔ قابل قبول منطق ہے یہ جو میری ہے۔ اب اگر تم دوسری

دنیا پر ایمان لاتے ہو تو پھر بھوتوں پر بھی ایمان لا سکتے ہو۔"

"حیات بعد الممات پر مجھے یقین نہیں" راسکولنکاف نے کہا۔

"اگر دوسری دنیا میں بڑی بڑی مکڑیاں اور جالے ہوئے تو کیا ہوگا؟" سوادری گیلاف نے کسی خیال میں غرق ہو کر کہا۔

"یہ شخص پاگل ہے شاید" راسکولنکاف دل میں بولا۔

"ہم دوسری دنیا کو بے حد وسیع و عریض یقین کرتے ہیں۔ اس قدر وسیع و عریض کہ اس کا تصور بھی ممکن نہیں۔ لیکن کیا پتہ وہ ایسا نہ ہو۔ ممکن ہے وہ بے حد تنگ ہو۔ دیہات کے غسل خانے جیسا اندھیرا اور چکنا اور پھسلواں۔ جس کے کونوں میں مکڑیوں نے جالے تان رکھے ہوں۔ اگر ہم دوسری دنیا میں گئے اور وہ ایسی ہی ہوئی تو کیا ہوگا؟ کبھی کبھی تو مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ دوسری دنیا ایسی ہی ہے — تنگ و تاریک ......"

"لیکن — لیکن — تم دوسری دنیا کو زیادہ مکمل اور پُر آسائش تصور نہیں کر سکتے؟" راسکولنکاف خوف سے کانپ کر چیخا۔

"مکمل؟ لیکن یہ تم نے کیسے کہہ دیا کہ جو نقشہ میں نے کھینچا ہے وہ مکمل نہیں ہے؟ شاید دوسری دنیا ایسی ہی ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر دوسری دنیا میں نے بنائی ہوتی تو وہ ایسی ہوتی۔ دیہاتی غسل خانے جیسی تنگ و تاریک اور گندی" سوادری گیلاف مسکرایا۔

راسکولنکاف کی ریڑھ کی ہڈی میں ٹھنڈک کی لہر دوڑ گئی اور اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سوادری گیلاف نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور پھر ایک بھیانک قہقہہ لگایا۔

"کتنی عجیب بات ہے" وہ بولا "کہ آدھے گھنٹے پہلے ہم نے ایک دوسرے کی صورت

تک نہ دیکھی تھی اور ہم ایک دوسرے کو اپنا دشمن سمجھ رہے تھے۔ ہم ایک معاملہ طے
کرنا چاہتے تھے جو اب تک طے نہیں ہو پایا ہے لیکن اسے پس پشت ڈال کر ہم فضولیات
بکنے لگے۔ اب اگر میں یہ کہوں کہ ہم ایک ہی کھاڑی کے کیڑے ہیں تو شاید یہ غلط
نہ ہوگا۔"

"خدا کے لئے میرے حال پر رحم کیجئے" راسکولنکاف نے بے چینی سے کہا "اور
یہ بتائیے کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟ اور میں ـــ میں ـــ جلدی میں ہوں۔
میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے ـــ ایک ضروری کام ہے مجھے۔"
"ہاں۔ ہاں ـــ تو تمہاری بہن کی شادی مسٹر لذہن سے ہونے والی ہے کیوں؟"
"اگر تم سوادری گیلاف ہی ہو تو پھر حیران ہوں کہ تم میرے ہی سامنے میری بہن کا
نام کس منہ سے لے رہے ہو؟"
"لیکن میں اسی لئے تو تمہارے پاس آیا ہوں۔"
"بہت اچھا کہو جو کہنا ہے لیکن مختصر لفظوں میں کیونکہ میں جلدی میں ہوں۔"
"میں سمجھتا ہوں بلکہ مجھے یقین ہے کہ تم نے لذہن کے متعلق اپنی ایک قطعی رائے
قائم کر لی ہوگی۔ وہ میری بیوی مارفا کی طرف سے میرا رشتہ دار ہے اور اگر تم نے
اس سے کم سے کم نصف گھنٹہ بھی بات چیت کی ہے یا اس کے متعلق کسی سے کچھ سنا
ہے تو پھر یقیناً ایک رائے قائم کر لی ہوگی۔ وہ تمہاری بہن کے قابل نہیں ہے
میرا خیال ہے کہ تمہاری بہن اس سے شادی کر کے اپنے خاندان پر سے قربان
ہو رہی ہے اور یہ وہ خود بھی جانتی ہے تمہارے متعلق میں نے جو کچھ سنا ہے
اس کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے تو خود تمہیں روحانی مسرت
حاصل ہوگی۔ پہلے یہ میرا اندازہ تھا لیکن تم سے ملنے کے بعد مجھے اس کا یقین
ہو چکا ہے۔"

"یہ تمھاری دیدہ دلیری اور گستاخی ہے۔ معاف کیجئے گا"

"تم غالباً یہ سمجھ رہے ہو کہ میں اپنا الو سیدھا کرنا چاہتا ہوں لیکن اگر ایسا ہوتا میرے دوست تو تمہیں شیشے میں اتارنے کی غرض سے میں صاف گوئی سے کام نہ لیتا۔ معاف کیجئے میں اتنا بے وقوف نہیں ہوں۔ ضمناً میں یہ بھی اعتراف کئے لیتا ہوں کہ میری شخصیت ایک نفسیاتی الجھیڑا ہے۔ نفسیاتی گتھیوں کا مجموعہ ہے ابھی کچھ دیر پہلے ہی میں نے کہا تھا کہ مجھے آپ کی بہن سے محبت تھی لیکن اب میرے دل میں محبت کا شائبہ تک نہیں۔ میری ان متضاد باتوں سے وحشت زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ خود میں بھی اس تبدیلی پر حیران ہوں۔ میں نے کہا نا کہ میری ذات ایک عجیب و غریب الجھیڑا ہے۔"

"شاید کاہلی، نکمے پن اور بدکاریوں نے تمھیں ایسا بنا دیا ہے" راسکولنکاف نے کہا۔

"یہ تم نے غلط نہیں کہا۔ میں ایک نکما اور بدکار شخص ہوں۔ لیکن تمھاری بہن میں ایسی خصوصیات اور خوبیاں ہیں کہ میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا لیکن وہ میری حماقت تھی اور اب مجھے اس کا احساس ہوا ہے"

"اور یہ احساس تمہیں کب سے ہونے لگا ہے؟"

"یوں تو اپنی حماقت کا احساس مجھے ایک مدت سے ہونے لگا تھا لیکن پرسوں پیٹرس برگ کے اسٹیشن پر قدم رکھا تو جیسے میری آنکھیں کھل گئیں اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے جو کچھ کیا وہ بہت برا تھا حالانکہ ـــــ یہ اعتراف کرنے میں میں خجالت محسوس نہیں کر رہا ـــ ماسکو تک میرے دماغ میں یہی خیال جا رہا کہ میں پیٹرس برگ محض اس لئے جا رہا ہوں کہ دنیہ کو لذہن سے چھین کر اپنی بنا لوں چاہے اس کے لئے مجھے لذہن سے ڈوئیل ہی کیوں نہ لڑنی پڑے۔"

"قطع کلامی معاف — لیکن جو کچھ کہنا ہے جلد اور مختصر کہو۔ مجھے ایک دعوت میں شریک ہونا ہے۔ کس لئے آئے ہو یہاں؟"

"بہت اچھا۔ بہت اچھا۔ پیٹرس برگ آنے کے بعد اور — اور — ایک خاص سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ کر چکنے کے بعد مجھے مناسب معلوم ہوا کہ روانہ ہونے سے پہلے چند اہم انتظامات کرلوں — اور وہ انتظامات — میں اپنے بچوں کو ان کی چچی کے سپرد کر آیا ہوں چنانچہ ان کی طرف سے مطمئن ہوں اور سچ تو یہ ہے کہ خود انھیں بھی میری ضرورت نہیں۔ میری اولاد بے حد دولت مند ہے۔ ان کی ماں ان کے بہت سی دولت چھوڑ گئی ہے اس کے علاوہ میں ایک اچھا باپ ثابت بھی نہیں ہو سکتا میں نے اپنے بچوں کے ورثے میں سے کچھ نہیں لیا ہے صرف وہی رقم لی ہے جو گذشتہ سال مارفا نے مجھے دی تھی۔ خاصی معقول رقم ہے اور مجھ جیسے تنہا اور آزاد منش کے لئے کافی سے زیادہ ہے — اوہ — معافی چاہتا ہوں۔ اب میں اصل بات کی طرف آرہا ہوں۔ اپنے اس خاص سفر پر روانہ ہونے سے پہلے اور میں جلد ہی روانہ ہونے والا ہوں — مجھے مناسب معلوم ہوا کہ لذہن کا معاملہ بھی طے کر دوں۔ تم یہ نہ سمجھ لینا کہ مجھے اس شخص لذہن سے قلبی نفرت ہے لیکن یہ بات بھی ہے کہ میرے اور مارفا کے درمیان اسی شخص کی وجہ سے جھگڑا ہوا تھا۔ یعنی اس وقت جب مجھے پتہ چلا کہ میری بیوی مارفا دونیہ کا رشتہ اس شخص یا لذہن سے کر رہی ہے۔ خیر تو آمدم بر سر مطلب۔ میں تمھارے ذریعہ دونیہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ اگر اب بھی تم مجھ سے بدظن ہو تو ہماری ملاقات تمھاری موجودگی میں ہوگی۔ بہر حال میرا اس سے ملنا بہت ضروری ہے اول تو اس لئے کہ میں اسے بتادوں کہ لذہن سے اسے کوئی تنکہ نہ ملے گا۔ اس سے شادی کر کے اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا البتہ دکھ اور تکالیف بھر بھر کر سہنی پڑیں گی اس طرف سے لذہن بڑا

حاتم ہے ۔ دوم اس لئے کہ اس سے اپنی پچھلی زیادتیوں کی معافی مانگ کر اس
کی خدمت میں دس ہزار روبل پیش کر دوں تاکہ وہ مفلسی کے ہاتھوں مجبور ہو کر
لذہن جیسے کمینے شخص سے شادی نہ کر بیٹھے یہ دس ہزار روبل اگر اسے مل گئے
تو وہ یقیناً لذہن سے منگنی توڑ دے گی اور مجھے یقین ہے کہ لذہن سے منگنی
توڑنے کے لئے ادھار کھائے بیٹھی ہے ۔ لیکن کیا کرے مجبور ہے بچاری ۔"

"تم یقیناً پاگل ہو،" راسکولنکاف نے کہا "حیران ہوں کہ تمھیں اس کی جرأت
کیوں کر ہوئی ۔"

"میں جانتا تھا کہ میری اس پیش کش پر تم چیخ پڑو گے ۔ بے شک میں امیر
نہیں ہوں لیکن سچ کہتا ہوں مجھے ان دس ہزار روبل کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔
اگر دونیہ نے یہ رقم نہ لی تو میں اسے اور بھی زیادہ احمقانہ کاموں پر خرچ کر دوں
گا ۔ یہ تو ہوئی پہلی بات ۔ دوسری یہ کہ میری نیت میں کوئی کھوٹ نہیں ۔ اور یہ پیش کش
میں کسی برے یا شیطانی مقصد سے نہیں کر رہا ۔ غالباً اس وقت میری یہ باتیں
تمہیں جھوٹی معلوم ہو رہی ہوں گی لیکن جلد ہی تم پر اور دونیہ پر حقیقت ظاہر ہو جائے
گی ۔ تمھاری بہن کا میں بہت زیادہ احترام کرتا ہوں اور اپنے کرتوتوں سے میں
نے اسے صدمہ پہونچایا ہے جس کا مجھے بے حد افسوس ہے ۔ میں اپنی زیادتیوں
کی تلافی کرنا نہیں چاہتا اور نہ ہی یہ رقم اس کی بدل ہو سکتی ہے ۔ اس پیش کش
سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ میری ذات سے لوگوں کو صرف تکلیف ہی
نہیں بلکہ فائدہ بھی پہنچ سکتا ہے ۔ اگر میری اس پیش کش سے میری کوئی غرض
وابستہ ہوتی تو ظاہر ہے کہ یہ رقم میں کھلم کھلا پیش نہ کرتا اور نہ ہی ایسی حقیر رقم
کی پیش کش کرتا جب کہ ابھی کچھ عرصے پہلے ہی میں اپنی مقصد براری کے لئے اس
سے کئی گنا زیادہ کی پیش کش کر چکا تھا ۔ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ چند دنوں بعد

ہی میری شادی ایک نوجوان لڑکی سے ہو جائے۔ یہی ایک انکشاف ایسا ہے جو ہمارے دل سے وہ تمام شکوک و شبہات دور کر سکتا ہے جو میرے لئے تمھارے دل میں جمے ہوئے ہیں۔ آخر میں میں یہ بھی بتا دوں کہ تمھاری بہن محض روپے کی خاطر لذہن سے شادی کر رہی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ وہ سوادری گیلاف کے بجائے لذہن کا روپیہ ہے اور بس۔ غصہ نہ کرنا میرے دوست اور میری باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا۔

" کہتے وقت خود سوادری گیلاف پرسکون سنجیدہ ہو گیا۔

" مہربانی کر کے اس سے آگے کچھ نہ کہنا " راسکولنکاف نے کہا تمھاری یہ پیش کش بذات خود گستاخانہ اور بدتمیزانہ ہے اور تمھیں کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا "

" اگر ایسا ہی ہے تو پھر مجھے کہنا پڑتا ہے کہ ہر شخص اپنے پڑوسی کے سوائے دکھ کے اور کچھ دے نہیں سکتا اور اگر اس نے ایسا کیا تو پھر تم مذہب اخلاق اور انسانی ہمدردی کا نام لے کر اس پر نکتہ چینی نہیں کر سکتے کیونکہ اگر اس نے نیک کام کرنا چاہا بھی تو سوسائٹی کے ٹھیکیداروں نے نام نہاد معاشرت اور خود اپنی ناک بچانے کے لئے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ یہ کیا حماقت ہے۔ اگر ایک شخص نے کبھی کسی کو دکھ پہونچا دیا تو اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہاں کی عقلمندی ہے کہ بس اب اس کی ذات سے دکھ ہی پہنچتے رہیں گے۔ عجیب نظریہ ہے یہ تو۔ فرض کرو کہ میں مر جاؤں لیکن مرنے سے پہلے میں اپنی ساری پونجی تمھاری بہن کے نام کر جاؤں تو کیا اس وقت بھی وہ اسے لینے سے انکار کر دے گی؟ "

" شاید "

" نہیں میرے بھائی نہیں۔ بہرحال اگر تمھیں انکار ہے تو یہ یہی سہی۔

تاہم یہ ضرور کہوں گا کہ دس ہزار کی رقم ایسی معمولی نہیں ہے کہ اسے یوں بے پروائی سے ٹھکرا دیا جائے۔ بہر حال، یہ میری درخواست ہے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ لفظ بہ لفظ اپنی بہن کے سامنے دہرا دینا۔"

"نہیں"

"اس صورت میں، میرے دوست، مجھے اپنے طور پر تمھاری بہن سے ملنے کی کوشش کرنی ہوگی اور اس کے لئے میں ہر جائز و ناجائز طریقہ استعمال کرنے پر مجبور ہوں گا اور میری اس حرکت سے تمھاری بہن کو کوئی صدمہ پہنچا، اور یقیناً ایسا ہی ہوگا، خیال رہے اس کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہ ہوگی"

"اور اگر میں لفظ بہ لفظ تمھاری باتیں اس کے سامنے دہرا دوں، تمھاری پیش کش کا بھی ذکر کر دوں کیا تم پھر اس سے نہ ملو گے؟"

"کم سے کم ایک دفعہ تو میں اس سے ملنا چاہتا ہوں"

"اس کی امید نہ رکھنا"

"مجھے افسوس ہے کہ تم نے مجھے اب تک پہچانا نہیں ہے۔ خیر۔ امید ہے کہ آگے چل کر ہم دونوں گہرے دوست بن جائیں گے"

"تم سمجھتے ہو کہ ہم دونوں میں گہری دوستی ہو جائے گی!"

"ہاں" سوادری گیلاف مسکرایا، اپنی ہیٹ اٹھائی اور اٹھ کھڑا ہوا" یقین کرو دوست میں کسی خاص ارادے سے یہاں نہ آیا تھا بلکہ تم سے ملنے آنے کا کوئی ارادہ بھی نہ تھا لیکن آج صبح تمھاری صورت دیکھی تو میں بے حد متاثر ہوا۔"

"آج صبح! کہاں؟"

"اتفاقاً تم پر نظر پڑ گئی تھی۔ اور تمھاری صورت دیکھتے ہی میں نے سوچا تھا کہ تم میں اور مجھ میں کوئی بات مشترک ہے۔ فکر نہ کرو میں تمھارے ذاتی معاملات

میں دخل نہ دوں گا ۔ اس کی مجھے عادت ہی نہیں ۔ میں بڑی خوبیوں کا مالک ہوں اور ہر فن مولا ہوں ۔ تپے بازوؤں کے ساتھ میری گاڑھی چھنتی تھی ۔ برنس مہربی میرے دور کے عزیز ہیں مادام بیری کاف کے البم میں میڈونا کی تصویر پر میں تبصرہ کرسکتا ہوں اور میں گھاس بازار میں دیرامسکی کے بورڈنگ ہاؤس کے تنگ و تاریک کمرے میں کئی راتیں گزار چکا ہوں اور میں پورے سات برس تک اپنی بیوی مارفا سے بندھا رہا غرض میں نے رنگارنگ طبیعت پائی ہے اور ہر جگہ اور ہر محفل میں میں سج جاتا ہوں ۔ دلچسپ آدمی ہوں اور میری باتیں بھی دلچسپ ہیں ۔ میں برگ کے ساتھ غبارے میں بیٹھ کر آسمانی سفر بھی کرسکتا ہوں ۔"

"ہاں ۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم اس سفر پر کب روانہ ہونے والے ہو؟"

"کون سا سفر؟"

"وہی ــــ خاص سفر ــــ جس کا ذکر تم نے ابھی ابھی کیا تھا؟"

"خاص سفر؟ ــــ او ــــ ہاں ــــ میں نے یقیناً ایک خاص سفر کا ذکر کیا تھا ــــ خیر وہ تو بے حد وسیع موضوع ہے ــــ کاش کہ تمھیں معلوم ہوتا میرے بھولے دوست کہ یہ تم کیا پوچھ بیٹھے" اور وہ ہنسا ۔ عجیب ہنسی تھی یہ" لیکن ممکن ہے کہ میں اس سفر پر روانہ ہونے کے بجائے شادی کر لوں"

"یہاں؟"

"ہاں"

"کمال ہے ۔ ابھی پرسوں تو تم یہاں آئے ہو اور اتنے جلد اپنے لیے لڑکی بھی تلاش کر لی؟"

"بہرحال میں ایک دفعہ تمھاری بہن سے ملنا چاہتا ہوں ۔ اچھا خدا حافظ

پھر ملیں گے۔ ارے ہاں۔ اپنی بہن سے کہنا کہ مرتے دم تک میری بیوی مارفا اسے بھولی نہ تھی۔ وہ اپنے وصیت نامے میں تین ہزار روبل تمہاری بہن کے نام لکھ گئی ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ مرنے سے ایک ہفتہ پہلے مارفا نے یہ وصیت نامہ لکھا تھا اور اس وقت میں موجود تھا۔ یہ رقم تمہاری بہن کو ہفتے عشرے میں مل جائے گی"

"سچ کہہ رہے ہو؟"

"ہاں۔ اپنی بہن سے کہہ دینا۔ خدا حافظ۔ تم سے مل کر دل خوش ہوا میں تمہارے پڑوس میں ہی مقیم ہوں"

سوادری گیلاف پلٹ کر چل دیا اور دروازے میں رازدموہن سے تقریباً ٹکرا گیا۔

(۲)

آٹھ بج چکے تھے اور وہ دونوں بکالف کے بورڈنگ ہاؤس کی طرف تیز تیز قدم اٹھاتے جا رہے تھے کہ لذہن کے آنے سے پہلے وہاں پہنچ جائیں۔

"کون تھا وہ شخص؟" سڑک پر آتے ہی رازدموہن نے پوچھا۔

"سوادری گیلاف۔ وہی جاگیردار جس کے گھر میں دونیہ کام کرتی تھی۔ اسی کی دست درازیوں کے باعث دونیہ کو وہاں سے نکالا گیا اس کی بیوی مارفا نے ایک دن باغ میں سوادری گیلاف اور دونیہ کو ساتھ دیکھ لیا اور اسی وقت میری بہن کو نکال باہر کیا۔ لیکن بعد میں مارفا نے دونیہ سے معافی مانگ لی اور ابھی دو چار دن ہوئے اس کا اچانک انتقال ہو گیا۔ آج صبح ہم لوگ

اسی مارفا کے متعلق گفتگو کر رہے تھے ۔ خدا جانے کیا بات ہے کہ میں اس شخص سوادری گیلاف سے خوف زدہ ہوں ۔ اپنی بیوی کو سپردِ خاک کرنے کے فوراً بعد ہی وہ یہاں آ گیا ۔ عجیب آدمی ہے اور عجیب باتیں کہتا ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کسی خاص مقصد کے تحت یہاں آیا ہے ۔ رازومو ہن ! ہمیں دونیہ کی حفاظت کرنی ہے ۔ اسے اس شیطان سے بچانا ہے۔"

"شکریہ رڈمی کہ تم نے مجھے اپنا سمجھا ۔ بے شک ہم دونیہ کی حفاظت کریں گے یہ کمبخت کر کیا سکتا ہے ۔ رہتا کہاں ہے ؟"

"معلوم نہیں ۔"

"کیا مطلب ؟ یعنی تم نے اس سے پوچھا نہیں ؟ عجیب آدمی ہو ۔ خیر کوئی بات نہیں ۔ میں تلاش کر لوں گا"

"تم نے دیکھا اسے ؟"

"اچھی طرح سے"

"دیکھا اسے ؟ واقعی اچھی طرح سے دیکھا ؟" راسکولنکاف نے بے یقینی سے پوچھا ۔

"ہاں اس کی شکل و صورت میرے دماغ میں نقش ہے ۔ ہزاروں میں اسے پہچان سکتا ہوں ۔ یہ تو خیر سوادری گیلاف ہے لیکن اگر کسی کو بھی ایک دفعہ دیکھ لیتا ہوں ۔ بڑی تیز یادداشت ہے میری ۔ کم سے کم لوگوں کی صورتوں کے بارے میں ۔"

چند ثانیوں تک خاموشی کا وقفہ رہا ۔

"تو ٹھیک ہے" راسکولنکاف بڑبڑایا " میں سوچ رہا تھا ــــ میرا خیال تھا ــــ کہ ــــ وہ میرا وہم تھا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم ؟ کیسا وہم ؟ یار تمھاری باتوں کا مطلب میری سمجھ میں تو آتا نہیں۔"

"تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں پاگل ہو گیا ہوں۔" راسکولنکاف کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ تھی۔ "چنانچہ جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا ـــ یعنی وہ سوادری گیلاف اور اس کی باتیں وغیرہ ـــ وہ میرے پاگل دماغ کی اپج تھی ایک واہمہ تھا تم جانو پاگلوں کو ایسے ہیولے نظر آتے ہی رہتے ہیں۔"

"ہیں ـــ یعنی ....؟"

"اور ہو سکتا ہے کہ میں پاگل ہی ہو گیا ہوں۔ اور پچھلے دنوں جو کچھ ہوا وہ حقیقت نہ ہو۔ وہ سب کا سب میرا وہم ہو۔"

"روڈی! تم پھر ہذیان بکنے لگے ہو ـــ لیکن وہ ـــ کیا نام بتایا تھا تم نے؟ ہاں ـــ سوادری گیلاف ـــ کیوں آیا تھا وہ؟ کیا کہا اس نے؟"

راسکولنکاف خاموش رہا۔ رازومیخن چند ثانیوں تک کچھ سوچتا رہا اور پھر بولا:ـــ

"اچھا یار اب میرے کارناموں کی داستان سنو۔ میں تمھارے گھر سے میں آیا تو تم بے خبر سو رہے تھے۔ میں نے تمھیں بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا میں پیٹ پوجا کر کے سیدھا پرافری کے وہاں پہونچا۔ زمیتاف وہیں موجود تھا۔ میں نے بات شروع کی تو انھوں نے سنی نہیں یا وہ سننا چاہتے ہی نہ تھے بہر حال کچھ مرعوب نظر آتے تھے۔ میں نے پرافری کا بازو پکڑا اور اسے گھسیٹ کر کھڑکی کے قریب لایا اور وہاں اس سے بات شروع کی لیکن وہ کہیں خلا میں گھورتا رہا چنانچہ میرے صبر کا پیمانہ چھلکا اور میں نے اس کی آنکھوں کے سامنے گھونسہ ہلا کر کہا کہ میں اس کا سر توڑ دوں گا۔ تم جانو وہ رشتے دار ہے

اور پھر اس کی سات پشتوں کو کھڈے میں گرا دیا ہو سے چلا آیا۔ زیمی سوو سے ملا۔ نہ کوئی بات نہ کی البتہ دل میں کہا کہ اس چغد کا بھرتا نہ بنا دیا ہو تو میرا نام رازدموہن نہیں۔ لیکن جب میں زینہ اتر رہا تھا تو خیال آیا کہ یار ہم خواہمخواہ ہی پریشان ہو رہے ہیں۔ تمہارا اُس معاملے سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ اگر تمہیں کوئی خطرہ ہوتا تو کوئی بات بھی تھی۔ یہ کیا بات ہوئی کہ ہم بلاوجہ باؤلے کتے کی طرح بھاگ دوڑ اور "ہاؤ ہاؤ" کر رہے ہیں؟ تم کیوں فکر کرو؟ اس بڑھیا کے قتل کے معاملے سے تمہیں دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اگر ان گدھوں کے دماغ میں کوئی احمقانہ خیال جم گیا ہے تو ہمیں کیا۔ وہ لوگ جائیں جہنم میں۔ تمہاری جگہ میں ہوتا روڈی تو خدا کی قسم انہیں اور بھی زیادہ الّو بناتا اور پھر خوب ہنستا ان پر۔ تم بھی ہنسو ان کی حماقتوں پر۔"

"حیران ہوں رازدموہن کہ کل تم کیا کہو گے" راسکولنکاف نے کہا اور پھر دل میں بولا "دوست! جب تمہیں حقیقت معلوم ہو جائے گی تو کیا اس وقت تم ان لوگوں پر ہنس سکو گے؟"

اور یہ واقعی عجیب بات تھی کہ راسکولنکاف کو اب تک یہ خیال آیا ہی نہ تھا کہ اگر رازدموہن کو حقیقت معلوم ہو گئی تو وہ کیا سوچے گا۔ اب اسے یہ خیال آیا تو اس نے کنکھیوں سے اپنے دوست کی طرف دیکھا۔ رازدموہن اور پرافری کی ملاقات کے خیال نے اسے پریشان نہ کیا، اور نہ ہی اسے اس ملاقات سے دلچسپی تھی۔ تب سے اب تک اتنے بہت سے واقعات ہو چکے تھے کہ ان کے مقابلے میں اس ملاقات کی کوئی اہمیت ہو ہی نہ سکتی تھی۔

برآمدے میں ان کی مڈبھیڑ لزہن سے ہو گئی۔ وہ اپنے وعدے کے مطابق

ٹھیک آٹھ بجے آگیا تھا اور دونیہ اور اس کی ماں کا کمرہ تلاش کر رہا تھا۔ وہ تینوں ایک ساتھ لیکن ہم ایک دوسرے سے کچھ حتیٰ کہ سلام تک کئے بغیر کمرے میں داخل ہوئے۔ لذہن چند ثانیوں تک اخلاقاً دروازے میں ہی کھڑا رہا اور پھر بڑی نمائشی شان سے اپنا کوٹ اتارنے لگا۔ راسکولنکاف کی ماں پلشیریا نے آگے بڑھ کر لذہن کا استقبال کیا اور دونیہ نے دونوں نوجوانوں کا۔ لذہن ناچتے ہوئے مور کے سے مغرورانہ قدم اٹھاتا کمرے میں آگیا اور بڑی خود پسندی سے دونوں عورتوں کو سلام کیا۔ وہ کچھ گڑبڑایا ہوا اور پریشان معلوم ہوتا تھا۔ پلشیریا نے، جو خود بھی گھبرائی ہوئی تھی، تینوں کو گول میز کے سامنے بٹھا دیا جس پر رکھا ہوا چھوٹا سا سماوار سنسنا رہا تھا۔ دونیہ اور لذہن ایک دوسرے کے مقابل بیٹھے ہوئے تھے اور راسکولنکاف اور رازومیہن پلشیریا کے سامنے اور رازومیہن لذہن کے اور راسکولنکاف اپنی بہن کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔

چند ثانیوں تک خاموشی کا وقفہ رہا۔

لذہن نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر بڑی نمائشی شان سے عطر میں بسا ہوا سوتی رومال نکالا اور کمرے کی فضا مہک اٹھی۔ وہ رومال اپنی ہتھیلیوں کے درمیان ملتا رہا اور پھر اسے منہ پر رکھ کر اس رئیس کی طرح دو تین دفعہ کھنکارا جس کے وقار کو ٹھیس پہونچائی گئی اور جس کے سامنے کوئی گستاخی کی گئی ہو۔ کمرے میں داخل ہوتے وقت اسے خیال آیا تھا کہ وہ دروازے میں سے ہی لوٹ جائے اور دونوں نافرمانبردار عورتوں کو نہ بھولنے والا سبق دے اور وہ دونوں عمر بھر اپنی گستاخی اور نافرمانی پر افسوس کرتی رہیں لیکن وہ ایسا نہ کرسکا۔ اس لئے کہ وہ عورتوں سے ان کی اس حکم عدولی کا جواب

طلب کرنا چاہتا تھا۔ اگر اس کے "حکم" کو یوں اعلانیہ ٹھکرا یا گیا تھا تو اس میں ضرور کوئی راز تھا اور وہ یہی راز معلوم کرنا چاہتا تھا۔ بہرحال ایک عیار حاکم کی طرح اس نے یہ تو طے کر ہی لیا تھا کہ ان دونوں عورتوں کو اس گستاخی کی سزا دے گا اور یہ سزا وہ کسی وقت بھی دے سکتا تھا کیونکہ دونوں عورتیں اس کے خیال میں، پوری طرح اس کے اختیار میں تھیں۔

"یقین ہے کہ آپ کو سفر میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی ہوگی" آخر کار اس نے کہا۔

"ہاں۔ آرام دہ سفر رہا شکریہ" پلشیریا نے جواب دیا۔

"یہ سن کر مجھے مسرت حاصل ہوئی۔ امید ہے کہ محترمہ دونیہ کو بھی سفر کی تکان زیادہ محسوس نہ ہوئی ہوگی"

"میں نوجوان ہوں اور میری ہڈیاں مضبوط ہیں چنانچہ مجھے کبھی تکان محسوس ہوتی ہی نہیں۔ لیکن اماں کو واقعی خاصی تکلیف ہوئی" دونیہ نے جواب دیا۔

"اگر ایسا ہوا ہے تو اس کا مجھے افسوس ہے۔ دراصل ہمارے یہاں کے ریل راستے بڑے لمبے ہیں۔ ہمارا ملک ہی بے حد وسیع و عریض ہے — میں معذرت خواہ ہوں کہ شدید تمنا کے باوجود آپ کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر نہ آسکا تاہم امید ہے کہ آپ کو زیادہ زحمت نہ ہوئی ہوگی"

"نہیں تو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی" پلشیریا نے جلدی سے کہا "البتہ ہمیں سخت پریشانی ہوئی تھی اور اگر خدا نے رازدموہن کو نہ بھیج دیا ہوتا تو خدا جانے ہم کہاں گم ہو جاتے۔ افوہ! اتنا بڑا شہر ہے یہ تو — ارے ہاں یہی ہیں مسٹر رازدموہن" کی طرف دیکھا اور خاموش ہو گیا۔

"لذہن ان لوگوں میں سے تھا جو سوسائیٹی میں بڑے لئے دیئے رہتے اور

تکلفات ظاہری کا خیال رکھتے ہیں اور بظاہر خوش خلق بنے رہتے ہیں لیکن یہاں ان کے مزاج کے خلاف کوئی بات ہوئی کہ ان کی ساری خوش خلقی اور شائستگی رخصت ہو جاتی ہے۔

کمرے میں ایک بار پھر بے چین کر دینے والی خاموشی چھا گئی دونیہ اتنے جلد اپنی طرف سے گفتگو کا آغاز کرنا چاہتی تھی چنانچہ اس وقت کی منتظر تھی جب گفتگو میں حصہ لینا اس کے لئے مناسب ہوگا۔ راسکولنکاف تو خاموش تھا ہی اور رازومیہن کے پاس کہنے کو کچھ تھا نہیں۔ پلشیریا اس خاموشی سے بے چین تھی۔

"مسٹر لزیہن! کچھ سنا تم نے؟ وہ مارتا مرگئی بچاری" بڑی بی نے اپنے خیال میں بڑی تازہ اور اہم خبر سے گفتگو کا آغاز کیا۔

"جی ہاں۔ ان کے انتقال کی اطلاع مجھے فوراً مل گئی تھی اور نہایت معتبر ذریعہ سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اپنی بیوی کی موت کے فوراً بعد ہی سوادری گیلاف پیٹرس برگ کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔"

"پیٹرس برگ کے لئے یعنی — وہ — یہاں؟" دونیہ نے چونک کر اپنی ماں کی طرف دیکھا۔

"ہاں۔ یہاں۔ اور جس عجلت سے وہ یہاں کے لئے روانہ ہوا ہے اس کے پیش نظر میں کہہ سکتا ہوں کہ اس کے ارادے نیک نہیں ہیں۔ میرا یہ یقین اس لئے اور بھی پختہ ہو گیا ہے کہ اس نے دوسرے بہت سے اہم اور ضروری کاموں پر اس سفر کو ترجیح دی ہے۔"

"خدایا! کیا وہ شخص دونیہ کو یہاں بھی چین لینے نہ دے گا؟" پلشیریا نے مدھی آواز میں کہا۔

"مادام! نہ تو آپ کو اور نہ ہی محترمہ دونیہ کو پریشان ہونا چاہئے۔ البتہ اگر

خود آپ اس سے رابطہ قائم رکھنا چاہیں تو بات دوسری ہے۔ رہا میں تو میرا تو یہ ہے کہ یہ اطلاع ملتے ہی میں ہوشیار ہو چکا ہوں اور اب یہ معلوم کرنے میں کوشاں ہوں کہ وہ مقیم کہاں ہے "

" ہائے! تم نہیں جانتے مسٹر لذہن کہ تمہاری اطلاع نے مجھے کس قدر دہشت زدہ کر دیا ہے : پلشیریا بولی" میں نے اسے صرف دو دفعہ دیکھا ہے اور سچ کہتی ہوں وہ بے حد خوفناک انسان ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مارفا کی موت کا باعث بھی وہی ہے "

" اس کے متعلق تو یقین سے کچھ کہنا فی الحال ممکن نہیں ہو سکتا ہے اس نے اپنی زیادتیوں سے مارفا کو موت کے گڑھے تک پہنچا دیا ہو۔ البتہ اس کے چال چلن اور اخلاق وغیرہ کے متعلق میں آپ سے متفق ہوں۔ میں یہ نہیں جانتا کہ اس کے پاس کتنی دولت ہے اور اس کی بیوی نے اس کے لئے کیا چھوڑا ہے۔ البتہ دو ہی چار روز میں تمام معلومات حاصل کر لوں گا۔ البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ یہاں پیٹرس برگ میں وہ اپنی شرمناک حرکتوں کی انتہا کر دے گا بشرطیکہ اس کے پاس روپیہ ہوا۔ اس قسم کے لوگوں میں سوادری گیلاف چوٹی پر ہے۔ سب سے زیادہ کمینہ، بداخلاق اور بدخصلت۔ یوں سمجھیئے کہ وہ اوباشوں اور بدمعاشوں کا گرو ہے۔ اب اسے کوئی روکنے اور ٹوکنے والا نہیں۔ چنانچہ وہ مہاجن کے سانڈ کی طرح جہاں چاہے گا منہ مارتا پھرے گا۔ نہایت معتبر ذرائع سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ مارفا، جو بدقسمتی سے اس اوباش کی محبت میں گرفتار ہو گئی تھی اور جس نے آٹھ برس پہلے اس نکھٹو کا قرض اپنی جیب سے چکایا تھا، دوسری طرح سے بھی اس شخص کے کام میں آتی تھی۔ یہ مارفا کی کوششوں اور قربانیوں کا ہی نتیجہ تھا کہ سوادری گیلاف کے ایک ناقابلِ معافی جرم پر پردہ ڈال دیا گیا اور اس کے خلاف تمام کارروائیاں یکلخت روک دی گئیں۔ ایک عجیب اور بے دردانہ قتل کا مقدمہ اس پر چل رہا تھا اور بہت

ممکن تھا کہ اسے سائبیریا بھیج دیا جاتا۔ لیکن مارفا کی دولت اور کوششیں کام کر گئیں اب غالباً آپ نے سمجھ لیا ہو گا کہ سوادری گیلان کس قسم کا آدمی ہے "

"میرے خدا" پلشیریا نے کہا۔

راسکولنکاف بڑے غور سے لذہن کی جوشیلی تقریر سن رہا تھا۔

"تمہیں یقین ہے کہ جو اطلاعات تمہیں ملی ہیں وہ بالکل صحیح ہیں؟" دونیہ نے بدگمانی سے پوچھا۔

"بالو! میں وہی باتیں دہرا رہا ہوں جو خود مارفا نے مجھ سے کہی تھیں۔ البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ قانونی نکتہ نظر سے معاملہ الجھا ہوا اور مبہم تھا۔ رسلیچ نامی ایک عورت یہاں رہتی تھی اور شاید اب بھی بقید حیات اور اسی شہر میں ہے۔ یہ عورت سود پر روپیہ دیتی تھی۔ اس عورت کے ساتھ سوادری گیلان کے بڑے گہرے اور پراسرار قسم کے تعلقات تھے۔ اس عورت کے ساتھ ایک چودہ پندرہ سالہ لڑکی بھی تھی جو شاید اس کی بھتیجی تھی۔ یہ لڑکی گنگی اور بہری تھی۔ رسلیچ کو اس لڑکی سے سخت نفرت تھی اور وہ اسے روزانہ بڑی بے دردی سے پیٹا کرتی تھی۔ لڑکی کا کوئی اور تھا نہیں چنانچہ وہ اس عورت کے ساتھ پڑی ہوئی تھی۔ ایک دن رسلیچ کہیں باہر سے آئی تو دیکھا کہ چھت کے ایک شہتیر سے پھانسی کا پھندا اور پھندے میں لڑکی کا بے جان جسم لٹک رہا ہے۔ لڑکی نے خودکشی کر لی تھی۔ قانونی کارروائی کے بعد یہ معاملہ ختم ہو گیا۔ لیکن بعد میں پولیس نے تحقیقات کیں تو یہ انکشاف ہوا کہ سوادری گیلان نے اس لڑکی کی ـــ اس کی ـــ اس کے ساتھ زنا بالجبر کیا تھا۔ بلاشبہ کیس بے حد الجھا ہوا اور واضح نہ تھا۔ پولیس کو یہ اطلاع ایک جرمن عورت نے دی تھی جس کا چال چلن مشکوک تھا چنانچہ اس کی بات کا اعتبار نہ کیا جا سکتا تھا۔ کسی نے اس اطلاع کی تصدیق نہ کی اور یہ مارفا کی دولت کا معجزہ تھا۔ لوگ آپس میں

ہی سرگوشیاں کر کے رہ گئے اور بات آئی گئی ہو گئی۔ تاہم اس اطلاع میں کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور تھی۔ سوادری گیلاف جیسے شیطان سے کچھ بعید نہیں۔ مس دونیہ! آپ سوادری گیلاف کے یہاں ملازمت کر چکی ہیں چنانچہ آپ نے اس کے ایک نوکر کا قصہ ضرور سنا ہوگا جو سوادری گیلاف کے مظالم کا متحمل نہ ہو سکا اور چھے سال پہلے مر گیا۔ یہ واقعہ انسداد غلامی سے پہلے مر گیا۔"

"اس کے برخلاف میں نے یہ سنا تھا کہ اس نے اپنے آپ کو پھانسی دے کر خودکشی کر لی تھی۔"

"اور آپ نے صحیح سنا تھا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس نے خودکشی کیوں کی؟ صرف اس لیے کہ وہ سوادری گیلاف کے مظالم سے تنگ آگیا تھا۔"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم" دونیہ نے منہ بنا کر کہا "البتہ میں نے فلپ کے متعلق عجیب و غریب باتیں سنی تھیں۔ مثلاً یہ کہ وہ فلسفی اور نیم پاگل تھا۔ اس نے اتنی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا کہ اس کا دماغی توازن بگڑ گیا۔ نوکروں کا کہنا تھا کہ فلپ نے اس لیے خودکشی نہ کی تھی کہ سوادری گیلاف اسے پیٹا کرتا تھا بلکہ اس لئے کہ وہ فلپ کے علم وغیرہ کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ سوادری گیلاف کا سلوک اپنے نوکروں سے بے حد نرم تھا اور نوکر بھی اسے پسند کرتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ لوگ سوادری گیلاف کو ہی فلپ کا قاتل سمجھتے تھے کیونکہ وہ اپنے آقا کے مذاق کو برداشت نہ کر سکا اور اس نے خودکشی کر لی۔"

"میں دیکھ رہا ہوں بانو کہ آپ یکایک اس کی حمایت کرنے لگی ہیں۔" لوزہن کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی "اس میں کوئی شک نہیں کہ سوادری گیلاف بڑا ہی چالباز اور تیز فہم شخص ہے اور صنف نازک کی ہمدردیاں حاصل کرنے میں تو بڑا

ہی خوش قسمت واقع ہوا ہے خدا جانے اس کے پاس کون سا منتر ہے جس کے ذریعہ وہ مخالف جنس کے دلوں میں چپکے ہی چپکے اپنے لئے جگہ بنالیتا ہے۔ اس کی عمدہ مثال خود مارفا ہے جو نہ صرف اس کی محبت میں پھنسکر اپنا سب کچھ بلکہ اپنی زندگی بھی مٹا بیٹھی۔ ان سب باتوں سے میری غرض آپ کو اور آپ کی والدہ محترمہ کو خبردار کرنا ہے اور بس۔ سوادری گیلاف یہاں آگیا ہے اور وہ یقیناً آپ سے ملنے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ احتیاط لازمی ہے۔ آپ اس کی طرف سے ہوشیار رہیئے۔ میرے خیال میں تو یہ شخص بہت جلد جیل میں نظر آئے گا۔ اس کے کرتوت ہی ایسے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مارفا نے اس کے لئے کچھ نہیں چھوڑا ہے اور اگر چھوڑا ہے تو صرف اتنا جو سوادری گیلاف کی ضرورت کے لئے کافی ہو۔ شاید کچھ نقد یا آراضی کا کوئی ٹکڑا لیکن سوادری گیلاف جیسے اڑاؤ شخص کے لئے تو قارون کا خزانہ بھی ناکافی ہے چنانچہ یہ شخص بہت جلد مفلس بن کر قرض لینا شروع کرنے گا اور قرض خواہ اسے جیل کی ہوا کھلادیں گے۔"

"خدا کے لئے سوادری گیلاف کے ذکر کو اب ختم کیجئے۔ مجھے وحشت سی ہونے لگی ہے" دونیہ نے کہا۔

"وہ ابھی، کچھ دیر پہلے، مجھ سے ملنے آیا تھا" راسکولنکاف نے اعلان کیا۔

وہ سب کے سب حیرت سے راسکولنکاف کی صورت تکنے لگے حتیٰ کہ لنز بن بھی۔

"کوئی ڈیڑھ گھنٹے پہلے وہ میرے کمرے میں آیا تھا۔ میں سو رہا تھا۔ اس نے مجھے جگا کر اپنا تعارف کرایا۔ وہ پرسکون اور بشاش دکھائی دیتا تھا اور اس نے بڑے یقین سے کہا تھا کہ جلد ہی ہم دونوں گہرے دوست بن جائیں گے۔ اور دونیہ وہ تم سے ملنا چاہتا ہے بلکہ اصرار کر رہا ہے۔ لیکن اکیلے میں نہیں بلکہ میری موجودگی میں۔ وہ ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہے جس کی تفصیل وہ مجھے بتا چکا ہے۔ اس نے مجھے یہ بھی بتایا

ہے کہ مرنے سے کوئی ایک ہفتے پہلے مارفا نے اپنا وصیت نامہ تیار کیا تھا جس میں وہ تمھارے نام تین ہزار روبل چھوڑ گئی ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ یہ رقم تمھیں ہفتے عشرے میں مل جائے گی۔"

"خدا کا شکر ہے" پلشیریا نے کہا "خدا مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنّت نصیب کرے۔ دونیہ بیٹی۔ تم مرحومہ کے لئے گرجا میں دعا کروانا"

"یہ واقعی سچ ہے" لذ ہن اقرار کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"اور کیا کہا اس نے؟" دونیہ نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"اس نے کہا کہ وہ زیادہ امیر نہیں ہے کیونکہ مارفا کل جائداد بچوں کے نام کر گئی ہے جو ان دنوں اپنی کسی پھپی کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ میرے بورڈنگ کے کہیں قریب ہی مقیم ہے لیکن اس نے یہ نہیں بتایا کہ کہاں میں نے بھی نہ پوچھا"

"لیکن وہ کیا تجویز پیش کرنا چاہتا ہے؟" پلشیریا نے زرد ہو کر پوچھا: اس کے متعلق اس نے کچھ نہیں کہا تم سے؟"

"کہا ہے"۔

"کیا؟"

"یہ میں پھر کبھی بتاؤں گا"

لذہن نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھا اور تندرے خفگی سے بولا:۔

"مجھے ایک نہایت ضروری کام سے جانا ہے چنانچہ آپ کی باتوں میں مخل نہ ہوں گا" اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ ایک دم سے ضروری کام کون سا نکل آیا؟" دونیہ نے کہا "آپ نے آج کی شام ہمارے ساتھ گزارنے وعدہ کیا تھا اور آپ نے اپنے رقعہ میں یہ بھی تو لکھا

تھا کہ آپ اماں سے کسی معاملے کی وضاحت چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں" وہ بیٹھ گیا لیکن ہیٹ ہاتھ میں ہی لیے رہا۔ "نہ صرف آپ کی والدہ سے بلکہ آپ سے بھی میں ایک اہم معاملے کی وضاحت چاہتا تھا۔ لیکن چونکہ آپ کے بھائی صاحب سوادری گیلانف کی کوئی تجویز میری موجودگی میں بیان کرنا نہیں چاہتے۔ اس لئے، معاف کیجئے، میں بھی کسی کی موجودگی میں اس معاملے پر گفتگو نہیں کرتا جو نہایت ضروری اور اہم ہو۔ اس کے علاوہ میری ایک معقول درخواست کو بھی بڑی بے پروائی سے ٹھکرا دیا گیا ہے......"

حاضرین کو اپنے غصے اور جھنجھلاہٹ کا احساس دلاکر لذہن خاموش ہو گیا۔

"آپ کی یہ درخواست، کہ ہماری ملاقات کے وقت میرا بھائی موجود نہ ہو، میری مرضی سے، بقول آپ کے، ٹھکرائی گئی ہے" دونیہ نے کہا۔ "آپ نے لکھا تھا کہ میرے بھائی نے آپ کی توہین کی ہے۔ مجھے مناسب معلوم ہوا کہ اس الزام کا تصفیہ فوراً کر لیا جائے اور آپ دونوں میں صلح صفائی ہو جائے۔ اور اگر واقعی رودی نے آپ کی توہین کی ہے تو اپنی اس حرکت کی آپ سے معافی طلب کرے گا"

"بانو! ایک قسم کی توہین ایسی بھی ہوتی ہے کہ اسے معاف، نظرانداز یا فراموش کرنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے اور اس حد کو پھلانگ جانے کے بعد واپس لوٹنا ممکن نہیں ہوتا" لذہن نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"میرا مطلب یہ نہ تھا" دونیہ نے بے تابی سے کہا۔ "سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ ہمارے مستقبل کا دارو مدار اسی تصفیہ پر ہے۔ چنانچہ میں چاہتی ہوں کہ اس جھگڑے کا فیصلہ اسی وقت ہو جائے۔ میں پھر کہتی ہوں کہ اگر میرا بھائی قصوروار ثابت ہوا تو وہ آپ سے معافی مانگ لے گا۔ اگر آپ کے دل میں میری ذرا بھی عزت ہے تو آپ اسی وقت اس جھگڑے کو نپٹا لیں گے"

"حیران ہوں کہ آپ ایک معمولی سی بات نہیں سمجھ سکتیں" لذہن نے خفا ہو کر کہا "بے شک میں آپ کی عزت کرتا بلکہ آپ سے محبت بھی کرتا ہوں لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ میں آپ کے خاندان کے ہر کس و ناکس کو بھی پسند کرنے لگ جاؤں میں سمجھتا ہوں کہ آپ سے شادی کر کے میں خوش رہوں گا۔ اور آپ کو بھی خوش رکھ سکوں گا تاہم آپ کے خاندان کے کسی فرد کو پسند یا ناپسند کرنے کا مجھے حق حاصل ہے۔ معاف کرنا بانو، آپ سے شادی کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مجھ پر میری مرضی کے خلاف دباؤ ڈالا جائے اور مجھے وہ کرنے پر مجبور کیا جائے جو میں کرنا نہیں چاہتا..."

دونیہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا "پیٹر دیپٹرووچ! اتنے جلد غصے میں آجانا ٹھیک نہیں۔ میں نے شروع سے ہی آپ کو وسیع القلب اور مخلص سمجھا اور آئندہ بھی یہی سمجھنا چاہتی ہوں۔ میں نے آپ سے ایک بڑا پیمان باندھا ہے — شادی کا۔ میں آپ کی منگیتر ہوں چنانچہ آپ کو میرے خلوص پر شک نہ کرنا چاہئے یقین کیجئے میں اپنے بھائی کی بے جا طرفداری نہ کروں گی۔ اس معاملے میں میں ایک بے غرض منصف کے فرائض انجام دے رہی ہوں اور یہ بات میرے بھائی کے لئے بھی اتنی ہی حیران کن ہے جتنی کہ شاید آپ کے لئے۔ آپ کا خط ملنے کے بعد اس ملاقات کے وقت میں نے اپنے بھائی کو موجود رہنے پر مجبور کیا تو یقین کیجئے کہ میں نے اسے اپنے ارادے سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ خدا کے لئے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ اگر آپ دونوں میں صلح صفائی ہوگئی تو پھر مجھے مجبوراً آپ دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا۔ یا تو میں آپ ہی کی ہو سکتی ہوں یا پھر اپنے بھائی کی، امید ہے اس معاملے کی اہمیت اب آپ کی اور راسکولنکاف کی سمجھ میں آگئی ہوگی۔ میں کسی قسم کی کوئی غلطی کرنا نہیں چاہتی کیونکہ یہ میری پوری زندگی کا معاملہ ہے۔ آپ کی خاطر میں اپنے بھائی کو یا اس کی خاطر آپ کو چھوڑنا ہوگا، اور یہ میں اسی وقت یقینی سے

معلوم کرنا چاہتی ہوں اور کہہ سکتی ہوں کہ میرے بھائی کی محبت سچی ہے یا نہیں اور یہ کہ آیا آپ میری عزت کرتے ہیں یا نہیں؟ یہ ساری اہم باتیں، جو میری زندگی کو برباد یا آباد کر سکتی ہیں، میں اسی وقت معلوم کرنا چاہتی ہوں تاکہ میں انتخاب میں غلطی نہ کروں اور عمر بھر روتی نہ رہوں"

"بس دونیہ" لذہن نے بگڑ کر کہا "آپ کے الفاظ قابل قیاس ہی لیکن چونکہ میں آپ کا منگیتر ہوں اس لئے آپ کے یہ الفاظ میرے لئے توہین آمیز ہیں۔ آپ نے مجھے اور ایک منہ پھٹ اور بدتمیز چھوکرے کو ایک سطح پر رکھ دیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے کہا ہے کہ میں یا آپ کا بھائی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک میری اور ہمارے رشتے کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ معاف کرنا بانو۔ میں آپ کی اس جرأت اور گستاخی کو برداشت نہیں کر سکتا۔

"کیا، آ۔ آ!" دونیہ نے سرخ ہو کر کہا "میں تو آپ کو اس شخص کے پہلو میں جگہ دوں جو دنیا میں مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے اور آپ اس بات پر خفگی کا اظہار کریں کہ میں آپ کو اور ہمارے رشتے کو اہمیت نہیں دے رہی۔ یہ انتہا ہے؟"

راسکولنکاف تلخی سے مسکرایا" رازدموہن نے بے چینی سے پہلو بدلا لیکن لذہن کو دونیہ کے جواب نے اور بھی غصہ دلا دیا۔ اس نے دونیہ کو اس گستاخی کی سزا دینے کا فیصلہ کر لیا۔

"میں آپ کا ہونے والا شوہر ہوں، آپ کا جیون ساتھی بننے والا ہوں چنانچہ آپ کے دل میں میری محبت اپنے بھائی کی محبت سے زیادہ ہونی چاہئے" وہ بولا "کسی حالت میں اور کسی صورت میں بھی میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ اسے میرا ہم پلہ سمجھا جائے۔ حالانکہ میں نے کہا تھا کہ آپ کے بھائی کی موجودگی میں میں کچھ نہ کہوں گا، لیکن آپ ہی نے مجھے مجبور کر دیا ہے۔ سنئے۔ میں آپ کی والدہ محترمہ سے ایک معاملے کا

تصفیہ چاہتا ہوں ۔ اس معاملے نے میرے وقار اور عزت کو مجروح کر دیا ہے ۔ آپ کے صاحبزادے نے" وہ پلشیریا کی طرف گھوم گیا "مسٹر رازومیکن کی موجودگی میں ۔۔ یہی آپ کا خاندانی نام ہے نا؟ معاف کیجئے مجھے آپ کا نام یاد نہیں رہا ـــــ وہ بڑے اخلاق سے رازومیہن کے سامنے جھک گیا) میری توہین کی تھی ۔ اپنے جن خیالات کا اظہار میں نے آپ کے سامنے کیا تھا وہی میں نے آپ کے صاحبزادے سے کہا ۔ یعنی یہ کہ غریب گھر کی لڑکیاں بڑی اطاعت شعار ہوتی ہیں اور اگر کسی ایسی ہی غریب لڑکی سے شادی کی جائے تو وہ شوہر کو سکھ دیتی ہیں ۔ آپ کے صاحبزادے نے میری اس بات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا لیکن میں خاموش رہا ۔ پھر انھوں نے در پردہ مجھے خود غرض اور کینہ توز وغیرہ کہا اور محترم خاتون آپ کے کسی خط کا بھی ذکر کیا کہ مسٹر راسکولنکاف نے آپ کے اسی خط سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے ۔ اب کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے اپنے اس خط میں کیا لکھا تھا اور غریب لڑکی والی بات کا ذکر کن الفاظ میں کیا تھا؟"

"مجھے کچھ یاد نہیں" پلشیریا نے سٹ پٹا کر جواب دیا "تمھاری بات کو میں نے جس طرح سمجھا تھا بس اسی طرح لکھ دیا تھا ۔ یہ میں نہیں جانتی کہ روڈی نے تمھارے سامنے کیا کہا ۔ ہو سکتا ہے خود اس نے کچھ غلط سمجھا ہو"

"معاف کرنا خاتون ۔ آپ کی تحریک کے بغیر آپ کے صاحبزادے ایسے مبالغے کی جرأت نہیں کر سکتے "

پلشیریا نے تمکنت سے کہا "مسٹر لذہن! اگر ہم نے تمھیں یا تمھارے خیالات کو برا سمجھا ہوتا تو تمھارے بلاوے پر ہم یہاں نہ آجاتے"

"خوب کہا اماں" دونیہ نے داد دی ۔

"مطلب یہ کہ یہاں بھی قصور میرا ہی ہے" لذہن کے ابرو پر بل پڑ گئے ۔

" خیر۔ تم روڈی پر برابر الزام لگائے چلے جا رہے ہو۔ البتہ اپنے رقعہ میں تم نے روڈی کے متعلق ایک بات ایسی لکھی ہے جو سراسر غلط ہے۔"

"جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے کوئی غلط بات نہیں لکھی"

"تم نے لکھا تھا" راسکولنکاف نے لذہن کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "کہ میں نے روپیہ اس شخص کی بیوہ کو نہیں دیا جو گھوڑے تلے دب کر مر گیا تھا بلکہ اس کی بیٹی کو دیا ہے۔ اس لڑکی کو میں نے کل سے پہلے کبھی دیکھا تک نہ تھا۔ یہ بات تم نے ہم لوگوں میں پھوٹ ڈلوانے کے لئے قصداً لکھی تھی۔ تم نے اس لڑکی پر کیچڑ اچھالا تھا جس کے چال چلن کے متعلق تم کچھ نہیں جانتے۔ یہ تمہاری خبیثانہ شرارت ہے اور بس"

"معاف کرنا جناب" لذہن نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا" آپ کے طور طریقوں اور خصوصیات کا ذکر تفصیل سے محض اس لئے کیا تھا کہ خود آپ کی بہن اور والدہ نے مجھ سے پوچھا تھا۔ رہی یہ بات کہ میں نے غلط لکھا ہے تو آپ قسم کھا کر کہئے کہ آپ نے روپیہ نہ ماں نہیں دے دیا؟ کیا اس عمارت میں ۔۔ ناقص لوگ نہیں رہتے۔ بیشک وہ غریب لوگ ہیں لیکن اس سے تو آپ کو بھی انکار نہ ہوگا کہ وہ شریف لوگ نہیں ہیں اور ان کے اطوار شرمناک ہیں۔ بتائیے کیا یہ جھوٹ ہے؟"

"تم اپنی تمام تر اخلاقی خوبیوں، پاکدامنی اور تہذیب کے باوجود اس بدقسمت لڑکی کی جوتی کی برابری بھی نہیں کر سکتے جس کی ذات پر تم ایسے اوچھے حملے کر رہے ہو"

"میں پوچھتا ہوں کہ کیا آپ اس لڑکی کو اپنی والدہ اور بہن سے متعارف کرانا پسند کریں گے۔"

"اطلاعاً عرض ہے کہ یہ میں آج ہی کر چکا ہوں"

"روڈی!" پلشیریا چیخی، دونیہ سرخ ہو گئی، رازومہن کی تیوریاں چڑھ گئیں

اور راسکولنکاف کے ہونٹوں پر فتحمندانہ مسکراہٹ ناچ گئی ۔

" دیکھ لیا آپ نے بانو ؟ " لنذہن نے کہا " اب آپ ہی بتایئے کہ ہم دونوں میں کس طرح مصالحت ہو سکتی ہے ؟ یہ معاملہ یہاں آ کر ختم ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ امید ہے کہ آپ آئندہ مجھے مصالحت پر مجبور نہ کریں گی ۔ اب مجھے اجازت دیجئے میں آپ کی خالص نجی گفتگو میں مخل ہونا نہیں چاہتا " وہ اٹھ کھڑا ہوا " یہ میری درخواست تھی کہ آئندہ سے مجھے اس قسم کی ملاقاتوں سے معذور سمجھا جائے ۔ میری درخواست " پلخیریا اسکاندرونا " خصوصاً آپ سے ہے کیونکہ میرا مراسلہ آپ ہی کے نام تھا ۔

پلشیریا کو لنذہن کی یہ بات بڑی ناگوار گزری وہ غصے بھری آواز میں بولی :

" غالباً تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم سراسر تمھارے اختیار میں ہیں ۔ دونیہ بتا چکی ہے کہ کیوں تمھاری درخواست قبول نہ کی گئی ۔ ظاہر ہے کہ ہمارا مقصد نیک تھا اور رقعہ تم نے کچھ اس انداز سے لکھا تھا جیسے ہیں ۔ میں ۔ جیسے حکم چلا رہے ہو مجھ پر ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ ہم تمھارے ٹھینگے کے نیچے رہیں ؟ تم نے ہمیں اپنی زر خرید لونڈی سمجھا ہے ؟ کیا تم ہم پر حکم چلاؤ اور ہم سر تسلیم خم کر دیں ؟ مسٹر لنذہن ! ہم پر حکم چلانے کے بجائے تمھیں تو ہمارے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہئے تھا اور ہمارا احترام کرنا چاہئے تھا خصوصاً اس لئے کہ ہم محض تمھارے بھروسے پر یہاں آئے ہیں اور تمھارے رحم و کرم پر ہیں ۔ "

" مادام ! آپ قطعی میرے رحم و کرم پر نہیں ہیں خصوصاً اب جبکہ آپ کو یہ اطلاع مل چکی ہے کہ مارفا پورے تین ہزار روبل آپ کی صاحبزادی کے نام چھوڑ گئی ہے آپ نے جیسا لب و لہجہ دفعتہ اختیار کیا ہے اس کے پیش نظر مجھے کہنا پڑتا ہے کہ یہ اطلاع آپ کو بروقت ملی ہے "

" آپ کے ان آخری الفاظ سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے آپ ہمیں بے کس و مجبور

سمجھ کر ہی ہم پر دھونس جمار ہے تھے۔" دونیہ نے تلخی سے کہا۔

"لیکن اب آپ مجبور و بے کس نہیں رہیں۔ اجازت دیجیے جہاں مسٹر سوادری گیلاف جیسے مشہور اور شریف شخص کے متعلق گفتگو ہو وہاں مجھ جیسے کم مایہ شخص کا ظاہر ہے کہ کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ مسٹر سوادری گیلاف ایک پر اسرار تجویز آپ کے بھائی کے سامنے پیش کر چکے ہیں اور اُمید ہے کہ یہ تجویز آپ کے حق میں بے حد مفید ثابت ہو گی۔"

"میرے خدا!" پلشیریا چلائی۔

رازومیوہن نے کرسی پر بے چینی سے پہلو بدلا۔

"کہو دونیہ! اب کیا کہتی ہو؟ دیکھ لو اور پہچان لو۔ یہی ہیں وہ ذات شریف جو تمھیں اپنی زوجیت میں لینا چاہتے ہیں؟"

"بھائی! اب کہنے کو کچھ نہیں رہ گیا ہے۔ میں اپنے فیصلے پر نادم ہوں۔" دونیہ نے کہا اور لذہن کی طرف گھوم گئی۔" آپ تشریف لے جائیے۔"

لذہن سناٹے میں آ گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ الفاظ دونیہ نے کہے تھے۔ اسے اپنے آپ پر، اپنی دولت پر اور دام میں پھنسے ہوئے شکار کی بیچارگی پر پورا بھروسہ تھا۔ لیکن یکایک بازی پلٹ گئی تھی۔ ہوا کا رخ خلاف توقع بدل گیا تھا۔ لذہن کا رنگ فق ہو گیا اور اس کے ہونٹوں کے کونے کانپنے لگے۔

"بانو! یہ سمجھ لیجیے کہ آپ کے حکم کی تعمیل میں اگر میں اس وقت یہاں سے چلا گیا تو پھر، خیال رہے، کبھی واپس نہ آؤں گا۔ ایک بار پھر سوچ لیجیے کہ آپ اپنے حق میں کانٹے بو رہی ہیں۔ غالباً آپ نہیں جانتیں کہ میں جو کہتا ہوں وہ کر دکھاتا ہوں۔ پہاڑ تو اپنی جگہ سے ہٹ سکتے ہیں لیکن میں اپنی بات پہ قائم رہتا ہوں۔"

"دھمکیاں۔ دھمکیاں۔ کچھ اور بھی ہے تمھارے پاس؟" دونیہ ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔ غصّے کی شدت سے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا "کون چاہتا ہے کہ تم واپس آؤ۔"

"تو یہ بات ہے" لذہن بڑبڑایا۔ وہ بہ یک وقت غصّے بھی تھا اور حیران بھی کہ یہ ہوا کیسے کہ جال میں پھنسا ہوا شکار اسے تار تار کر کے بھاگ نکلا۔ "تو یہ بات ہے خیر یونہی سہی۔ لیکن شاید آپ نہیں جانتیں کہ میں آپ پر ہتک عزت اور دھوکے بازی کا مقدمہ دائر کر سکتا ہوں۔"

"میں پوچھتی ہوں میری بیٹی کو ایسی دھمکی دینے کا تمھیں حق کیا ہے؟" پلشیریا بھی غصّے سے بے قابو ہو گئی "کسی کی عزت اور کیسی ہتک؟ میں اپنی بھولی بھالی بیٹی کو کھلی آنکھوں سے کنوئیں میں ڈھکیل دوں؟ اٹھا کر جیسے ـــ واہیات شخص کو دے دوں؟ جاؤ۔ پیوتر پیتروچ! خدا کے لئے جاؤ یہاں سے۔ اب کبھی ہمارے پاس نہ آنا۔ غلطی ہماری ہی ہے کہ ہم نے کیڑ دل بھرا کیا ب قبول کر لیا تھا۔"

"مادام! آپ بھول رہی ہیں کہ آپ نے مجھ سے ایک وعدہ کیا تھا اور اب اپنے اس وعدے سے قصداً پھر رہی ہیں" لذہن لال پیلا ہو کر گرجا" اور وہ بھی مجھ سے یعنی ـــ میرا روپیہ خرچ کروانے کے بعد ـــ قانوناً یہ جرم ہے۔ آپ کا یہ جھوٹا وعدہ میرا بہت سا روپیہ بہا لے گیا ہے۔ یہ دھوکا ہے اور یہ جرم ہے آپ اپنے وعدے کی وجہ سے بندھ چکی ہیں" لذہن کی یہ آخری بات سن کر راسکولنکاف غصے میں بھی ہنس پڑا لیکن بڑھیا کا غصّہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"خرچ!" وہ بولی "کیسا خرچ؟ یہ تم ہمارے ٹرنک کے متعلق تو نہیں کہہ رہے؟ جناب سن لو کہ ریل کے گارڈ نے وہ ٹرنک بلا معاوضہ ہی یہاں تک پہنچا دیا ہے۔ میرے خدا! ہم بندھ چکی ہیں ـــ لیکن میں پوچھتی ہوں ہمیں باندھا کس نے؟ تم نے ـــ

ہاں تم نے "

" بس اماں ۔ بہت ہو گیا " دونیہ نے کہا " پیٹر پیٹرووچ ! براہ کرم تشریف لے جائیے "

" بہت اچھا ۔ جا رہا ہوں ۔ لیکن ایک آخری بات کہنا چاہتا ہوں " لذہن نے ساری احتیاط بھول کر کہا " آپ کی والدہ غالباً یہ فراموش کر گئی ہیں کہ آپ کو اپنی زوجیت میں لینا میں نے اس وقت قبول کیا تھا جب آپ قصبے میں بدنام ہو چکی تھیں اور بچے تک آپ کی طرف انگلیاں اٹھا رہے تھے اور آپ کے متعلق شرمناک افواہیں گشت کر رہی تھیں لیکن میں نے ان باتوں کی پروانہ کی محض اس امید پر کہ میری اس ہمدردی اور بھلائی کا صلہ مجھے آپ کی طرف سے ضرور ملے گا ۔ آپ سے منگنی کر کے میں نے آپ کی کھوئی ہوئی عزت واپس دلا دی محض اس لئے کہ مجھے امید تھی کہ آپ میری اس جرأت اور انسانی ہمدردی کی قدر کریں گی ۔ معاف کیجئے اگر آپ کی رگوں میں شریف خون کا ایک قطرہ بھی ہوتا تو آپ میرے اس احسان کو کبھی فراموش نہ کرتیں اور ہمیشہ میری مشکور رہتیں لیکن معلوم ہوا کہ آپ کی رگوں میں شریف خون نہیں ہے ۔ خدا کا شکر ہے کہ عین وقت پر یہ بھانڈا پھوٹ گیا ورنہ میں عمر بھر روتا رہتا کہ ...... "

" خدا کی قسم یہ انتہا ہے " رازومیخن چیخ کر اٹھ کھڑا ہوا " میں اس نالائق شخص کا سر توڑ دوں گا "

" تم اوّل درجے کے نیچ اور ذلیل آدمی ہو " دونیہ نے دانت پیس کر کہا ۔

" رازومیخن رک جاؤ " راسکولنکاف نے گھونسہ تان کر آگے بڑھتے ہوئے رازومیخن کو روک دیا اور خود لذہن کے سامنے جا کھڑا ہوا " مہربانی کر کے جاؤ یہاں سے ۔ اب اگر ایک لفظ بھی تمہاری زبان سے نکلا تو بہت برا ہو گا "

لذ ہن فق چہرہ اور کانپتے ہوئے ہونٹ لیے چند ثانیوں تک راسکولنکاف کی طرف دیکھتا رہا اور پھر پلٹ کر کمرے سے باہر آ گیا۔ اور شاید ہی کسی شخص کے دل میں کسی کے خلاف ایسی شدید نفرت پیدا ہوئی ہو جیسی کہ لذ ہن کے دل میں راسکولنکاف کے خلاف پیدا ہو گئی تھی۔ جو کچھ ہوا اس کے لیے وہ راسکولنکاف کو ہی موردِ الزام ٹھہرا رہا تھا۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ زینہ اترتے وقت وہ سوچ رہا تھا کہ اس کا معاملہ بالکل ہی ختم نہیں ہو گیا اور یہ کہ جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے یہ معاملہ نہ صرف دوبارہ بلکہ اس کی مرضی کے مطابق ہی دوبارہ ٹھیک ہو جائے گا۔

(۳)

دراصل لذ ہن کو ایسے انجام کی توقع نہ تھی۔ وہ آخری حد تک ان دونوں پر اپنی دھونس جما رہا تھا، انھیں مرعوب کرنا اور اپنے حکم میں رکھنا چاہتا تھا۔ یہ تو وہ کبھی خواب میں بھی نہ سوچ سکتا تھا کہ دونوں مفلس و مجبور عورتیں اتنی آسانی سے اس کے پنجے میں سے نکل جائیں گی۔ اسے اپنے آپ پر، اپنی دولت پر اور اپنی قوتوں پر حماقت کی حد تک بھروسہ تھا۔ چونکہ وہ خود اپنے آپ بنا تھا، خود اس نے اپنی محنت سے دولت حاصل کی تھی اور نچلے طبقے سے ترقی کر کے اوپر پہنچا تھا اس لیے اس کی خود پسندی انتہا کو پہنچ کر ایک مرض بن گئی تھی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ وہ اپنے آپ پر عاشق تھا۔ چنانچہ وہ اکثر دفعہ کئی گھنٹوں تک آئینے کے سامنے کھڑا رہتا اور آپ اپنی ہی تعریف کیا کرتا تھا اور پھر اسے اپنی دولت سے محبت تھی

جس نے اسے اس سوسائٹی میں پہنچا دیا تھا جو "اعلیٰ" کہلاتی تھی اور ان لوگوں کے ساتھ لا بٹھایا تھا جو کبھی لذہن سے بلند درجہ تھے۔

دونیہ سے اس نے جو یہ کہا تھا کہ تمام شرمناک افواہوں کے باوجود اس نے اسے قبول کر لیا تھا تو یہ اس نے غلط نہ کہا تھا چنانچہ اب وہ دونیہ کی اس احسان فراموشی پر بجا طور سے برہم تھا۔ البتہ یہ بات بھی ضرور تھی کہ جب اس نے دونیہ سے شادی کی درخواست کی تھی تو یہ جانتے ہوئے کی تھی یہ تمام "شرمناک افواہیں" محض بے بنیاد ہیں یہ افواہیں مارفا نے پھیلائی تھیں اور جو لوگ مارفا کی افترا پردازانہ طبیعت اور دونیہ کی فطری شرافت سے واقف تھے انھوں نے ان افواہوں پر یقین نہ کیا تھا۔ چنانچہ لذہن بھی اس بات سے انکار نہ کرسکتا تھا کہ اسے شروع ہی سے دونیہ کی بے گناہی اور معصومیت کا یقین تھا۔ اس کے باوجود وہ اس غلط فہمی بلکہ یوں کہئے کہ خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ خود اس نے دونیہ کو بدنامی کے گڑھے سے نکالا تھا اور یہ کہ اگر وہ نہ ہوتا تو دونیہ کا کہیں ٹھکانہ نہ ہوتا۔ وہ اسے اپنا ایک رستمانہ کارنامہ سمجھتا تھا اور چاہتا تھا کہ ہر دنیا داعلیٰ اس کے اس کارنامے کی داد دے اور ہر محفل میں اس کی تعریف کی جائے اور اسے "ہیرو" سمجھا جائے۔ اپنے اسی خیال کا اظہار اس نے دونیہ کے سامنے بھی کر دیا تھا۔ اپنی تعریف کرتے وہ خود تھکتا نہ تھا اور سمجھتا تھا کہ نہ صرف تمام لوگ بلکہ خود دونیہ اس کے اس کارنامے کی تعریف خصوصیت سے کرے گی۔ گزشتہ روز جب وہ راسکولنکاف سے ملاقات کرنے جا رہا تھا تو اس احساس کے ساتھ جا رہا تھا کہ وہ ایک "محسن" ہے جو اپنی نیکیوں کا ثمر حاصل کرنے جا رہا ہے۔ اور اسے یقین تھا کہ اس کی خوشامد اور تعریف کی جائے گی اور راسکولنکاف صحیح معنوں میں اسکے سامنے بچھ جائے گا۔ اور اب زینہ اترتے وقت وہ اپنے آپ کو وہ "دلی" سمجھ رہا تھا جسے لوگوں نے پہچانا نہ ہو اور اپنے اندھے پن سے جس کی ہتک کی ہو۔

دونیہ اس کے لئے بے حد ضروری تھی۔ اس کے بغیر وہ رہ نہیں سکتا تھا۔ ایک عرصے سے وہ شادی کے خواب دیکھ رہا تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو روکے رکھا اور دولت کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو کر اس میں اضافہ کرتا رہا۔ اکثر تنہائی میں وہ سوچا کرتا کہ کیسی لڑکی اس کے قابل ہو سکتی ہے اور فوراً تصور اسکے سامنے لاکھڑا کرتا، خوبصورت، پاکدامن، غریب (لڑکی کا غریب ہونا ضروری تھا) جوانی سے بھرپور، تعلیم یافتہ، شریف اور ایسی جو دکھوں میں پلی ہو۔ جو اس کے اشاروں پر ناچے اور اس کے ہر حکم کو ربانی سمجھے اور لذہن کو اپنا نجات دہندہ یقین کرے، اس کی پوجا کرے اس کے پیر دل پہ اپنا سر رکھ دے۔ دونیہ اس کے انہی خوشگوار خوابوں کی تعبیر تھی حسین، تعلیم یافتہ، شائستہ، ذہین، جوان اور مفلس۔ حتیٰ کہ اسے اس لڑکی میں وہ خصوصیات بھی نظر آگئیں جو کبھی اس کے تصور میں نہ آئی تھیں۔ دونیہ ایسی مکمل ترین لڑکی تھی جو ہر طرح سے اور ہر طرف سے لذہن کے قابل تھی اور وہ لذہن کی طرح ہی شریف تھی (یہ لذہن نے محسوس کیا تھا) اسے یقین تھا کہ یہ لڑکی عمر بھر اس کے پاؤں دھو دھو کر پیتی رہے گی، اسے ایک دیوتا سمجھے گی اور خود لذہن اسے پوری طرح سے اپنے اختیار میں رکھ سکے گا۔ ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے، کافی سوچ بچار کے بعد، اس نے ہمت کر کے کاروبار میں ایک قدم آگے بڑھایا تھا اور اب اس کا بے حد اعلیٰ سوسائٹی میں داخل ہونے کا خواب بھی حقیقت بنتا نظر آرہا تھا مختصر یہ کہ اب اس نے پیٹرس برگ میں قسمت آزمائی کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور جانتا تھا کہ اس سوسائٹی میں اسے اپنی پسند کا مقام اسی وقت مل سکتا ہے جب اس کے ساتھ ایک "خوبصورت اور قابل" بیوی بھی ہو۔ خوبصورت اور ذہین بیوی کا سحر اسے آسانی سے بلند سوسائٹی کے بلند مقام تک پہنچا سکتا تھا۔ ایسی حسین عورت کا سحر خود لذہن میں ایسی مقناطیسی کشش بھر سکتا تھا کہ لوگ

خود بخود نہ صرف اس کی طرف کھنچے چلے آئیں بلکہ اس کے سامنے جھک بھی جائیں لیکن اب اس کے ان خوابوں کے تار و پود بکھر گئے تھے۔ اپنی منگیتر کے اس خلاف توقع سلوک نے اس پر سکتہ سا طاری کر دیا تھا۔ یہ ایک بھیانک لطیفہ تھا جس نے اسے رلا دیا تھا۔ قدرت کے اس ظالمانہ مذاق نے اس کی روح کی بنیادوں تک کو ہلا دیا تھا۔ اس نے ذرا سا ہی تو حکم چلایا تھا۔ ذرا ہی خود پسندی سے کام لیا تھا اور وہ بھی تجربتاً۔ لیکن اسے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا۔ اس نے تو ذرا یونہی دل لگی کی تھی جس نے ایسی سنجیدہ صورت اختیار کر لی اور جس کا ایسا المناک انجام ہوا۔ یقیناً وہ دونیہ سے اپنے طور پر محبت ہی کرتا تھا۔ وہ اسے کبھی بھلا نہ سکے گا اور یہ دفعتہً — نہیں — آئندہ کل سب ٹھیک ہو جائے گا۔ دونیہ اور اس کی ماں لذہن کے پیروں پر سر رکھ دیں گی اور تب وہ اس بدتمیز راسکولنکاف کو اپنی ایڑی تلے کچل کر رکھ دے گا۔ اس نے نفرت سے رازومیہن کے متعلق بھی سوچا لیکن پھر اس کی طرف سے مطمئن ہو گیا۔ البتہ اسے سوادری گیلاف کی طرف سے خطرہ لاحق تھا۔ اُفوہ۔ بہت سے معاملات طے کرنے تھے۔

"نہیں اماں۔ قصور میرا ہی تھا" دونیہ نے اپنی ماں کا ماتھا چوم کر کہا "اس کی دولت سے میری نظر خیرہ ہو گئی تھی۔ خدا کی قسم روڈی! میں نہ جانتی تھی کہ لذہن اتنا پیچ اور کمینہ آدمی ہے۔ اگر میں نے ابتدا ہی میں اسے سمجھ لیا ہوتا تو یقین کرو دنیا کا کوئی لالچ مجھے اس کی بیوی بننے پر مجبور نہ کر سکتا تھا میرے اچھے بھائی۔ مجھے معاف کر دو"

"شکر ہے کہ ہم بچ گئے اس سے" پلشیریا بڑبڑائی۔ وہ حیران تھی کہ سب کیا اور کیسے ہو گیا۔

لذ ہن سے دونیہ کا رشتہ ٹوٹ جانے پر وہ سب کے سب خوش تھے اور پانچ منٹ بعد ہی وہ یوں ہنسنے بولنے لگے جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ البتہ وقتاً فوقتاً دونیہ کو یاد آ جاتا تھا پل بھر میں کیا سے کیا ہو گیا اور یہ خیال آتے ہی اس کے چہرے کا رنگ اڑ جاتا تھا۔ پلشیریا بے حد خوش تھی اور اپنی اس خوشی پر خود ہی حیران بھی تھی۔ آج صبح ہی وہ اس خیال سے پریشان تھی کہ اگر لذ ہن نے خفا ہو کر منگنی توڑ دی تو کیا ہو گا۔ رازومیہن کی خوشی کا تو کوئی پار نہ تھا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اس کے اظہار کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ اب کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اب بہت کچھ ہو سکتا تھا اور ـــــ لیکن وہ آگے سوچنا نہ چاہتا تھا۔ وہ اپنے خیالات کی باگیں کھینچ رہا تھا۔ وہ قبل از وقت ان باتوں پر غور کرنا نہ چاہتا تھا جو فی الحال اس کے اختیار میں نہ تھیں۔ راسکولنکاف خاموش بیٹھا ہوا تھا از اس اور کسی خیال میں غرق حالانکہ وہ اس ہنگامے کا سرغنہ تھا۔ دونیہ کو لذ ہن کے پنجے سے چھڑانا ـــــ یہ اس کی خواہش تھی لیکن اب وہ یوں بیٹھا ہوا تھا جیسے اسے اس سے کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ چنانچہ اس کی اس خاموشی سے دونیہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ راسکولنکاف اب بھی اس سے خفا ہے۔ پلشیریا ایک مجرمہ کی طرح اپنے بیٹے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"کیا کہا تھا سدا وری گیلاف نے تم سے؟" دونیہ نے راسکولنکاف کے قریب جاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ کیا کہا تھا" پلشیریا بے چینی سے بولی۔

راسکولنکاف نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا۔

"وہ تمہیں دس ہزار روبل دینا اور میری موجودگی میں صرف ایک دفعہ تم سے ملنا چاہتا ہے۔"

"ملنا چاہتا ہے! کبھی نہیں" پلشیریا چلائی "دس ہزار روبل دینا چاہتا ہے؟ یہ کہنے کی بھی جرأت اسے کیوں کر ہوئی!"

راسکولنکاف نے قدرے بے دلی سے اپنی اور سوادری گیلاف کی گفتگو ان کے سامنے دہرا دی۔ البتہ مارفا کے بھوت کا ذکر قصداً نہ کیا۔

"تم نے کیا جواب دیا؟" دونیہ نے پوچھا۔

"پہلے تو میں نے صاف کہہ دیا کہ میں اس کا کوئی پیغام دونیہ تک نہ پہنچاؤں گا لیکن اس نے کہا کہ اس صورت میں وہ اپنے طور پر دونیہ تم سے ملنے کی کوشش کرے گا۔ دونیہ! اس نے مجھے یقین دلایا کہ تم سے اس کی محبت ایک وقتی حماقت تھی اور یہ کہ اب اس کے دل میں اس محبت کا شائبہ تک نہیں۔ دونیہ! وہ چاہتا ہے کہ تم لذہن سے شادی نہ کرو اس کی گفتگو بے ربط سی تھی۔"

"سوادری گیلاف تمہیں کیسا شخص معلوم ہوا؟"

"سچ تو یہ ہے کہ میں اسے کچھ سمجھ نہیں سکا ایک طرف تو وہ تمہیں دس ہزار روبل دینا چاہتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ امیر نہیں ہے اس نے کہا کہ وہ کوئی خاص سفر پر روانہ ہونے والا ہے لیکن دس ہی منٹ بعد وہ بھول گیا کہ اس نے کیا کہا تھا۔ پھر اس نے کہا کہ وہ شادی کرنے والا ہے اور ایک لڑکی کو پسند بھی کر چکا ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ کسی بڑے ارادے سے یہاں آیا ہے اور بہر حال اپنے اس ارادے کو جامۂ عمل پہنا کر رہے گا لیکن یہاں پھر یہ بات یقینی ہے کہ اس کا دل تمھاری طرف سے صاف ہے اگر اس کے دل میں تمھارے لئے برا ارادہ ہوتا تو ظاہر ہے کہ وہ میرے پاس نہ آتا بلکہ ان

شہر میں اپنی موجودگی کو خفیہ رکھنے کی کوشش کرتا۔ بیشک میں نے اس کی پیش کش قبول نہیں کی۔ مختصر یہ کہ سوادری گیلاف مجھے تو خبطی معلوم ہوتا ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ میرا یہ اندازہ غلط ہو اور خود اس نے اپنے آپ کو میرے سامنے قصداً دیوانہ ظاہر کیا ہو۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مارفا کی موت اس کے دماغ پر اثر کر گئی ہو۔"

"خدا مارفا کی روح پر رحم کرے۔" پلشیریا نے کہا" میں ہر وقت اس کے لئے دعا کرتی رہوں گی۔ دونیہ! اگر وہ تین ہزار روبل تمھارے نام نہ چھوڑ گئی ہوتی تو خدا جانے ہمارا کیا حال ہوتا۔ روڈی! آج صبح ہمارے پاس صرف تین روبل تھے اور ہم دونیہ کی گھڑی گروی رکھنے کے متعلق سوچ رہے تھے تاکہ ہمیں لذ ہن کے سامنے اس وقت تک ہاتھ نہ پھیلانا پڑے جب تک وہ خود ہاتھ بڑھا کر ہمیں کچھ نہ دیتا۔"

دونیہ سوادری گیلاف کی اس عجیب و غریب پیش کش سے اس قدر حیرت زدہ تھی، جہاں تھی وہیں بے حرکت کھڑی ہوئی تھی۔

"اس شخص سوادری گیلاف نے کوئی بھیانک منصوبہ بنا رکھا ہے" دونیہ نے جیسے اپنے آپ سے کہا۔

راسکولنکاف نے اپنی بہن کی طرف دیکھا اور سمجھ گیا کہ وہ خوفزدہ تھی۔

وہ بولا" معلوم ہوتا ہے کہ مجھے اس شخص سے ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ ملنا ہوگا" "تم فکر نہ کرو۔ میں اس پر نظر رکھوں گا اور جلد ہی اس کا اور اس کے منصوبوں کا کھوج لگا لوں گا" رازومیخن نے کہا" سائے کی طرح اس کے پیچھے لگا رہوں گا۔ روڈی تو مجھے اس کی اجازت دے چکا ہے اس نے کہا تھا" میری بہن کی حفاظت کرنا۔"

اور اب میں آپ سے بھی اس خدمت کی اجازت چاہتا ہوں مس دونیہ"

دونیہ نے مسکرا کر اپنا ہاتھ رازومومن کی طرف بڑھا دیا لیکن خوف و پریشانی کے آثار اب بھی اس کے بشرے سے عیاں تھے۔ پلشیریا نے بڑے پیار سے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا۔ تین ہزار روبل نے اس پر بڑا خوشگوار اثر کیا تھا اور وہ ہر طرف سے مطمئن تھی۔ پندرہ منٹ بعد ہی وہ بحث کرنے میں مصروف ہو چکے تھے اور کچھ دیر تک راسکولنکاف بھی ان کی باتیں غور سے سنتا رہا۔

"میں کہتا ہوں آپ لوگ یہیں رہتے۔ کیا ضرورت ہے یہاں سے جانے کی" رازومومن نے کہا" وہاں ــــ اس چھوٹے سے قصبے میں واپس جا کر کیا کریں گی آپ؟ اور سب سے بڑی بات تو یہ کہ یہاں سب ساتھ ہیں اور آپ کو فی الحال ایک دوسرے کی سخت ضرورت ہے ۔ ہے کہ نہیں؟ ــــ مجھے اپنا ساتھی بنا لیجئے اور ہم سب مل کر ایک بیحد سودمند کام کریں گے ۔ آج صبح ہی اس کا خاکہ میرے ذہن میں آیا ہے۔ سنئے، میرے ایک چچا ہیں، مخلص اور ہوشیار بڑے میاں ہیں ۔ میں آپ کو ان سے متعارف کرادونگا خیر تو ان کے پاس ایک ہزار روبل ہیں۔ چونکہ انھیں گورنمنٹ سے پنشن مل رہی ہے اور اسی سے ان کا کام چلتا جاتا ہے اس لئے یہ ہزار روبل جوں کے توں پڑے ہوئے ہیں ۔ پچھلے چھ سال سے چچا نے میرے حلق پر ناخن دے رکھے ہیں کہ یہ ہزار روبل میں ان سے چھ فی صدی سود کے حساب سے قرض لے لوں ۔ میں جانتا ہوں کہ اس طرح وہ مالی طور پر میری مدد کرنا چاہتے ہیں ۔ پچھلے سال تو مجھے اس رقم کی ضرورت نہ تھی لیکن اس سال میں چچا کے آمد کا منتظر ہوں ۔ ادھر وہ آئے اور ادھر ایک ہزار کی رقم میں نے ان سے قرض لی ۔ اپنے تین ہزار میں سے ایک ہزار آپ بھی دیجئے اور دو ہزار سے ہم ساجھے میں اپنا کام شروع کر دیں گے ۔ لیکن آپ پوچھیں گے کہ ہم کیا بیوپار کریں گے؟"

19810 19810

اور رازومو ہن نے اپنے منصوبے کو بڑی تفصیل سے بیان کرنا شروع کیا اس نے کہا کہ روس کے پبلشرز بڑے جاہل ہیں۔ الٹی سیدھی کتابیں چھاپ دیتے ہیں اور اسی وجہ سے ان کا روبار ٹھپ ہے۔ برخلاف اس کے پڑھے لکھے اور ہوشیار پبلشر معیاری چیزیں شائع کر کے خاصا منافع حاصل کرتے ہیں۔ رازومو ہن نے کہا کہ وہ ایک مدت سے اعلیٰ درجے کا پبلشر بننے کا خواب دیکھ رہا تھا۔ پچھلے دو سال سے وہ مختلف پبلشروں کے وہاں کام کر رہا تھا اور مغرب کی تین زبانوں سے واقف تھا۔ حالانکہ اس نے راسکولنکاف سے کہا تھا کہ اس کی جرمن زبان ذرا کمزور تھی اور اسی لئے وہ چاہتا تھا کہ راسکولنکاف پمفلٹ کا ترجمہ کر کے نصف معاوضہ حاصل کرے۔ چنانچہ یہ اس نے جھوٹ کہا تھا کہ وہ تین مغربی زبانوں سے واقف ہے اور راسکولنکاف جانتا تھا کہ اس وقت اس کا دوست ڈینگ مار رہا ہے۔

"میں کہتا ہوں یہ سنہرا موقع ہے اور اس سے فائدہ نہ اٹھانا حماقت ہے کامیابی کی کنجی ہے روپیہ اور وہ ہمیں ملنے والا ہے اور اس روپے پر ہمارے علاوہ اور کسی کا حق نہ ہوگا۔" رازومو ہن کو جوش آگیا تھا "بے شک محنت تو ذرا کرنی ہوگی لیکن ہم مل کر کام کریں گے تو بہت سی مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ ہم سے میری مراد ہے میں، روڈی اور مس دونیہ آپ۔ آج کل اکثر کتابوں پر بہت زیادہ منافع مل رہا ہے۔ اور ہم یہ آسانی سے معلوم کر لیں گے کہ کون سی کتاب چل سکتی ہے اور کون سی نہیں چل سکتی۔ اور پھر جناب ترجمے کے لئے ہمیں مترجموں کی خوشامد نہ کرنی پڑے گی ہم خود ہی ترجمہ کر لیں گے چنانچہ روپے کے ساتھ ساتھ ہمارا علم اور معلومات بھی بڑھتی جائیں گی گویا ایک پنتھ اور دو کاج والی بات ہوگی۔ اس میدان میں میں تجربہ کار ہوں دو برس تک ظاہر ہے کہ میں نے پبلشروں کے وہاں جھک نہیں ماری ہے۔ چنانچہ میں اس بزنس کے نشیب و فراز اور منافع حاصل کرنے کے گروں سے واقف

ہوں ۔ یہ لوگ جو دیکھتے ہی دیکھتے لکھ پتی بن جاتے ہیں کوئی ولی اللہ تو ہوتے نہیں
کہ وظیفہ پڑھا اور کھٹ سے روپوں کی تھیلی سامنے آپڑی ۔ اگر وہ دولت حاصل
کر سکتے ہیں تو ہم کیوں نہیں کر سکتے ؟ خدا نے یہ سنہری موقع دیا ہے تو ہم کیوں نہ
اس سے فائدہ اٹھائیں ؟ — ہیں — کیوں نہ اٹھائیں ؟ دو تین کتابیں ہیں میری
نظر میں ۔ اگر میں جھوٹ بھی کہہ دوں کہ میں ان کتابوں کا ترجمہ کر رہا ہوں تو خدا کی قسم
پبلشروں میں دوڑ لگ جائے اور ہر پبلشر زیادہ سے زیادہ پیشگی معاوضہ دے کر
ان کا مسودہ مجھ سے حاصل کرنے کی کوشش کرے ۔ ان کتابوں کے متعلق میں نے اب
تک کسی کو کچھ نہیں بتایا ۔ اب رہا کاروبار کا معاملہ — یعنی اشاعت، کاغذ اور
سیل وغیرہ تو یہ بس مجھ پر چھوڑ دو ۔ ہم چھوٹے پیمانہ پر کام شروع کریں گے اور
آہستہ آہستہ ترقی کر کے اپنا کاروبار پھیلا دیں گے ۔ یہ بزنس ہے اور بزنس میں یونہی
ہوتا ہے ۔ اس کا میں یقین دلاتا ہوں کہ ہمیں گھاٹا نہ ہوگا ۔ اگر زیادہ نہیں تو اتنا
ضرور پیدا کرلیں کہ ہماری دال روٹی چلتی رہے ۔

دونیہ کی آنکھیں چمکنے لگیں ۔

" مسٹر رازوموہن ! تمھاری یہ تجویز مجھے پسند ہے" وہ بولی ۔

" میں تو کچھ نہیں جانتی" پلشیریا نے کہا" کتابوں کا کاروبار پہلے نہ تو
رازوموہن، تم نے کیا ہے اور نہ ہم نے اس لئے کچھ کہا نہیں جا سکتا ۔ ہو سکتا
ہے کہ ہمیں منافع ہو لیکن گھاٹا بھی تو ہو سکتا ہے ۔ بہر حال یہ تو طے ہے کہ کچھ عرصے
تک ہم پیٹرس برگ میں ہی رہیں گے ۔"

" بھائی ! تمھارا کیا خیال ہے ؟" دونیہ نے راسکولنکاف سے پوچھا ۔

" تجویز بری نہیں ۔ اس نے جواب دیا " البتہ اشاعت گھر قائم کرنے کی باتیں، میرے
خیال میں ذرا قبل از وقت ہیں ۔ بہر حال ابتدا میں ہم دو چار کتابیں تجربتاً چھاپ

کر کامیابی کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اگر یہ کتابیں کامیاب رہیں، یعنی ان کا سیل کم سے کم نوے فی صدی رہا تو پھر اس کے بعد ہی ہم قدم آگے بڑھانے کی ہمت کریں گے۔ میری نظر میں بھی ایک ایسی کتاب ہے جو ہاتھوں ہاتھ بک جائے گی۔ اب رہا یہ سوال کہ رازومیہن اطمینان بخش طور پر نشر و اشاعت کا انتظام کر سکتا ہے یا نہیں تو دونیہ اس کی طرف سے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ رازومیہن واقعی تجربہ کار آدمی ہے اور اشاعت وغیرہ کے کام سے بخوبی واقف لیکن اس موضوع پہ ہم پھر کبھی تفصیل سے گفتگو کریں گے۔"

"وہ مارا" رازومیہن چیخا "اور سنو ـــ اس مکان میں ایک فلیٹ خالی ہے عمدہ فلیٹ ہے اور الگ تھلگ ہے۔ بدنام فلیٹوں۔ بلکہ یوں کہو کہ پورے بورڈنگ ہاؤس سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ اسی بورڈنگ ہاؤس کے مالک کا وہ فلیٹ بھی ہے۔ فرنیچر سے آراستہ، تین کمرے اور کرایہ مناسب۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو عارضی طور پر وہ فلیٹ کرائے سے حاصل کر لیں۔ میں کل ہی آپ کی گھڑی گروی رکھ کر روپیہ لے آؤں گا۔ دوسرے انتظامات بعد میں، یعنی اپنے وقت پر ہوتے رہیں گے۔ سب سے مفید بات تو یہ ہوگی کہ آپ تینوں ایک ساتھ رہ سکیں گے اور ـــ ہیں! روڈی! تم کہاں چلے؟"

"تم جا رہے ہو روڈی؟" پلشیریا نے دفعتہً گھبرا کر پوچھا۔

"اور وہ بھی اس وقت جب اہم باتیں ہو رہی ہیں!" رازومیہن بولا۔

دونیہ نے حیرت سے اپنے بھائی کی طرف دیکھا جو ٹوپی ہاتھ میں لیے جانے کے لئے تیار کھڑا تھا۔

"تم لوگ تو یوں پریشان نظر آتے ہو جیسے مجھے ہمیشہ کے لیے رخصت یا دفن کر رہے ہو" راسکولنکاف نے کہا اور پھر اس نے مسکرانے کی کوشش کی" اور واقعی

کیا پتہ کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہی ہو۔

آخری الفاظ بے اختیار اس کے منھ سے نکل گئے۔ دراصل اس وقت وہ یہی سوچ رہا تھا بہر حال یہ الفاظ اس کی زبان نے ادا کر دیئے جو وہ کہنا چاہتا تھا۔

"روڈی! یہ تمہیں ہو کیا گیا ہے!" پلشیریا چلائی۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟" دونیہ نے پوچھا۔

راسکولنکاف کے بشرے سے عجیب طرح کا بے رحمانہ عزم ٹپک رہا تھا۔ اس کا رنگ زرد تھا وہ بولا۔

"پتہ نہیں — لیکن میرا جانا ضروری ہے — مجھے جانا ہی پڑے گا — میں۔ میں — مجبور ہوں"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میری سمجھ میں تو آتا نہیں — کہاں جانا پڑے گا؟" پلشیریا نے دہشت زدہ ہو کر کہا۔

"ماں — دونیہ —" راسکولنکاف نے کہا "میں تم دونوں کو یہ بتانا چاہتا ہوں — یہاں آتے وقت میں نے طے کر لیا تھا کہ تمہیں بتا دوں گا۔ میرا مطلب ہے — اچھا ہو اگر میں چند دنوں کے لئے تم لوگوں سے الگ رہوں میں بیمار رہوں سخت بیمار — بعد میں، جب وہ وقت آئے گا تو میں خود ہی تم لوگوں کے پاس آ جاؤں گا — بشرطیکہ ممکن ہوا۔ میں تمہیں کبھی نہیں بھلاؤں گا یقین کرو مجھے تم دونوں سے بہت محبت ہے لیکن تم لوگ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میں اکیلا رہنا چاہتا ہوں، تنہائی چاہتا ہوں۔ مجھ پر کچھ ہی کیوں نہ بیتا پڑے، کیسی ہی کیوں نہ بیت جائے میں تنہا اسے برداشت کر لوں گا — چاہے میں تباہ ہو جاؤں، چاہے پھانسی پر لٹک جاؤں یا پھر سنبھل جاؤں — کچھ بھی ہو میں تنہائی چاہتا ہوں۔ بہتر یہی ہے کہ تم لوگ مجھے بھول جاؤ۔ مجھے تلاش کرنے کی

کوشش نہ کرنا۔ میں خود بخود آ جاؤں گا یا تم لوگوں کو بلا بھیجوں گا۔ ممکن ہے تمام الجھنیں دور ہو جائیں اور ایک بار پھر پرانے دن لوٹ آئیں۔ لیکن۔ اگر تم مجھے چاہتے ہو تو فی الحال مجھے میرے حال پر چھوڑ دو ورنہ میں تم سے نفرت کرنے لگوں گا۔"

"خدایا! یہ سب کیا ہو رہا ہے! پلشیریا چلائی۔ دونیہ اور رازدموہن بھی دہشت زدہ سے تھے۔

"روڈی! روڈی! میرے بیٹے۔ آؤ ہم صلح کر لیں۔ بھول جاؤ جو ہو گیا ہمارا قصور معاف کر دو اور پھر ہم پہلے کی ہی طرح ساتھ ساتھ اور ہنسی خوشی رہنے لگیں گے" پلشیریا نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

راسکولنکاف کچھ کہے بغیر پلٹ کر دروازے کی طرف چل دیا۔ دونیہ اسی طرف دوڑی۔

"بھائی کیا تم ماں کو مار ڈالنا ہی چاہتے ہو؟ بچاری پہلے سے ہی دکھیاری ہے اور تم ...۔۔" وہ آگے نہ کہہ سکی۔ شدید غصّے کی وجہ سے اس کے حلق میں پھندے پڑ گئے تھے اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

"گھبراؤ مت۔ میں آؤں گا۔ میں آ رہا ہوں۔ راسکولنکاف یوں بڑبڑایا جیسے خود ہی نہ جانتا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

"بے حس، خود غرض، سنگدل انسان دونیہ چلائی۔

"وہ دیوانہ ہے سنگدل نہیں ہے" رازدموہن نے دونیہ کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ اگر تم اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتیں تو پھر خود تم دیوانی ہو" اور پھر اس نے دہشت زدہ پلشیریا کی طرف گھوم کر کہا" میں ابھی آیا"

وہ دوڑتا ہوا کمرے سے باہر آیا تو برآمدے کے کونے پر راسکولنکاف اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"میں جانتا تھا کہ تم میرا تعاقب کرو گے" راسکولنکاف نے کہا" واپس جاؤ کمرے میں۔ میری ماں اور بہن کے ساتھ رہنا اور ان کا خیال رکھنا۔ کل، پرسوں، ہمیشہ ان کے ساتھ رہنا۔ میں ــــ شاید میں واپس آجاؤں۔ اور اگر نہ آسکا تو ــــ خدا حافظ"

اور وہ رازدموہن سے مصافحہ کئے بغیر چل دیا۔

"لیکن تم جا کہاں رہے ہو؟ یہ کیا وحشت سوار ہو گئی ہے تم پر؟ میں پوچھتا ہوں تمہیں ہوا کیا ہے؟ تم کرنا کیا چاہتے ہو؟" رازدموہن غصے سے بے قابو ہو کر چلایا۔

راسکولنکاف رکا اور اس کی طرف گھوم کر بولا:۔

"آخری دفعہ تم سے کہتا ہوں رازدموہن کہ مجھ سے کچھ نہ پوچھو کیونکہ تمہارے سوالوں کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ مجھے تلاش کرنے کی کوشش نہ کرنا مت آنا میرے پاس۔ ممکن ہے میں واپس آجاؤں۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو لیکن میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ میری ماں اور بہن کو کبھی نہ چھوڑنا"

برآمدے میں اندھیرا تھا لیکن وہ دونوں لیمپ کے قریب کھڑے ہوئے تھے اور خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ رازدموہن قیامت کے ... ایک اس ایک منٹ کو عمر بھر نہ بھلا سکا۔ رازدموہن کی جلتی ہوئی آنکھوں کی چمک لحظہ بہ لحظہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ اس کی نگاہیں رازدموہن کی روح کو چھید رہی تھیں، اس کے شعور کو جھنجھوڑ رہی تھیں اور اس کے دل میں ایک تلاطم بپا کر رہی تھیں۔ دفعتہ رازدموہن چونکا۔ اس کی آنکھوں نے ایک خاموش سوال کیا اور راسکولنکاف کی آنکھوں نے ایک خاموش جواب دیا۔ ایک اشارہ، ایک خیال، ایک گھناؤنی اور نفرت انگیز چیز ابھر کر سطح دماغ پر آگئی۔

ایک ایسی چیز جسے دونوں نے بروقت سمجھ لیا۔ اور رازومیہن کا رنگ دھلی ہوئی چادر کی طرح سفید ہو گیا۔

"اب سمجھ گئے تم؟" راسکولنکاف نے کہا۔ کسی اندرونی شدید کرب کی وجہ سے اس کے چہرے کے پٹھے اینٹھ گئے تھے" رازومیہن! واپس جاؤ۔ میری ماں اور بہن کے پاس"

اور پھر وہ پلٹ کر چل دیا۔

یہاں ہم یہ بیان نہ کریں گے کہ رازومیہن کس طرح کمرے میں پہونچا کن الفاظ میں اس نے دونوں عورتوں کو تسلی دی۔ اور کن منطقی دلائل سے انھیں یہ یقین دلادیا کہ روڈی کی بیماری ایسی ہے کہ اسے سکون اور یکسوئی کی سخت ضرورت ہے اور یہ کہ روڈی یقیناً واپس آئے گا اور یہ کہ وہ اپنی علالت کی وجہ سے سخت پریشان ہے اس لئے اسے کسی بھی بات سے مشتعل نہیں کرنا چاہیئے اس نے ماں اور بیٹی کو یقین دلایا کہ وہ خود راسکولنکاف کی خبر رکھے گا، ایک ماہر ڈاکٹر سے اس کا علاج کروائے گا ـــــ مختصر یہ کہ اسی شام سے رازومیہن ان دونوں کا صحیح معنوں میں بیٹا اور بھائی بن گیا۔

(۴)

راسکولنکاف سیدھا نہر کے کنارے اس مکان میں پہونچا جس میں سونیہ رہتی تھی۔ یہ ایک پرانی ہرے رنگ کی سہ منزلہ عمارت تھی۔ راسکولنکاف نے چوکیدار سے معلوم کیا کہ درزی کا پرناموف کس منزل کے کون سے کمرے میں رہتا ہے وہ ایک تنگ و تاریک زینہ چڑھ کر دوسری منزل پر پہونچ گیا۔

وہ اندھیرے برآمدے میں، جو صحن کے رُخ تھا، کھڑا اسے ہی سوچ رہا تھا کہ کاپرناموف درزی کا کون سا کمرہ ہوسکتا ہے کہ اس سے چار قدم دور ایک کمرے کا دروازہ کھلا راسکولنکاف نے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازے کا دستہ پکڑ لیا۔

"کون ہے؟" ایک بے چین نسوانی آواز نے پوچھا۔

"میں ہوں ۔۔۔ تم سے ملنے آیا ہوں" راسکولنکاف نے جواب دیا اور دروازے میں سے گزر کر ایک بے حد تنگ گزرگاہ میں آگیا۔

ٹوٹی ہوئی کرسی پر رکھی ہوئی تڑی مڑی شمعدان کے منھ میں پھنسی ہوئی موم بتی کا شعلہ الف کی طرح سیدھا اور ساکت کھڑا تھا۔

"ارے! آپ! میرے خدا!" سونیہ نے کہا اور پیر زمین میں گڑ گئے۔

"تمھارا کمرہ کون سا ہے؟ یہ؟"

اور وہ سونیہ سے نظریں بچا کر کمرے میں جا گھسا۔ ایک لمحے بعد سونیہ بھی موم بتی اٹھائے کمرے میں آگئی۔ اس نے شمعدان ایک طرف رکھی اور بدحواس اور پریشان سی راسکولنکاف کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی۔ وہ بے حد گھبرائی ہوئی اور راسکولنکاف کی اس غیر متوقع آمد سے کچھ خوفزدہ سی دکھائی دیتی تھی۔ اس کے زرد چہرے پر دفعتہً رنگ دوڑ گیا اور آنکھیں پرنم ہوگئیں۔ وہ بہ یک وقت شرم، پریشانی اور خوشی محسوس کر رہی تھی۔ راسکولنکاف سونیہ کے سامنے سے ہٹ کر میز کے قریب پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا اور سونیہ کے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔

کمرہ خاصا بڑا تھا لیکن اس کی چھت بہت نیچی تھی۔ یہی ایک کمرہ درزی نے کرائے پر اٹھا رکھا تھا۔ بائیں طرف کی دیوار میں ایک مقفل دروازہ تھا جو درزی کے کمرے میں کھلتا تھا۔ دائیں طرف کی دیوار میں بھی ایک دروازہ تھا جس میں پڑے ہوئے پرانے اور زنگ آلود تالے سے پتہ چلتا تھا کہ یہ دروازہ ضرور

سے ہی بند ہے اور ہمیشہ بند ہی رہتا ہے ۔ یہ دروازہ ایک دوسرے فلیٹ میں کھلتا تھا جس کا نمبر الگ تھا ۔ یہ کمرہ ، یعنی سونیہ کا کمرہ ، ایسا تھا جیسے غلّہ بھرنے کی کوٹھی ہو ۔ کمرہ چوگوشہ تھا اور بے ڈھنگا بھی ۔ دو دیوار ، جس کی تینوں کھڑکیاں نہر کی طرف کھلتی تھیں ، اتنی ترچھی تھی کہ اس نے کمرے کے ایک کونے پر زاویہ حادہ بنا دیا تھا ۔ یہ کونا دن کے وقت بھی قبر کی طرح تاریک رہتا تھا ۔ دوسرا کونا بھی ایک عجیب سا زاویہ بناتا تھا ، ایسا زاویہ جیسے اقلیدس نے کوئی نام نہ دیا تھا ۔ کمرے میں فرنیچر نہ ہونے کے برابر تھا ۔ دائیں طرف کے کونے میں ایک پلنگ تھا ، اس کے قریب ، اور دروازے کے سامنے ایک کرسی تھی اور اسی دیوار کے قریب میز تھی جس پر نیلے رنگ کا مٹ میلا میز پوش بچھا ہوا تھا ۔ یہ میز اسی دروازے کے قریب تھی جو دوسرے نمبر والے فلیٹ میں کھلتا تھا ۔ میز کے سامنے بید کی بیٹھک والی دو کرسیاں تھیں ۔ ترچھی دیوار کے کونے کے قریب خانوں والی ایک چھوٹی سی الماری کھڑی تھی جو اسی بڑے اور تقریباً خالی کمرے میں لق و دق صحرا میں تنہا مسافر کی طرح معلوم ہوتی تھی ۔ بس یہ تھا اس کمرے کا فرنیچر ۔ دیواروں پر پھٹا ہوا زرد کاغذ جگہ جگہ سے ، خصوصاً کونوں میں سیاہ ہو گیا تھا ۔ موسم سرما میں دیواروں اور فرش سے نمی پھوٹتی ہو گی اور کمرہ دھوئیں سے بھرا رہتا ہو گا ۔ کمرے کی حالت اور ایک ایک چیز سے فلاکت ٹپکتی تھی حتیٰ کہ پلنگ بھی بستر سے بے نیاز تھا ۔

سونیہ بے چین خاموشی سے اپنے مہمان کی طرف دیکھ رہی تھی جو بڑے انہماک مگر بے تعلقی سے کمرے کا جائزہ لے رہا تھا ۔ دفعتاً وہ خوف سے کانپنے لگی جیسے وہ اس جج کے سامنے کھڑی ہوتی ہو جو اس کی تقدیر کا فیصلہ کرنے والا ہو ۔

" مجھے ذرا دیر ہو گئی ــــ گیارہ بج گئے شاید ؟" راسکولنکاف نے نظریں اٹھائے بغیر کہا ۔

"جی ہاں" سونیہ بڑبڑائی "اوہ — ہاں — ہاں — گیارہ بج گئے" اس نے یوں کہا جیسے خود اس کی زندگی کا دار و مدار ان الفاظ پر ہو "میری مالکن کی گھڑی نے ابھی ابھی گیارہ کا گجر بجایا تھا۔ میں نے اپنے کانوں سے سنی تھی اس کی آواز"

"میں تم سے آخری بار ملنے آیا ہوں" راسکولنکاف نے بے حد اداسی سے کہا حالانکہ آج پہلی دفعہ وہ سونیہ سے ملنے آیا تھا" اب شاید کبھی ہماری ملاقات نہ ہو"

"آپ — آپ — جا رہے ہیں کہیں؟"

"پتہ نہیں — شاید کل"

"تو پھر کل آپ کیتارینا کے وہاں تشریف نہ لائیں گے؟" سونیہ کی آواز کانپ رہی تھی۔

"کچھ کہہ نہیں سکتا — بہر حال کل صبح مجھے پتہ چل جائے گا — لیکن چھوڑو ان فضول باتوں۔ میں تم سے کچھ کہنے آیا ہوں"

اور اب اس نے سر اٹھا کر سونیہ کی طرف دیکھا اور اب اسے احساس ہوا کہ اس تمام عرصے میں وہ کرسی پر بیٹھا رہا اور سونیہ اس کے سامنے ایک زرخرید لونڈی کی طرح کھڑی رہی۔

"تم کھڑی کیوں ہو؟ بیٹھ جاؤ" اس نے ایک دم سے لہجہ بدل کر بے حد نرم آواز میں بڑی شفقت سے کہا۔

سونیہ نے کچھ کہنا چاہا لیکن کہہ نہ سکی، پھر اس نے بے جانی سے اپنے دونوں ہاتھ ہلائے اور پھر وہ بیٹھ گئی۔ راسکولنکاف ایک منٹ تک اپنے دل میں رحم اور ہمدردی کے جذبات لئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

"کتنی دبلی ہو تم۔ بالکل دھان پان۔ اور تمھارا ہاتھ؟ کسی مردے کے ہاتھ جیسا سوکھا سوکھا معلوم ہوتا ہے۔"

اس نے سونیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ لڑکی کے ہونٹوں پر مغموم مسکراہٹ کانپنے لگی۔

"میں شروع سے ہی ایسی ہوں۔"

"اس وقت بھی تم ایسی دبلی تھیں جب اپنے کنبے کے ساتھ رہتی تھیں؟"

"جی۔"

"یقیناً اس وقت بھی ایسی ہی ہو گی۔" اس نے جیسے نیند میں کہا۔ ایک بار پھر اس کے لہجے میں اور بشرے پر اس کے جذبات میں تغیر ہوا تھا اس نے ایک بار پھر کمرے میں نظریں دوڑائیں۔

"یہ کمرہ تم نے کاپر نا موف درزی سے کرائے پر لیا ہے؟"

"جی۔"

"وہ اس دروازے کے پیچھے والے کمرے میں رہتا ہے نا؟"

"جی ہاں۔ وہ اور اس کے بیوی بچے اسی کمرے میں رہتے ہیں۔ میرے کمرے جیسا ہی ہے وہ کمرہ۔"

"سب ایک ہی کمرے میں رہتے ہیں۔"

"جی ہاں۔ ایک ہی کمرے میں۔"

"مجھے تو تمھارے کمرے میں رات کو ڈر معلوم ہونے لگے۔" راسکولنکوف نے کسی خیال سے پھریری لی۔

"یہ درزی اور اس کے بیوی بچے اچھے لوگ ہیں بیچارے۔" سونیہ اب بھی کسی وجہ سے پریشان تھی۔ "یہ فرنیچر وغیرہ اور اس کمرے کی ہر چیز انہی کی ہے

ان کے بچے کبھی وقتاً فوقتاً میرے پاس چلے آتے ہیں۔"

"اور وہ سب کے سب ہکلے ہیں۔ ہے نا؟"

"جی ہاں۔ کاپرناموف ہکلا بھی ہے اور لنگڑا بھی۔ اور اس کی بیوی بھی دراصل وہ ہکلی نہیں ہے لیکن ٹھیک طرح سے بول نہیں سکتی۔ اس کی زبان ذرا موٹی ہے اور تتلاتی ہے۔ بہت اچھی عورت ہے۔ پہلے یہ درزی غلام تھا۔ سات بچے ہیں اس کے اور جو سب میں بڑا ہے وہی ہکلاتا ہے دوسرے بچے ہکلے تو نہیں لیکن بے حد کمزور ہیں بیچارے۔ سدا کے بیمار۔ لیکن آپ کو یہ سب باتیں کہاں سے معلوم ہوئیں؟"

"تمھارے والد نے بتایا ہے۔ انھوں نے تمھارے متعلق بھی کہا تھا سب کچھ کہ کس طرح تم ایک شام کہیں باہر گئیں، رات کے نو بجے واپس آئیں اور یہ کہ کیتارینا تمھاری چارپائی کے قریب گھٹنوں کے بل جھک گئی۔"

سونیہ گڑبڑا گئی۔

"میں نے ـــ میرا خیال ہے ـــ آج میں نے انھیں دیکھا تھا۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"کس کو؟"

"اپنے ابا کو۔ صبح دس بجے میں کیتارینا سے ملنے جا رہی تو میں نے دیکھا کہ میرے آگے آگے ابا چپ چاپ جا رہے تھے۔ انھوں نے پلٹ کر تو میری طرف دیکھا نہیں لیکن وہ ابا جیسا ہی کوئی تھا۔ یقیناً وہی تھے۔"

"اس وقت تم بازار میں تھیں؟"

"جی ہاں۔ بیچ بازار میں۔" سونیہ نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔

"جب تم اپنے ابا کے ساتھ رہتی تھیں تو کیتارینا تمھیں ہمیشہ پیٹا کرتی تھی۔"

ہے نا؟"

"نہیں تو ــــ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں! ــــ نہیں تو" سونیہ نے خوفزدہ نظروں سے راسکولنکاف کی طرف دیکھا۔

"اچھا تو تم کیتارینا کو پسند کرتی ہو؟ بہت چاہتی ہو اسے؟"

"چاہتی ہوں! ہاں! یقیناً چاہتی ہوں" سونیہ نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا اور اضطراب کے عالم میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا لیں" اگر آپ جانتے ہوتے تو ایسی بات نہ کہتے۔ کیتارینا ایک بچی کی طرح ہے۔ مصائب اور پریشانیوں نے اس کا دماغ الٹ دیا ہے۔ آہ۔ آپ نہیں جانتے کہ وہ کتنی ذہین، سمجھدار اور رحم دل عورت تھی۔ آپ نہیں جانتے ــــ آپ نہیں سمجھتے"

کیتارینا نے یہ باتیں بے ہوش، مایوسی اور کچھ بے چینی کیسے عالم میں ہاتھ ملتے ہوئے کہیں تھیں۔ اس کے زرد رخساروں پر سرخی دوڑ گئی تھی اور آنکھوں سے عجیب طرح کا کرب ٹپکنے لگا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچی تھی، راسکولنکاف کو اس کی بات بری معلوم ہوئی تھی اور وہ اپنے جذبات کو الفاظ کا جامہ پہنانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کیتارینا کی حمایت کرنا چاہتی تھی، اس کی صفائی پیش کرنا اور اسے ایک الزام سے بری کرنا چاہتی تھی اور وہ راسکولنکاف کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دینا چاہتی تھی۔ اس کے بشرے سے" غیر تسکین پذیر رحم" (بشرطیکہ ہم یہ اصطلاح استعمال کر سکیں) کے جذبات عیاں تھے۔

"کیتارینا پٹائی کرتی تھی مجھے! یہ آپ نے کیسے کہہ دیا؟ میرے خدا! کیتارینا مجھے پیٹتی تھی ــــ ہیں ــــ مجھے؟ اور اگر اس نے کبھی مجھے پیٹا بھی تو اس سے میری شان میں کون سا فرق آ گیا؟ کون سے چھوٹے باپ کی ہو گئی ہیں؟ آپ نہیں

جانتے، آہ! آپ نہیں جانتے۔ کیتارینا بڑی دکھیاری ہے۔ کوئی پار نہیں اس کے دکھوں کا۔ اوپر سے ایک موذی مرض میں مبتلا ہے وہ اس دنیا سے اور دنیا والوں سے انصاف کی طالب ہے۔ وہ۔ وہ۔ ایک فرشتے کی طرح ہے۔ نیک، پارسا، رحم دل اور سادہ لوح۔ اسے یقین ہے کہ اس سے انصاف کیا جائے گا۔ ایک ایک چیز کا انصاف ہوگا چنانچہ وہ اسی انصاف کی امید میں ہر ظلم و ستم صبر و سکون سے برداشت کرے گی لیکن وہ نہیں جانتی کہ اس دنیا سے انصاف اٹھ گیا ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ ظالم آخر تک ظالم اور مظلوم آخر تک مظلوم رہتا ہے۔ اپنے اندھے اعتقاد کے پیچھے وہ دنیا کے اس دستور کو فراموش کر گئی ہے۔ اور اسے اس بات پر غصہ آجاتا ہے کہ لوگ خدا کو بھلا بیٹھے ہیں۔ وہ کیوں ظالم بن گئے ہیں؟ وہ اس خیال سے جھنجھلا جاتی ہے کہ لوگ غریبوں کو ستا کر خوش کیوں ہوتے ہیں؟ — لیکن وہ کچھ نہیں جانتی — وہ ایک بچے کی طرح بھولی اور معصوم ہے۔ وہ ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے اس دنیا میں دھکیل دیا ہے تاکہ وہ دکھوں کی کسوٹی پر کس کر اور بھی نکھر جائے اپنی پارسائی اور رحم دلی میں مکمل بن جائے۔"

"لیکن تمھارا کیا ہوگا سونیہ؟"

سونیہ نے سوالیہ نظروں سے راسکولنکاف کی طرف دیکھا۔

"کیتارینا اور اس کے بچے اب تمھارے دست نگر ہیں۔ تنہا تم ان کا سہارا ہو اور اب تنہا تم ان کی ان داتا ہو۔ لیکن پہلے بھی تم ہی ان کی پالن ہار تھیں حتیٰ کہ خود مارمیلادوف بھی تمھارے سامنے ہاتھ پھیلاتا تھا کہ شراب پی سکے۔ لیکن اب کیا ہوگا؟"

"میں نہیں جانتی" سونیہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا اب بھی وہ لوگ اُسی کمرے میں رہیں گے؟"

"خدا جانے کیتارینا پر کئی مہینے کا کرایہ چڑھا ہوا ہے اور میں نے سنا ہے کہ مالکن نے آج کیتارینا کو کمرہ خالی کرنے کا نوٹس دے دیا ہے اور خود کیتارینا نے اسے جواب دیا ہے کہ اب وہ خود بھی اس منحوس کمرے میں رہنا نہیں چاہتی۔"

"اور یہ اس نے ایسی ہمت سے کیوں کہا؟ یقیناً تمھارے بھروسے پر۔ جانتی ہے ناکہ تم اسے اور اس کی اولاد کو بھوکوں مرنے نہ دو گی۔ اور ظاہر ہے کہ تم کما بھی لیتی ہو۔"

"ایسا نہ کہیے ___ خدا کے لئے ایسا نہ کہئے۔ ہم جدا نہیں ہیں۔ کیتارینا میری سوتیلی ماں ہے تو کیا ہوا ہم ہیں تو ایک ہی" سونیہ نے غصے اور بے چینی سے کہا "اور وہ کیا کر سکتی ہے؟ میں پوچھتی ہوں وہ کیا کر سکتی ہے؟" اس کا چہرہ تمتما رہا تھا "آج وہ کتنا روتی ہے۔ میرے خدا ___ آپ دیکھ نہیں سکتے کہ اس کا دماغ الٹ گیا ہے؟ ایک منٹ تو وہ خوش نظر آتی ہے کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ دوپہر کا کھانا اور دوسرے انتظامات بھی ہو جائیں گے لیکن دوسرے ہی منٹ وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر ہاتھ ملنے اور سر پیٹنے لگتی ہے۔ کمرے میں پاگلوں کی طرح دوڑتی ہے، کھانستی کھنکھارتی اور خون تھوکتی ہے اور انتہائی مایوسی کے عالم میں دیوار دیا سے سر پھوڑنے لگتی ہے۔ لیکن پھر فوراً ہی مطمئن اور بشاش نظر آتی ہے۔ اس کی ساری امیدیں آپ سے وابستہ ہیں یا یوں کہئے کہ وابستہ کر لی ہیں۔ آپ کے نام کی مالا جپتی ہے وہ اور آپ ہی کا نام لے لے کر امیدوں کے محل کھڑی کرتی چلی جاتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ خود خدا نے آپ کو ہماری مدد کے لئے بھیج دیا ہے اور یہ کہ آپ یقیناً اس کی مدد کریں گے۔ وہ کسی دوسرے شخص سے بھی تھوڑا سا قرض لے گی اور پھر اپنے بچوں کو اور مجھے لے کر اپنے آبائی وطن چلی جائے گی اور وہاں وہ رئیس زادوں کے لئے ایک بورڈنگ اسکول چلائے گی اور اس اسکول کی میٹرن

مجھے بنا دے گی اور پھر ہماری خوش گوار زندگی کا آغاز نہ ہوگا ــــ یہ ہیں کیتھارینا کے خواب جن کا اظہار کرنے کے بعد اس نے مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور مجھے چومنے اور تسلی دینے لگی ۔ اسے اپنے خوابوں پر یقین ہے ۔ اسے یقین ہے کہ وہ جو کچھ سوچتی ہے وہ ایک نہ ایک دن ہو کر رہے گا ۔ آپ نہیں جانتے ۔ ہاں آپ نہیں جانتے ۔ دنیا کی کوئی عورت اس کی جوتی کے برابر کبھی نہیں کر سکتی ۔ اور آج دن بھر وہ بے حد مصروف رہی ۔ کمرہ صاف کیا، بچوں کے کپڑے دھوتے اور پھٹے ہوئے کپڑوں کی مرمت کی ۔ کپڑے دھونے کا دن تھا وہ اکیلی ہی کر سکتی ہے لائی لیکن پھر دھم سے چارپائی پر گر کے اپنے سینے سے سانس لینے لگی ۔ ہائے کتنی کمزور ہو گئی ہے وہ ۔ آج صبح ہم لینیڑا اور پولینکا کے جوتے خریدنے گئے تھے ۔ بالکل ہی پھٹ گئے ہیں ان کے جوتے ۔ لیکن ہمارے پاس اتنا روپیہ تھا نہیں کہ جوتے خریدے جاتے ۔ کتنے خوبصورت جوتے کیتارینا نے پسند کئے تھے ۔ آپ کیا جانیں کہ کتنا اعلیٰ ذوق ہے اس کا ۔ اور وہاں دکان میں، دکاندار اور اس کے کارندوں کے سامنے، وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی کیونکہ جوتے خریدنے کے لئے اس کے پاس پیسے نہ تھے ۔ خدایا! کتنی دکھی ہے میری کیتارینا"

"اچھا اب میں سمجھا کہ خود تم کیوں یہ زندگی گزار رہا ہے" راسکولنکاف نے تلخی سے کہا ۔

"اور کیا آپ کو کیتارینا کی حالت پر رحم نہیں آگیا؟ آپ دیکھ سکے اس کے دکھ؟" سونیہ نے پھر جوش کے عالم میں کہا "میں جانتی ہوں کہ آپ نے اپنی ساری پونجی کیتارینا کو دے دی ۔ میں جانتی ہوں کہ آپ نے خود اپنے لئے ایک کوڑی تک نہ رکھی اپنے پاس، حالانکہ آپ نے اس کے اور اس کے بچوں کے دکھ پہلے کبھی نہ دیکھے تھے ۔ اور اگر کہیں آپ ان کے مصائب سے واقف ہوتے تو پھر......

"..... تو پھر ..... خدایا! میں نے کتنی دفعہ کیتارینا کو رلایا ہے۔ ابھی گزشتہ ہفتے ہی ـــــ ابا کے انتقال سے صرف ایک ہفتہ پہلے ـــــ میں سنگدل بن گئی تھی ـــــ پہلے بھی کئی دفعہ ایسا کر چکی ہوں۔ اپنے اس سلوک کے خیال سے میں آج دن بھر اداس رہی"

سونیہ کو ایک بار پھر اپنا وہ سلوک یاد آ گیا اور ایک بار پھر اس نے اپنی انگلیاں آپس میں پھنسا لیں ـــ

"تم اور سنگدل!"

"ہاں ـ میں وہاں گئی تھی، کیتارینا، ابا اور بچوں سے ملنے" اب سونیہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ "ابا نے کہا سونیہ میرا سر درد کر رہا ہے، تو اس کتاب میں سے کچھ پڑھ کر سناؤ ـــــ ابا یہ کتاب آندرے لیبا زتنکاف کے پاس سے ایک کتاب پڑھنے کے لئے لے آئے تھے۔ آندرے اسی بورڈنگ ہاؤس میں رہتا ہے اور ایسی ہی واہیات کتابیں پڑھا کرتا ہے۔ لیکن مجھ کمبخت نے جواب دیا ـــ نہیں ـــــ میں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہر سکتی ـــــ دراصل اس وقت میں کیتارینا کو وہ کڑھے ہوئے کالر اور کف دکھانے گئی تھی جو میں نے اسی دن بڑے داموں میں لیزاویتا سے خریدے تھے۔ کالر اور کف کا جوڑا اچھا اور بالکل نئے جیسے تھے۔ کیتارینا کو دونوں چیزیں بے حد پسند آئیں۔ وہ کالر اور کف پہن کر آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور خوشی سے اس کا چہرہ دمکنے لگا ـــــ سونیہ ـــــ اس نے کہا ـــــ یہ کالر اور کف مجھے دے دو ـــــ یہ کالر اور کف پہن کر اسے اپنے اچھے دن یاد آ گئے تھے جو اب لوٹ کر آ نہ سکتے تھے ایک سال سے اس نے سوائے چیتھڑوں کے اور کچھ نہ پہنا تھا۔ اس کے پاس ایک بھی کپڑا اچھا نہ تھا وہ بہت دیر تک آئینے کے سامنے کھڑی پسندیدہ نظروں سے اپنے آپ کو

دیکھتی رہی۔ اس نے کبھی کسی سے کچھ نہ مانگا تھا۔ کبھی کسی چیز کے لیے کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے تھے۔ کس قدر خود دار ہے وہ۔ وہ فاقے کر سکتی ہے، گھر میں ننگی بیٹھ سکتی ہے لیکن یہ کبھی نہیں کر سکتی کہ کسی سے کچھ طلب کرے۔ لیکن اس نے مجھے اپنا سمجھ کر وہ کالر اور کف مانگے۔ وہ اسے بہت پسند آ گئے تھے۔ کیتارینا! یہ چیزیں تمھارے کس کام کی... میں نے کہا۔ مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ نہیں کہنا چاہیے تھا۔ میرے اس جواب پر اس نے ایسی اداس اور غمناک نظروں سے میری طرف دیکھا کہ میرے دل کے ٹکڑے اڑ گئے۔ کف اور کالر نہ ملنے کا اسے کوئی افسوس نہ تھا لیکن میرے انکار سے اسے روحانی تکلیف پہنچی تھی۔ ٹھیس لگی تھی اس کے جذبات کو۔ ہائے... کاش وہ وقت پھر لوٹ آئے۔ پھر میں اپنے الفاظ واپس لے لوں گی، کیتارینا کے قدموں پر سر رکھ دوں گی۔ اپنا سب کچھ اسے دے ڈالوں گی، کاش میں...... لیکن آپ کو ان باتوں سے کیا تعلق ہو سکتا ہے بھلا؟ آپ کے سامنے اپنا دکھڑا رونے سے کیا فائدہ؟"

"تو کیا تم لیزاوتا کو جانتی تھیں؟"

"جی ہاں۔ آپ بھی واقف تھے اس سے؟" سونیہ نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

"تمھاری سوتیلی ماں کیتارینا مر رہی ہے اور اس کی زندگی آخری درجے کو پہنچ چکی ہے چنانچہ اب وہ زیادہ نہ جی سکے گی۔" راسکولنکاف نے سونیہ کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے کچھ دیر بعد کہا۔

"ہائے۔ نہیں نہیں۔" سونیہ چیخی اور راسکولنکاف کے دونوں ہاتھ یوں پکڑ لیے جیسے کیتارینا کی موت اور زندگی اس کے اختیار میں ہے۔

"اور بہتر یہی ہوگا کہ وہ جلد مر جائے۔" راسکولنکاف بولا۔

"نہیں نہیں۔ یہ بہتر نہ ہوگا قطعی بہتر نہ ہوگا۔" سونیہ نے دہشت زدہ ہو کر کہا۔

"رہے بچّے تو۔۔۔ سوا اس کے تم اور کیا کر سکتی ہو کہ انھیں اپنے سائے میں لے لو؟"

"آہ۔ میں نہیں جانتی۔ میں نہیں جانتی" سونیہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

صاف ظاہر تھا کہ یہی خیال سونیہ کو کئی بار پریشان کر چکا تھا۔ آج پھر راسکولنکاف نے اس سوئے ہوئے خیال کو جھنجھوڑ دیا تھا۔

"اور اگر یوں ہوا کہ کیتارینا زندہ رہی۔۔۔ فرض کرو کہ وہ زندہ رہی اور تم کسی خوفناک مرض میں مبتلا ہو کر ہسپتال پہنچ گئیں تو کیا ہوگا؟ بتاؤ۔ پھر کیا ہوگا؟" راسکولنکاف نے بے رحمی سے کہا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں! ایسا نہیں ہو سکتا" سونیہ کے بشرے سے خوف عیاں تھا۔

"نہیں ہو سکتا؟" راسکولنکاف کے ہونٹوں پر جلادانہ مسکراہٹ تھی "کیوں نہیں ہو سکتا؟ کیا تم اپنے خدا سے پٹہ لکھوا کر لائی ہو کہ جنسی بیماریوں سے محفوظ رہو گی یا تم نے ان کے خلاف بیمہ کرا رکھا ہے؟ ہو سکتا ہے۔ اگر سب کچھ ہو سکتا ہے تو پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم کسی جنسی بیماری میں مبتلا ہو کر کمانے کے قابل نہ رہو۔ اور اگر ایسا ہو تو پھر کیتارینا اور اس کے بچّوں کا کیا ہوگا؟ ظاہر ہے کہ وہ سڑکوں پر بھیک مانگتے نظر آئیں گے۔ کیتارینا اپنی خودداری کو بالائے طاق رکھ کر ذلیل اور سنگدل انسانوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے گی۔ کھانسے گی اور خون تھوکے گی اور آخر میں انسانوں کی سی بے حس دیوار سے اپنا سر پھوڑ لے گی، بچے رونے لگیں گے، کیتارینا کے پھٹے ہوئے سر سے خون کے فوارے ابل پڑیں گے اور وہ سڑک پر ڈھیر ہو جائے گی۔ بچوں کی چیخ و پکار سن کر پولس آ جائے گی

وہ کہتا رہتا کہ کسی خیراتی ہسپتال میں پہنچا دے گی جہاں وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے گی اور بچے ......"

"آہ ۔ ایسا نہ کہئے ــــ ایسا نہ کہئے ــــ خدا ہماری مدد کرے گا" سونیہ نے روتی آواز میں کہا ۔ اس کا دل ڈوبا جا رہا تھا ۔

وہ اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسائے رحم طلب نظروں سے راسکولنکاف کی طرف دیکھ رہی تھی ۔ اس بکری کی طرح جس کے سامنے قصاب چھری لئے کھڑا ہو ۔ سونیہ خاموش رہی ۔ لیکن اس کی اس خاموشی میں ہزاروں التجائیں تڑپ رہی تھیں ۔ جیسے ہر بات کا موت و زیست کا دارومدار راسکولنکاف پر ہو ۔ جیسے وہ مختارِ کل ہو ۔

راسکولنکاف اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا ۔ ایک منٹ اسی طرح گزر گیا ۔ سونیہ ایک مجرمہ کی طرح سر جھکائے اداس کھڑی تھی ۔ اس کا دل اتھاہ اندھیرے میں ڈوبا جا رہا تھا ۔

"تم کچھ پس انداز نہیں کر سکتیں ؟ میرا مطلب ہے برے وقت کے لئے ؟"

"نہیں" ۔ سونیہ نے دھیمی آواز میں کہا ۔

"ہاں ۔ واقعی نہیں کر سکتیں ۔ کوشش کی تھی کبھی ؟" راسکولنکاف نے تلخی سے پوچھا ۔

"جی ہاں ۔ کی تو تھی ۔"

"لیکن ناکام رہیں ۔ یقیناً کامیاب ہو بھی نہیں سکتیں ۔ یہ پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔"

وہ پھر کمرے میں ٹہلنے لگا ۔ ایک منٹ اور گزر گیا ۔

"تم روزانہ کچھ نہ کچھ تو کما لیتی ہو گی ؟"

سونیہ پہلے سے بھی زیادہ پریشان ہو گئی۔ اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔

"جی نہیں۔ ہر گز نہیں" اس نے اتنی آواز میں کہا جو بمشکل سنی جا سکتی ہو۔

"ظاہر ہے کہ تمہاری بہن پولینکا بھی تمہارے ہی نقش قدم پہ چلے گی"

"نہیں ایسا نہ ہو گا۔ ایسا نہیں ہو سکتا" سونیہ زور کر یوں چلائی جیسے اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا گیا ہو" خدا رحیم ہے ۔۔۔ وہ پولینکا کو کبھی اس ۔۔۔ اس ۔۔۔ گندے گڑھے میں نہ گرنے دے گا " وہ اسے بچالے گا۔

"لیکن اس نے تمہیں اس گڑھے میں گرنے دیا۔ اس نے تمہیں تو نہیں بچایا"

"لیکن وہ پولینکا کو بچالے گا۔ وہ معصوم ہے۔ خدا اس پہ رحم کرے گا ۔۔۔ خدا ۔۔۔ میرے خدا"

"لیکن شاید خدا ہے ہی نہیں" راسکولنکاف نے دانت پیس کر کہا اور پھر سونیہ کی طرف دیکھ کر ہنس دیا۔

دفعتاً سونیہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور وہ سر سے پاؤں تک کانپ گئی۔ اس نے راسکولنکاف کی طرف دیکھا اس کی خوبصورت آنکھوں سے ملامت ٹپک رہی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، اس نے اپنے ہونٹ کھولے بھی لیکن کچھ کہہ نہ سکی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانک لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"تم کہتی ہو کیتارینا کا دماغ چل گیا۔ لیکن دراصل دماغ تو خود تمہارا چل گیا۔

پانچ منٹ اور گذر گئے۔ راسکولنکاف سر جھکائے کمرے میں ٹہلتا رہا۔ پھر وہ سونیہ کے عین سامنے پہنچ کر رک گیا۔ اس کی آنکھوں میں

عجیب سی چمک تھی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ سونیہ کے شانوں پر رکھ دئے اور اس کے آنسوؤں سے بھیگے ہوئے چہرے کی طرف اور اس کی دھلی ہوئی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ راسکولنکاف کی آنکھیں کسی درندے کی آنکھوں کی طرح چمک رہی تھیں، اس کے ہونٹ سختی سے بھنچے ہوئے تھے لیکن ان کے کونے کانپ رہے تھے۔ یکایک وہ جھکا اور ۔۔۔ اس نے سونیہ کو سجدہ کیا اور پھر اس نے سونیہ کے قدم چوم لیے۔ سونیہ یوں دہشت زدہ ہو کر پیچھے ہٹی جیسے راسکولنکاف پاگل ہو گیا ہو اور اس وقت وہ پاگل معلوم ہوتا تھا بھی کہ اس کی آنکھوں اور بشرے سے بھی دیوانگی عیاں تھی۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ!" سونیہ نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

راسکولنکاف نے سجدے سے سر اٹھایا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"سونیہ! یہ میں نے تمہارے سامنے نہیں بلکہ کل بنی آدم کے سارے دکھوں کے سامنے سر جھکایا ہے" اس نے کہا اور سونیہ کے سامنے سے ہٹ کر کھڑکی کے قریب جا کھڑا ہوا۔ "سنو سونیہ۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے میں نے ایک ذلیل شخص سے کہا تھا کہ وہ تمہاری چھنگلیا کی برابری نہیں کر سکتا اور یہ کہ میں نے اپنی بہن کو تمہارے پہلو میں بٹھا کر اسے عزت بخشی ہے۔"

"ہیں! یہ کیا آپ نے! اور اس وقت آپ کی بہن بھی موجود تھیں؟ ہائے میرے خدا! ایسا کیوں کہا آپ نے؟" سونیہ سہم گئی۔ "میرے پہلو میں بیٹھ کر عزت حاصل کرنا ۔۔ میں تو ایک بدنام اور گنہگار لڑکی ہوں ۔۔۔ ایسا کیوں کہا آپ نے؟"

"اس لیے کہ تم دکھی ہو ۔۔ اذیتوں میں مبتلا ہو۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ تم گنہگار ہو۔ بہت بڑی گنہگار ۔۔۔ اور جانتی ہو تمہارا سب سے بڑا

اور کبھی نہ بخشا جانے والا گناہ کون سا ہے؟ یہ کہ تم نے اپنے آپ کو دھوکا دیا ہے اور تباہ کر لیا ہے اپنے کو۔ کس قدر ہولناک بات ہے یہ کہ تم غلاظت کے اس گڑھے میں پڑی ہوئی ہو جس سے تمہیں سخت نفرت ہے اور جس سے تمہیں گھن آتی ہے تم وہ زندگی گزار رہی ہو جو تمھیں پسند نہیں۔ ساتھ ہی تمہیں یہ احساس بھی ہے (صرف آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہے) کہ اپنے آپ کو تباہ کر کے تم کسی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہیں۔ بھلا یہ تو بتاؤ" اس نے ایک جوش کے عالم میں زمین پر پیر پٹخ کر کہا "کہ تمھارے دل میں بیک وقت ذلیل اور شرمناک جذبات اور مقدس جذبات کیسے جگہ پا گئے؟ یہ تضاد کیوں؟ سونیہ! اس سے تو بہتر یہ ہے کہ تم دریا میں پھاند کر ان ساری باتوں کا ایک ہی وقت میں خاتمہ کر لو"

"لیکن کیتا رینیا اور بچوں کا کیا ہوگا؟ سونیہ نے اداس نظروں سے راسکولنکاف کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے پوچھا۔ عجیب ہے کہ وہ راسکولنکاف کی اس تجویز پر ذرا بھی حیران نہ تھی۔

راسکولنکاف نے سونیہ کی طرف دیکھا اور اس کے چہرے کے آثار چڑھاؤ سے اس کی دلی کیفیت بھانپ لی۔ معلوم ہوا کہ خود سونیہ کو بھی کئی دفعہ یہ خیال آیا تھا۔ اس مصیبت زدہ لڑکی نے انتہائی مایوسی کے عالم میں کئی دفعہ اس مسئلے پر غور کیا تھا کہ ایک ہی وقت میں اس شرمناک زندگی کا ان ساری باتوں کا خاتمہ کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ اس مسئلے پر اس نے اتنی دفعہ غور کیا تھا کہ راسکولنکاف کی دریا میں پھاند پڑنے کی تجویز اسے ذرا بھی انوکھی اور حیران کن معلوم نہ ہوئی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے یہ بھی دیکھا کہ اپنی شرمناک اور گھناؤنی زندگی کے خیال سے وہ روحانی کرب میں مبتلا تھی۔

"لیکن کس چیز نے" راسکولنکاف نے سوچا" اسے خودکشی کرنے سے باز رکھا؟"
اور اب پہلی دفعہ راسکولنکاف کو احساس ہوا کہ مدقوق اور دیواروں سے
سر ٹکراتی ہوئی کیتارینا اور اس کے یتیم بچوں سے کیتارینا کو کتنی محبت تھی۔
اس کے باوجود یہ بات تو صاف تھی کہ سونیہ جیسی بلند اخلاق اور ایک
حد درجہ حلیم لڑکی اس ذلیل اور شرمناک زندگی کو زیادہ دنوں برداشت
نہ کر سکے گی۔ لیکن یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آرہی تھی کہ اگر سونیہ دریا میں کود
پڑنے کی ہمت نہ کر سکی تھی تو پھر یہ کیا بات ہوئی کہ وہ اب تک پاگل نہ ہوگئی؟
اس جیسی حساس اور تھوڑی بہت تعلیم یافتہ لڑکی کو تو اس پر پہلا قدم اٹھاتے
وقت ہی پاگل ہو جانا چاہئے تھا خصوصاً یہ جانتے ہوئے کہ اس کی اس قربانی
کی سماج کی نظروں میں کوئی وقعت نہ ہوگی۔ وہ جانتی تھی کہ کوئی اس کی اس
قربانی کو سمجھ نہ سکے گا۔ سماج کی نظروں میں یہ قربانی محض ایک عام سا
واقعہ ہوگی —— پھر —— پھر —— وہ کیوں اس راستے پر گامزن ہوئی؟ وہ
مر کیوں نہ گئی؟ پاگل کیوں نہ ہوگئی؟ یقیناً اسے بدکاری کا چسکا نہ تھا
وہ بدچلن نہ تھی اس گھناؤنے پن نے اس شرمناک زندگی نے محض اس کے جسم
کو چھوا تھا۔ یہ ایک اوپری خول تھا اس میل کا سا جو بہت دنوں تک نہ
نہانے سے جلد پر چڑھ جاتا ہے اس کی روح تک یہ میل نہ پہنچا تھا۔ اس
کی روح پاک تھی۔ راسکولنکاف کی نگاہیں سونیہ کے جسم سے گزر کر اس
کی روح میں جھانک رہی تھیں۔ اور اس کی نگاہوں کے سامنے سونیہ کی
روح اپنے سارے مقدس جذبات اور تمام قابلِ احترام احساسات کے اسرار
تہ در تہ کھول رہی تھی۔

"تین ہی راستے ہیں اس کے سامنے" راسکولنکاف نے سوچا "دریا،

پاگل خانہ یا پھر — بدکاری کی اتھاہ دلدل جس میں گرنے کے بعد دماغ ماؤف اور دل پتھر بن جاتا ہے؟

آخری خیال بے حد نفرت انگیز اور شرمناک تھا۔ لیکن راسکولنکاف ایک شک پرست دہریہ تھا۔ وہ نوجوان اور جوشیلا تھا اور پیچیدہ مسائل اسے پسند تھے چنانچہ وہ فطرتاً سخت دل تھا اس لیے وہ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ آخری انجام "بدکاری کی اتھاہ دلدل" یہ بہت ممکن ہے بلکہ یقیناً سونیہ کا یہی انجام ہوگا۔

"لیکن کیا ایسا ہو سکتا ہے اس نے بے چینی سے سوچا" کیا یہ ممکن ہے کہ سونیہ جیسی لڑکی، جس نے اپنی روح کی پاکیزگی کو اب تک قائم رکھا ہو، بدکاری اور معصیت کے گڑھے میں شعوری طور پر دھنس سکتی ہے؟ ممکن نہیں کہ سونیہ کے دل نے اس دلدل میں دھنسنے کی ابتدا کر دی ہو؟ کیا اس لئے وہ اب تک اپنی زندگی کو برداشت کر رہی ہے کہ یہ بدکاری اب اسے اتنی گھناؤنی اور نفرت انگیز معلوم نہیں ہوتی؟ کیا یہ ممکن ہے؟ ہاں۔ ممکن ہے کہ وہ بدکاری سے مانوس ہو گئی ہو — نہیں۔ نہیں — یہ ناممکن ہے — یہ غلط ہے" اس کا دل چیخ اٹھا۔ جس طرح کہ ابھی کچھ دیر پہلے سونیہ چیخ اٹھی تھی" نہیں — نہیں — یہ بات نہیں ہے، دراصل جس بات نے اسے دریا میں کودنے سے باز رکھا ہے وہ گناہ کا خیال ہے — خودکشی مذہباً بیں گناہ ہے — بڑا گناہ — جسم فروشی سے بھی بڑا گناہ؟ — اور پھر کیتارینا اور بچوں کا خیال بھی تو ہے — اور اگر وہ اب تک پاگل نہیں ہوئی ہے تو — لیکن کون کہتا ہے کہ وہ پاگل نہیں ہے؟ — کیا کوئی صحیح العقل ایسی الٹی سیدھی باتیں کرتا ہے؟ وہ غلاظت کے اس گڑھے کے کنارے پہ

بیٹھی ہوئی ہے جس کے پیندے کی طرف وہ آہستہ آہستہ پھسلتی جارہی ہے اور اگر اسے کوئی خبردار کرتا ہے کہ محترمہ سنبھلئے آپ اندر جا پڑیں گی تو وہ اس شخص کی بات سنتی ہی نہیں۔ تو پھر کیا وہ کسی معجزے کی منتظر ہے؟ یقیناً منتظر ہے ـــ اور کیا یہ ساری باتیں اسے پاگل ثابت نہیں کر رہی؟" راسکولنکاف کو یہ خیال بے حد پسند آیا۔ وہ اس پر جم گیا اور اور بھی زیادہ غور سے سونیہ کی طرف دیکھنے لگا۔

"اچھا تو سونیہ تم خدا سے بہت زیادہ دعائیں مانگا کرتی ہو؟" اس نے پوچھا سونیہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ راسکولنکاف اس کے قریب منتظر کھڑا تھا۔

"خدا کے بغیر میری ہستی ہی کیا ہوتی؟" سونیہ نے سرگوشی میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں بے حد پیاری چمک تھی اور اس نے راسکولنکاف کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا۔

"آہا ـــ یہ تو واقعی پاگل ہے" راسکولنکاف نے سوچا۔

"اور خدا نے کیا دیا تمہیں؟ کیا صلہ ملا تمہیں اپنی عبادتوں کا؟" اس نے سونیہ کو ٹٹولنے کی غرض سے پوچھا۔

"بس چپ رہئے۔ کچھ نہ پوچھئے۔ آپ اس قابل ہیں ہی نہیں" سونیہ نے راسکولنکاف کی طرف خشمناک نظروں سے دیکھ کر اور تقریباً چیخ کر کہا۔

"پاگل۔ پاگل" راسکولنکاف نے دل میں کہا۔

"وہ رب العالمین ہے ـــ قادر مطلق ـــ سب کچھ اس کی مرضی سے ہوتا ہے" سونیہ نے نظریں جھکا کر لیکن جوش سے کہا۔

"ہاں ـــ یہ ہے فرار کی راہ ـــ یہ ہے اس معمے کا حل" وہ دل میں بولا۔ اور غور اور دلچسپی سے سونیہ کی طرف دیکھنے لگا۔

راسکولنکاف کی آنکھوں میں عجیب طرح کی مریضانہ چمک تھی اور وہ اس زرد، دبلے پتلے اور غیر متناسب چہرے کی طرف، اس میں جڑی ہوئی نیلی آنکھوں کی طرف دیکھ رہا تھا جن میں سے شعلے نکل رہے تھے اور ان شعلوں کی وجہ سے یہ زرد چہرہ تمتما رہا تھا۔ اور وہ اس لاغر اور کمزور جسم کی طرف دیکھ رہا تھا جو غصے کی شدت سے کانپ رہا تھا۔ اسے یہ ساری باتیں بے حد عجیب معلوم ہو رہی تھیں۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ زرد رخسار غصے سے تمتما سکتے ہیں، یہ نیلی آنکھیں شعلے برسا سکتی ہیں اور یہ کمزور جسم بھی غصّہ سے کانپ سکتا ہے اس کے نزدیک یہ ساری باتیں ناممکن تھیں۔ لیکن وہ حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ یہ ناممکن باتیں ممکن ہو رہی تھیں۔

"سونیہ واقعی سودائی ہے" اس نے فیصلہ کیا "مذہب کا جنون ہے اسے۔ خبطی۔ خبطی ہے۔"

خانوں والی الماری پر ایک کتاب پڑی ہوئی تھی۔ کمرے میں ٹہلتے وقت راسکولنکاف کی نظر کئی بار اس کتاب پر جا پڑی تھی۔ اب اس نے آگے بڑھ کر وہ کتاب اٹھالی۔ یہ کتاب مقدس "نیا عہد نامہ" کا روسی ترجمہ تھا۔ کتاب کی جلد چرمی تھی لیکن پرانی اور پھٹی ہوئی۔

"یہ تم نے کہاں سے خریدی؟" راسکولنکاف نے پوچھا۔

سونیہ اب تک وہیں، میز سے تین قدم دور، کھڑی ہوئی تھی "دی تھی کسی نے" اس نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔

"کس نے؟"

"لزاویتا نے۔ میں نے مانگی تھی اس سے۔"

"لزاویتا نے! عجیب بات ہے۔" راسکولنکاف نے سوچا۔

سونیہ کی ایک ایک بات، اس کی ایک ایک حرکت اور کمرے کی ایک ایک چیز راسکولنکاف کو عجیب اور زیادہ سے زیادہ حیران کن معلوم ہو رہی تھی وہ موم بتی کے قریب پہونچا۔

"لعزر کی کہانی کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

سونیہ ضدی بچے کی طرح سر جھکائے کھڑی رہی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"سونیہ! لعزر کے دوبارہ جی اٹھنے کی کہانی کہاں ہے؟ ذرا تلاش کر دو۔"

سونیہ کنکھیوں سے پہلے راسکولنکاف کی طرف اور پھر کتاب مقدس کی طرف دیکھا۔

"آپ غلط جگہ دیکھ رہے ہیں۔ یہ کہانی چوتھی کتاب میں ہے۔ یوحنا کی انجیل میں۔ سونیہ نے آہستہ سے کہا۔ وہ فرش پر کے کسی فرضی نقطہ کو دیکھ رہی تھی

"چوتھی کتاب! یوحنا کی انجیل! اچھا تو یہ لو۔ لعزر کی کہانی تلاش کر کے مجھے سناؤ" اس نے کہا۔

اور پھر وہ اپنی دونوں کہنیاں میز پر ٹیک کر اور ہتھیلیوں کے کٹورے میں اپنی تھوڑی رکھ کر بیٹھ گیا اور اداس نظروں سے کہیں خلا میں دیکھنے لگا اور یوں وہ لعزر کے دوبارہ جی اٹھنے کی کہانی سننے کے لئے تیار ہو گیا۔

" تین ہی ہفتوں کے اندر اندر پاگل خانے کے منتظم میرا استقبال کریں گے شاید یہی ہوگا میرا انجام بشرطیکہ اس سے پہلے میں اس سے بھی بدتر جگہ نہ پہنچ گیا" وہ آپ ہی آپ بڑبڑایا۔

سونیہ نے راسکولنکاف کی اس درخواست کو قدرے بدگمانی سے سنا، پھر ذرا پس و پیش کے بعد میز پر سے کتاب مقدس اٹھالی۔ اس کے ہاتھ

کانپ رہے تھے۔

"آپ نے یہ کہانی پہلے کبھی نہیں پڑھی؟" سونیہ نے میز کی دوسری طرف سے راسکولنکاف کی طرف دیکھا۔

"بہت پہلے پڑھی تھی۔ اس وقت جب میں اسکول میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ سناؤ۔"

"تعجب ہے کہ یہ کہانی آپ نے گرجا میں کبھی نہیں سنی"

"میں آج تک گرجا میں گیا ہی نہیں۔ تم روز جاتی ہو؟"

"ن۔ن۔ نہیں"

وہ مسکرایا۔

"ہاں ـــ سمجھا ـــ اور شاید تم ـــ کل اپنے والد کے جنازے کے ساتھ بھی نہ جاؤ گی؟"

"نہ کیوں جاؤں گی۔ ضرور جاؤں گی۔ گزشتہ ہفتے بھی گئی تھی۔ فاتحہ خوانی کروانے کے لئے"

"فاتحہ خوانی! کس کے لئے؟"

"لزاوتا کے لئے۔ کسی نے کلہاڑی سے اسے قتل کر دیا تھا"

راسکولنکاف کے اعصاب تن کر جھنجھنا اٹھے۔ اس کا سر چکرانے لگا۔

"لزاوتا ـــ دوست تھی تمہاری ؟"

"ہاں۔ بہت اچھی تھی وہ کبھی کبھی یہاں آتی تھی ـــ آپ ـــ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ یہاں زیادہ نہ آسکتی تھی۔ ہم دونوں ساتھ بیٹھ کر انجیل پڑھا کرتے تھے اور باتیں کرتے تھے۔ وہ ـــ لزاوتا کو خدا کا دیدار ہوگا۔"

آخری جملہ راسکولنکاف کو بے حد عجیب اور مضحکہ خیز معلوم ہوا۔ سونیہ

اور لزادتا کی پر اسرار ملاقاتیں ـــــ دونوں کو مذہبی جنون تھا۔

"جلد ہی میں خود بھی سودائی بن جاؤں گا۔ مذہب کا سودائی۔ ایک متعدی مرض ہے یہ۔ ایک وبا ہے ـــــ جس کے جراثیم رگ و ریشے میں سرایت کر جاتے ہیں۔ خون کو زہریلا بنا دیتے ہیں اور پھر آدمی فسادی بن جاتا ہے۔ اس نے سوچا۔

"سناؤ" وہ بے چینی سے چیخا۔

سونیہ اب تک ہچکچا رہی تھی اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ کسی وجہ سے وہ راسکولنکاف کو انجیل مقدس سنانا نہ چاہتی تھی۔

راسکولنکاف نے غصے سے اس "دکھی دیوانی کی طرف دیکھا۔

"م۔ م۔ میں ــــ کیوں پڑھ کر سناؤں آپ کو؟ آپ ـــــ منکر ہیں۔ آپ کو اعتبار نہیں ہے ان باتوں پر" آخرکار سونیہ نے کہا۔

"سونیہ۔ میں چاہتا ہوں کہ تم لعزر کے دوبارہ جی اٹھنے کا قصہ پڑھ کر مجھے سناؤ" راسکولنکاف کا لہجہ تحکمانہ تھا "آخر تم لزادتا کو بھی پڑھ کر سنایا کرتی تھیں"

سونیہ نے کتاب مقدس کھول کر لعزر کی کہانی والا صفحہ تلاش کر لیا۔

اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور آواز حلق میں پھنس رہی تھی۔

"اور یوں ہوا کہ مریم اور اس کی بہن مرتھا کے گاؤں میں بیت عنیاہ کا لعزر نام ایک آدمی بیمار تھا" سونیہ نے آخرکار پڑھنا شروع کیا لیکن پھر اس کی آواز لڑکھڑا کر ڈوب گئی۔ اس کا سانس رک رہا تھا اور دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی ڈوب جائے گا۔

راسکولنکاف کچھ کچھ سمجھ رہا تھا کہ سونیہ اس کے سامنے انجیل مقدس کیوں

نہیں پڑھ سکتی اور جتنا زیادہ وہ سمجھ رہا تھا اتنا ہی زیادہ وہ سونیہ کو انجیل پڑھ کر سنانے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ سمجھ چکا تھا اور اسے محسوس بھی کر رہا تھا کہ اپنے قلبی اور باطنی احساسات کا اظہار کرتے اور راز فاش کرتے ہوئے سونیہ کس قدر شدید روحانی اذیت محسوس کر رہی تھی۔ وہ یہ بھی سمجھ چکا تھا کہ سونیہ کے یہی "باطنی" جذبات ہی اس کا "بے بہا خزانہ" تھے اور اس خزانے کو اس نے شروع سے ہی، شاید بچپن سے ہی اپنے دل کے نہاں خانے میں محفوظ کر رکھا تھا۔ جب وہ اپنے مصیبت زدہ باپ، دکھوں سے پاگل سوتیلی ماں اور بھوک سے بلبلاتے ہوئے بھائی بہنوں کے ساتھ رہتا تھا تب بھی اس نے اپنے اس خزانے کی حفاظت ایک ایماندار دربان کی طرح کی تھی اور اب بھی چکلے والی بننے کے بعد بھی اس نے اپنے اس خزانے کو محفوظ رکھا تھا اس کے باوجود راسکولنکاف نے دیکھا، وہ یہ بھی چاہتی تھی کہ وہ انجیل پڑھ کر راسکولنکاف کو سنائے۔ چنانچہ اس نے حتی الامکان اپنی گھبراہٹ پر قابو حاصل کیا، دو تین دفعہ کھنکھار کر گلا صاف کیا اور یوحنا کی انجیل کے گیارہویں باب کی انیسویں آیت پڑھنی شروع کی:۔

" اور بہت سے یہودی مرتھا اور مریم کو ان کے بھائی لعزر کے بارے میں تسلی دینے آئے تھے، پس مرتھا یسوع کے آنے کی خبر سن کر اس سے ملنے کو گئی لیکن مریم گھر میں بیٹھی رہی وہ مرتھا نے یسوع سے کہا" اے خداوند! اگر تو یہاں ہوتا تو میرا بھائی نہ مرتا اور اب بھی میں جانتی ہوں کہ تو جو کچھ خدا سے مانگے گا وہ تجھے دے گا"

سونیہ خاموش ہو گئی۔ اس کا چہرہ اس خیال سے سرخ ہو گیا تھا کہ اس کی آواز کانپ جائے گی اور بیٹھ جائے گی۔

"یسوع نے اس سے کہا کہ تیرا بھائی جی اٹھے گا مرتھا نے اس سے کہا کہ میں جانتی ہوں کہ قیامت میں آخری دن جی اٹھے گا۔ یسوع نے اس سے کہا کہ قیامت اور زندگی تو میں ہوں۔ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے گو وہ مر جائے تو بھی زندہ رہے گا اور جو کوئی زندہ ہے اور مجھ پر ایمان لاتا ہے وہ ابد تک کبھی نہ مرے گا کیا تو اس پر ایمان رکھتی ہے؟۔ اس نے اس سے کہا ـــــ"

اور ایک گہرا ٹھنڈا سانس بھر کر سونیہ صاف آواز پر اشہ لہجے میں پڑھتی چلی گئی جیسے وہ مجمع کے سامنے وعظ کہہ رہی ہو۔

"اس نے اس سے کہا۔ ہاں اے خداوند میں ایمان لا چکی ہوں کہ خدا کا بیٹا مسیح جو دنیا میں آنے والا تھا تو ہی ہے۔"

سونیہ خاموش ہو گئی کنکھیوں سے راسکولنکاف کی طرف دیکھا لیکن اپنے جذبات پر قابو پا کر پڑھنے لگی۔ راسکولنکاف میز پر کہنیاں ٹیکے بے حس و حرکت بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں کی پتلیاں اوپر چڑھ گئی تھیں جیسے اس پر وجد کا عالم طاری ہو۔ سونیہ نے تیئیسویں آیت پڑھنی شروع کی۔

"جب مریم اس جگہ پہونچی جہاں یسوع تھا اور اسے دیکھا تو اس کے قدموں پر گر کر اس سے کہا۔ اے خداوند! اگر تو یہاں ہوتا تو میرا بھائی نہ مرتا وہ جب یسوع نے اسے اور ان یہودیوں کو جو اس کے ساتھ آئے تھے روتے دیکھا تو دل میں نہایت رنجیدہ ہوا اور گھبرا کر کہا تم نے اسے کہاں رکھا ہے؟ انھوں نے کہا اے خداوند چل کر دیکھ لے۔ یسوع کے آنسو بہنے لگے۔ پس یہودیوں نے کہا دیکھو تو وہ اس کو کتنا عزیز تھا۔ لیکن ان میں سے بعض نے کہا کہ یہ شخص جس نے اندھے کی آنکھیں کھولیں اتنا نہ کر سکا کہ یہ آدمی نہ مرتا؟"

راسکولنکاف نے سر اٹھا کر سونیہ کی طرف دیکھا۔ اس کا خیال نہ تھا کہ سونیہ

واقعی شدت جذبات اور جوش سے کانپ رہی تھی۔ وہ کہانی کے اس مقام کے قریب تھی جہاں ایک بہت بڑے معجزے کا بیان تھا۔ سونیہ انبساط اور تاریخ کے عجیب ترین معجزے کی ہیبت سے کانپ رہی تھی۔ اس کی آواز چاندی کی گھنٹی کی طرح سریلی اور صاف ہو گئی تھی۔ انبساط اور معجزے کی عظمت نے اس کے بدن میں حیات نو کی لہر دوڑا دی تھی۔ کتاب مقدس کی سطور اس کی آنکھوں کے سامنے سے بھاگ رہی تھیں۔ صرف ایک دوسرے پر لدے جا رہے تھے لیکن اسے انجیل کا یہ باب حفظ تھا۔ آخری آیت کے یہ الفاظ "کیا یہ شخص جس نے اندھے کی کھولیں اتنا نہ کر سکا" پڑھتے پڑھتے اس کی آواز ڈوب گئی اور اس نے کئی بار بظاہر آنکھوں والے لیکن اندھے اور منکر یہودیوں کے اس طعنے کو دہرایا جو دوسرے ہی لمحے خداوند کے قدموں پر یوں گر جانے والے تھے جیسے ان پر بجلی گری ہو اور رو رو کر اپنے گناہوں سے توبہ کرنے اور خداوند پہ ایمان لانے والے تھے۔

"اور یہ — یہ بھی اندھا اور منکر ہے۔ یہ بھی خداوند کی آواز سنے گا۔ یہ بھی اس پہ ایمان لائے گا۔ ہاں۔ ہاں — یہ بھی ایمان لائے گا۔ اسی وقت اسی لمحے" سونیہ آخری آیت کو بار بار دہرا کر سوچ رہی تھی اور آنے والی بہار ساعت کے خیال سے خوش ہو رہی تھی۔

یسوع پھر اپنے دل میں رنجیدہ ہو کر قبر پر آیا ۰ وہ ایک غار تھا اور اس پر پتھر دھرا تھا ۰ یسوع نے کہا پتھر کو ہٹاؤ ۰ اس مرے ہوئے شخص کی بہن مرتھا نے کہا۔ اے خداوند! اس میں سے تو اب بدبو آتی ہے کیونکہ اسے چار دن ہو گئے ۰"

"سونیہ نے لفظ "چار" کو زور دے کر ادا کیا۔

"یسوع نے کہا۔ کیا میں نے تجھ سے کہا نہ تھا کہ اگر تو ایمان لائے گی تو خدا کا جلال دیکھے گی؟ ہ پس انھوں نے اس پتھر کو ہٹا دیا ہ پھر یسوع نے آنکھیں اٹھا کر کہا۔ اے باپ! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے میری سن لی ہ اور مجھے تو معلوم تھا کہ تو ہمیشہ میری سنتا ہے ہ مگر ان لوگوں کے باعث جو آس پاس کھڑے ہیں میں نے کہا تاکہ وہ ایمان لائیں کہ تو ہی نے مجھے بھیجا ہے ہ اور یہ کہ اس نے بلند آواز سے پکارا کہ اے لعزر نکل آ۔ ہ اور جو مر گیا تھا وہ کفن سے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے نکل آیا ہ"

سونیہ نے بے حد اونچی آواز میں پڑھا۔ اس کا پورا جسم جوش اور انبساط کی شدت سے لرز رہا تھا اور اس کا جسم خداوند کے رعب سے سرد ہو رہا تھا جیسے یہ معجزہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہو۔

"اس کا چہرہ رومال سے لپٹا ہوا تھا۔ یسوع نے ان سے کہا اسے کھول کر جانے دو ہ پس بہتیرے یہودی جو مریم کے پاس آئے تھے اور جنھوں نے یسوع کا یہ کام دیکھا اس پر ایمان لائے۔"

"بس یہ ہے لعزر کے دوبارہ جی اٹھنے کی کہانی" سونیہ نے بڑی متانت سے کہا اور میز کی طرف سے منھ پھیر کر خاموش اور بے حرکت کھڑی ہو گئی۔ وہ راسکولنکاف سے نظریں ملانے کی جرأت نہ کر سکتی تھی۔ وہ نظریں جھکائے کھڑی تھی اور اب تک کانپ رہی تھی۔ شمعدان کے منھ میں پھنسی ہوئی موم بتی کی زرد و مرلفیانہ روشنی ایک فلاکت زدہ کمرے میں بیٹھے ہوئے دو گنہگاروں پر پڑ رہی تھی جن میں سے ایک رنڈی تھی اور ایک قاتل تھا۔ اور ان دو گنہگاروں نے اسی موم بتی کی روشنی میں آسمانی صحیفہ اپنے دل میں عجیب جذبات لئے پڑھا اور سنا تھا۔

پانچ خاموش منٹ گذر گئے۔

"دراصل میں ایک خاص بات تمہیں بتانے آیا تھا" راسکولنکاف نے تیوری چڑھاکر قدرے بلند آواز میں کہا۔ وہ اٹھ کر سونیہ کے سامنے جاکھڑا ہوا۔ مونیا الدکرنے لگا ہیں اٹھاکر راسکولنکاف کی طرف دیکھا تو سہی لیکن منہ سے کچھ نہ کہا۔ راسکولنکاف کے بشرے سے کرختگی اور وحشیانہ عزم عیاں تھا۔

"آج میں نے اپنے خاندان سے ناتا توڑ دیا ہے" اس نے کہا" میں نے اپنی ماں اور بہن کو چھوڑ دیا ہے۔ اب میں ان سے کبھی نہ ملوں گا"

"لیکن کیوں؟" سونیہ نے حیرت سے پوچھا۔ پلیشریا اور دونیہ سے اس کی حالیہ ملاقات نے اس پر ایسا عجیب اثر کیا تھا جسے وہ سمجھ نہ سکی تھی چنانچہ راسکولنکاف کے اس انکشاف نے اسے دہشت زدہ کر دیا۔

"اب میرا کوئی نہیں ہے سوائے تمھارے" راسکولنکاف نے کہا" آؤ ہم ساتھ ساتھ چلیں۔ میں تمھارے پاس آیا ہوں کیونکہ ہم دونوں گنہگار ہیں۔ چنانچہ آؤ سونیہ ہم ساتھ ساتھ چلیں"

راسکولنکاف کی آنکھیں چمکنے لگیں" پاگل کی آنکھوں کی طرح" سونیہ نے لرز کر فیصلہ کیا۔

"ساتھ ساتھ چلیں! کہاں؟" اس نے چونک کر پوچھا اور بے اختیار چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"یہ میں نہیں جانتا۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ تمھارا اور میرا راستہ ایک ہی ہے۔ راستہ ایک ہے اور منزل ایک ہے۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ معلوم نہیں"

سونیہ بے وقوفوں کی طرح راسکولنکاف کی صورت تکنے لگی۔ وہ کچھ اندر تو نہ سمجھی لیکن اتنا ضرور سمجھ گئی کہ بہکی بہکی باتیں کرنے والا یہ نوجوان کسی روحانی

کرب میں مبتلا تھا۔

"اگر تم لوگوں کو اپنی کہانی سناؤں گی تو وہ تمہیں سمجھ نہ پائیں گے۔ لیکن میں سمجھ چکا ہوں سونیہ۔ اس کٹھن راہ کو طے کرنے کے لئے مجھے ایک ساتھی کی ضرورت ہے۔ تم میری ہم سفر بن سکتی ہو اور اسی لئے میں تمھارے پاس آیا ہوں "

"میں کچھ سمجھی نہیں" سونیہ نے سرگوشی میں کہا۔

"وقت آنے پر خود بخود سمجھ جاؤ گی۔ کیا تم نے بھی وہی نہیں کیا ہے؟ ہم دونوں گنہگار ہیں۔ ہم دونوں نے ایک جرم کیا ہے۔ سماج کے بندھے ٹکے اصولوں سے ہٹ کر چلنے کا گناہ اور ایک زندگی ختم کرنے کا جرم۔ تم نے بھی ایک زندگی ختم کی ہے خود اپنی زندگی (بات ایک ہی ہے)۔ تم اچھی زندگی بسر کر سکتی تھیں۔ ایسی زندگی جس کا کوئی مقصد ہوتا، جس کی کچھ اہمیت اور قدر ہوتی۔ لیکن اب ۔۔۔ اب شاید تم گھاس بازار کی کسی فٹ پاتھ پر یا کسی خیراتی ہسپتال میں مرو گی۔ لیکن میری باتیں تمھاری سمجھ میں نہ آئیں گی۔ اگر تم چاہو بھی تو انھیں نہیں سمجھ سکتیں۔ اگر تم اکیلی رہیں، اگر تم ایسی ہی زندگی گزارتی رہیں تو پاگل ہو جاؤ گی۔ نیم پاگل تو ہو ہی چکی ہو۔ چنانچہ آؤ سونیہ چلیں"

"کس لئے؟ کیوں؟ آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟"

"اس لئے کہ تم اس طرح نہ جی سکو گی۔ تم زیادہ دنوں تک اپنے آپ کو دھوکا نہ دے سکوگی۔ ایک نہ ایک دن تو تمہیں تلخ حقیقت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنی ہی ہوں گی۔ سمجھنے کی کوشش کرو سونیہ بچوں کی طرح رونے اور چیخ چیخ کر یہ کہنے سے کچھ نہ ہوگا کہ خدا انہیں نہ ہونے دے گا۔ یہ محض دھوکا ہے۔ طفل تسلیاں ہیں۔ خدا وہ سب کچھ ہونے دے گا جو تم چاہتی ہو کہ نہ ہو۔ ریت کی ان کچی بنیادوں پر اپنی امیدوں کے عالی شان محل نہ تیار کرو۔ جو کچھ نہ

ہونا چاہئے تھا وہ ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے۔ فرض کرو کہ تم کسی جنسی مرض میں مبتلا ہو کر کل ہسپتال میں پہونچ گئیں تو کیا ہوگا؟ کیتارینیا پاگل ہو چکی ہے اور اسے دق ہے۔ اس دنیا میں اس کے دن گنے جا چکے ہیں وہ آج ہے اور کل نہیں پھر بچوں کا کیا ہوگا؟ میں پوچھتا ہوں کیا پھر پولینیکا کی زندگی برباد نہ ہوگی۔ تم نے ان معصوم بچوں کو نہیں دیکھا جو اپنے والدین کے مجبور کرنے پر سڑکوں پر اور گلیوں میں بھیک مانگتے ہیں کہ ان بھک منگے بچوں کی مائیں کہاں اور کس ماحول میں ہیں اور بچے اس ماحول میں بچے نہیں رہتے۔ اس ماحول میں ایک معصوم بچہ سات سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے بدخصلت اور ماہر چور بن جاتا ہے۔ حالانکہ تم جانتی ہی ہو کہ بچے یسوع کی مکمل تصویر ہوتے ہیں: "خدا باپ کی بادشاہت آسمانوں اور زمینوں پر قائم ہے"۔ اس نے ہمیں کہا ہے کہ یسوع کی ان معصوم تصویروں کا احترام کرو اور ان سے پیار کرو کیونکہ یہ بچے بنی نوع انسان کا مستقبل ہیں۔ بشریت کو مکمل کرنے والے ہیں"۔

"تو پھر کیا کیا جائے ـــ کیا کیا جائے؟" سونیا نے ہسٹریا میں مبتلا لڑکی کی طرح بے تحاشہ روتے اور ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"کیا کیا جائے؟ ان بندھنوں کو توڑ دو جن کا توڑنا ضروری ہے اور سارے مصائب اور سارے دکھ تنہا اپنے اوپر لاد لو، تنہا تم برداشت کر لو۔ سمجھیں؟ نہیں؟ تم سمجھ بھی نہیں سکتیں ـــ وقت آنے پر خود بخود سمجھ جاؤ گی۔ آزادی اور اور اقتدار ـــ سب سے بالا، سب سے اوّل اقتدار، قدموں میں رینگتی اور کانپتی ہوئی مخلوق پر اور خلا میں گھومتے ہوئے اس دمکوڑے پر مکمل ترین اقتدار۔ یہ ہے منزل۔ سونیہ یاد رکھو یہ ہے منزل ـــ اقتدار ـــ اقتدار ـــ مکمل ترین اقتدار۔ یہ میرا الوداعی پیغام ہے۔ شاید میں

آخری بار تم سے گفتگو کر رہا ہوں۔ اگر میں کل نہ آیا تو تم سن لوگی کہ میرا کیا انجام ہوا اور میرا یہ پیغام یاد رکھنا۔ کسی روز، شاید مستقبل قریب میں تم میرے اس پیغام کے معنی سمجھ جاؤ گی۔ اگر میں کل آگیا تو تمہیں بتاؤں گا کہ لزاویتا کو کس نے قتل کیا تھا۔ خدا حافظ"

سونیہ خوف و حیرت سے اچھل پڑی۔

"ہیں! تو کیا آپ جانتے ہیں کہ اس کا خون کس نے کیا تھا؟"

"جانتا ہوں اور تم سے —— صرف تم سے کہوں گا۔ اس کے لئے میں نے تمہارا انتخاب کیا ہے۔ میں معذرت چاہنے نہیں، صرف کہنے آؤں گا۔ جب تمہارے والد نے تمہارے متعلق مجھے بتایا تھا اور جب لزاویتا زندہ تھی تو اسی وقت سے میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ یہ بات صرف تم سے کہوں گا۔ اچھا تو خدا حافظ۔ نہیں —— مصافحہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں —— شاید کل"

اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ سونیہ بت بنی اسے جاتے دیکھتی رہی جیسے وہ حقیقت میں پاگل ہو گیا ہو لیکن خود سونیہ کا دماغی توازن برقرار نہ تھا اور اس کا اسے احساس تھا۔ اس کا سر بری طرح سے چکرا رہا تھا۔

"میرے خدا! انھیں کیسے پتہ چلا کہ لزاویتا کو کس نے قتل کیا ہے؟ کیا مطلب تھا ان کے الفاظ کا۔ میرے خدا" لیکن اسے "وہ خیال" نہ آیا۔ اسے راسکولنکاف پر شک نہ ہوا" خدایا! وہ کتنی بہتا ہیں۔ بہت اداس ہیں۔ انھوں نے اپنی ماں اور بہن سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ کیوں؟ کیا ہوا ہوگا؟ کون سا خیال جم گیا ہے ان کے دماغ میں؟ وہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ کیا کہا تھا انھوں نے؟ انھوں نے میرے قدم چوم کر کہا تھا —— کہا تھا (ہاں یہی کہا تھا انھوں نے۔ صاف صاف لفظوں میں کہا تھا) کہ وہ میرے بغیر نہیں جی سکتے۔ میرے خدا!"

سونیہ کی وہ رات بڑی بے قرار گزری ۔ رات بھر اس پہ بخار کا غلبہ رہا اور ہذیانی کیفیت طاری رہی ۔ وہ بار بار چونک کر اٹھ بیٹھتی اور پاگلوں کی طرح رونے اور رانوں پہ ہاتھ مارنے لگتی ۔ پھر اس پر بخار کی غشی طاری ہو جاتی اور وہ خواب میں دیکھتی کہ وہ خود، پولینکا، کیتارینا اور لزاویتا بیٹھے کتاب مقدس پڑھ رہے ہیں اور ایک طرف وہ بھی بیٹھا ہوا ہے ۔ ہاں "وہ" اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح چمکتیں، وہ سونیہ کے قدموں پر اپنے جلتے ہوئے ہونٹ رکھ دیتا اور پھر اس کی آنکھوں سے لاوے کی طرح گرم گرم آنسو بہنے لگتے

بائیں طرف کے مقفل دروازے کے پیچھے ایک اور کمرہ تھا جو مادام راسلیچ کے فلیٹ کو سونیہ کے کمرے سے الگ کرتا تھا ۔ یہ بیچ کا کمرہ ایک مدت سے خالی پڑا تھا ۔ اس کمرے کے دالان میں کھلتے ہوئے دروازے اور نہر کے رخ والی کھڑکی پر ایک تختی لٹک رہی تھی جس پر جلی حروف میں لکھا تھا "کرائے کے لئے خالی ہے" ۔ سونیہ اس خالی کمرے کی خاموشی کی عادی ہو چکی تھی اور جانتی تھی کہ اب تک اس کمرے میں کوئی کرائے دار نہیں آیا ۔ اس تمام وقت میں، جب وہ اور راسکولنکاف آپس میں گفتگو کر رہے تھے، سیوادری گیلاف اس خالی کمرے میں موجود تھا اور مقفل دروازے کے پیچھے کھڑا ان دونوں کی باتیں سن سنتا رہا تھا ۔ جب راسکولنکاف سونیہ کے کمرے سے باہر آیا تو سیوادری گیلاف جلدی سے اندھیرے کونے میں دبک گیا ایک منٹ تک وہ کچھ سوچتا رہا اور پھر بلی کی طرح پنجوں کے بل چلتا ہوا اپنے اس کمرے میں آ گیا جو اس نے کرائے پر لیا تھا سیوادری گیلاف کا کمرہ خالی کمرے سے ملا ہوا تھا ۔ چند ہی سکنڈ بعد وہ ایک کرسی اٹھائے خالی کمرے میں واپس آیا ۔ اس نے یہ کرسی بہت آہستہ سے اس دروازے کے قریب رکھ دی جو سونیہ کے کمرے میں کھلتا تھا لیکن مقفل تھا سونیہ اور راسکولنکاف

کی گفتگو اسے غیر معمولی طور پر دلچسپ معلوم ہوتی تھی اور وہ کرسی اس لئے لایا تھا کہ آئندہ سے، شاید کل ہی سے وہ اس کرسی پر بیٹھ کر اپنے اطمینان سے ان دونوں کی باتیں سن سکے۔

(۵)

دوسرے دن صبح گیارہ بجے راسکولنکاف پولیس اسٹیشن کے "تحقیقات جرائم" کے دفتر میں پہنچا۔ اس نے اپنی آمد کی اطلاع اندر پرانی کو کروادی لیکن جب اسے دس منٹ تک انتظار کرنا پڑا تو وہ دل ہی دل میں حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ دس منٹ، بے چین کر دینے والے دس منٹ کے بعد ہی اسے اندر بلایا گیا۔ اس کا خیال تھا، بلکہ اسے یقین تھا کہ وہ جیسے ہی یہاں پہنچے گا وہ لوگ بھوکے کتوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑیں۔ لیکن خلاف توقع اسے دس منٹ تک انتظار کے کمرے میں بیٹھنا پڑا۔ انجانے لوگ اندر کے کمرے میں سے نکلتے اور دوسرے اندر جاتے رہے۔ راسکولنکاف کو لوگوں کی یہ آمد و رفت بے حد عجیب معلوم ہو رہی تھی خصوصاً اس لئے کہ ان میں سے کسی نے بھی نظریں اٹھا کر اس کی طرف نہ دیکھا۔ قریب کا کمرہ، جو دفتر کا کمرہ معلوم ہوتا تھا، چند کلرک موٹی موٹی فائلوں پر جھکے قلم گھسیٹ رہے تھے۔ بظاہر تو ...... ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ کلرک کم سے کم اب تک تو راسکولنکاف سے واقف نہ تھے اور نہ یہ ہی جانتے تھے کہ وہ کیوں ان کے محکمے میں آیا تھا۔ راسکولنکاف کو کلرکوں کی یہ بے تعلقی بڑی پُر اسرار معلوم ہوئی اور اس کے دل میں چند شکوک و شبہات نے سر ابھارا۔

آخر یہ لوگ اپنے آپ کو اتنا بے تعلق کیوں ظاہر کر رہے تھے؟ کیا راز تھا اس میں؟ کہیں ایسا تو نہ تھا کہ دروازے پہ مسلح پولس کے آدمی کھڑے ہوں؟ کہیں ایسا تو نہ تھا کہ عام شہریوں کے لباس میں چند جاسوس کہیں قریب ہی کھڑے یا بیٹھے اس پر نظر رکھے ہوئے ہوں کہ اگر وہ بھاگنے کی کوشش کرے تو دفعتہً آگے بڑھ کر اسے دبوچ لیں؟ — اس نے چاروں طرف دیکھا لیکن ایسی کوئی بات دکھائی نہ دی۔ ان کلرکوں کے علاوہ، جنھیں اپنے فائلوں کے علاوہ کسی اور چیز سے دلچسپی نہ ہو، وہاں کوئی دوسرا شخص نظر نہ آیا۔ پھر دوسرے لوگ تھے جو اپنے کام سے وہاں آئے تھے اور اسے نپٹا کر چلے جاتے تھے۔ کسی کو راسکولنکاف سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس کا یہ یقین زیادہ سے زیادہ پختہ ہوتا جا رہا تھا کہ اگر کل والے پراسرار شخص نے، جو شیطان کی طرح جیسے زمین میں سے نکل آیا تھا، سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوتا تو راسکولنکا یقیناً دس منٹ تک اپنے بلائے جانے کا انتظار نہ کرنا پڑتا۔ اس کے برخلاف پرافری اسے فوراً اندر بلا لیتا اب یہ معمولی عقل رکھنے والا بھی سمجھ سکتا تھا اگر کل والے شیطان نے کچھ دیکھ لیا تھا یا وہ کچھ جانتا تھا تو پھر کیا یہ سرکاری کتے گیارہ بجے تک خاموش بیٹھے اس کے آنے کا انتظار کرتے؟ نہیں کبھی نہیں اس کے برخلاف وہ راسکولنکاف کو صبح سویرے ہی بستر میں سے ہی پکڑ بلاتے چنانچہ ثابت ہوا کہ اس پراسرار شخص نے یا تو اب تک جرائم کی تحقیقات کے محکمے کو کچھ نہ بتایا تھا یا پھر — یا پھر — اس نے کچھ نہ دیکھا تھا (اور میں پوچھتا ہوں وہ دیکھ بھی کیسے سکتا تھا؟) ۔ چنانچہ گزشتہ کل جو کچھ ہوا وہ ایک واہمہ تھا۔ بیمار دماغ، مریضانہ تصور اور خوفزدہ تنے ہوئے اعصاب نے اس کے سامنے ایک ہیولا کھڑا کر دیا تھا اور بس۔ گزشتہ

گزشتہ کل سے، جب راسکولنکاف بے حد مایوس اور بے کل تھا، اس خیال نے زور پکڑنا شروع کر دیا تھا اور آج یہ خیال کہ وہ شخص محض ایک واہمہ تھا، یقین میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اب وہ ان سارے واقعات پر غور کر رہا تھا۔ اور اپنے آپ کو ایک نئی آزمائش کے لئے تیار کر رہا تھا کہ دفعتہً اسے احساس ہوا کہ اس کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔ وہ ذرا بوکھلا گیا کہ یہ کپکپی کیوں؟ اور یکایک عجیب انکشاف ہوا کہ وہ اس قابلِ نفرت شخص پرافری سے ڈرتا تھا۔ اسے اس شخص سے سخت نفرت تھی اور اسے خوف تھا کہ اس کی یہی نفرت اس کا راز فاش کر دے گی۔ اس کا غصہ اس انتہا کو پہونچ گیا تھا کہ اس کی کپکپی یکایک تھم گئی۔ اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے بشرے پر بے پروائی کے اور گستاخانہ جذبات لئے ہوئے پرافری کے دفتر میں داخل ہوگا۔ اس نے دل ہی دل میں کئی قسمیں کھا ڈالیں کہ وہ حتی الامکان خاموش رہے گا، ضرورت سے زیادہ نہ بولے گا، پرسکون رہے گا تاکہ پرافری کی باتیں سکون اور توجہ سے سن سکے اور اس کے قلبی جذبات کا اندازہ لگا سکے۔ اس تمام عرصے میں وہ اپنے بےچین اعصاب کو اچھی طرح قابو میں رکھنے کی کوشش کرے گا۔

اسی وقت پرافری نے اپنے دفتر میں بلا لیا۔

معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت پرافری کمرے میں اکیلا تھا۔ کمرہ نہ تو بہت بڑا تھا اور نہ بہت چھوٹا۔ دیوار کے قریب رکھے ہوئے صوفے کے سامنے، جس کا غلاف دھاری دار تھا، ایک لمبی سی لکھنے کی میز تھی۔ ایک کونے میں کتابوں کی الماری تھی۔ چند کرسیاں بے ترتیب پڑی تھیں جیسے ان پر بیٹھنے والے ابھی ابھی اٹھ کر گئے ہوں میز، کرسیوں اور کتابوں کی الماری پر کانیا سا روغن چمک رہا تھا۔ چونکہ فرنیچر حکومت نے بنوایا تھا اس لئے گھٹیا قسم کی لکڑی کا تھا۔ سامنے کی دیوار

میں ایک دروازہ تھا جو بند تھا اس دروازے کے پیچھے یقیناً دوسرے کمرے
تھے۔ راسکولنکاف جب کمرے میں داخل ہوا تو پرافری اس دروازے
کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا جس سے کہ راسکولنکاف داخل ہوا تھا۔ اس کے
داخل ہوتے ہی پرافری نے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا اور
اب راسکولنکاف اس شخص کے ساتھ اکیلا تھا جس سے اسے سخت نفرت تھی
پرافری نے بڑی خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کیا۔ ابتدا میں تو راسکولنکاف
پرافری کی یہ خوش اخلاقی اور بشاشت دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ لیکن چند منٹ
بعد، جب وہ کچھ سمجھنے کے قابل ہو گیا تو اس نے دیکھا کہ پرافری کی ایک ایک
حرکت محض دکھاوا اور بناوٹ تھی اور وہ کچھ پریشان بھی معلوم ہوتا تھا جیسے
کوئی خلاف توقع بات ہو گئی ہو جیسے راسکولنکاف نے اسے کسی پر اسرار کام
کی تیاریوں میں مصروف اور رنگے ہاتھوں پکڑ لیا ہو۔

"آہا ۔۔۔ میرے عزیز دوست ۔۔۔ آخر تم آ ہی گئے ۔۔۔ ہماری دنیا میں" پرافری
نے اپنے دونوں ہاتھ راسکولنکاف کی طرف بڑھا کر بھونڈے پن سے مسکراتے
ہوئے کہا" بیٹھو یار بیٹھو ۔۔۔ یا تمھیں یار یا عزیز دوست کے خطابات پسند
نہیں؟ ۔۔۔ میں اس بے تکلفی کی معافی چاہتا ہوں ۔۔۔ یہاں بیٹھو ۔۔۔ اس
طرف صوفے پر"

راسکولنکاف صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کی نگاہیں پرافری پر ہی جمی ہوئی
تھیں: "پولیس والوں کی دنیا میں کیا یہی زبان چلتی ہے؟ ہاں تو پھر بے تکلف
ہونے کی معافی کیوں مانگی؟ اس نے دونوں ہاتھ میری طرف بڑھائے لیکن پھر فوراً
ہی واپس کھینچ لئے۔ آخر ماجرا کیا ہے؟ پرافری اتنا گھبرایا ہوا کیوں ہے؟"
راسکولنکاف نے سوچا اور شکوک کے ہجوم نے اسے پریشان کر دیا۔ دونوں ہی

مشکوک نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے لیکن جب دونوں کی نگاہیں چار ہوتیں تو وہ دونوں ہی جلدی سے گردن گھما کر دوسری طرف دیکھنے لگتے۔

" میں وہ درخواست لے آیا ہوں ___ وہ گھڑی کے متعلق ___ دیکھ لیجیے ٹھیک نہ ہو تو میں اسے دوبارہ لکھ دوں" راسکولنکاف نے کہا۔

" درخواست ؟ اوہ ۔ ہاں ۔ ہاں ۔ گھبرانے کی بات نہیں ۔ ٹھیک ہے" پرافری نے جلدی سے کہا اور راسکولنکاف کے ہاتھ سے کاغذ لے کر اس پر ایک سرسری سی نظر ڈالی " ٹھیک ہے ۔ ٹھیک ہے ۔ اس سے زیادہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں' اس نے اسی طرح عجلت میں اعلان کیا اور کاغذ بے پروائی سے میز پر ڈال دیا۔

ایک منٹ بعد' جب وہ کسی غیر اہم معاملے پر گفتگو کر رہا تھا' اس نے کاغذ میز پر سے اٹھا کر فائل میں رکھ لیا۔

" شاید گزشتہ کل آپ نے کہا تھا ___ کہ مقتول بڑھیا سے میرے متعلقات کے متعلق آپ مجھ سے چند سوالات پوچھنا چاہتے ہیں" راسکولنکاف نے کہنا شروع کیا اور پھر ایک دم سے پریشان ہو کر سوچا ' ہاں ! میں نے شاید کا لفظ کیوں استعمال کیا ؟ کیا واقعی میں اتنا گھبرایا ہوا اور خوفزدہ ہوں کہ شاید کہنے کی ضرورت پڑ گئی ؟ "

اور لیکایک اسے احساس ہوا کہ پرافری کے قرب نے اسے بے حد گھبرا دیا تھا ۔ یہاں تک تو خیر ٹھیک تھا لیکن پرافری کے چند الفاظ نے' جن میں راسکولنکاف کے خیال میں گہرے معنی پوشیدہ تھے' اور اس کی پر معنی مسکراہٹ نے راسکولنکاف کو اتنا زیادہ گھبرا دیا تھا کہ اسے خوف ہو چلا تھا کہ وہ بے خیالی میں کوئی الٹی سیدھی حرکت نہ کر گزرے ۔ اس کے اعصاب

تن گئے تھے اور اس کی بے چینی میں، جو پہلے ہی سے انتہا کو پہنچی ہوئی تھی، مزید اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

"یہ بڑی خطرناک اور نازک صورت حال ہے۔ میں پھر کوئی احمقانہ بات کہہ دوں گا۔ جیسے بھی ہو، مجھے اپنے حواس بجا رکھنے چاہئیں۔"

"ہاں۔ ہاں۔ لیکن جلدی کیا ہے۔ کوئی جلدی نہیں" پرافری بڑبڑایا اب وہ کمرے میں یوں ٹہل رہا تھا جیسے بے چین ہو۔ میز سے کھڑکی تک اور پھر کھڑکی سے کتابوں کی الماری تک وہ یوں ٹہل رہا تھا جیسے اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ کیا کرے۔ وہ راسکولنکاف کی مشکوک نظروں سے حتی الامکان کترانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ راسکولنکاف کے سامنے رک کر اسے گھورنے لگتا، سر ہلاتا اور پھر میز سے کھڑکی اور کھڑکی سے الماری تک ٹہلنے لگتا۔

اس چھوٹے سے کمرے میں ٹہلتا ہوا اس کا گول مٹول بدن کا پرافری بے حد عجیب معلوم ہو رہا تھا۔ ایک گیند کی طرح جو ادھر ادھر لڑھک رہی ہو اور پھر ہر دیوار سے ٹکرا کر واپس آ جاتی ہو۔

"سوالات؟ ہُم۔ م۔ م۔ ٹھیک ہے لیکن اس کے لئے بہت وقت پڑا ہے۔ آخر اتنی جلدی کیا ہے؟ سگریٹ؟" پرافری نے اپنے اس عجیب ملاقاتی کو، جس کی آمد نے جیسے خود اسے گھبرا دیا تھا، سگریٹ پیش کی "یہ کمرہ تو بہت چھوٹا سا ہے۔ ہے نا؟ میرا اپنا کمرہ دوسری طرف ہے۔ گورنمنٹ کوارٹر ہیں۔ مفت ملا ہے لیکن چونکہ ان دونوں اس کمرے کی مرمت ہو رہی ہے اس لئے میں عارضی طور پر یہاں آ گیا ہوں۔ ایک ہی دو روز میں اس کی مرمت ہو جائے گی تو وہاں اٹھ جاؤں گا۔ یار، یہ گورنمنٹ کوارٹرس بڑے

شاندار ہوتے ہیں۔ بغیر کرائے کا اور سجا سجایا کمرہ۔ تم ہی کہو شاندار چیز ہے کہ نہیں؟"

"ہاں۔ بے حد شاندار" راسکولنکاف نے طنزیہ نظروں سے پرافری کی طرف دیکھا۔

"شاندار — شاندار —" پرافری نے رٹ لگا دی جیسے یہ لفظ اسے بہت ہی مرعوب کن اور بھلا معلوم ہوتا ہو۔ "واقعی بے حد شاندار۔"

پرافری عجیب نظروں سے اپنے ملاقاتی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں کوئی گہرے معنی پوشیدہ تھے جنھیں راسکولنکاف سمجھ نہ سکا البتہ وہ یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ پرافری کی سنجیدگی کے مقابلے میں گورنمنٹ کوارٹرس کے "شاندار" ہونے کی تکرار کچھ غیر موزوں اور مصنوعی سی تھی۔ پرافری کی یہ بشاشت محض دکھاوا اور سطحی تھی اور اس کی آنکھوں میں اور بشرے سے ٹپکتی ہوئی ہوئی بے انتہا سنجیدگی سے کسی طور میل نہ کھاتی تھی۔

دفعتہ راسکولنکاف کو غصہ آگیا۔ غصے کی اس شدید آگ میں اسکی ساری دور اندیشی جل کر خاک ہوگئی اور وہ پرافری کو ایک طنزیہ اور غیر دور اندیشانہ چیلنج کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"میں سمجھتا ہوں" راسکولنکاف نے بڑی گستاخانہ نظروں سے پرافری کی طرف دیکھتے اور اپنی اس گستاخی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا "میں سمجھتا ہوں کہ تحقیقات کرنے والے سرکاری افسروں کا یہ اصول ہے کہ ابتدا میں وہ بہت دور سے اپنے شکار کو کاٹ دیتے ہیں۔ میرا مطلب ہے ابتدا میں دور از کار اور موضوع سے ہٹ کر سوالات پوچھتے ہیں۔ اور جب

ان کا شکار ان کے اس رویّے سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اپنی ساری احتیاطی تدابیر بھول جاتا ہے تو وہ، یعنی تحقیقات یا جرح کرنے والا، اچانک ایک ایسی ضرب لگاتا ہے کہ شکار بے چارہ بے بس ہو جاتا ہے۔ کیوں، ٹھیک ہے نا؟ میرے خیال میں اس بندھے ٹکے اور کامیاب اصول کا ذکر ہر قانونی کتاب میں نہایت تفصیل سے کیا گیا ہے۔"

"آہ۔ ہاں۔ تو یہ بات ہے۔ یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ تم اتنے شکّی مزاج ہو۔ میں نے گورنمنٹ کوارٹرس کے شاندار ہونے کا بار بار ذکر کیا تو کیا تم واقعی اس سے یہ سمجھ بیٹھے کہ میں بقول تمھارے، دور سے کاوے دے رہا ہوں اور تمھیں پھانسنا چاہتا ہوں؟" اور پرافری نے ترچھی نظروں سے راسکولنکاف کی طرف دیکھ کر اسے آنکھ ماری۔

دفعتہً اس کا چہرہ بہ یک وقت خوش طبعی اور مکاری سے دمکنے لگا۔ اس کے ماتھے پر کی گہری سلوٹیں یکلخت غائب ہو گئیں، بھویں سکڑ کر آپس میں مل گئیں۔ باریک چمکتی ہوئی آنکھیں ٹیلوں جیسے گالوں کے پیچھے غروب ہو گئیں اور اس کے منھ سے ایک قہقہہ پھوٹ پڑا۔ وہ ہنستا رہا یہاں تک کہ اس کا موٹا اور ڈھیلا جسم تھرتھرانے لگا۔ راسکولنکاف بھی دل پر جبر کر کے ہنسنے لگا۔ پرافری نے اپنے ملاقاتی کو ہنستے دیکھا تو اس کے قہقہے نے بادل کی سی گرج اختیار کر لی اور وہ اتنی دیر تک ہنستا رہا کہ اس کا چہرہ کھال اترے ہوئے گوشت کی طرح سرخ ہو گیا۔

دفعتہً راسکولنکاف کی نفرت عود کر آئی جس نے اتنی شدت اختیار کر لی کہ وہ اپنے انجام سے بے پروا ہو کر پرافری کی طرف شدید نفرت سے اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک کہ وہ ہنستا رہا۔ پرافری کسی خاص مقصد کے تحت قصداً اپنی ہنسی کو طول دیتا رہا تھا۔ بظاہر وہ دونوں ہی بے تعلق اور بے پروائی کا

ثبوت دے رہے تھے۔ پر افری ظاہراً اپنے ملاقاتی پر ہنس رہا تھا اور اس کے غصے کی اسے کوئی پروا نہ تھی۔ یہ بات کہ اسے اپنے ملاقاتی کے غصے کی پروا نہ تھی راسکولنکاف کو بڑی معنی خیز معلوم ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ پر افری اس کی برہمی سے نہ تو گھبرایا اور نہ ہی مرعوب ہوا۔ اس کے برخلاف خود راسکولنکاف' اس نے محسوس کیا' پر افری کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گیا تھا۔ اور یہ ساری کارروائی کسی سوچے سمجھے ہوئے مقصد کے تحت کی گئی تھی اور یہ کہ راسکولنکاف کوشش کے باوجود یہ مقصد سمجھ نہ سکا تھا۔ اسے دکھائی دے رہا تھا کہ یہ سارا پلاٹ پہلے سے گھڑا گیا تھا اور شاید ـــ دوسرے ہی لمحے اس پر ایک ایسی ضرب پڑنے والی تھی کہ وہ شاید ہی سنبھل سکے۔ راسکولنکاف ایک آخری ارادہ کر کے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی ٹوپی اٹھالی۔

"پر افری پیٹروویچ!" راسکولنکاف نے بظاہر بڑے سکون سے کہنا شروع کیا حالانکہ اندرونی طور پر وہ اب بھی بے چین اور برہم تھا" گزشتہ کل تم نے کہا تھا کہ تم اپنے دفتر میں مجھ سے چند سوالات پوچھنا چاہتے ہو" اس نے لفظ "سوالات" پر خصوصیت سے زور دیا" چنانچہ میں آگیا ہوں۔ اگر کچھ پوچھنا ہے تو پوچھ لو اور اگر نہیں تو پھر میں اجازت چاہوں گا۔ میرے پاس فضول وقت نہیں ہے۔ مجھے اس شخص کے جلوس جنازہ میں شرکت کرنی ہے جو بگھی کے نیچے دب گیا تھا اور ـــ جس کے متعلق تم جانتے ہو" راسکولنکاف کو اپنے ان آخری الفاظ پر خود ہی غصہ آگیا۔ یہ اضافہ اس نے کیوں کیا تھا؟" اس احمقانہ چکر سے میں اکتا گیا ہوں ـــ سنا تم نے؟ عاجز آگیا ہوں، اور مجھے اس بیوقوفانہ معاملے نے ہی بیمار ڈال دیا ہے۔ مختصر یہ کہ ـــ" اس نے یہ محسوس کر کے کہ اپنی بیماری کا ذکر بے موقع تھا" تقریباً چیخ کر کہا" مختصر یہ کہ اگر کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لو ورنہ میرے

حال پر رحم کرو۔ اگر تمہیں جرح کرنی ہی ہے تو میں چاہوں گا کہ وہ قانوناً اور مناسب ڈھنگ سے ہو۔ اگر تم نے اس سلسلے میں اپنی ہوشیاری آزمائی تو میں ان بندر چالاکیوں کو برداشت نہ کر سکوں گا۔ پرشی لوبرافری کہ میں کوئی نیچ یا بیوقوف آدمی نہیں ہوں کہ تم مجھ پر عیاروں کی طرح حملے کرنے کی کوشش کرلو۔ میرے متعلق جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پہلیاں بجھوائے بغیر پوچھ سکتے ہو۔ بیشک تم میرے متعلق اصول اور قانون کے مطابق تحقیقات کر سکتے ہو لیکن کسی اور طریق کار کو میں برداشت نہ کر سکوں گا اور نہ ہی میں تمہیں ایسا کرنے کی اجازت دوں گا اس وقت بظاہر ہم دونوں کو ایک دوسرے سے کوئی کام معلوم نہیں ہوتا چنانچہ خدا حافظ"

"افوہ! میرے خدا! یہ تم کیا کہہ رہے ہو! میں تم سے کیا جرح کروں؟ تم ہی بتاؤ میں کیا پوچھ سکتا ہوں تم سے؟" پرافری لہجہ بدلی مرغی کی طرح کڑکڑایا اور اس کا قہقہہ یوں تھم گیا جیسے اس کے حلق میں پتھر پھنس گیا ہو" خدا کے لئے، میرے دوست، ایسے سیدھے اندازے لگا کر تم خواہ مخواہ ہی پریشان ہو رہے ہو" اس نے بے قراری سے کمرے میں کھد کتے ہوئے اور راسکولنکاف کو جبراً صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا" اتنی جلدی کیا ہے؟ ہیں؟ اور وہ سب ——وہ سب بکواس ہے بالکل۔ میں خوش ہوں کہ تم مجھ پر اعتبار کرتے ہوئے بالآخر مجھ سے ملنے چلے آئے۔ میں تمہیں اپنا معزز مہمان اور دوست سمجھتا ہوں —— اب رہا میرا وہ قہقہہ —— لعنت ہو اس پر —— تو اس کے لئے میں معافی چاہتا ہوں۔ روڈیا رامانووچ —— شاید یہی نام ہے تمہارا؟ —— دراصل میں ایک حساس آدمی ہوں اور تم نے اپنی بذلہ سنجی سے میرے اعصاب کو گدگدا دیا تھا چنانچہ میں اپنی ہنسی نہ روک سکا۔ یقین کرو روڈیا رامانووچ کبھی کبھی تو میں

آدھے آدھے گھنٹے تک ہنستا اور ربڑ کی گیند کی طرح تھرتھراتا رہتا ہوں۔ دراصل مجھ میں ظرافت کا مادہ زیادہ ہے، اتنا زیادہ کہ بعض دفعہ مجھے یہ خوف ہونے لگتا ہے کہ کہیں فالج مجھ پر حملہ نہ کر دے۔ بیٹھ جاؤ، میرے دوست، بیٹھ جاؤ۔ ورنہ میں سمجھوں گا کہ تم مجھ سے خفا ہو"

راسکولنکاف نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ پرافری پر نظریں گاڑے اس کے منھ سے نکلتے ہوئے ایک ایک لفظ کو سنتا رہا۔ اس کا غصہ اب تک کم نہ ہوا تھا۔ وہ بیٹھ تو گیا لیکن ٹوپی ہاتھ میں ہی لئے رہا۔

"میں تمھیں اپنے متعلق ایک اہم بات بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں اس کے بعد امید ہے کہ تم مجھے بہت حد تک سمجھ جاؤ گے" پرافری نے ایک بار پھر کمرے میں ٹہلنا اور اپنے ملاقاتی کی نظروں کو نظرانداز کرنا شروع کیا "میں ایک معمولی قسم کا، گمنام اور کنوارہ آدمی ہوں۔ نہ تو میں خود سوسائٹی کا عادی ہوں اور نہ ہی سوسائٹی مجھ سے متعارف ہے۔ مختصر یہ کہ میں وہ نہیں ہوں جسے دنیا والے" دنیا دار آدمی" کہتے ہیں۔ میرے سامنے اب کوئی مستقبل نہیں ہے، میری کوئی خواہشات نہیں ہیں۔ زندگی مجھے جو کچھ دے سکتی تھی دے چکی۔ اب میں نہ تو زیادہ حاصل کرنے کا خواہش مند ہوں اور نہ ہی زندگی مزید مجھے کچھ دے سکتی ہے۔ میں پختہ ہو چکا ہوں، پک گیا ہوں اور پھل یا پھول دینے کے قابل نہیں رہا۔ میری بہار کے دن رخصت ہوئے اور خزاں کی ابتدا ہو گئی تم نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے روڈیا داما نووچ کہ ہمارے پیٹرس برگ میں جب ایسے دو شخص ملتے ہیں جو ذہین اور تعلیم یافتہ تو ہوتے ہیں — مثلاً تمھارے اور میرے جیسے — لیکن ایک دوسرے سے واقف نہیں ہوتے تو کم سے کم آدھے گھنٹے تک انھیں گفتگو کا کوئی موضوع نہیں ملتا؟ چنانچہ وہ آدھے

گھنٹوں تک گفتگو کا موضوع تلاش کرتے اور بیٹھے بے چین ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے برخلاف عورتوں اور اعلیٰ طبقے کے لوگوں کے پاس گفتگو کے بہت سے موضوع تیار ہی ہوتے ہیں۔ لیکن میرے اور تمھارے جیسے متوسط طبقے کے مگر ہوشیار اور ذہین لوگ کم گو اور جھینپو ہوتے ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کیا اس لیے کہ ہمیں عام مسائل سے دلچسپی نہیں ہوتی یا پھر اس لیے کہ ہم اتنے ایماندار اور مخلص ہیں کہ ایک دوسرے کو دھوکا دینا نہیں چاہتے؟ - میں نہیں جانتا۔ وجہ کچھ بھی ہو بہر حال یہ حقیقت ہے کہ میرے اور تمھارے جیسے لوگ کم گو اور جھینپو ہوتے ہیں۔ کیا خیال ہے تمھارا؟ ارے بھائی ٹوپی رکھ کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ تمھیں یوں اڑے پر گل دم کی طرح بیٹھا دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ تم بس اب جانے ہی والے ہو اور اس خیال سے مجھے کچھ بے چینی ہونے لگتی ہے۔ تمھارے یہاں آنے سے مجھے واقعی بے حد خوشی حاصل ہوئی ہے۔

راسکولنکاف نے ٹوپی رکھ دی اور خاموش بیٹھا پرافری کی بے کار اور مبہم باتیں سنتا رہا۔ اس کا چہرہ غصے سے اب تک سرخ تھا۔

"کیا واقعی یہ شخص اپنی بے وجہ بک بک سے میرا دھیان بٹانا چاہتا ہے؟" اس نے سوچا۔

"معاف کرنا دوست یہاں میں تمھیں کافی وغیرہ تو پیش نہیں کر سکتا کیونکہ یہ سرکاری دفتر ہے۔ لیکن ایک دوست کے ساتھ چند خوشگوار منٹ گزار دینے میں کیا مضائقہ ہے" پرافری ایک ہی سانس میں کہہ گیا " براہ کرم میرے یوں ٹہلنے سے بے چین نہ ہونا۔ یہ میری عادت ہے۔ یہ ایک قسم کی ورزش ہے اور تم جانو ورزش، پھر وہ کسی بھی قسم کی ہو، میرے لیے تو بہت ضروری ہے

دن بھر بیٹھے بیٹھے تھک جاتا ہوں تو یوں کمرے میں ہی ٹہل لیتا ہوں۔ ایک مدت سے کسی اکھاڑے کا ممبر بننے کی کوشش کر رہا ہوں۔ سنا ہے وہاں بڑے بڑے افسر حتیٰ کہ پریوی کاؤنسلر بھی بچوں کی طرح کودتے پھاندتے اور قلابازیاں کھاتے نظر آتے ہیں۔ یہ ہیں جدید تہذیب کے عجائبات —— اب رہے میرے دفتر کے کام کاج —— یعنی یہی تحقیق و تفتیش اور جرح وغیرہ —— ابھی ابھی تم نے تحقیقات اور جرح کا ذکر کیا تھا —— سچ پوچھو تو کئی دفعہ خود جرح کرنے والے کی حالت مجرم سے بدتر ہوتی ہے۔ ابھی ابھی خود تم نے یہ بات بڑے دلچسپ ڈھنگ سے کہی تھی (راسکولنکاف نے ایسی کوئی بات نہ کہی تھی) بس جناب ایک بات بار بار دہرانی پڑتی ہے یہاں تک کہ آدمی عاجز آ جاتا ہے۔ کیا مصیبت ہے۔ ملک میں طرح طرح کی اصلاحات کی جاتی ہیں حتیٰ کہ غلامی کا انسداد بھی ہو گیا لیکن کسی بھلے آدمی کو ہمارے محکمے میں اصلاحات رائج کرنے کا خیال نہ آیا نہ ہی بابا آدم کے بندھے ٹکے اور گھسے پٹے اصولوں پر کام ہوتا ہے۔ ہا ہا۔ ہی ہی۔ ارے بھائی کچھ اور نہیں تو اس نام کی ہی اصلاح کر دو جس سے لوگ ہمیں یاد کرتے ہیں —— ہا ہا ہا۔ اب رہا بقول تمہارے ہمارا نرو دوسے کا دے دینے کا اصول تو اس سلسلے میں میں تم سے متفق ہوں۔ ہر شخص سے جرح کی جاتی ہے پھر وہ تند خو اور جاہل کاشتکار ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے ابتدا میں واقعی موضوع سے ہٹ کر اور معمولی قسم کی باتیں پوچھی جاتی ہیں اور بقول تمہارے اسے ہر طرف سے مطمئن اور بے پروا کر دیا جاتا ہے اور پھر آخر میں اس پر وہ فوری ضرب لگائی جاتی ہے جس کا ذکر تم نے کیا ہے۔ وہ بوکھلا کر ایک دم سے وہ بات بک دیتا ہے جو ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ ہی ہی ہی۔ گورنمنٹ کوارٹرس کے شاندار ہونے کی تکرار سے کیا واقعی تم یہ سمجھ بیٹھے تھے

کہ ـــــ ہی ہی ہی ـــــ واقعی بڑے دلچسپ آدمی ہو ـ خیر چھوڑو اس ذکر کو ـــــ لیکن ہاں یار ـــــ بات میں سے بات نکلتی ہے ـ تم نے چند قانونی اصول اور ضوابط کا ذکر کیا تھا ـــــ لیکن بعض دفعہ اصول و ضوابط کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کیونکہ دوستانہ قسم کی گفتگو سے اتنی بہت سی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں کہ اصول و ضوابط آزمانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ـ اور میں پوچھتا ہوں اصولوں کی ضرورت ہی کیا ہے ـ جرح کرنے والے کو قدم قدم پر اصولوں کا سہارا لینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور اسے مجبور بھی کرنا نہ چاہئے تحقیق و تفتیش کا کام بھی ایک فن ہے ـــ شاعروں کو شاعری کا عطیہ خدا کی طرف سے ملتا ہے اور تحقیق و تفتیش کرنے والوں کا بھی یہ فن خداداد ہوتا ہے ـ وہ بھی ادیبوں، شاعروں اور مصوّروں کی طرح فن کار ہوتے ہیں ہی ـ ہی ـ ہی ـ ہا ـ ہا ـ ہا"

پرافری اپنا دم درست کرنے کے لئے خاموش ہو گیا ـ اس کی یہ ساری گفتگو بے سرو پا اور مہمل تھی البتہ اس کے منھ سے چند ایسے الفاظ پھسل پڑے تھے جو راسکولنکاف کے خیال میں بڑے معنی خیز تھے ـ لیکن یہ معنی خیز الفاظ کہنے کے فوراً بعد پرافری مہمل بکنے لگا تھا ـ وہ اپنے کمرے میں ٹہلنے کے بجائے تقریباً دوڑ رہا تھا ـ مندرجۂ بالا تقریر کے دوران اس کی نظریں فرش پر گڑی رہیں، دایاں ہاتھ کمر پر رہا اور بایاں ہاتھ الفاظ کو زوردار اور اثر انگیز بنانے کے لئے مسلسل ہوا میں گھومتا رہا یا مہمل اشارے کرتا رہا جو اس کے منھ سے نکلتے ہوئے الفاظ سے کسی طور میل نہ کھاتے تھے ـ راسکولنکاف نے ایک بات خصوصیت سے نوٹ کی ـ پرافری کمرے میں ٹہلتے ہوئے دو دفعہ بند دروازے کے قریب پہونچ کر یوں کھڑا ہو گیا تھا جیسے آہٹ لے رہا ہو ـ

"کیا اسے کسی بات کا انتظار ہے؟" راسکولنکاف نے سوچا۔

"تمھارا خیال بالکل درست ہے" پرافری نے معصوم نظروں سے راسکولنکاف کی طرف دیکھتے ہوئے بشاشت سے کہنا شروع کیا (پرافری کی اس فوری تبدیلی نے راسکولنکاف کو چونکا دیا اور وہ اپنے بچاؤ کی تدابیر سوچنے لگا) "تم ہمارے "قانونی اصول" کا مضحکہ اڑانے میں حق بجانب ہو اور وہ بھی اتنے دلچسپ اور قابلِ تعریف انداز سے کہ ـــــ ہی ہی ہی ـــــ اس سے تو مجھے بھی انکار نہیں کہ ہم جو نفسیاتی حربے استعمال کرتے ہیں ان میں سے کئی ایک مضحکہ خیز اور بہت حد تک کند ہیں۔ رہا اصول اور ان کی پابندی ـــــ لو۔ میں پھر اصولوں کا ذکر کرنے لگا ـــــ میں دراصل کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اگر کسی معمولی سے اور چھوٹے سے معاملے کی تحقیقات میرے سپرد کی گئی ہو۔ اور اگر کوئی شخص میرے نزدیک کوئی شخص مجرم ہو، بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ اگر مجھے کسی پر شبہ ہو ـــــ روڈینا رامانووچ تم قانون ہی پڑھ رہے ہو نا؟"

"ہاں۔ کبھی پڑھ رہا تھا"

"اچھا تو میں ایک مثال پیش کرتا ہوں جو شاید تمھارے لئے کارآمد ہو سکے خدا کے لئے کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ میں اپنے کو بہت زیادہ ہوشیار سمجھ کر تمہیں سبق دے رہا ہوں۔ میں نے جرائم اور مجرموں کے متعلق تمھارے مضامین پڑھے ہیں اور تمھاری نفسیاتی تشریحات نے مجھے دم بخود کر دیا ہے۔ اوہ! کیا شاندار مضامین ہیں تمھارے۔ چنانچہ تمھارے سامنے میں گویا طفلِ مکتب ہوں اس لئے تمہیں کوئی سبق دینے یا نصیحت کرنے کی جرأت کر ہی نہیں سکتا۔ یہ گویا چھوٹا منھ اور بڑی بات والا معاملہ ہوگا۔ یہ تو میں نے جس طرح سمجھا ہے اسی طرح بیان کر رہا ہوں۔ اچھا تو فرض کرو کہ ایک شخص مجرم ہے اور اس کے مجرم

ہونے کا ثبوت بھی ہے میرے پاس۔ لیکن کیا ضروری ہے کہ میں فوراً ہی اس غریب کو تکلیف دوں؟ بے شک چند مخصوص حالات میں مجرم کو فوراً گرفتار کرلینا میرا فرض ہوگا لیکن حالات اور وہ مجرم بھی مختلف قسم کا ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں کیوں نہ میں اسے چند دنوں کے لئے شہر میں گھومنے دوں؟ ہی ہی ہی۔ شاید تم میرا مطلب سمجھے نہیں۔ اچھا تو اب میں اس کی وضاحت کرتا ہوں۔ اگر میں نے مجرم کو فوراً گرفتار کرکے سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا تو اس طرح میں نے اسے ایک سہارا دے دیا، گویا میں اس کا کفیل بن گیا۔ ہی۔ ہی ہی۔۔۔ ارے! تم بھی ہنس رہے ہو؟"

راسکولنکاف قطعی نہ ہنس رہا تھا بلکہ ہنسنے کا کوئی ارادہ بھی نہ تھا۔ وہ ہونٹ بھینچے اور سرخ سرخ آنکھوں سے افری پہ گارٹ ہے خاموش بیٹھا تھا۔

"تاہم یہ رعایت، یعنی مجرم کو کچھ دنوں کے لئے آزاد چھوڑ دینا، چند مخصوص مجرموں کو مخصوص حالات میں ہی دی جاسکتی ہے۔ لیکن کہو گے ثبوت تو میرے پاس ہے پھر اس رعایت کی کیا ضرورت؟ ٹھیک ہے لیکن میرے بھائی ثبوت ایک ایسی لچکدار چیز ہے جسے توڑ مروڑ کر اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا جاسکتا ہے۔ تاہم اس سے تو مجھے کبھی انکار نہیں کہ ثبوت لازمی چیز ہے۔ یہاں میں یہ بھی اعتراف کرلوں کہ مجھ میں چند کمزوریاں موجود ہیں اور کمزوریاں کس میں نہیں ہوتیں؟ ہر انسان میں ہوتی ہیں اور میں بھی ایک انسان ہی ہوں اور پھر محکمہ تحقیق و تفتیش کا افسر بھی اور تم جانو اس خاص طبقے کے لوگ کمزوریوں کی پوٹ ہوتے ہیں اور ان کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہوتی ہے کہ وہ ثبوت کے کھونٹے پر خوب خوب کودتے ہیں۔ لیکن دوست میں معمولی اور بظاہر کمزور ثبوت پر کبھی بھروسہ نہیں کرتا۔ مجھے بالکل ٹھوس اور صحیح ثبوت چاہئے

جسے کسی صورت میں کوئی جھٹلا نہ سکے۔ میں اپنی قابلیت سے، اس خودستائی کی معافی چاہتا ہوں، ثبوت کا ایک سلسلہ تیار کر لینا پسند کرتا ہوں۔ ہر ثبوت کو بہ ترتیب ایک لڑی میں پرونے کے بعد پیش کرتا ہوں کہ ان پر اعتراض کی گنجائش ہی باقی نہ رہے۔ اس کے بعد تم میرے پیش کردہ ثبوت کو نہیں جھٹلا سکتے۔ اسی طرح جس طرح کے اس آسان حساب کو نہیں جھٹلا سکتے کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ اب اگر میں نے عجلت سے کام لیتے ہوئے مجرم کو جیل میں ڈھکیل دیا (ہر چند کہ مجھے یقین ہو کہ یہی میرا شکار ہے) تو ظاہر ہے کہ میں ثبوت کا وہ ناقابل تردید سلسلہ تیار نہ کر سکوں گا۔ تم پوچھو گے کہ یہ کس طرح؟ تو اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ مجرم کو جیل میں بند کر کے میں اسے ایک — یعنی — مطمئن کر دوں گا اس کے دل سے خوف جاتا رہے گا۔ جیل سے باہر اس کی جو حالت تھی، یعنی امید و بیم کی، وہ ختم ہو جائے گی کہ جو ہونا تھا سو ہو چکا۔ وہ مجرم جو بے حد تشویش اور خوف کے عالم میں تھا جیل میں پہونچنے کے بعد مطمئن ہو جائے گا اور سکون کی نیند سوئے گا۔ کیونکہ اب اپنے کو بچانے کا سوال اس کے پیش نظر ہوگا ہی نہیں۔ وہ جانتا تھا کہ وہی مجرم تھا اور یہ کہ اب پولس نے اسے پالیا ہے۔ اس کے خلاف ثبوت بھی مہیا کیے جا چکے ہیں۔ چنانچہ اب اپنے آپ کو دہلانے اور پریشان کرنے سے فائدہ؟ اور اس طرح جناب میں بھی اس سے محروم رہ جاؤں گا جو میں چاہتا ہوں۔ یعنی دو اور دو چار کی قسم کے ثبوت اور واقعات کا مسحور کن سلسلہ۔ کہتے ہیں کہ الیما کی جنگ کے بعد سباستی پول کے باشندے بے حد خوفزدہ اور پریشان تھے کہ دشمن فوراً ہی حملہ کر کے سباستی پول کو فتح کرے گا۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ دشمن نے حملہ کرنے کے بجائے سباستی پول کا محاصرہ کر لیا ہے تو وہ خوش اور مطمئن

ہو کر اپنے کام دھندے سے لگ گئے کیونکہ اس صورت میں دشمن کم سے کم دو مہینے تک سباستی پول کو فتح نہ کر سکتا تھا۔ ان کی بلا سے وہ قلعہ سے باہر پڑا ڈکراتا رہے۔ دو مہینے تک تو سباستی پول والوں کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ہیں! تم پھر ہنس رہے ہو؟ تمہیں یقین نہیں میری باتوں کا؟ تاہم تمھارا خیال صحیح ہے۔ بے شک یہ سب کے سب غیر معمولی قسم کے واقعات ہیں۔ خصوصاً آخری —
لیکن میرے عزیز روڈیا رامانووچ، قانون کی کتابوں میں کچھ ہی کیوں نہ لکھا ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہر جرم بجائے خود غیر معمولی ہوتا ہے۔ بعض جرائم تو ایسے ہوتے ہیں کہ جرائم کی پوری تاریخ میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ پھر تم ہی کہو وہ معمولی واقعہ کہاں رہا؟ بعض اوقات بڑے دلچسپ کیس دیکھنے میں آتے ہیں اب اگر میں مجرم کو تنگ نہ کروں بلکہ اسے بے فکر چھوڑ دوں یا کم سے کم اس کے دل میں یہ شک ڈال دوں کہ میں خفیہ طور سے اس پر نظر رکھ رہا ہوں اور اس کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کر رہا ہوں تو وہ ایک الجھن میں پھنس جائے گا۔ ہر وقت پریشان اور متفکر رہے گا۔ اس کی الجھن اور بیقراری دن دونی اور رات چوگنی بڑھتی جائے گی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آئے گا کہ وہ کیا کرے، رفتہ رفتہ اس کا ذہنی خلفشار بڑھتا جائے گا، یہاں تک کہ وہ ناقابل برداشت ہو جائے گا اور اس عجیب و غریب قسم کی اذیت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے خود ہی اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دے گا اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اپنی پریشانی میں اور قطعی بے خیالی میں کوئی ایسی حرکت کر گزرے گا جو میرے لئے دو اور دو چار کی قسم کے ثبوت پیش کر دے گی۔ جاہل قسم کے کسانوں پر بھی یہ طریقہ آزمایا جائے تو کامیاب رہتا ہے لیکن ہمارے تمھارے جیسے تعلیم یافتہ، حساس اور بلند حبیں لوگوں پر تو یہ ترکیب ہٹ ہٹ ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ میرے

دوست کوئی طریق عمل استعمال کرنے سے پہلے یہ معلوم کرنا بے حد ضروری ہے کہ تمہارا شکار کس قسم کا آدمی ہے۔ اور تم جانو یہ معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں۔ اس کے بعد سارے مراحل آسانی سے طے ہو جاتے ہیں۔ اور پھر اعصاب؟ انھیں کیوں نظر انداز کر رہے ہو ــــ یہ اعصاب ہی ہیں جو اس سلسلے میں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مجرم، میری مراد تعلیم یافتہ مجرم سے ہے، عموماً اعصابی ہیجان میں مبتلا ہوتے ہیں، یعنی عصبی المزاج ہوتے ہیں۔ چنانچہ بڑے بے چین ہوتے ہیں۔ الجھتے ہیں اور جناب خود اپنے آپ خفا ہوتے ہیں۔ ایسے مشتعل ہو جاتے ہیں بات بات میں کہ ان کی عقل ماری جاتی ہے۔ قابلِ رحم حالت ہوتی ہے بچارے کی۔ وہ چڑچڑے بن جاتے ہیں اور ان کا یہی چڑچڑا پن ہمارے لئے سودمند ثابت ہوتا ہے۔ اس قسم کے مجرموں کا شہر میں آزادانہ گھومنا میرے لئے باعث تشویش نہیں ہوتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اسے میں نے اپنے جال میں پھانس لیا ہے اور پھر وہ بھاگ کر جائے گا بھی کہاں؟ ہی ہی ہی۔ تم کہو گے روس سے باہر چلا جائے۔ ایک پولستانی تو فرار ہو کر جا سکتا ہے لیکن "وہ" نہیں جا سکتا۔ میرا تعلیم یافتہ مجرم نہیں جا سکتا خصوصاً اس لئے کہ وہ میرا شکار ہے اور میں اس پر نظر رکھتا ہوں۔ نہ صرف یہ بلکہ ضروری پیش بندی بھی کر چکا ہوں۔ تو پھر وہ کہاں جائے گا؟ ہمارے ملک کے کسی دور افتادہ خطے میں؟ لیکن تم تو جانتے ہی ہو کہ دور افتادہ خطوں میں اجڈ اور گنوار کسان بسے ہوئے ہیں۔ روسی کسان جو تند خوئی اور اجڈ پن میں اپنی مثال آپ ہیں۔ چنانچہ ہمارا تعلیم یافتہ اور اعلیٰ ذوق رکھنے والا مجرم اجڈ کسانوں میں رہنے کی بہ نسبت جیل میں رہنا زیادہ پسند کرے گا۔ ہا ہا ہا۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ فرار ہو کر کہیں جا نہیں سکتا۔ جی نہیں۔ وہ

چاہے تو فرار ہو کر کسی دور افتادہ خطے میں گمنامی کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔
دراصل یہ اس کے اعصاب ہوتے ہیں اور اس کی نفسیات ہوتی ہے جو اسے فرار ہونے سے روکتی ہے۔ سیدھی سی بات ہے "نفسیاتی" طور پر وہ فرار ہونے کے قابل ہی نہیں رہتا۔ اگر فرار کی راہیں کھلی ہوں تب بھی وہ فرار نہیں ہو سکتا اس کے برخلاف وہ میرے اردگرد منڈلانے لگتا ہے جس طرح کہ چراغ کے گرد پتنگا منڈلایا کرتا ہے۔ اس کے لئے آزادی اپنا سارا حسن اور ساری کشش کھو دیتی ہے۔ وہ اداس اور بے چین رہنے لگے گا۔ وہ مارے پریشانیوں اور فکروں کے ادھ موا ہو جائے گا۔ باؤلا بن جائے گا۔ بیمار پڑ جائے گا "میں اسے ڈھیل دیتا رہوں گا۔ وہ اور زیادہ بے چین، اور زیادہ باؤلا ـــــ اور زیادہ بیمار بن جائے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ میرے سلئے دو اور دو چار کی قسم کا ثبوت مہیا کر دے گا۔ وہ پتنگے کی طرح میرے گرد منڈلاتا رہے گا، میرے قریب آتا جائے گا ـــــ قریب ـــــ قریب ـــــ اور قریب ـــــ اور پھر ـــــ دھڑام ـــــ وہ سیدھا میرے منھ میں آ گھسے گا اور میں بڑی آسانی سے، بڑے اطمینان سے اسے نگل جاؤں گا۔ کتنا دلچسپ کھیل۔ ہی ہی ہی اور کس قدر آسانی ہاہاہا۔ کیوں دوست! یقین نہیں آرہا میری باتوں پر؟"

راسکولنکاف نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کا رنگ فق تھا اور وہ برابر پرافری کو گھور رہا تھا۔ "واقعی بڑا ہی دلچسپ لیکن عبرت ناک سبق ہے۔ اس نے سوچا اور اسے ٹھنڈے پسینے چھوٹ گئے۔" مگر گزشتہ کل کی طرح آج یہ چوہے بلی کا کھیل نہیں معلوم ہوتا۔ آج کا کھیل تو بالکل

واضح ہے۔ یہ شخص اپنا رعب جمانے کے لئے یہ باتیں نہیں کہہ رہا بلکہ مجھے مشتعل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بے شک یہ قابل نفرت موٹا بے حد ہوشیار اور عیار ہے۔ وہ بے کار ہی ایسی بکواس نہیں کر سکتا۔ وہ کسی سوچے سمجھے ہوئے مقصد کے تحت یہ باتیں کہہ رہا ہے۔ لیکن کیا ارادے ہیں اس کے؟ ۔ یہ حماقت ہے میرے دوست۔ تم مجھے خوفزدہ کرنا چاہتے ہو لیکن یہ سب بے کار ہے۔ کوئی ثبوت نہیں ہے تمہارے پاس اور وہ کل والا پُر اسرار آدمی؟۔ وہ کچھ نہ تھا۔ اس کا وجود ہی نہیں سرے سے۔ وہ میرا واہمہ تھا۔ میرے موٹے دوست۔ تم مجھے خوفزدہ کرنا چاہتے ہو، مجھے اشتعال دلانا چاہتے ہو تاکہ میں تمہارے دو دو اور دو چار کی قسم کا ثبوت مہیا کر دوں اور پھر جیسا کہ تم نے کہا ـــــ ڈرامہ ـــــ لیکن تم غلطی پر ہو میرے دوست میرے معاملے میں یہ "ڈرامہ" نہیں ہو سکتا۔ میں تمہیں شکست دے دوں گا۔ لیکن تمہارے ان اشاروں کنایوں کا مطلب کیا ہے؟ آخر تم نے میری کس کمزوری سے آس لگا رکھی ہے؟ میرے تنے ہوئے اعصاب سے؟ نہیں میرے دوست یہ تمہاری غلطی ہے۔ اگر تم نے میرے لئے کوئی جال بچھایا ہے تو میں اسے توڑ دوں گا۔ میں آسانی سے پھنس جانے والے جانوروں میں سے نہیں ہوں لیکن پہلے مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ تم نے میرے لئے کس قسم کا جال تیار کیا ہے"۔

اور وہ ایک صبر آزما آزمائش کے لئے مستعد ہو بیٹھا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ ایک دم سے پرافری پر جھپٹ پڑے اور اس کا گلا گھونٹ کر ایک ہی وقت میں ساری باتوں کا خاتمہ کر دے۔ اسے شروع سے ہی ڈر تھا کہ اسے ایسا اندھا غصہ آجائے گا۔ اسے احساس تھا کہ اس کے

ہونٹوں کے کونے کف آلود ہو رہے تھے اور اس کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ لیکن اس حالت میں بھی اس نے ارادہ کیا کہ وہ خاموش رہے گا کہ یہی مصلحت اندیشی تھی۔ وہ خاموش رہ کر ہی پرافری کو الجھن میں ڈال سکتا اور اسے دل کی بات کہنے پر مجبور کر سکتا تھا۔ راسکولنکاف دل ہی دل میں اپنی اس پالیسی کو سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ اسے امید تھی کہ اس کی خاموشی رنگ لائے گی۔

"غالباً تم سمجھ رہے ہو کہ میں مذاق کر رہا اور لطیفے بیان کر رہا ہوں۔ ہی ہی ہی" پرافری نے اور بھی زیادہ خوش دلی سے کہا۔ وہ کمرے میں کوتے کی طرح پھدک پھدک کر ٹہل رہا تھا اور فرطِ انبساط سے دبی ہوئی ہنسی ہنس رہا تھا۔ بات در اصل یہ ہے کہ میرا ڈیل ڈول اور صورت، شکل ایسی ہے کہ مجھے دیکھ کر لوگوں کے دلوں میں گدگدی ہونے لگتی ہے اور وہ میری ہر حرکت کو مضحکہ خیز اور میری ہر بات کو ایک لطیفہ سمجھتے ہیں۔ خدا نے مجھے بظاہر ایک مسخرہ بنایا ہے لیکن میرے عزیز رو ڈیا دامانو وچ یہ ضرور کہوں گا کہ ــــ دیکھو مجھ بوڑھے کی باتوں کا برا نہ ماننا ــــ تم ابھی نوجوان اور جوشیلے ہو چنانچہ ہر نوجوان کی طرح عمل پر محض بحث کو ترجیح دیتے ہو اور اپنی عقل اور سمجھ کو ہر چیز سے بالاتر سمجھتے ہو۔ ہر تعلیم یافتہ نوجوان اسی مرض میں مبتلا ہے۔ یعنی عمل بالکل بھی نہیں لیکن بحث اور لمبی چوڑی باتیں ڈھیروں۔ یہ تو کچھ آسٹریا کی مجلس جنگ جیسی بات ہوئی کہ اس کے اراکین مطالعہ گاہ میں اور نقشے پر، ان لوگوں نے نپولین کو نہ صرف شکست دیدی بلکہ اسے گرفتار کر لیا۔ اراکین خوش تھے کہ واہ نپولین گرفتار ہو گیا۔ لیکن جانتے ہو

حقیقت میں کیا ہوا ؟ ہوا یہ کہ ان کا نقشہ تو جہاں تھا وہیں پڑا رہا اور ادھر میدانِ جنگ میں ان کے سپہ سالار میک اور اس کی کل فوج نے نپولین کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے۔ ہی ہی ہی ۔ ہے نا دلچسپ بات ؟ روڈیا را مانووچ ! غالباً تم دل ہی دل میں اس بات پر ہنس رہے ہوگے کہ میں فوج کی تاریخ سے مثالیں پیش کر رہا ہوں حالانکہ میں کبھی فوج میں رہا نہیں۔ ٹھیک ہے بھائی ۔ یہ میری بڑی کمزوری ہے ۔ در اصل مجھے فوجی ذائقہ پسند ہیں چنانچہ میں اکثر سوچا کرتا ہوں کہ میں غلط جگہ آ گیا ہوں ۔ مجھے مراغرساں کے بجائے ایک سپاہی بننا چاہیئے تھا ۔ اگر ایسا ہوا ہوتا تو میں نپولین ممکن ہے نہ بن سکتا لیکن جرنیل ضرور بن جاتا ۔ ہی ہی ہی ۔ خیر تو اب میں اس اہم اور نازک مسئلے کے متعلق چند ضروری باتیں بیان کر رہا ہوں ۔ زندگی کا احول اور انسانی فطرت بڑی اہم چیزیں ہیں ۔ یہ دونوں چیزیں بعض دفعہ ہماری ساری تدبیروں کو الٹ دیتی ہیں ۔ میرے عزیز روڈیا را مانووچ ! اس بوڑھے کی باتیں غور سے سننا کیونکہ اس وقت میں جو کچھ کہہ رہا ہوں بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں ۔ (اور یہ کہتے وقت پرافری، جس کی عمر پینتیس ۳۵ سال تھی ، حقیقت میں کہن سال نظر آنے لگا تھا کہ اس کی آواز بھی بدل گئی) اس کے علاوہ میں صاف گو انسان ہوں ۔ اگر تم اسے اپنے منہ میاں مٹھو بننا نہ کہو تو میں کہہ سکتا ہوں کہ مجھ جیسا صاف گو آدمی تمھیں پورے روس میں نہ ملے گا اب تم پوچھو گے کہ میں یہ سب تمھارے سامنے کیوں کہہ رہا ہوں ؟ کسی صلے کی امید میں ؟ نہیں میرے دوست ! مجھے کوئی صلہ نہیں چاہیئے اور تم مجھے دے بھی کیا سکتے ہو ؟ ہی ہی ہی ۔ خیر تو آمدم بر سر مطلب ۔ سمجھ اور عقل ایک بڑی چیز ہے میرا مطلب ہے میری ناچیز رائے میں — خدا کی ایک قابلِ فخر دین اور زندگی

کا ایک شاندار انعام ۔ لیکن میرے دوست اسی دین اور انعام کے ذریعہ سے ایک شخص ایسی جالیں چل جاتا ہے کہ مجھ جیسا ہونق سراغرساں چکرا جاتا ہے کہ اس شخص کو کیسے پھانسا جائے ۔ اُفوہ ! کیا غضب کے تصورات اور تر نگیں ہوتی ہیں ۔ ان کی وجہ ہمیں گویا چوراہے پہ لا کر کھڑا کرتی ہیں اور ہم سمجھ نہیں پاتے کہ کون سا راستہ اختیار کیا جائے ؟ آخرکار انسانی فطرت غریب سراغرساں کی مدد کو آتی ہے اور اب اس شخص کی قسمت پلٹا کھاتی ہے وہ خود اپنے سجھائے ہوئے جال میں لاشعوری طور پر پھنس جاتا ہے یہ حقیقت ہے کہ آج کل کے تعلیم یافتہ نوجوان تصورات کے دھارے میں بہہ جاتے ہیں اور بزعم خود اپنے آپ کو نپولین سمجھتے ہوئے ساری رکاوٹوں کو دور کرنے کے ارادے سے نکل کھڑے ہوتے ہیں جیسا کہ گذشتہ کل تم نے بڑے اچھے ڈھنگ سے کہا تھا) ۔ اور اس وقت ان کی عقل ماری جاتی ہے ۔ وہ سمجھتے نہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا ۔ وہ وقت آنے پر بے شک جھوٹ بولے گا ___ میرا مطلب اس شخص سے ہے جو ایک غیر معمولی جرم کر کے ایک غیر معمولی واقعہ کی بنیاد ڈال دیتا ہے ۔ ہاں تو وہ بڑی ہوشیاری سے جھوٹ بولے گا ___ استاذ ہین ہوگا اس کا جھوٹ کہ ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ وہ ___ یعنی موجودہ نپولین اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا اور اپنے " یادگار کام " کے ثمر سے لطف اندوز ہوتا رہے گا ۔ لیکن سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہوگی کہ وہ بار بار عین وقت پر ، یعنی اس وقت جب ہمیں غلط راستے پر ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوگا ، اس کا سر چکرائے گا اور وہ بے ہوش ہو کر دھڑام سے گر پڑے گا ___ بیشک وہ بیمار بھی تھا اور ہمیں اس سے بھی انکار نہیں

کہ کمرے میں سخت گھٹن تھی لیکن اس کی اس اچانک بیہوشی نے ہمیں چونکا دیا ـــــ میرا مطلب ہے ہمیں چونکا دے گی اور ہمارے دل میں ایک دھندلا سا شک ابھر آئے گا۔ بہرحال اس نپولین نے ہمیں اس طرف سے مشکوک کر دیا۔ وہ بڑی دیانت سے جھوٹ بولا لیکن اپنی افتادِ طبع سے ناواقف تھا جو اسے دھوکا دے گئی۔ وہ انسانی فطرت کو نظر انداز کر گیا تھا جو غدّار ثابت ہونے والی تھی۔ دوسری دفعہ وہ اپنی تعلیم اور قابلیت کو بروئے کار لا کر اس شخص کا مذاق اڑائے گا جو اس کی طرف سے کھٹک گیا ہے۔ وہ اپنے حریف کا مذاق اڑاتے وقت قصداً کانپنے لگتا ہے اور اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا ہے اور یہ سب کیا جاتا ہے ہمیں دھوکا دینے کے لئے۔ لیکن اس کی بدقسمتی اور ہماری خوش قسمتی سے اس کے چہرے پر کی زردی اتنی گہری ہوتی ہے کہ صاف مصنوعی معلوم ہوتی ہے اور یہاں پھر وہ ہمارے شک کی بنیادیں مضبوط کر دیتا ہے حالانکہ اس کا حریف شروع میں دھوکا کھا جاتا ہے لیکن اگر حریف بیوقوف نہیں ہے تو وہ رات بھر جاگ کر اس "جدید نپولین" کی باتوں پر غور کرتا ہے ـــــ میرا مطلب ہے غور کرے گا ـــــ اور آخر کار حقیقت اس پر ظاہر ہو جائے گی۔ ہر ایک کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اور آگے بڑھتی ہے۔ اس "جدید نپولین" کی طبیعت اسے ہم جوئی پر اکساتی ہے۔ چنانچہ وہ اس جگہ پہنچ جاتی ہے جہاں اس کی ضرورت نہیں ہوتی، ان معاملات میں ٹانگ اڑائے گا جن سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور جہاں اسے خاموش بیٹھنا چاہئے وہاں وہ بولتا چلا جائے گا، عجیب و غریب مثالیں پیش کرے گا، مصنوعی ہنسی

ہنسے گا، مصنوعی غصے کا اظہار کرے گا ـــ ہی ہی ہی ـــ اور پھر چونک کر پوچھے گا کہ اگر تمھیں مجھ پر شک ہے تو گرفتار کیوں نہیں کر لیتے۔ ہی ہی ہی۔ اور یہ حالت اس شخص کی ہو جاتی ہے جو نفسیات کا طالب علم اور ادیب ہے۔ انسانی فطرت ایک آئینہ ہے۔ صاف اور ہموار۔ اس میں دیکھو اور دانتوں میں انگلیاں دے لو۔ اوہ! کیا عجیب دکھائی دیتے ہیں ـــ ہیں! کیا ہوا روڈیا رامانووچ؟ تمھارا رنگ کیوں زرد ہو گیا؟ کمرے میں گھٹن ہو رہی ہے؟ ـــ کھڑکی ـــ کھڑکی کھول دوں؟"

"نہیں تکلیف نہ کیجئے" راسکولنکاف بے قابو ہو کر چیخا اور پھر خود ہی قہقہہ مار کر ہنس پڑا "کوئی ضرورت نہیں۔ کوئی ضرورت نہیں۔"

پرافری اپنی پشت پر ہاتھ باندھ کر اور ٹانگیں چوڑی کر کے راسکولنکاف کے سامنے کھڑا رہا ایک منٹ تک اس کی صورت تکتا رہا اور پھر اس نے بھی قہقہہ لگایا۔ راسکولنکاف اپنے قہقہے کو، جو ہسٹریا کے مریض کا سا تھا، مناسب مقام پر روک کر صوفے پر سے اٹھا۔

"پرافری" راسکولنکاف نے صاف اور بلند آواز میں کہا لیکن اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں اور وہ بمشکل کھڑا رہ سکتا تھا "تمھاری اس طویل اور بے ربط تقریر سے میں اس نتیجے پر پہونچا ہوں کہ تمھیں مجھ پر شک ہے۔ تمھارے خیال میں اس بڑھیا اور اس کی بہن لزاویتا کو میں نے قتل کیا ہے۔ میں صاف صاف لفظوں میں کہے دیتا ہوں پرافری کہ اس آنکھ مچولی سے میں تنگ آ گیا ہوں اور زیادہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر تم واقعی مجھے مجرم سمجھتے ہو اور مجھے گرفتار کر کے مجھ پر مقدمہ چلانا چاہتے ہو تو بے شک مجھے گرفتار کر لو بشرطیکہ تمہیں قانوناً اس کا حق حاصل ہو۔ لیکن یاد رکھو کہ میں

اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی، پھر وہ قانون داں اور قانون داں اور سراغرساں ہی کیوں نہ ہو، میرا مذاق اڑاتا اور مجھے پریشان کرتا رہے۔

راسکولنکاف کے ہونٹوں کے کونے کانپ رہے تھے، گالوں کے پٹھے پھڑپھڑا رہے تھے، آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے، چہرہ تمتما رہا تھا اور آواز لرز رہی تھی۔

"میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا" اس نے دھڑام سے میز پر گھونسہ رسید کر دیا "سنا تم نے پرافری؟ میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا اور نہ کروں گا۔"

"میرے خدا! یہ ایک دم سے کیا ہو گیا تمہیں!" پرافری پریشان ہو کر چیخا "روڈیا! راما نووچ! میرے دوست! یہ کیا ہو گیا تمہیں؟"

"میں برداشت نہیں کر سکتا۔ سنا تم نے؟" راسکولنکاف گلا پھاڑ کر چیخا۔

"ہشت۔ آہستہ بولو یار۔ تمہاری آواز باہر تک جاتی ہے۔ سارے کلرک اور چپراسی یہاں بھاگے آئیں گے اور تب انھیں کیا جواب دو گے؟" پرافری نے راسکولنکاف کے کان کے قریب اپنا منھ لا کر سرگوشی میں کہا۔

"میں برداشت نہیں کر سکتا۔ میں برداشت نہیں کر سکتا" راسکولنکاف نے رٹ لگا دی۔ اس دفعہ اس کی آواز سرگوشی کی حد تک نیچی تھی۔

پرافری ایک دم سے کھڑکی کی طرف بھاگا۔

"تازہ ہوا۔۔۔ تازہ ہوا۔۔۔ اور تھوڑا سا ٹھنڈا پانی۔۔۔ طبیعت فوراً بحال ہو جائے گی تم بیمار ہو میرے دوست۔ دورہ پڑ گیا ہے شاید۔۔۔

اعصابی کمزوری ہے" اور پرافری بدحواس ہوکر دروازے کی طرف دوڑا کہ چپراسی سے پانی لانے کو کہے لیکن وہاں اسے ٹھنڈے پانی کی صراحی دھری مل گئی۔ وہ اسے اٹھا لایا۔ لو تھوڑا سا پانی پی لو طبیعت سنبھل جائے گی۔"

پرافری کی گھبراہٹ اور ہمدردی اتنی حقیقی تھی کہ راسکولنکاف دفعتہً خاموش ہوگیا اور سودائیوں کی طرح خالی خالی نظروں سے پرافری کی طرف دیکھنے لگا۔ بہرحال اس نے پانی نہ پیا۔

"روڈیا رامانووچ! میرے دوست! اس طرح تو تم بہت جلد پاگل ہوجاؤ گے ہا۔ آ۔ لو۔ پانی پی لو۔ لو یار۔"

اور اس نے راسکولنکاف کو پانی سے بھرا ہوا گلاس لینے پر مجبور کردیا۔ راسکولنکاف نے میکانکی طور پر گلاس لے کر اپنے ہونٹوں سے لگایا لیکن پھر فوراً ہی نفرت اور کراہت سے میز پر رکھ دیا۔

"دورہ پڑ گیا ہے — اعصابی مرض ہے — اس طرح سے تو — میرا مطلب ہے اگر تم نے احتیاط سے کام نہ لیا تو دوبارہ بیمار پڑ جاؤ گے" پرافری دوستانہ ہمدردی سے چہکا حالانکہ وہ اب تک گھبرایا ہوا تھا "خدایا کتنا سخت دورہ تھا۔ تمہیں چاہئے کہ جلد از جلد کسی ماہر ڈاکٹر سے اپنا علاج کراؤ ورنہ یہ مرض، جو اس وقت معمولی معلوم ہوتا ہے، بڑھ کر خطرناک صورت اختیار کرسکتا ہے — کل رازومیخن میرے پاس آیا تھا اور — مجھے اعتراف ہے کہ میں ذرا تندخو ہوں اور بات بات میں طنز کرجاتا اور تلخ باتیں کہہ جاتا ہوں — خدایا! اس نے میری باتوں سے عجیب عجیب نتیجے اخذ کئے تھے پھر ہم کھانے کی میز پر بیٹھے اور اس نے بے تحاشہ بولنا شروع کیا اب میں سوائے اس کے اور کیا کرسکتا تھا کہ خاموش بیٹھا حیران ہوتا رہوں۔

عجیب باتیں کہی تھیں اس نے۔ ہاں یار ۔ تم نے بھیجا تھا۔ اسے میرے پاس؟ ۔ لیکن تم کھڑے کیوں ہو؟ بیٹھ جاؤ۔ ارے بیٹھ جاؤ یار"

"نہیں رازومو ہن کو میں نے نہ بھیجا تھا تمھارے پاس لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ تمھارے پاس گیا تھا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ کیوں گیا تھا"

"آچھ ۔ چھا! تو جانتے ہو تم"

"ہاں ۔ لیکن تمہیں اس سے کیا واسطہ؟"

"ظاہر ہے کہ کوئی واسطہ نہیں لیکن ہم گھوم پھر کر پھر اسی بات پر آرہے ہیں لیکن رازومو ہن تمھارے متعلق اتنی باتیں نہیں جانتا کہ جتنی میں جانتا ہوں مثلاً مجھے معلوم ہے کہ تم مقتول بڑھیا کا فلیٹ کرائے پر حاصل کرنے وہاں گئے تھے اور وہ بھی اس وقت جب اندھیرا ہو چکا تھا اور پھر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم نے فلیٹ کی گھنٹی بار بار بجائی تھی اور وہاں کام کرتے ہوئے کاریگروں سے فرش پر پھیلے ہوئے خون کے متعلق پوچھا ۔ چنانچہ کاریگر اور دربان تمہیں پاگل سمجھے تھے مجھے احساس ہے میرے دوست کہ اس وقت تمھارے دل و دماغ کی کیا حالت رہی ہو گی اور اگر تمھارا حال یہی رہا تو مجھے خوف ہے کہ تم بہت جلد پاگل ہو جاؤ گے ۔ تم پر ظلم ہوا ۔ قسمت کے ہاتھوں اور پھر پولیس کے ہاتھوں اور ان زیادتیوں کی وجہ سے تم مارے غصے کے اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہے ہو ۔ ایک سے دوسری چیز کی طرف اور چاہتے ہو کہ کوئی کچھ کہے، کوئی ایسی بات کہ تمھاری اس پریشانی اور غصے کا خاتمہ ہو جائے کیونکہ تم امید و بیم کے اس عالم سے اور ان حماقتوں سے تنگ آ چکے ہو کیوں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا میں؟ دیکھا! میں نے تمھارے جذبات اور احساسات کا کتنا صحیح اندازہ لگایا ہے ۔ خیر تو کہنے کا مطلب یہ کہ اس طرح تو تم

پاگل ہو جاؤ گے اور رازومیخن کو بھی پاگل کر دو گے۔ وہ بے حد بھولا آدمی ہے اور بات بات میں پریشان ہو جاتا ہے۔ تم بیمار ہو اور رازومیخن سادہ لوح اور نیک آدمی ہے چنانچہ بھائی تمھاری بیماری اسے بھی لگ جائے گی اس کے متعلق میں تفصیل سے اس وقت بتاؤں گا۔ جب تم یوں بات بات میں مشتعل نہ ہو جاؤ گے۔ اس وقت تو ذرا آرام کر لو۔ بیٹھ جاؤ۔ تم بہت پریشان اور دہشت زدہ معلوم ہوتے ہو۔"

راسکولنکاف بیٹھ گیا۔ اب اس کی ٹانگیں تو نہ کانپ رہی تھیں لیکن جسم تپ رہا تھا۔ وہ غور اور حیرت سے پرافری کی دوستانہ اور ہمدردانہ باتیں سن رہا تھا۔ پرافری اب تک گھبرایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن راسکولنکاف کو اس کی یہ گھبراہٹ، یہ دوستی اور یہ ہمدردی محض ایک دکھاوا معلوم ہوتی تھی حالانکہ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ پرافری کی دوستی اور ہمدردی کو آنکھ بند کر کے قبول کر لے۔ پرافری کے اس فلیٹ والے واقعہ کے انکشاف نے اسے بالکل ہی پریشان کر دیا تھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیسے ہو سکتا ہے؟" دفعتہ اس نے سوچا" تو اسے وہ فلیٹ والا واقعہ معلوم ہے اور کمال ہے کہ وہ کچھ بھی چھپانے کی کوشش نہیں کر رہا اس کے برخلاف جتنا کچھ جانتا ہے۔ بتا رہا ہے کیا مطلب ہو سکتا ہے اس کا؟"

"روڈیا رامانووچ! اپنی طویل عمر میں مجھے عجیب و غریب تجربات ہوئے ہیں پرافری نے کہنا شروع کیا" جتنے بھی واقعات دیکھنے کو ملے ان میں سے اکثر کی تہہ میں نفسیات اور مریضانہ ذہنیت کارفرما تھی۔ مثلاً ابھی کچھ عرصہ ہوا بالکل ایسا ہی واقعہ ہوا تھا جیسا کہ تمھارے ساتھ ہوا۔ ایک شخص نے اپنے خونی

ہونے کا اقرار کیا۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ اصرار کرتا رہا کہ وہی خونی ہے۔ اپنے جرم کو ثابت کرنے کے لئے اس نے چند ثبوت اور گواہ بھی پیش کئے۔ وہ ہمیں مجبور کر رہا تھا کہ ہم اسے خونی یقین کر کے اسے سزا دیں۔ وہ یہ اصرار کیوں کر رہا تھا؟ محض اس لئے کہ قتل کی اس واردات سے اس کا دور کا ــ خیال رہے صرف دور کا ــ تعلق تھا۔ اور جب اسے احساس ہوا کہ خونی کو اپنا کام کر گزرنے کا موقع خود اس نے دیا تھا تو وہ بے حد آزردہ خاطر اور دل شکستہ ہو گیا۔ اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا رہا، الٹے سیدھے خیالات اسے پریشان کرتے رہے اور راتوں کو بھیانک خواب نظر آتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے خود اپنے کو مجرم یقین کر لیا، وہ ضمیر کی ملامت وغیرہ کو برداشت نہ کر سکا الٹے سیدھے خیالات سے تنگ آ گیا اور آخر کار اپنے حواس کھو بیٹھا۔ وہ تو بھلا ہو ہائی کورٹ کا کہ اس نے تحقیقات کے بعد اسے بے گناہ ثابت کر کے پاگل خانے بھجوا دیا۔ سچ ہے ــ بے چارہ روگی ــ تو کہنے کا مطلب یہ میرے دوست کہ اگر تم نے بھی اپنے اعصاب پر کوئی بات لا دی، الٹے سیدھے اندازوں کے بھنور میں پھنس گئے اور راتوں کو ٹیلیفونوں کی گھنٹیاں بجاتے اور خون کے داغوں کے متعلق پوچھتے رہے تو یقین مانو کہ تم بھی اپنے حواس کھو بیٹھو گے میری نظر میں اس قسم کے بہت سے واقعات گزرے ہیں۔ میں ماہر نفسیات نہیں ہوں لیکن ذاتی تجربات کی بنا پر میں نے اس قسم کی نفسیات میں مہارت حاصل کر لی ہے یا یوں کہو کہ خود بخود حاصل ہو گئی اور اگر تم اسے میری خودستائی نہ سمجھو تو میں کہوں گا کہ میں کسی نوجوان کی، میرا مطلب ہے مریض نوجوان کی، تحلیل نفسی ایک ماہر نفسیات سے زیادہ صحیح طور سے کر سکتا ہوں ــ بعض دفعہ اندرونی اکساہٹ کی وجہ سے کسی کا جی چاہتا ہے

کہ وہ دوسری یا تیسری منزل کے کمرے کی کھڑکی سے یا کسی گرجا کے گھنٹہ گھر سے کود پڑے۔ اب اگر یہ اکساہٹ کم ہوئے بجائے کود پڑنے کے راتوں کو فلیٹ کی گھنٹیاں بجائی جاتی ہیں۔ بہرحال مرض ایک ہی قسم کا ہے۔ اس شخص کا مرض پہلے درجے میں ہوتا ہے جو فلیٹوں کی گھنٹیاں بجاتا پھرتا ہے۔ میرے دوست برا نہ منانا لیکن یہ حقیقت ہے کہ تم اپنی بیماری سے بے پروائی برت رہے ہو۔ تمہیں فوراً کسی ماہر ڈاکٹر سے مشورہ کرنا چاہئے تمہارا وہ موٹا ڈاکٹر دوست تو اناڑی ہے بالکل۔ تمہیں ہذیان ہو گیا ہے۔ اور تم نے جو کچھ کیا وہ سب ہذیانی حالت میں کیا"

راسکولنکاف کا سر چکرانے لگا۔ پرافری اور کمرے کی ہر چیز اسے گھومتی ہوئی معلوم ہوئی۔ لیکن یہ کیفیت ایک لمحے تک ہی قائم رہی۔

"یقیناً پرافری مجھے بہلا رہا ہے" اس نے دل میں کہا "جھوٹ بکتا ہے نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے بڑے خلوص سے کہہ رہا ہے۔"

راسکولنکاف نے اس خیال کو فوراً جھٹک دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ خیال اس کے آتشی غصے کو بھڑکا دے گا۔

"مجھے ہذیان نہیں ہوا ہے۔ میں اپنے ہوش میں تھا اور میں جو کچھ کر رہا تھا اس کا مجھے احساس تھا۔" وہ چیخا۔ وہ پرافری کے اس خطرناک داؤ کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا "سنا تم نے؟ میں اپنے حواس میں تھا"

"ہاں بھئی ہاں سنا اور سمجھا بھی۔ گزشتہ کل تم نے کہا تھا کہ تم پر ہذیانی کیفیت طاری نہ تھی اور تم بڑے جوش کے عالم میں یہ بات ثابت کرنا چاہتے ... میں سمجھ چکا ہوں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ سنو روڈیا راما نووچ۔ اگر حقیقت

میں تم خوفی ہوتے یا لغتی واردات سے تمھارا دور کا بھی تعلق ہوتا تو کیا تم اس بات پر زور دیتے کہ تم اپنے ہوش میں تھے؟ نہیں۔ اس کے برخلاف تم یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے کہ تم اپنے حواس میں نہ تھے۔"

پرافری کی آنکھوں سے شرارت اور عیاری ٹپک رہی تھی۔ اس نے آگے کی طرف جھک کر بڑی دلچسپی سے راسکولنکاف کی طرف دیکھا تو موخرالذکر سہم کر سمٹ سا گیا۔

"اچھا رازومیخن والے واقعہ کو ہی لو۔ یعنی یہ کہ کیا وہ خود ہی مجھ سے ملنے آیا تھا یا تم نے اسے میرے پاس بھیجا تھا؟ اب اگر تم نے اسے میرے پاس بھیجا ہوتا تو یقیناً تم اس سے اپنی لاعلمی ظاہر کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے کہ وہ اپنی مرضی سے میرے پاس آیا تھا۔ لیکن تم نے ایسا نہیں کہا اس کے برخلاف تم نے بڑے بھولے پن سے کہہ دیا کہ رازومیخن واقعی تمھارا فرستادہ تھا۔

راسکولنکاف نے یہ نہیں کہا تھا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں ٹھنڈک کی ایک لہر دوڑ گئی۔

"پرافری! تم مسلسل جھوٹ بول رہے ہو" راسکولنکاف نے اپنے ہونٹوں کو مروڑ کر مسکرانے کی کوشش کی اور مردہ سی آواز میں کہا۔ "تم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ میرے ارادے سے واقف ہو اور یہ جتانا چاہتے ہو تمھیں پہلے سے ہی معلوم ہے کہ میں کیا جواب دوں گا۔" اسے اپنے لفظوں کے کھوکھلے پن کا شدت سے احساس تھا۔ "تم مجھے خوفزدہ کرنا چاہتے ہو یا مجھے بے وقوف بنا رہے ہو۔"

راسکولنکاف نے اس عرصہ میں اپنی نظریں پرافری کے چہرے پر

جما رکھی تھیں اور ایک بار پھر اس کے دل میں پرافری کے خلاف شدید نفرت کا طوفان اٹھا جتنی کہ اس کی آنکھوں سے بھی نفرت ٹپکنے لگی۔

"تم جھوٹ بکتے ہو" اس نے کہا۔ "تم جانتے ہو کہ مجرم کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ حقیقت کا اظہار کرتا چلا جائے اور ان باتوں کو چھپانے کی کوشش نہ کرے جو چھپائی نہیں جا سکتیں۔ مجھے تم پر اعتبار نہیں ہے پرافری۔"

"اوہ! کتنے ہوشیار ہو تم" پرافری چہکا۔ "تمہیں پھانسنا ممکن ہی نہیں۔ بڑے ضدی ہو یار۔ تم کہتے ہو تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ یہ کم سے کم ایک چوتھائی تو ہے اور بہت جلد تم مجھ پر پورا پورا اعتبار کرنے لگو گے کیونکہ مجھے تم سے انسیت سی ہو گئی ہے اور میں تمہاری بہتری چاہتا ہوں میرے دوست۔"

راسکولنکاف کے ہونٹ پھڑپھڑانے لگے۔

"یقین کرو کہ میں تمہیں پسند کرتا ہوں" پرافری نے اپنی شہادت کی انگلی سے راسکولنکاف کی کلائی کو چھو کر کہا "تمہیں جلد از جلد اپنا علاج کروانا چاہیے زیادہ لاپروائی اچھی نہیں۔ اس کے علاوہ تمہاری والدہ اور بہن بھی یہاں آ چکی ہیں۔ کم سے کم ان کا تو کچھ خیال کرو۔ بجائے اس کے کہ تم انہیں تسلی دو اور ان کی ڈھارس بندھاؤ الٹا انہیں دہلا دیتے ہو۔"

"یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ اور پھر یہ ہمارے ذاتی معاملات ہیں جن سے تمہیں کیا واسطہ؟ تم یقیناً مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہو۔ تمہارے جاسوس میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور یہ باتیں کہہ کر یہی تم مجھ پر ظاہر کرنا چاہتے ہو۔ کیوں؟"

"میرے خدا! بے اعتباری کی بھی حد ہوتی ہے۔ ارے بھائی! یہ بات تو خود تم سے مجھے معلوم ہوئی تھی۔ تم جوش اور وارفتگی کے عالم میں لوگوں کے

سامنے سب کچھ کہہ جاتے ہو۔ اس کے علاوہ کل رازومیخن سے بھی بہت سی دلچسپ باتیں معلوم ہوئیں۔ دیکھو یار خواہ مخواہ بیچ میں نہ بولو۔ ہاں تو میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ جو بے بنیاد شک تمھارے دل میں جڑ پکڑ چکا ہے اس نے تمھیں اس قدر حواس باختہ کر دیا ہے کہ تمھاری سمجھ بوجھ رخصت ہوگئی ہے اور تم معمولی اور سیدھی سی بات بھی سمجھ نہیں سکتے۔ مثال کے طور پر اس گھنٹی بجانے والے واقعہ کو ہی لو۔ بڑھیا کے قتل کی واردات کی تحقیقات بے شک میرے سپرد ہے (اور یہ گھنٹی والا واقعہ تمھارے خلاف ایک ٹھوس ثبوت ثابت ہو سکتا ہے اور مجھے اسے تم سے چھپانا چاہئے تھا) اس گھنٹی والے واقعہ کو میں نے تمھارے سامنے بیان کر دیا اور تم کچھ سمجھ نہ سکے۔ اب ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرو کہ اگر مجھے تم پر شک ہوتا تو کیا میں ایسی حماقت کر سکتا تھا؟ کیا میں تمھارے سامنے یہ کہہ کر "مجھے تمھارا اس فلیٹ میں جانا اور گھنٹی بجانا معلوم ہے، تمھیں فرار ہونے کی ترغیب دے سکتا تھا؟ نہیں اس کے برعکس میں پہلے تو میٹھی میٹھی باتیں کر کے تمھارے دل سے شک دور کرتا، تمھیں یقین دلاتا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں ہے اور جب تم مطمئن ہو جاتے تو بقول تمھارے آخری ضرب لگاتا کہ۔ جناب کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ دس یا گیارہ بجے مقتولہ کے فلیٹ میں کیوں گئے تھے؟ گھنٹی کیوں بجائی تھی؟ اور کاریگروں سے فرش پر بہے ہوئے خون کے متعلق کیوں پوچھا تھا؟ اور پھر جناب نے دربان وغیرہ کو پولیس تھانے تک چلنے کی دعوت کیوں دی تھی؟ میرے دوست! اگر مجھے تم پر ذرا بھی شک ہوتا تو میرا طرز عمل یہ نہ ہوتا۔ یہ کہ مجھے جو کچھ معلوم ہے وہ تمھارے سامنے بیان کر دیتا۔ میں تمھارے

خلاف ٹھوس ثبوت تیار کرتا، تمھاری غیر موجودگی میں تمھارے کمرے کی تلاشی لے چکا ہوتا اور اب تک شاید تمھیں گرفتار بھی کر چکا ہوتا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا محض اس لئے کہ مجھے تم پر شک نہیں ہے۔ لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ تمھاری سمجھ بوجھ رخصت ہو چکی ہے اور تم یہ سیدھی سی بات سمجھ نہ سکے"۔

راسکولنکاف اتنے زور سے چونکا کہ پرافری اس کی حرکت کو نوٹ کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"تم بکتے ہو" راسکولنکاف چیخا۔ "میں یہ تو نہیں جانتا کہ تمھارے شیطانی ارادے کیا ہیں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تم جھوٹ بکتے ہو۔ تم متضاد باتیں کہہ رہے ہو چنانچہ ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو اور میں بھی سمجھ چکا ہوں۔ تمھاری متضاد اور بے سروپا باتیں تمھارا پردہ فاش کر رہی ہیں"۔

"میں جھوٹ بکتا ہوں؟" پرافری نے برہمی سے کہا لیکن پھر فوراً ہی اپنے غصے کو دبا کر مسکراتی ہوئی آنکھوں سے راسکولنکاف کی طرف یوں دیکھا جیسے اس کی بلا سے راسکولنکاف اس کے متعلق چاہے جیسی رائے قائم کرے۔ "ہیں! تو میں جھوٹ بکتا ہوں؟ بہت اچھا۔ اب ذرا اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر کہو کہ ابھی ابھی میں نے وہ ساری باتیں بتا دی تھیں کہ نہیں جن کے سہارے تم اپنا بچاؤ کر سکتے ہو؟ سچ کہنا میرے دوست کہ کیا کبھی کسی سراغرساں نے اپنے شکار کو خود ہی بچاؤ کا راستہ بتایا ہے؟ کیا میں نے سارے نفسیاتی پہلو ـــ یعنی بیماری، ہذیان، تنہائی، پولس کی زیادتیاں وغیرہ تمھارے سامنے بیان کر کے تمھیں اپنے بچاؤ کی راہ نہیں سمجھائی؟ ہی ہی ہی۔ حالانکہ بچاؤ کے اس نفسیاتی ذریعوں پر کچھ زیادہ بھروسہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ دو دھاری تلوار کی طرح ہے جو دونوں طرف کاٹ کرتی ہے ہی ہی ہی۔ مثلاً بیماری، ہذیان اور اڑتے

سیدھے خیالات، یہ سب اپنی جگہ پر ٹھیک ہیں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں میرے دوست کہ بیماری میں اس خاص قسم کے خیالات ہی تمہیں کیوں پریشان کرتے رہے ہیں؟ یہی ایک آسیب تمہیں کیوں ستاتا رہا؟ دوسرے آسیب بھی تو ہو سکتے ہیں؟ یہی خاص آسیب کیوں؟ ہی ہی ہی"

"مختصر یہ" راسکولنکاف کا لہجہ تحکمانہ تھا۔ وہ صوفے پر سے اٹھا اور ساتھ ہی اس نے پرافری کو اپنے ہاتھ سے چند قدم پیچھے ڈھکیل دیا" مختصر یہ کہ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میں تمام شکوک سے بری ہوں یا نہیں؟ پرافری میں صرف ہاں یا نہیں سننا چاہتا ہوں۔ تمہیں مجھ پر شک ہے کہ نہیں؟"

"باپ رے! عجیب آدمی ہو یار تم بھی" پرافری خوش دلی سے ہنسا لیکن اس کے ابرو پر بل تھے" یہ تم کیوں معلوم کرنا چاہتے ہو خصوصاً اس صورت میں جبکہ ہم نے تمہیں اب تک ذرا بھی پریشان نہیں کیا ہے؟ تم تو اس بچے کی طرح ہو جو آگ سے کھیلنے کی ضد کر رہا ہو۔ اور تم اتنے بے چین کیوں ہو؟ اور کیا وجہ ہے کہ تم اپنے آپ ہی یہاں چلے آئے؟ ایں؟ ہی ہی ہی!"

"میں پھر کہتا ہوں" راسکولنکاف غصے سے بے قابو ہو کر چیخا" کہ میں زیادہ برداشت نہیں کر سکتا"

"کیا برداشت نہیں کر سکتے؟ امید و بیم کی حالت کو؟"

"میرا مذاق نہ اڑاؤ۔ میں برداشت نہیں کر سکتا۔ سنا تم نے نہیں کر سکتا ۔ نہیں کر سکتا" راسکولنکاف چلایا اور ایک بار پھر گھونسہ میز پر رسید کر دیا۔

"آہستہ بولو یار۔ تمھاری آواز باہر تک پہنچ رہی ہے۔ میں تمہیں آخری بار خبردار کر رہا ہوں۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ میں مذاق نہیں کر رہا" پرافری نے

سرگوشی کی اور اب اس کے بشرے سے خوش دلی کے بجائے کرختگی عیاں تھی اور وہ غصے سے سرخ تھا لیکن اس کی یہ حالت ایک سکنڈ تک ہی رہی۔ دوسرے ہی لمحے اس کے خدوخال کے سے چہرے سے پھر بشاشت عیاں تھی۔ راسکولنکاف پریشان ہو گیا۔ اس کا غصہ انتہا کو پہنچ گیا اس کے باوجود حیرت ہے کہ اس نے پرافری کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سرگوشی میں بولنا شروع کیا

"میں برداشت نہیں کر سکتا کہ ـــ کہ ـــ تم مجھے اذیت دیتے رہو ـــ پریشان کرتے رہو" اس نے سرگوشی میں کہا لیکن فوراً ہی اسے احساس ہوا کہ وہ اس قابل نفرت شخص کے حکم کی تعمیل کر کے اپنے آپ کو ذلیل کر رہا ہے۔ اس احساس کے ساتھ ہی غصہ نے اسے پاگل کر دیا" مجھے گرفتار کر لو، تلاشی لے لو، جو چاہے سو کرو لیکن قانون اور قاعدے کی رو سے۔ خدا کے لئے مجھے یوں پریشان نہ کرو۔ اس چوہے بلی کے کھیل کو میں نہ تو برداشت کر سکتا اور نہ ہی تمھیں اس کی اجازت دے سکتا ہوں۔ خدا کے لئے ایسا نہ کرنا ورنہ بہت برا ہوگا۔"

"قانون اور قاعدے کی طرف سے تم بے فکر رہو" پرافری کے ہونٹوں پر وہی نفرت انگیز طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ جو راسکولنکاف کا غصہ بھڑکا دیتی تھی" میں نے ایک دوست کی حیثیت سے تمھیں یہاں بلایا تھا۔"

"مجھے تمہاری دوستی کی ضرورت نہیں۔ میں لعنت بھیجتا ہوں اس پر۔ سنا تم نے؟ اور یہ دیکھو۔ میں اپنی ٹوپی اٹھا کر جا رہا ہوں۔ اب اگر تم مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہو تو کر لو۔"

اس نے اپنی ٹوپی اٹھائی اور دروازے کی طرف چلا۔

"ارے سنو تو سہی" پرافری نے آگے بڑھ کر راسکولنکاف کا ہاتھ پکڑ لیا

ایک عجوبہ نہ دیکھو گے ؟"

وہ پہلے سے بھی زیادہ لبشاش اور کھلنڈرا نظر آرہا تھا۔ راسکولنکاف مارے غصے کے دیوانہ ہوگیا۔

"کیسا عجوبہ ؟" راسکولنکاف نے چونک کر پوچھا۔ اس کے پیر زمین گڑ سے گئے۔

"ہمارا عجوبہ اس دروازے کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے۔ ہی ہی ہی (پیرافری نے بند دروازے کی طرف اشارہ کیا)۔ ہم نے اسے اس کمرے میں بند کر رکھا ہے کہ بھاگ نہ جائے"

"کیا بلا ہے وہ ؟ ہیں! کیا ہے ؟ کہاں ہے ؟"

راسکولنکاف دیوانے کی طرح دروازے کی طرف لپکا اور اگر وہ مقفل نہ ہوتا تو اس نے دھڑام سے کواڑ کھول دئے ہوتے۔

"تالا لگا ہوا ہے بھئی۔ یہ لو کنجی" اور پیرافری نے اپنی جیب سے کنجی نکال کر راسکولنکاف کی آنکھوں کے سامنے یوں نچائی جس طرح کہ کوئی بچہ اپنا نیا کھلونا اپنے ساتھی کے سامنے نچاتا ہے۔

"بکتے ہو تم" راسکولنکاف بے قابو ہوگیا" تم جھوٹ بکتے ہو۔ ذلیل کمین، موٹے آدمی"

اور وہ پیرافری پر جھپٹ پڑا۔ پیرافری ذرا بھی خوفزدہ ہوئے بغیر چند قدم پیچھے ہٹ کر دروازے کے قریب جا کھڑا ہوا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔

"تم مجھے پریشان کر رہے ہو کہ میں عاجز آکر تمہیں اپنا راز بتا دوں۔" راسکولنکاف نے کہا۔

"ہی ہی ہی۔ میرے عزیز دوست! اب تک تم جو کچھ بتا چکے ہو اس سے

زیادہ اپنا راز اور کیا بتاؤ گے؟ تم پاگل ہو رہے ہو اور میں آخری دفعہ کہتا ہوں کہ یوں سودائیوں کی طرح چیخو مت ورنہ مجھے مجبوراً اپنے آدمیوں کو بلانا پڑے گا۔

"بکتے ہو تم ــــ بہت اچھا بلاؤ اپنے آدمیوں کو۔ تم جانتے ہو کہ میں بیمار ہوں چنانچہ قصداً مجھے مشتعل کر رہے ہو کہ میں اپنا راز ظاہر کر دوں میں سمجھتا ہوں تمھاری چالوں کو ــــ لیکن تمھارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے محض ایک بے بنیاد شک ہے اس گدھے زمیتوف کی طرح۔ تم میرے مزاج سے واقف ہو چنانچہ پہلے مجھے گھبرا دیا اور پھر اپنے حواریوں کی مدد سے مجھے چت کرنا چاہتے ہو۔ تو پھر اب کیا سوچ رہے ہو؟ بلاؤ اپنے آدمیوں کو میں بھی تو دیکھوں تمھارا دم خم۔ میں کہتا ہوں بلاؤ اپنے حمایتیوں کو"

"حمایتیوں کی کیا ضرورت ہے میرے دوست؟ اور پھر وہ بھی کیا سوچیں گے؟ اس کے علاوہ اس طرح میں تمھارے حکم کے مطابق قانون اور قاعدے کی پابندی نہ کر سکوں گا۔ مشکل یہ ہے میرے بھائی کہ تم کچھ سمجھتے نہیں۔ قاعدے قانون کہیں بھاگے نہیں جاتے" پرافری نے کہا اور پھر بند دروازے سے کان لگا دیا۔ دوسری طرف سے کچھ آوازیں آرہی تھیں۔

"تو آرہے ہیں تمھارے حواری؟" راسکولنکاف چیخا تمھارے گواہ اور کلرک۔ بہت اچھا آنے دو انھیں۔ میں تیار ہوں"

لیکن عین اسی وقت ایک ایسی عجیب بات ہوئی جو نہ صرف راسکولنکاف بلکہ پرافری کے لئے بھی خلاف توقع تھی وہ دونوں ہی دم بخود رہ گئے اور ان کی اس بحث کا خاتمہ ہو گیا۔ جس کا انجام شاید ناخوشگوار ہوتا۔

---

(۶)

بعد میں راسکولنکاف نے پرافری کے دفتر والے اس عجیب اور خلافِ توقع واقعہ کو یاد کیا تو اسے اس کی ساری تفصیلات یاد آگئیں۔ واقعہ یوں تھا۔
دروازے کے پیچھے سے آتا ہوا شور بڑھ گیا اور پھر دروازہ تھوڑا سا کھلا۔
"ہیں! یہ کیا مصیبت ہے!" پرافری غصے سے پھنکارا۔ میں نے حکم دیا تھا کہ"
ایک لمحہ تک کوئی جواب نہ ملا حالانکہ یہ بات صاف ظاہر تھی کہ دروازے کے دوسری طرف بہت سے لوگ کھڑے ہوئے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی کو جبراً پیچھے دھکیل رہے تھے۔
"کیا ہے؟" پرافری نے بے چینی سے پوچھا۔
"ہم قیدی نکولائی کو لائے ہیں" کسی نے جواب دیا۔
"اسے یہاں لانے کو کس نے کہا تھا؟ لے جاؤ اسے، یہ کیا بیہودگی ہے؟ تم سے کس نے کہا تھا اسے یہاں لانے کے لئے" پرافری غرا کر دروازے کی طرف لپکا۔
"لیکن نکولائی ....." اسی پہلی آواز نے کہنا شروع کیا لیکن کسی وجہ سے ادھر بیچ ہی میں ہی خاموش ہو گئی۔
دو سکنڈ تک، صرف دو سکنڈ تک دروازے کے دوسری طرف کچھ کشمکش ہوتی رہی۔ کسی کو ڈھکیلنے اور پھر دبی دبی گالیوں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر یکایک کوئی آدمی دھکا پیل کر کے آگے بڑھا اور دوسرے ہی لمحے ایک شخص، جس کے چہرے کا رنگ بلدی ہو رہا تھا، لڑکھڑاتا اور ہانپتا ہوا پرافری

کے دفتر میں گھس آیا۔

یہ شخص عجیب خبطی معلوم ہوتا تھا اور اپنے عین سامنے، خلا میں، یوں دیکھ رہا تھا جیسے اسے احساس ہی نہ ہو کہ اس کے سامنے کون کھڑا ہوا ہے بظاہر وہ کچھ نہ دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں پہاڑ کو پگھلا دینے والے عزم کی چمک تھی لیکن چہرہ مردے کی طرح زرد تھا اور ہر طرح کے جذبات سے عاری؛ اس کے بے رنگ ہونٹوں کے کونے کانپ رہے تھے۔ وہ کاریگروں کا سا لباس پہنے ہوئے تھا، قد درمیانہ، بدن مضبوط، چہرے کے نقوش تیکھے اور بال چھوٹے ترشے ہوئے۔ یہ شخص جوان تھا۔ وہ آدمی کو، جیسے دھکیل کر یہ جوان کمرے میں گھس آیا تھا، اندر آ گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر کی طرف گھسیٹنے لگا۔ یہ بعد میں آنے والا جیلر تھا۔ جوان نے جس کا نام نکولائی تھا، ایک جھٹکا مار کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

کئی آدمی شوق تجسس سے بے تاب ہو کر آگے بڑھے اور دروازے میں پھنس کر کھڑے ہو گئے۔ چند نے اندر گھس آنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہو گئے۔ یہ سب کچھ ایک یا دو لمحوں میں ہو گیا۔

"ہیں۔ جاؤ یہاں سے۔ ابھی تمھیں بلایا نہیں گیا ہے۔ جب باری آئے گی، تمھیں بلا لیا جائے گا۔ میں پوچھتا ہوں تم لوگ یہاں اسے کیوں لے آئے ہو؟" پرافری غصے سے بے قابو ہو گیا تھا۔ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ ان لوگوں کی آمد نے اس کی ساری تدبیریں الٹ دی ہوں۔

عین اسی وقت نکولائی پرافری کے قدموں پر گر پڑا۔

"ہیں! یہ کیا کر رہے ہو!" پرافری بھونچکا رہ گیا۔

"میں مجرم ہوں ـــــ میں گنہگار ہوں ـــــ میں خونی ہوں۔ میں خونی ہوں

نکولائی نے رک رک کر قدرے بلند آواز میں کہا۔

چند سیکنڈ تک خاموشی کا وقفہ رہا۔ ہر شخص دم بخود تھا۔ جیلر حیرت سے چند قدم پیچھے ہٹا اور دروازے سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔

"ہیں! یہ بکواس ہے!" پرافری اپنی حیرت پر قابو حاصل کر کے چیخا۔

"میں . . . . . . میں خونی ہوں۔ چند ثانیوں کے توقف کے بعد نکولائی نے کہا

"کیا ——— تم کیا ہو؟ کس کا خون کیا ہے تم نے؟" پرافری ہمہ تن پریشان تھا۔

نکولائی پھر ایک سیکنڈ تک خاموش رہا۔

"الیونا ایوانونا اور اس کی بہن لزاونا کا ——— ان دونوں کا خون میں نے کیا ہے ——— کلہاڑی سے ——— میں اندھا ہو گیا تھا ——— میرے سر پہ شیطان سوار تھا۔" اس نے کہا اور پھر خاموش ہو گیا

نکولائی اب تک پرافری کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکا ہوا تھا۔ پرافری ایک لمحہ تک خاموش کھڑا رہا جیسے اس غیر متوقع انکشاف نے اسے بوکھلا دیا ہو۔ کچھ دیر بعد وہ چونکا اور ہاتھ ہلا کر تماشائیوں کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ لوگ مکھیوں کی طرح بھنبھناتے ہوئے بکھر گئے اور پرافری کے دفتر کا دروازہ بھی بند کرتے گئے۔ پرافری نے راسکولنکاف کی طرف دیکھا جو ایک کونے میں حیران و پریشان کھڑا پھٹی پھٹی آنکھوں سے نکولائی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پرافری راسکولنکاف کی طرف بڑھا لیکن پھر ٹھہر گیا۔ اور راسکولنکاف پر سے نظریں ہٹا کر نکولائی کی طرف دیکھنے لگا۔ کچھ دیر تک وہ اس کی صورت تکتا رہا، پھر اس نے حیرانی سے راسکولنکاف کی طرف اور ایک بار پھر نکولائی کی طرف دیکھا اور ایک دم سے پلٹ کر نکولائی کی طرف

دوڑ پڑا۔

"بیوقوف گدھے" وہ نکولائی پر برس پڑا" یہ تم سے کس نے پوچھا تھا کہ اس وقت تمھارے سر پر کون سوار ہوگیا ـــ میں پوچھتا ہوں کیا تم نے ہی ان دونوں عورتوں کا خون کیا تھا؟"

"ہاں میں خونی ہوں اور ـــ اس کا ثبوت دینا چاہتا ہوں" نکولائی نے کہا

"کس چیز سے تم نے انھیں قتل کیا تھا؟"

"کلہاڑی سے ـــ وہ میں نے پہلے سے تیار رکھی تھی"

"ٹھہرو۔ جلدی مت کرو۔ ہر سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب دو ـــ ہاں تو ـــ اکیلے؟"

نکولائی پرافری کا سوال نہ سمجھ سکا۔

"ابے گدھے میں پوچھتا ہوں تم اکیلے ہی تھے یا اور بھی کوئی تھا تمھارے ساتھ؟"

"میں اکیلا ہی تھا۔ مِٹکا بے قصور ہے"

"مِٹکا کی فکر تم کیوں کر رہے ہو؟" اچھا تو یہ بتاؤ کہ اس وقت تم اور مِٹکا دھینگا مشتی کرتے صحن میں کیوں لوٹ رہے تھے؟ دربانوں نے دیکھا تھا تمھیں"

"میں قصداً مِٹکا کے پیچھے بھاگا تھا کہ لوگوں کو مجھ پر شک نہ ہو" نکولائی نے فوراً جواب دیا جیسے یہ جواب اس نے پہلے ہی سے سوچ لیا ہو۔

پرافری نکولائی کی طرف متوجہ تھا اس لئے راسکولنکاف کی موجودگی کو بھول گیا تھا۔ لیکن اب جو نظر اس کی کونے میں کھڑے ہوئے راسکولنکاف پر پڑی تو چونکا اور ذرا گھبرا بھی گیا۔

"معاف کرنا یار" وہ راسکولنکاف کی طرف بڑھا "یہ مناسب نہیں ہے کہ تم — میرا مطلب ہے اب تم جا سکتے ہو۔ میں ذرا — یعنی — کتنی عجیب بات ہے! — سر دست — او — خدا حافظ"

اور وہ راسکولنکاف کا ہاتھ پکڑ کر اسے تقریباً گھسیٹتا ہوا دروازے کی طرف لے چلا۔

"میں سمجھتا ہوں پرافری یہ تمھارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ ہے نا؟" راسکولنکاف نے کہا جو اب تک اس عجیب صورت حال کو سمجھ نہ سکا تھا البتہ اس کی ہمت اور خود اعتمادی عود کر آئی تھی۔

"اور میرے دوست خود تمھارے وہم و گمان میں بھی کب تھا؟ یہ دیکھو تمھارے ہاتھ کانپ رہے ہیں، ہی ہی ہی"

"تم بھی تو کانپ رہے ہو پرافری"

"ہاں۔ میں کانپ رہا ہوں۔ خلاف توقع بات جو ہوئی ہے"

وہ دونوں دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے تھے اور پرافری راسکولنکاف کے رخصت ہونے کا بے چینی سے منتظر تھا۔

"اور وہ تمھارا اعجوبہ؟ وہ مجھے نہ دکھاؤ گے؟" راسکولنکاف نے تلخی سے پوچھا

"افوہ! تمھارے دانت کتنے زور سے بجتے ہیں — بولتے وقت، ہی ہی ہی۔ بڑے دلچسپ آدمی ہو۔ ہی ہی ہی۔ اچھا تو — خدا حافظ"

"غالباً یہ ہماری آخری ملاقات ہے"

"یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے" پرافری بڑبڑایا اور اس کے ہونٹ جبری مسکراہٹ سے کھنچ گئے۔

جب وہ دفتر کے بیرونی کمرے کو عبور کر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ ہر شخص

کی نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں ان لوگوں میں راسکولنکاف نے "اُس مکان" کے "ان دونوں دربانوں" کو پہچان لیا جنھیں اس نے "اسی رات" اپنے ساتھ پولیس اسٹیشن چلنے کو کہا تھا۔ وہ دونوں ایک طرف منتظر کھڑے تھے۔ راسکولنکاف زینے کے قریب پہونچا ہی تھا کہ اسے اپنے پیچھے سے پرافری کی آواز سنائی دی۔ اس نے گھوم کر دیکھا۔ پرافری ہانپتا ہوا اس کی طرف بڑھا چلا آرہا تھا۔

"ایک بات رہ گئی یار! مانو نہ مانو۔ اس واردات کے متعلق تو خدا بہتر جانتا ہے فی الحال تو ایک الجھیڑا ہے جو رفتہ رفتہ سلجھ جائے گا۔ لیکن قاعدے کی رو سے مجھے پھر عدالت پر پہنچنا ہوگا چنانچہ ہماری ملاقات پھر ہوگی۔ ٹھیک ہے نا؟"

وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن کسی وجہ سے کہہ نہ سکا۔

"تو ہوگی نا ہماری ملاقات؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"تمھارے ساتھ جو کچھ ہوا اس کا مجھے افسوس ہے پرافری۔ دراصل غصے میں مجھے کچھ ہوش نہ رہا تھا۔ میں اپنی سخت کلامی کی معافی چاہتا ہوں" راسکولنکاف نے کہا۔ اب اس کی ہمت اور خود اعتمادی اس حد تک پہونچ گئی تھی کہ وہ اپنی بے تعلقی اور اطمینان ظاہر کرنے کے لئے بیتاب تھا۔

"کوئی بات نہیں۔ بھول جاؤ ان باتوں کو۔ میرا غصہ بھی یار ذرا تیز ہے۔ بڑا الجھا مزاج ہے۔ لیکن ہم پھر ملیں گے اور برابر ملتے رہیں گے۔"

"ہاں — اور ایک دوسرے کو سمجھنے اور پہچاننے بھی لگیں گے" راسکولنکاف نے کہا۔

"ٹھیک ہے" پرافری کی نظریں راسکولنکاف کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں

تو اب تم جشن سالگرہ میں شرکت کرنے جا رہے ہو ؟"

" جلوس جنازہ ہیں "

"آ ۔ ہاں ۔ بھولا ۔ جلوس جنازہ میں ۔ بہر حال اپنی خبر لو اور جلد از جلد تندرست ہو جاؤ ۔

" حیران ہوں کہ کن الفاظ میں تمھارا شکریہ ادا کروں اور کیا کہوں !" راسکولنکاف نے زینہ اترتے ہوئے گھوم کر کہا ۔ " بہر حال دعا ہے کہ خدا تمھیں اپنے مقصد میں کامیاب کرے ۔ عجیب مضحکہ خیز کام ہے تمھارا "

" مضحکہ خیز کیوں ؟ " پرافری جانے کے لئے پلٹا ہی تھا کہ اپنے کان کھڑے کر کے پھر راسکولنکاف کی طرف گھوم گیا ۔

" ظاہر ہے کہ تم نے اس بچارے نکولائی کو کتنا پریشان کیا ہوگا ، کتنی اذیتیں دی ہوں گی کہ آخر کار اس نے اقبال جرم کر لیا ۔ تم رات دن اس کے سر پر سوار رہے ہوگے اور رٹ لگائی ہوگی کہ وہی خونی ہے اور اب جبکہ اس نے اقرار کر لیا " تم اس کا " چیر پھاڑ " کرو گے ۔ تم جھوٹ بکتے ہو ۔ تم کہو گے ۔ نکولائی تم خونی نہیں ہو ۔ تم خونی ہو ہی نہیں سکتے ۔ سچ کہو نکولائی یہ سبق تمہیں کس نے پڑھایا ہے جو تم میرے سامنے دہرا رہے ہو وغیرہ وغیرہ ۔ تمھیں ماننا پڑے گا پرافری تمھارا کام بڑا مضحکہ خیز ہے " ۔

" ہی ہی ہی ۔ تو تم نے سن لیا کہ میں نے نکولائی سے کہا تھا کہ وہ کسی کا پڑھایا ہوا سبق دہرا رہا ہے ؟ "

" میں وہیں تو موجود تھا ۔

" ہی ہی ہی ۔ بڑے تیز ہو یار ۔ ہر بات ذہن نشین کر لیتے ہو خصوصاً مضحکہ خیز باتوں کو کہتے ہیں کہ ادیبوں میں جو خصوصیت صرف گوگول کو عطا

ہوئی تھی "

" ہاں گوگول کو "

" کہتے ہیں کہ یہ اس کی امتیازی خصوصیت تھی کہ وہ ہر بات اور ہر چیز کے مضحکہ خیز پہلو کو ہی دیکھتا تھا۔ اچھا خدا حافظ۔ تم سے پھر ملنے کا انتظار رہے گا۔"

" شکریہ " مجھے بھی انتظار رہے گا۔

وہاں سے راسکولنکاف سیدھا اپنے کمرے میں پہونچا وہ بے حد پریشان اور گڑبڑایا ہوا تھا۔ کمرے میں پہونچنے کے بعد وہ پورے ایک گھنٹے تک صوفے پر بے حس و حرکت بیٹھا رہا اور اپنے پریشان خیالات کو ایک مرکز پر لانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ اس نے نکولائی کے متعلق سوچنے کی کوشش نہ کی۔ اس واقعہ نے اس کا دماغ ماؤف کر دیا تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ نکولائی کا اقرار جرم ناقابل تشریح، حیران کن اور اس کی فہم سے بالاتر تھا وہ حیران تھا کہ یہ ایک دم سے کیا ہو گیا تھا! نکولائی نے خود کو خونی کیسے سمجھ لیا؟ یہ حقیقت تھی یا اس نے، راسکولنکاف نے، اس قسم کا کوئی خواب دیکھا تھا؟ یہ خواب نہ تھا۔ نکولائی نے اس کی آنکھوں کے سامنے اقرار جرم کیا تھا اور وہ جانتا تھا کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ جلد یا بدیر نکولائی کا جھوٹ ثابت ہو جائے گا اور پھر نفرت انگیز بھیڑیے راسکولنکاف کی بو سونگھتے ہوئے اپنے بھٹوں سے نکل آئیں گے۔ لیکن کم سے کم اس وقت تک تو وہ آزاد تھا چنانچہ اسے چاہیے کہ اس عرصے میں اپنے بچاؤ کی تدابیر کر لے۔ کیونکہ خطرہ قریب تھا۔

" لیکن کتنا قریب؟ صورت حال اور خود اس کی حالت رفتہ رفتہ

اس پر واضح ہو گئی، اس نے پرافری سے اپنی حالیہ ملاقات پر غور کیا تو وہ ایک بار پھر کانپ گیا ــــ بے شک وہ پرافری کے ارادوں سے واقف نہ تھا اور نہ یہ معلوم کر سکا کہ اس قابلِ نفرت آدمی کی بے سرو پا باتوں کی تہہ میں کون سے معنی پوشیدہ تھے یا وہ کیا چاہتا تھا، راسکولنکاف کو کون سے چال میں پھانسنا اور اس سے کیا کہلوانا چاہتا تھا تاہم وہ ارادی یا غیر ارادی طور پر چند باتیں ایسی کہہ گیا تھا جس سے اس کا ارادہ تھوڑا بہت ظاہر ہو گیا تھا اور یہ راسکولنکاف سے بہتر طور پر کوئی اور نہ سمجھ سکتا تھا کہ پرافری کی منصوبہ بندیاں اور اس کی "چال" راسکولنکاف کو کس خطرناک منزل تک پہونچا سکتی تھیں۔ اگر چند منٹ یہ کھیل اور جاری رہتا، اگر پرافری اسے ذرا اور اکسا دیتا تو راسکولنکاف پوری طرح سے مشتعل اور بے قابو ہو کر اپنا راز فاش کر دیتا۔ پرافری نے راسکولنکاف کا مزاج پہچان لیا تھا چنانچہ اسے یقین تھا کہ آخر میں جیت اسی کی ہوگی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بحث کے دوران راسکولنکاف نے خود اپنے آپ کو بھی خطرے میں ڈال دیا تھا تاہم اب تک حقیقت پر پردہ ہی پڑا تھا۔ راسکولنکاف گو یا جان پر کھیل جانے کے باوجود کچھ معلوم نہ کر سکا تھا۔ لیکن کیا وہ صورت حال کو صحیح طور سے سمجھ سکا تھا؟ کہیں وہ غلطی تو نہیں کر رہا؟ پرافری اسے کس طرف لے جانے کی کوشش کر رہا تھا کیا تحفہ وہ؟ عجوبہ نہ کیا حقیقت میں پرافری کسی کا منتظر تھا؟ اگر اچانک نکولائی نہ آگیا ہوتا تو وہ دونوں ایک دوسرے سے کس طرح اور کس حال میں رخصت ہوتے؟

پرافری نے تقریباً اپنے سارے پتے میز پر رکھ دئے تھے اور ایسا

"مجھے بہت غصہ آیا تھا۔ جب آپ وہاں آئے تھے اور شاید پئے ہوئے تھے اور آپ نے دربانوں سے تھانے چلنے کو کہا تھا اور کار ریگروں سے خون کے دھبوں کے متعلق پوچھا تھا۔ مجھے بہت غصہ آیا تھا کہ ان لوگوں نے آپ کو شرابی سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ اس رات میں صبح تک سو نہ سکا۔ آپ کا پتہ یاد کرکے ہم یہاں آئے اور وہاں سے آپ کا کمرہ پوچھا اس کی دہشت دور ہونے لگی تھی۔

"میں آیا تھا۔ میں نے آپ سے زیادتی کی ہے۔ گناہ کیا ہے

"تو تم اس مکان سے آئے تھے؟"

"جی ہاں۔ میں دربانوں کے ساتھ پھاٹک کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ یاد نہیں آپ کو؟ میں چرم فروش ہوں۔ اسی مکان میں میرا کارخانہ ہے۔ کھالیں صاف کرنے اور انھیں رنگنے کا کارخانہ۔ برسوں سے اسی مکان میں کام کرتا ہوں۔ سب سے زیادہ غصہ مجھے اسی بات پر آیا تھا کہ"

اور گزشتہ کل کا منظر پوری تفصیل سے راسکولنکاف کی نظروں کے سامنے آگیا۔ اس سے یاد آیا کہ دربانوں کے علاوہ بہت سے لوگ بھی، جن میں عورتیں بھی تھیں، پھاٹک کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ اسے یاد آیا کہ ان لوگوں میں سے ایک شخص نے راسکولنکاف تھانے لے جانے کا مشورہ دیا تھا۔ اس شخص کی صورت اسے یاد نہ تھی۔ چنانچہ اس وقت وہ اسے پہچان نہ سکا۔ لیکن اسے یہ ضرور یاد تھا کہ اس نے پلٹ کر اس شخص کو کوئی جواب دیا تھا۔

تو یہ حل تھا کل کے معمہ کا۔ اور اس خیال سے وہ کانپ گیا کہ ایسی معمولی سی بات سے دہشت زدہ ہوکر وہ اپنے آپکو تانون کے حوالے تقریباً کر ہی چکا

تھا۔ بڑی خیریت گزری اور نہ پھر پتا نے کچھ نہ بنتا۔ چنانچہ اس شخص نے پراٹری سے اس کے علاوہ کچھ نہ کہا کہ راسکولنکاف وہاں گیا تھا اور اس نے خون کے دھبوں کے متعلق پوچھا تھا۔ چنانچہ ظاہر ہوا کہ اس قابل نفرت پراٹری کے پاس بھی اپنی لغتی نفسیات کے علاوہ، جو بقول اس کے دودھاری تلوار ہے، کوئی ٹھوس ثبوت اور کوئی عینی گواہ نہ تھا۔ اب اگر انھیں کوئی ثبوت نہ مل سکا (اور نہ ملنا چاہئے۔ قطعاً نہیں ملنا چاہئے) تو پھر وہ راسکولنکاف کا کیا بگاڑ لیں گے؟ بفرض محال اگر انھوں نے اسے گرفتار کر بھی لیا تو وہ اس کا جرم ثابت کئے بغیر سزا کیسے دے سکیں گے؟ تو ثابت ہوا کہ پراٹری کو آج ہی بلکہ ابھی ابھی وہ فلیٹ والا واقعہ معلوم ہوا تھا اور وہ بھی اس شخص سے ورنہ وہ ٹاپتا پھرتا اور کچھ معلوم نہ کر سکتا

" تو تم ہی نے پراٹری سے کہا تھا کہ میں وہاں، فلیٹ میں گیا تھا؟" راسکولنکاف نے دفعتہً کسی خیال سے خوفزدہ ہو کر پوچھا۔

" کون پراٹری؟"

" خفیہ پولس کے محکمہ کا افسر اعلیٰ۔"

" جی ہاں ۔ میں نے ہی کہا تھا۔ وہاں نہ گئے تو مجھے جانا پڑا۔"

" آج ہی؟"

" جی ہاں ۔ آپ کے آنے سے کوئی دو منٹ پہلے میں وہاں پہونچا تھا۔ اور میں نے سب سنا۔ شروع سے آخر تک ـــــ میرے خدا! اس نے آپ کو کس قدر پریشان کیا؟"

" کیا؟ کب؟ کہاں؟"

" میں وہیں تھا صاحب۔ دوسرے کمرے میں۔"

"کیا۔ آ۔ آ۔ ہا۔۔۔ آچھ۔ چھا۔ تو وہ مجھ پہ تم ہی تھے۔ لیکن یہ سب ہوا کیسے؟ میمفی۔۔۔؟"

"جب میں نے وہاں فوراً سے تھانے جا کر اس واقعہ کی اطلاع دینے کو کہا۔ انہیں نے کہنا شروع کیا، تو وہ ٹال مٹول کرنے لگے۔ انھوں نے کہا کہ اب تو وقت گزر چکا ہے۔ اب اگر ہم وہاں گئے افسر ہم پر غصہ کرے گا کہ ہم نے اسے فوراً اطلاع کیوں نہ دی۔ چنانچہ ہمیں ہی جوتے پڑیں گے وغیرہ وغیرہ در اصل وہ وہاں جانے سے ڈرتے تھے۔ اس پر مجھے اتنا غصہ آیا کہ میں رات بھر سو نہ سکا اور فیصلہ کیا کہ جو کچھ کرنا ہے میں ہی کروں گا۔ گزشتہ کل میں نے معلوم کیا کہ مجھے اطلاع دینے کہاں جانا چاہئے اور پھر آج خفیہ پولیس کے محکمہ میں پہنچ گیا۔ پہلی دفعہ میں وہاں گیا تو وہ ۔۔۔ کیا نام لیا تھا آپ نے؟ ۔ رازی؟ ۔۔۔ وہاں نہ تھا۔ ایک گھنٹہ بعد پھر گیا تو وہ موجود تھا لیکن اتنا مصروف تھا کہ مجھ سے مل نہ سکا۔ میں تیسری دفعہ وہاں پہنچا اور اس دفعہ مجھے فوراً ہی اندر بلا لیا گیا۔ میں نے اسے پورا واقعہ سنا دیا۔ تب وہ کمرے میں ٹہلتا اور اپنے سینے پہ ہاتھ مارتا رہا۔ "بے وقوف!! اب کہنے آئے ہو؟ اگر پہلے سے پتہ چل جاتا تو میں اس کو اسی وقت گرفتار کر لیتا" اس نے پھنکار کر کہا۔ پھر وہ بھاگا بھاگا کمرے کے دروازے پہ پہونچا۔ وہاں سے اس نے کسی کو آواز دی اور پھر بہت دیر تک اس سے کھسر پھسر کرتا رہا۔ وہ پھر میرے پاس آیا اور طرح طرح سے دھمکا کر مجھ سے الٹے سیدھے سوالات پوچھتا رہا۔ میرے خدا! ایسی ایسی دھمکیاں دی ہیں کہ مجھے تو خدا کی قسم ٹھنڈے پسینے چھوٹ گئے اور میں نے مارے خوف کے اس سے سب کچھ کہہ دیا۔ اور یہ بھی کہہ دیا کہ کل جب میں نے آپ کو "خونی" کہا تو آپ بوکھلا گئے اور کوئی

جواب نہ دے سکے۔ جناب! اب تو وہ دیوانوں کی طرح کمرے میں دوڑنے اور اپنا سینہ کوٹنے لگا اس کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا اور جیسے جیسے اس کا غصہ بڑھ رہا تھا اتنی ہی تیزی سے وہ کمرے میں دوڑ رہا تھا۔ باؤلے کتے کی طرح اسی وقت کسی نے پکار کر کہا کہ آپ آئے ہیں اور اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ فوراً ہی رازی نے مجھے دوسرے کمرے میں چلے جانے کو کہا۔ "اس کمرے میں بیٹھو جاکر" وہ بولا۔ اور دیکھو کتنا ہی شور و غل کیوں نہ سنو اپنی جگہ سے نہ ہلنا ورنہ پچھتاؤ گے"۔ اس نے دوسرے کمرے میں ایک کرسی رکھوا دی میں وہاں جاکر اسی کرسی میں بیٹھ گیا تو رازی نے دروازہ بند کر کے باہر سے مقفل کر دیا" ہو سکتا ہے"۔ اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے تمہیں باہر باہر بلانے کی ضرورت پڑ جائے"۔ اور جب لوگ نکولائی کو لائے اور آپ چلے گئے تو رازی نے مجھے کمرے سے نکالا اور کہا" اس وقت تم جاؤ۔ میں پھر کبھی تمہیں طلب کر دوں گا۔"

"تمہاری موجودگی میں اس نے نکولائی سے کچھ پوچھا تھا؟"

"نہیں جناب۔ جس طرح آپ کو اس نے باہر کر دیا تھا اسی طرح مجھے بھی کمرے سے نکال باہر کیا۔ اس کے بعد اس نے نکولائی سے کچھ پوچھا ہو تو معلوم نہیں۔"

اجنبی خاموش ہو گیا اور ایک بار پھر اس نے جھک کر راسکولنکاف کے قدم چھو کر انگلیاں اپنے ماتھے سے لگائیں۔

"مجھے معاف کر دیجیے" وہ بولا "میں نے آپ پر جھوٹا الزام لگایا تھا اور آپ کو پریشان کیا تھا۔"

"میں نے معاف کیا۔ خدا بھی تمہیں معاف کرے۔"

اجنبی پھر جھکا لیکن نہ اتنا کہ اس کی انگلیاں فرش تک پہنچ سکیں۔ اسی طرح جھکے جھکے وہ چند قدم ہٹ کر پلٹا اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا کمرے سے باہر چلا گیا۔

"کوئی بات صاف نہیں ہے ۔۔۔ ا۔۔۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ دو دھاری تلوار کس طرف کاٹ کرتی ہے۔ پرانزری! دوست! میدان میرے ہاتھ ہے اب میں جاری رکھوں گا۔ اب میں سمجھ لوں گا۔

وہ کمرے سے باہر آیا اور جب وہ زینہ اتر رہا تھا تو اسے اپنی پچھلی پریشانی اور بزدلی پر غصہ آ رہا تھا۔

"اب میں سمجھ لوں گا" وہ بڑبڑایا۔

پانچواں باب

(۱)

دونیہ اور اس کی ماں سے لزہن کی جو فیصلہ کن بحث ہوئی تھی اس کا اثر اس پر بے حد ناخوشگوار ہوا تھا۔ دوسرے دن کا سورج اس کے لئے اداسیوں اور مایوسیوں کا پیغام لے کر طلوع ہوا۔ لزہن کا مزاج بگڑا ہوا اور وہ خود جھنجھلایا ہوا تھا۔ جو ہونا چاہیئے تھا، بلکہ اس کے خیال میں جو ہو ہی نہ سکتا تھا وہ ہو چکا تھا۔ اس کے تکبّر کا زخمی سانپ مات بھر پھنکارتا

اور اس کے مغرور دل کو ڈستا رہا تھا۔ صبح اٹھتے ہی اس نے پہلا کام یہ کیا کہ آئینے کے سامنے جا کھڑا ہوا اور اپنے عکس کو تنقیدی نظر سے دیکھتا رہا۔ اسے خوف تھا کہ راتوں رات کہیں وہ یرقان میں مبتلا نہ ہو گیا ہو۔ بہر حال جہاں تک اس کی صحت کا تعلق تھا اس میں کہیں کوئی خرابی نہ تھی۔ اس منحوس سانحہ نے اس کی نیند تو بے شک حرام کر دی تھی لیکن اس کی صحت پر اثر انداز نہ ہوا تھا۔ بہت دیر تک اپنے رعب دار اور بے داغ چہرے کو، جس پر پچھلے کچھ عرصہ سے موٹاپا چھانے لگا تھا، دیکھنے کے بعد اس نے اطمینان کا سانس لیا اور سوچا کہ وہ اپنے لئے دوسری لڑکی تلاش کرے گا جو بہر حال دونیہ سے بہتر ہوگی۔ اس خیال نے گھڑی بھر کے لئے لذہن کا غم غلط کر کے اسے خوش کر دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے اسے وہ سانحہ یاد آ گیا جس نے نہ صرف اس کی زندگی میں زہر گھول دیا بلکہ اس کی خودداری کو بھی خاک میں ملا دیا تھا وہ بے چین ہو گیا اور سر گھما کر غصے اور نفرت سے دیوار پر تھوک دیا۔ اس کی اس حرکت پر اس کا نوجوان دوست آندرے سیمانووچ لیبازنتکاف مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ لذہن اپنے اسی دوست کے ساتھ مقیم تھا۔ اس کی یہ مسکراہٹ بڑی ہی تلخ تھی۔ لذہن کو اپنے دوست کی یہ مسکراہٹ بہت بری معلوم ہوئی۔ پچھلے چند دنوں سے لذہن کو اپنے دوست کی کئی ایک باتیں بہت بری معلوم ہو رہی تھیں لیکن وہ خاموش تھا حالانکہ ارادہ کر چکا تھا کہ وقت آنے پر وہ اپنے دوست کو اس کی گستاخیوں کی سزا دے گا اور اس کی حالیہ مسکراہٹ کو بھی لذہن نے اس کی گستاخیوں کی فہرست میں شامل کر لیا تھا۔ آندرے کو اپنی پچھلی گستاخیوں اور اس مسکراہٹ کے لئے جس نے لذہن کے دل پر برچھے چلا دئے تھے اس کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ اب اسے اس بات پر سخت غصہ آیا

کہ اس نے گذشتہ روز کی ملاقات اور اس کے نتیجے سے آندرے کو آگاہ کر کے سخت غلطی کی تھی۔ اسے ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔ یہ دوسری غلطی تھی جو غصے کی جھنجھلاہٹ اور جوش کے عالم میں اس سے گذشتہ رات سرزد ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ خدا جانے وہ کیسی صبح تھی کہ ایک کے بعد ایک ناخوشگوار واقعات ہو رہے تھے۔ حتیٰ کہ ہائی کورٹ کے اس مقدمے میں بھی، جس کی وہ پیروی کر رہا تھا، رکاوٹ پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ لزہن کے غصے کا باعث وہ نالائق مکان مالک بھی تھا جس کا ایک فلیٹ اس نے لزہن نے اپنی قریب الوقوع شادی کے پیش نظر کرائے پر لیا تھا اور خود اپنے خرچ سے بالکل نئے فیشن کے مطابق خوب سجایا تھا۔ اب وہ کمبخت جرمن مکان مالک، جو دولت مند بن گیا تھا، لزہن کو آسانی سے چھوڑنا نہ چاہتا تھا۔ وہ اس قرارداد کے مطابق جس پر چند دن پہلے ہی اس کے اور لزہن کے دستخط ہوئے تھے اس بات پر اڑا ہوا تھا کہ لزہن اس کے نقصان کی تلافی پوری طرح کر دے حالانکہ لزہن نے سب سے سجا سجایا کمرہ اسے لوٹا رہا تھا لیکن وہ حریص جرمن ٹس سے مس نہ ہوتا تھا اور فرنیچر فروش بھی اس رقم میں سے ایک روبل بھی واپس دینے کو تیار نہ تھا جو لزہن نے پیشگی ادا کی تھی حالانکہ فرنیچر اب تک فلیٹ میں پہنچایا نہ گیا تھا اور دکان میں پڑا ہوا تھا۔

"یہ تو ایسا ہی ہوا کہ نعل کے لئے گھوڑا خریدا جائے۔ کیا واقعی مجھے فرنیچر کی خاطر شادی کرنی پڑے گی؟" لزہن نے دانت پیس کر سوچا۔ اور دفعتہً اس کے دل میں امید کی شعاع رینگ آئی۔ کیا واقعی ساری باتوں کا فیصلہ ہو گیا تھا؟ کیا اب کوئی امید نہ تھی؟ کیا اب کچھ نہ ہو سکتا تھا؟ — دونیہ کی یاد نے اسے بے قرار کر دیا۔ اگر وہ ایسی گھڑی ہو جسے "آشا کی آن" کہا جاتا ہے اور

جس میں آدمی کی کوئی خواہش فوراً پوری ہو جاتی ہے تو اسی وقت لذہن
راسکولنیکاف کی موت کی آرزو کرتا۔

" در اصل غلطی میری ہی تھی کہ میں نے انہیں روپیہ نہ دیا تھا۔ اس
نے آندرے کے کمرے میں واپس آتے ہوئے سوچا" خدا جانے یہ سالا کنجوس
یہودی کیوں بن گیا تھا؟ یہ بے حد غلط قسم کی کفایت شعاری ہے۔ اور میں نے
ایسا کیوں کیا؟ محض اس لئے کہ میں انہیں احساس دلانا چاہتا تھا کہ میں تنہا
ہی ان کا نجات دہندہ اور رازق ہوں۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جال میں
پھنسی ہوئی مچھلی نکل گئی۔ افوہ! بدن پر چیتھڑے لٹک رہے ہیں کمبختوں کے
لیکن غرور اور خودداری کا یہ حال! اگر میں نے کم از کم ڈیڑھ سو روبل ان
ماں بیٹی پر خرچ کئے ہوتے ۔۔ مثلاً دلہن کے لئے فوق البھڑک جوڑا بنوا
دیا ہوتا جو وقتاً فوقتاً تحائف دئے ہوتے، چھوٹی چھوٹی آرائشی چیزیں اور
زیورات وغیرہ خرید دئے ہوتے تو شاید آج میری یہ حالت نہ ہوتی۔
اس طرح ان پر میری گرفت بھی مضبوط ہو جاتی اور پھر وہ اتنی آسانی سے
انکار نہ کر سکتے۔ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر ذرا سا احسان کیا جاتا ہے
تو وہ فرش تک جھک جاتے ہیں۔ اس کے بعد اگر ماں بیٹی ایسی اکڑ دکھا کر منگنی
توڑتے تو پھر میرا سارا روپیہ لوٹانے پر مجبور ہوتے اور یہ بات ان کے
لئے بڑی مشکل ہوتی۔ قدرتی بات ہے کہ ہاتھ آئی ہوئی چیز واپس دینا کوئی
بھی پسند نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ ضمیر کی ملامت ان کی زندگی عذاب کر دیتی
صاف بات ہے کہ ہم ایسے سخی مرد کو کیسے ٹھکرا سکتے ہیں؟ ۔۔ ہم ۔۔ یہاں میں
نے فاش غلطی کی ہے۔

اور یہاں لذہن نے دانت پیس کر اپنے آپ کو احمق کا خطاب عطا کیا۔ بلند آواز

میں نہیں ۔ لیکن دل ہی دل میں اس نے اپنے آپ کو کئی دفعہ احمق اور الّو کا پٹھا کہا ۔

وہ غصّے میں بھنبھناتا اور پہلے سے کئی گنا زیادہ بے چین گھر لوٹا ۔۔۔ کیتارینا کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے دیکھا کہ وہاں طعامِ میّت کی تیاریاں ہو رہی تھیں ۔ ان تیاریوں نے اس کے شوقِ تجسّس کو ابھار دیا تھا کہ اسے یاد آیا کہ شاید اسے بھی طعامِ میّت میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی ۔ لیکن گزشتہ کل وہ اپنے خیالات میں اتنا الجھا ہوا تھا کہ اس نے اس دعوت پر غور کیا ہی نہ تھا ۔ کیتارینا اپنے شوہر کے جنازے کے ساتھ قبرستان گئی ہوئی تھی اور اس کی غیر موجودگی میں مادام لیپاوِشل کھانے کی میز سجا رہی تھی ۔ لذ ہن نے آگے بڑھ کر اس سے طعامِ میّت کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ بڑی شاندار دعوت ہو گی ۔ سارے کرائے داروں کو مدعو کیا گیا تھا جن میں سے چند لوگ ایسے تھے جو مرحوم کو جانتے تک نہ تھے ۔ اس نے لذ ہن کو مطلع کیا کہ آندرے سمانوویچ بوبازتنکاف کو بھی مدعو کیا گیا تھا حالانکہ اس میں اور کیتارینا میں کسی بات پر ان بن ہو گئی تھی لیکن شادی اور غمی کے موقعوں پر جھگڑوں پر خاک ڈال دی جاتی ہے ۔ صرف اسے ہی، یعنی لذ ہن کو دعوت نہیں دی گئی تھی لیکن سب چاہتے تھے کہ وہ بھی شرکت کرے کیونکہ تمام کرائے داروں میں تنہا وہی "تعلیم یافتہ"، مہذّب اور عظیم تھا ۔ سخت اور پرانے جھگڑے کے باوجود امالیا ایوانونا کو بھی مدعو کیا گیا ۔ اور اسی لئے وہ (مادام لیپاوِشل) اس قدر مصروف تھی کہ اسے سر کھجانے کی فرصت نہ تھی ۔ پھر وہ بہت زیادہ خوش بھی تھی ۔ اس کے علاوہ وہ اپنی سب سے عمدہ اور لس لس کرتی ہوئی ریشم کی کالی اور نئی پوشاک پہنے ہوئے تھی ۔ اور دوڑ دوڑ کر میز پہ کھانے چن رہی

تھی۔ ان تمام تیاریوں نے لذ ہن کو کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا اور اسے ایک نیا اور انوکھا خیال سوجھ گیا۔ وہ کسی سوچ میں مگن اپنے، بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ آندرے کے کمرے میں داخل ہوا۔ اسے پتہ چلا تھا کہ راسکولنکاف بھی مہمانوں میں شامل ہوگا۔

آندرے ساری صبح اپنے کمرے میں ہی رہا تھا۔ اس نوجوان کے ساتھ لذ ہن کا سلوک کچھ عجیب سا تھا حالانکہ لذ ہن کی فطرت کے عین مطابق تھا۔ جس دن سے اس نے آندرے کے ساتھ سکونت اختیار کی تھی تقریباً اسی دن سے وہ اپنے اس دوست کو نفرت اور حقارت کی سی نظر سے دیکھتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس سے ڈرتا بھی تھا۔ کچھ یہ بات نہ تھی کہ پیٹرس برگ آنے کے بعد لذ ہن نے محض کنجوسی کی بنا پر آندرے کے یہاں قیام کیا تھا۔ حالانکہ دیکھا جائے تو یہاں قیام کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی تھی لیکن دوسری اور اہم وجہ یہ تھی کہ اس نے سنا تھا کہ آندرے، جو کبھی لذ ہن کے زیر نگرانی رہا تھا، بیحد ترقی پسند بن گیا تھا اور نوجوانوں کی ان جماعتوں کا سرگرم رکن تھا جن کے عجیب و غریب کارناموں کی داستانیں دیہاتوں اور قصبوں میں دیو مالا کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اندرے کی ان سرگرمیوں سے لذ ہن مرعوب ہو گیا تھا۔ ان جماعتوں کے کارناموں، جس کا کام امر کے پول کھولنا تھا، لذ ہن کو سہما دیا تھا۔ یہ جماعتیں طاقتور اور ہمہ بیں تھیں اور کسی کا راز ان سے پوشیدہ نہ تھا۔ منکر مذہب و اخلاق یہ نوجوان، جنھیں شاید "نہلسٹ" کہا جاتا تھا، بڑے بے دھڑک تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ، لذ ہن ان سرپھرے نوجوانوں کا مقصد سمجھنے سے قاصر تھا۔ لیکن اس نے ان کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا اور میں خیال سے خوفزدہ تھا کہ کہیں اس وہ اس کا بھی پول کھول کر اسے "رسوا" کر دیں۔ اس کی بے چینی

اس لیے بھی تھی کہ وہ پیٹرس برگ میں اپنا کاروبار منتقل کرنا چاہتا تھا لیکن
ان سر پھرے نوجوانوں سے سہما ہوا تھا۔ چند سال پہلے، جب وہ دنیا میں اپنا
مقام حاصل کر رہا تھا، اس قسم کے دو واقعات یکے بعد دیگرے خود اس کے
سامنے ہو گئے تھے۔ لذہن کو قصبے کے دو عزت دار اور بارسوخ آدمیوں
کو، جن کی سرپرستی میں لذہن دنیا میں اپنا مقام حاصل کر رہا تھا سرعام ذلیل
و رسوا کیا گیا تھا اور وہ بھی بڑی بے دردی سے۔ تذلیل کا پہلا واقعہ بڑا ہی
شرمناک تھا۔ اس عزت دار آدمی کو بیچ بازار گالیاں دی گئیں اور اس پر
حملہ کیا گیا۔ اور دوسرا واقعہ بے حد پریشان کن تھا۔ چنانچہ یہ بھی وجہ تھی کہ
لذہن پیٹرس برگ میں منتقل ہونے سے پہلے اس گڑبڑ کی صحیح وجہ معلوم کرنا
چاہتا تھا اور اس نے یہ بھی سوچا تھا کہ اگر ضرورت ہوئی تو اس نئی پود کی
روداد حاصل کر کے ان غیر متعین حالات کی تہہ تک پہنچ جائے گا۔ اور
اس کام کے لیے اس کی نظر انتخاب آندرے پر پڑی تھی اور اسے یقین
تھا کہ یہ نوجوان اس کی الجھن دور کر دے گا۔ چنانچہ راسکولنکاف سے ملنے
جانے سے پہلے وہ چند لفظوں میں آندرے پر یہ ظاہر کر چکا تھا کہ وہ حالات
سے بے خبر نہ تھا۔ البتہ لذہن کو چند معتبر ذرائع سے معلوم ہو گیا کہ آندرے
نہایت ہی ذلیل قسم کا بیوقوف آدمی ہے۔ لیکن اس انکشاف سے بھی لذہن مطمئن
نہ ہوا۔ اگر یہ بات بھی ظاہر ہو جاتی کہ ساری کا ساری نہلسٹ آندرے کی طرح
ہی بے وقوف ہیں تب بھی اس کی بے چینی میں کوئی کمی واقع نہ ہوتی۔ دراصل
لذہن کو ان نظریات اور منصوبوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی جنہیں آندرے
لذہن کو مرعوب کرنے کے لیے، بڑھا چڑھا کر بیان کیا کرتا تھا۔ اس کے
پیش نظر صرف ایک ہی مقصد تھا اور وہ یہ کہ پیٹرس برگ میں جو کچھ ہو رہا تھا

اس کی حقیقت لند ہن جلد از جلد معلوم کرنا چاہتا تھا۔ ان سر پھرے نوجوانوں کی قوت کتنی ہے؟ یہ لوگ کچھ کر بھی سکتے تھے یا محض دشتی ہنگامے مچا رہے ہیں؟ کیا اسے دلندہن کو ان لوگوں سے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے؟ اگر وہ اپنے مقصد کے لئے کوئی کار عظیم انجام دے تو کیا یہ لوگ اسے سر عام رسوا کر سکتے ہیں یا کر رہیں گے؟ اور اگر وہ اس کی ذات پر اور اس کی عزت پر اور اس کے رسوخ پر ضرب لگا سکتے ہیں تو کس طرف سے اور کیوں؟ اور سب سے اہم بات تو یہ کہ کیا لندہن اپنی خداداد قابلیت کے بل بوتے پر ان کی جماعت میں داخل ہو کر اور ان کا اعتماد حاصل کر کے ان کی جڑیں کھود سکتا ہے؟ کیا انہی کے ہتھیار ان کے خلاف استعمال کیلئے جا سکتے ہیں؟ کیا وہ ایسا کر سکتا ہے کیا ایسا کرنا مناسب ہو گا؟ کیا ان کی حمایت سے اسے کوئی ذاتی فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ یہ اور ایسے ہی سینکڑوں سوالات اسے پریشان کر رہے تھے جن کے جواب جلد از جلد حاصل کرنا بے حد ضروری تھا۔

آندرے چھوٹے سے قد کا اور یرقان زدہ سا نوجوان تھا۔ اسے اپنی بڑی بڑی اور ریشمی مونچھوں پر ناز تھا وہ کسی دفتر میں کلرک تھا اور ہمیشہ آشوب چشم میں مبتلا رہتا تھا۔ صاف گو، نرم دل لیکن بے حد خود اعتماد وہ اپنی لمبی چوڑی تقریروں سے، جو اس کی پست قامتی کے مقابلے میں مضحکہ خیز معلوم ہوتی تھیں، لوگوں پر رعب جمانے کی کوشش کرتا تھا۔ اسے اپنی قوت بیان پر بڑا گھمنڈ تھا۔ ایملیا ایوانووچ اپنے اس کرائے دار سے بے حد خوش تھی اور اس کا بہت زیادہ احترام کرتی تھی کیونکہ وہ باقاعدہ اور ٹھیک وقت پر کرایہ ادا کرتا تھا اور دوسرے کرایہ داروں کی طرح شراب پی کر اودھم نہ مچاتا تھا۔ آندرا تھوڑا سا بے وقوف ضرور تھا اور لبنرلسٹوں

اور خوش شمامت برداشت کر لیا تھا کیونکہ یہ بھی بہرحال اس کی وسیع النظری کی تعریف ہی تھی۔

اس صبح لذہن نے کسی فوری ضرورت کی وجہ سے پانچ فی صد کی چند ہنڈیاں بھنا کر روپیہ حاصل کیا تھا اور اب وہ میز کے سامنے بیٹھا نوٹوں کی گڈیاں اور گڈیوں کے ڈھیر گن رہا تھا آندرے، جو مفلس قلاش تھا، کمرے میں ٹہل رہا اور میز پر پھیلی ہوئی نوٹوں کی گڈیوں کو بظاہر نفرت و حقارت سے دیکھ رہا تھا۔ لذہن جانتا تھا کہ یہ محض بناوٹ ہے روپے کو کوئی بھی شخص نفرت و حقارت سے دیکھ ہی نہیں سکتا۔ روپے سے نفرت اس کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتی تھی۔ اور آندرے سوچ رہا تھا لذہن واقعی اسے حقیر سمجھتا ہے اور اس وقت نوٹوں کی گڈیاں میز پر پھیلا کر اسے، یعنی آندرے کو یہ یاد دلا رہا ہے کہ اس میں اور لذہن میں زمین آسمان کا فرق ہے اور یہ کہ آندرے اپنی حیثیت نہ بھولے۔

اس صبح لذہن غیر معمولی طور پر پریشان اور دل برداشتہ تھا اور آندرے اپنے پسندیدہ موضوع یعنی کمیونوں کی "تشکیل" پر تقریر جھاڑ رہا تھا لیکن لذہن بڑی بے توجہی سے سن رہا اور کبھی کبھی نفرت سے "اونہہ" کر دیتا تھا یا میز پر انگلیوں سے طبلہ بجانے لگتا تھا۔ آندرے کے خیال میں اس کے دوست کی حالیہ بیزاری کا سبب وہ صدمہ تھا جو دونیہ سے نسبت ٹوٹ جانے کی وجہ سے اس کے دل کو پہونچا تھا اور وہ شاید اسی موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا تھا اور آندرے نے اپنے دوست کو تسلی دینے کے لئے ایک بے حد پر اثر تقریر بھی تیار کر لی تھی۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنی تقریر شروع کرتا لذہن نے کہا :-

"کچھ کھانے کھلانے کے انتظامات ہو رہے تھے وہاں؟ —— وہ اس بیوہ کے یہاں؟"

"ایں تو کیا تم بھول گئے؟ اس قسم کی فضول رسومات کے متعلق میں نے گزشتہ رات ہی تو تمھارے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ سنا ہے کہ اس نے تمھیں بھی مدعو کیا ہے۔ کل تم اس سے باتیں کر رہے تھے ——"

یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ بے وقوف عورت وہ ساری رقم، جو اس نے ایک دوسرے بیوقوف راسکولنکاف سے حاصل کی ہے اس دعوت پر لگا دے گی۔ یہاں آتے وقت میں نے یونہی اس کے کمرے میں جھانک لیا تھا۔ اس دعوت کی تیاریاں دیکھ کر میں تو حیران رہ گیا۔ نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی اور قیمتی شراب منگوائی ہے اس نے اور بہت سے لوگوں کو مدعو کیا ہے یہ حماقت کی انتہا ہے۔ لذیزنا نے کہا کسی خاص وجہ سے وہ اس موضوع پر اپنے دوست سے کھل کر گفتگو کرنا چاہتا تھا "کیا کہا تھا تم نے کہ مجھے بھی مدعو کیا گیا ہے؟ مجھے تو یاد نہیں۔ بہر حال میں نہ جاؤں گا۔ اور کیوں جاؤں اس بیوہ کا نہ تو میں عزیز ہوں اور نہ ہی اس کے مرے ہوئے شوہر سے میرے تعلقات تھے۔ گزشتہ کل بیوہ سے باتیں کرتے ہوئے میں نے یوں ہی کہہ دیا تھا کہ چونکہ وہ ایک سرکاری ملازم کی نادار بیوہ ہے اس لئے اسے اپنے شوہر کی ایک سال کی تنخواہ گرانٹ کے طور پر مل سکتی ہے۔ بس سمجھتا ہوں اسی لئے اس نے مجھے دعوت دی ہے۔ ہی ہی ہی ہی"

"میرا بھی ارادہ جانے کا نہیں" آندرے نے کہا۔

"میرا تو مشورہ یہی ہے کہ نہ جاؤ۔ اور سچ پوچھو تو —— پہلے تو پیٹنا پھر دعوت میں شرکت کرنا —— یہ تو ذرا مزے کی ہی بات ہے۔ ہی ہی ہی۔

"کس نے کس کو پیٹا ؟" آندریے نے چیخ کر پوچھا۔ لذہن کی اس چوٹ سے وہ تلملا گیا تھا اور اس کا چہرہ بھی شرم سے سرخ ہو گیا تھا۔

"بھول گئے ؟ اب ایک مہینہ نہیں ہوا کہ تم نے کیتارینا کو پیٹا تھا میں نے بھی یہ ابھی کل ہی سنا ہے ! تو یہ ہیں تمھارے ترقی پسند کارنامے اور وہ عورتوں کے متعلق تمھارے بے حد اعلیٰ خیالات کیا ہوئے ؟ سب بناوٹ۔ یا اس وقت تم اپنے "انسانیت دوست" خیالات کو بھول گئے تھے؟ ہی ہی ہی۔ اور لذہن بے حد مطمئن ہو کر میز پر طبلہ بجانے لگا۔

"یہ سب جھوٹ ہے۔ بکواس ہے۔ آندریے چیخا کیونکہ وہ اس واقعہ کی یاد دہانی سے خوفزدہ ہو جاتا تھا" دراصل لوگوں نے بات کا بتنگڑ بنا دیا ہے۔ میں خواہ مخواہ بدنام کیا گیا ہوں۔ بات صرف اتنی تھی کہ میں اپنا بچاؤ کر رہا تھا۔ ابتدا کیتارینا کی طرف سے ہوئی تھی۔ پاگل عورت ہے میں تو خاموش کھڑا تھا، وہی مجھ پر جھپٹ پڑی اور مجھے دیوانی بلی کی طرح، نوچنے گھسوٹنے لگی۔ وہ جناب اس نے اپنے ناخنوں سے میرے لباس کے چیتھڑے اڑا دیئے۔ اب اس سے تو تمہیں بھی انکار نہ ہوگا کہ ہر شخص کو اپنے بچاؤ کا حق حاصل ہے۔ اگر وہ خاموش کھڑا پٹتا رہا تو اس کے جیسا گدھا دنیا میں اور کوئی نہ ہوگا۔ میں کسی بھی قسم کے بے جا تشدد کا سخت مخالف ہوں۔ بہر حال میں نے صرف یہ کیا کہ اس دیوانی عورت کو ذرا پیچھے ڈھکیل دیا اور بس۔

"ہی ہی ہی۔ لذہن تلخ طنز سے ہنسا۔

"تم دراصل مجھے غصہ دلانا چاہتے ہو۔ کیونکہ اس وقت تم خود مشتعل اور دل شکستہ ہو۔ تمھاری حالت دم کٹی لومڑی کی سی ہے لیکن یہ سب

بکواس ہے اور یہ بھی سن لو اس واقعہ کا تعلق "عورتوں کے حقوق" وغیرہ سے قطعی نہیں۔ در اصل تم میری بات سمجھے نہیں یا سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ میرا مطلب یہ تھا کہ عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق حاصل ہوں حتیٰ کہ جسمانی قوت میں بھی وہ مردوں کے برابر ہوں لیکن پھر میں نے سوچا کہ یہ جسمانی قوت کی برابری کا سوال تو حماقت ہے کیونکہ مستقبل کا سماج ایسا مکمل ہوگا کہ اس میں لڑائی جھگڑے ہوں گے ہی نہیں چنانچہ عورتوں اور مردوں کی جسمانی قوت کی برابری کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ لیکن یہ مستقبل کی باتیں ہیں۔ حال کا یہ ہے کہ ابھی تو لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں اور — لیکن گولی مارو اس بحث کو — لعنت ہے یار — تمھارے ساتھ بحث کرکے میں خواہ مخواہ الجھ جاتا ہوں — یہ نہ سمجھنا کہ میں اس جھگڑے کی وجہ سے دعوت میں شریک نہیں ہو رہا۔ البتہ اپنے اصولوں کی وجہ سے میں وہاں نہیں جارہا۔ طعام میت اور اس قسم کی دوسری رسومات واہیات اور لغو ہیں۔ نری توہم پرستی ہے افسوس ہے کہ اس دعوت میں مذہب کے ٹھیکیدار راہب نہ ہوں گے۔ اگر وہ ہوتے تو میں ضرور جاتا۔"

"تو ظاہر ہوا کہ تم پرلے درجہ کے بے مروت اور احسان فراموش ہو۔ تم اپنے مخلص میزبانوں کا مذاق اڑانے اور ان کے دکھے ہوئے دلوں کو مجروح کرنے کی غرض سے اس دعوت میں شریک ہوتے۔ کیوں؟ واہ! کیا شرافت ہے۔ کیا ترقی پسندی ہے۔ اور دعویٰ ہے انسان دوستی کا آفریں ہے۔"

"تم پھر غلط سمجھے۔ میں ان کا مذاق اڑانے کی غرض سے نہیں بلکہ احتجاج کرنے دعوت میں شرکت کرتا اور یہ بھی کسی ذاتی پرخاش سے نہیں بلکہ نیک نیتی

سے کرتا ۔ اپنے مقاصد کو مشتہر کرنا ہر ایک کا فرض ہے ۔ یوں خاموش بیٹھے رہنے سے تو کوئی تمھارے مقاصد سے واقف نہ ہوگا ۔ اور اس کے لئے اگر سختی اور بے رحمی کا مظاہرہ بھی کیا جائے تو یہ بھی روا ہے ۔ میں اپنے خیال کا ایک ننھا سا بیج وہاں رکھ آتا اور پھر شاید اس بیج سے ایک پودا پھوٹتا جو آگے چل کر شاید ایک تناور درخت بن جاتا ۔ اب تم ہی کہو یہ مذاق اڑانا ہوا ؟ بے شک ابتدا میں میری باتیں ان لوگوں کو بری معلوم ہوتیں ۔ وہ خفا بھی ہوتے ۔ مجھے کوستے بھی اور گالیاں بھی دیتے لیکن رفتہ رفتہ حقیقت ان پر واضح ہو جاتی کہ میں نے ان کی ایک ناقابل فراموش خدمت انجام دی ہے اور احسان کیا ہے ان پر ۔ مثال کے طور پر میں مس مار بونا کو پیش کر سکتا ہوں جو اب ہماری جماعت کی سرگرم رکن ہیں ۔ ان کی طرف ہر طرف سے انگلیاں اٹھ رہی تھیں ۔ اس پر کیچڑ اچھالا جا رہا تھا ۔ لوگ اسے نفرت اور حقارت سے دیکھ رہے تھے کیونکہ وہ اپنے خاندان کو چھوڑ کر اپنی پسند کے مرد کے ساتھ رہنے لگی تھی ۔ اس نے اپنے والدین کو صاف صاف لکھ دیا تھا کہ وہ دقیانوسی اور رسوم کی غلام نہیں ہے اس لئے اپنے محبوب کے ساتھ جا رہی ہے ۔ کہتے ہیں کہ خط کا لہجہ سخت تھا اور توہین آمیز تھا ۔ اسے کم سے کم اپنے والدین کی بزرگی کا لحاظ کرنا چاہئے تھا ۔ اسے نرمی اور شائستگی سے خط لکھنا چاہئے تھا ۔ لیکن میں کہتا ہوں یہ بکواس ہے ۔ احتجاج کرنے میں نرمی اور شائستگی کا کوئی گزر نہیں اور نہ ہو سکتا ہے ۔ احتجاج کے لئے درشت لہجہ اشد ضروری ہے ۔ مسز وارمیس کی مثال سامنے ہے اس کی شادی کو سات برس ہو گئے لیکن اس نے اپنے دونوں بچوں کو بلا تامل چھوڑ

دیا اور اپنے شوہر کو صاف لفظوں میں لکھ دیا کہ میں تمھارے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی کیونکہ آج تک مجھ سے یہ بات چھپائی گئی کہ "کمینون" نامی ایک جماعت ہے جو ہمارے حقوق کی حامی ہے۔ اس کے لئے میں تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ ایک بھلے آدمی نے، جس کو میں اپنا سب کچھ دے چکی ہوں مجھے یہ بات بتائی۔ اب میں اس بھلے آدمی کے ساتھ ہوں اور جماعت کی سرگرمیوں میں حصّہ لے رہی ہوں۔ میں یہ باتیں صاف صاف اس لئے کہہ رہی ہوں کہ تمھاری طرح بے ایمان نہیں ہوں۔ تمھارا [illegible] جی چاہے کرو۔ میری طرف سے تم آزاد ہو۔ مجھے دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ میں کمان سے نکلا ہوا تیر ہوں۔ امید ہے تم خوش رہو گے ــــ میرے دوست یوں خط لکھے جاتے ہیں اور یوں احتجاج کیا جاتا ہے۔

"یہ مسز نار یونا وہی محترمہ تو نہیں ہیں جو اب تیسرے مرد کے گھر بیٹھ گئی ہیں؟"

"نہیں یہ تو ابھی دوسرا ہی ہے اور اگر چوتھا بلکہ پندرہواں بھی ہو تو کیا ہوا؟ یہ سب بکواس ہے۔ اور مجھے اپنے والدین کی موت کا رنج اب ہو رہا ہے۔ کاش کہ آج وہ زندہ ہوتے اور پھر تم دیکھتے ان سے میری بغاوت۔ میں کوئی کارِ نمایاں انجام دیتا۔ سر بازار اپنے والدین کی پگڑی اچھال دیتا انھیں پریشان کر دیتا۔ انھیں بدحواس کر دیتا۔ مجھے افسوس ہے کہ دنیا میں میرا کوئی نہیں جس پر میں اپنی ترقی پسند تلوار کی تیزی آزما سکوں۔"

"ہی ہی ہی۔ خیر بھائی تمھارا جو جی چاہے کرو مجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں

لذ ہمن نے ایک دم سے موضوع بدل کر کہا۔ لیکن یہ تو بتاؤ یار کہ کیا تمھاری اس مرحوم کلرک کی دھان پان اور خوبصورت لونڈیا سے جان پہچان ہے؟ اسکے متعلق جو باتیں مشہور ہیں وہ سچ ہیں کیا؟"

"سچ ہیں تو اس سے کیا ہوا۔ میرا تو یہ ایمان ہے کہ عورتوں کا یہ فعل طبعی بلکہ فطری ہے۔ میرا مطلب موجودہ سماج سے نہیں ہے کیونکہ آج کے سماج میں تو عورت مجبور ہوکر جسم فروشی کرتی ہے لیکن مستقبل کے سماج میں ایسا نہیں ہوگا۔ اس سماج میں ایسی عورت کو، جو فطری تقاضوں سے مجبور ہوکر اپنا جسم کسی مرد کے حوالے کر دے" سماج کے بدن پر ایک پیپ بھرا پھوڑا نہیں سمجھا جائے گا کیونکہ اس وقت یہ چیز اختیاری ہوگی مجبوری نہیں۔ حتیٰ کہ موجودہ سماج میں بھی عورت کو اپنا جسم بیچنے کا حق ہے کیونکہ یہ اس کا اپنا سرمایہ ہے، وہ اس کی حق دار ہے چنانچہ جسے چاہے دے اس پر کسی کو بھی کوئی اعتراض نہ ہونا چاہئے۔ سونیہ نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔ اسے اپنی پونجی استعمال کرنے کا حق تھا اور وہی اس نے کیا اور یہ کام کرکے اس نے میرے خیال میں موجودہ سماج سے بغاوت کی ہے اور اسی لئے میں اس کا احترام کرتا ہوں۔ میں سونیہ کو دیکھتا ہوں تو خوش ہو جاتا ہوں کہ یہی ہے وہ لڑکی جو سماج کے بڈھے گالوں پر دھڑا دھڑ تھپڑ رسید کر رہی ہے۔"

"لیکن میں نے سنا ہے کہ تمہیں نے سونیہ کو یہاں سے نکلوایا ہے تم ہی نے سب سے پہلے اس کی مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ سونیہ جیسی عصمت فروش لڑکی اس بورڈنگ ہاؤس میں، جہاں تم جیسے شریف زادے رہتے ہیں، نہیں رہ سکتی چنانچہ تمھارے ہی کہنے سے مالکن

نے سونیہ کو کھڑے کھڑے یہاں سے نکال دیا۔"

آندرے کا چہرہ غصے سے تمتما گیا۔

"یہ دوسرا الزام ہے" وہ چیخا "ایسا ہوا ہی نہیں۔ یہ قصہ کیتارینا کا گھڑا ہوا ہے۔ وہ پاگل ہے اور بات کو غلط طرح سے سمجھتی اور جس طرح سمجھتی ہے اسی طرح سے اور بڑھا چڑھا کر بیان کرتی ہے افوہ! کس قدر غلط معنی پہنائے جا رہے ہیں میری باتوں کو۔ اور جناب یقین کیجئے میں کبھی سونیہ کی محبت میں گرفتار نہیں ہوا اور کبھی اسے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یہ سب افترا پردازی ہے۔ در اصل میں اس کے کچے خیالات کو پختہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور میری یہ کوششیں بے لوث اور بے غرض تھیں میں چاہتا تھا کہ وہ اور بھی شدومد سے بغاوت کرے۔ اور بھی دور سے سماج کے گالوں پہ تھپڑ لگائے۔ اور پھر وہ کسی طور یہاں رہ ہی نہ سکتی تھی۔

"تم نے اسے اپنی جماعت میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی؟"

"تم ہر بات کا مذاق اڑا رہے ہو اور کہنا پڑتا ہے کہ بڑے بھونڈے پن سے اور بے موقع۔ تم سمجھتے خاک نہیں بیٹھے دانت نکالا کرتے ہو کمیونوں میں ایسے کام نہیں ہوتے۔ وہ انہی بنیادوں پہ قائم کی گئی ہے کہ اس میں ایسے کام نہ ہوں گے۔ وہاں کام کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ یہاں جو کام برا ہے وہی کمیونوں کے زیر سایہ قابل تعریف بن جاتا ہے یہاں جو چیز غیر فطری ہے وہی کمیونوں کی خراد پہ چڑھ کر فطری بن جاتی ہے۔ انسان نہ اچھا ہے نہ برا بلکہ ماحول اچھا یا برا ہوتا ہے چنانچہ ان سب باتوں کا انحصار ماحول پر ہے۔ سونیہ کے ساتھ میرے تعلقات بیحد خوشگوار رہے ہیں چنانچہ وہ مجھے اپنا دشمن یا بدنام کرنے والا نہیں سمجھتی

اب میں اسے گھٹنوں کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن ــــ
"وہ بات نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔ میں اس کے ساتھ جسمانی تعلقات ـــ یہ تم ہنس کیوں رہے ہو؟ ــــ میں سونیہ کے خیالات پختہ کر رہا ہوں۔ اور کوئی بات نہیں ہے۔ بہت بھولی لڑکی ہے وہ؟"

"اور تم اس کے بھولے پن سے فائدہ اٹھا رہے ہو۔ ہی ہی ہی"

"قطعی نہیں۔ اس کے برخلاف ــــ"

"اس کے برخلاف کیا؟ عجیب باتیں کر رہے ہو تم"

"یقین مانو ــ اور تم سے چھپانے سے کیا فائدہ؟ آج تک میں نے کوئی بات چھپائی ہے تم سے؟ سچ تو یہ ہے کہ میں خود حیران ہوں اس بات پر کہ سونیہ میرے سامنے آکر بے حد حیادار، شائستہ، پاکدامن اور ایک بچے کی طرح بھولی اور معصوم بن جاتی ہے۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ وہ دھندا کرتی ہے اس کے باوجود مجھے اس کی حیا اور معصومیت سے مرعوب ہونا ہی پڑتا ہے۔ وہ فطرتاً ایسی ہی ہے۔ چنانچہ میرے سامنے آکر وہ اس کی ایکٹنگ نہیں کرتی۔ عجیب لڑکی ہے۔"

"اور تم اس کے خیالات پختہ کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ اس کی یہ حیا اور معصومیت حماقت ہے۔ ہی ہی ہی"

"قطعی نہیں۔ دراصل تمھارے لفظ پختہ میں جو وسیع معنی پوشیدہ ہیں انھیں نہیں سمجھا۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تمھاری ذہنیت گندی ہے کہ تم ہر بات اور ہر لفظ کو گندے معنی پہنا دیتے ہو۔ تم رجعت پسند ہو چنانچہ عورت مرد کے فطری تعلق کو سمجھ نہیں سکتے اور دعویٰ یہ کرتے ہو کہ آزادیٔ نسواں کے نہ صرف حامی ہو بلکہ اس کے لئے جدوجہد بھی

کر رہے ہو۔ سونیہ اپنی حیا کا میرے سامنے اظہار کرتی ہے اس پر مجھے تعجب نہیں وہ اپنے آپ کو مجھ سے بچائے رکھتی ہے تو اس پر بھی مجھے اعتراض نہیں۔ اس کا فیصلہ اسے خود کرنا ہے۔ البتہ اگر وہ آکر مجھ سے کہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے تو میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں گا۔ لیکن چونکہ اب تک اس نے اپنے آپ کو مجھ سے بچایا ہے اس لئے مجھے کبھی اس پر دست درازی کرنے کا حق نہیں۔ اور آج تک میں نے ایسا کیا بھی نہیں۔ میں جس شرافت اور نیک نیتی سے اس سے ملتا ہوں اس طرح شاید ہی کوئی اس سے ملتا ہو۔ میں نے ہمیشہ اس کا احترام کیا ہے اور اپنی کسی بات اور کسی حرکت سے اسے کبھی یہ محسوس ہونے نہیں دیا کہ میں بھی ہر شخص کی طرح اسے ایک عصمت فروش لڑکی سمجھتا ہوں۔ میں صبر و سکون سے اس وقت کا منتظر ہوں جب وہ اپنی مرضی اور خوشی سے مجھے قبول کرے گی اور وہ وقت آکر رہے گا۔"

"بہتر تو یہ ہے کہ تم اسے کوئی قیمتی تحفہ دے دو۔ لڑکی کو اپنی طرف مائل کرنے کا یہ کامیاب ترین حربہ ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ تم کچھ نہیں سمجھتے۔ بے شک اس کی مالی حالت ایسی ہے کہ وہ ـــ لیکن یہ دوسرا موضوع ہے جس پر بحث کرنے کا یہ وقت نہیں۔ بات یہ ہے کہ تم اپنی اعلیٰ نسبی کے گھمنڈ میں سونیہ کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہو۔ تمھیں اپنی دولت کا نشہ ہے۔ تمھارے کھانے کی میز پر انواع و اقسام کے کھانے چنے ہوتے ہیں اور سونیہ کیچڑ چاٹتی ہے چنانچہ تمھارے نزدیک وہ غلاظت کا مکروہ کیڑا ہے۔ تمھاری نظر سطح پر تیرتی ہوئی غلاظت کو ہی دیکھتی

ہے اس کی تہ میں چھپے ہوئے موتی کو دیکھتی نہیں اور اسے دیکھنے کے لئے
تم بھی غوطہ نہیں لگاتے۔ تمھارے پیش نظر وہی پہلو رہتا ہے جو قابل ملامت
ہو۔ ایک انسان جو تمھاری طرح ہی ہے تمھاری نظروں میں اس لئے ذلیل
ہے کہ وہ دھندا کرتا ہے جسے تمھاری نام نہاد سوسائٹی برا کہتی ہے حالانکہ
وہ یہ دھندا پیٹ کے خاطر کرتا ہے۔ تم نفرت اور حقارت سے اس کی
طرف سے منہ پھیر لیتے اور یہ سمجھنے سے انکار کر دیتے ہو کہ اس نے یہ دھندا
کیوں اختیار کیا۔ تم نے مذہب انسانیت کو نہ سمجھا ہے اور نہ سمجھنے کی کوشش
کی ہے۔ جس ہستی کو تم قابل نفرت اور ذلیل سمجھتے ہو وہی تم سب سے بڑھ
کر شریف اور قابل احترام ہے۔ غلاظت میں لوٹتی ہوئی یہ ہستیاں، جو
تمھارے نزدیک انسانوں کے دائرے کل سے خارج ہیں، اپنے دامن
میں ایسے گوہر لئے ہوتی ہیں کہ جب وہ دنیا کے سامنے نمایاں ہوتے ہیں
تو اس کی نظر خیرہ ہو جاتی ہے۔ دولت کے نشہ میں تم اندھے ہو رہے
ہو۔ تم کیا جانو سونیہ کو۔ تم اسے پہچان ہی نہیں سکتے۔ مجھے واقعی افسوس ہے
کہ اس نے مجھ سے کتابیں لینا اور انھیں پڑھنا ترک کر رکھا ہے۔ مجھے افسوس
کے ساتھ یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ جوش و خروش اور مستحکم قوت ارادی کے باوجود
جس کا اظہار اس نے ایک دفعہ میرے سامنے کیا تھا، سونیہ میں خود اعتمادی
کی کمی ہے۔ یا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں
کہ وہ سماج سے ناطہ توڑ کر ایک نئی راہ اختیار کرے۔ لیکن وہ اسی ایک راہ
پر آنکھیں بند کئے چلی جا رہی ہے جو اس کے اجداد نے اور سماج نے بنائی
ہے۔ تاہم وہ چند باتیں سمجھنے لگی ہے۔ مثلاً ہاتھ چومنا یعنی کسی مرد کا کسی
عورت کا ہاتھ چومنا عورت کی توہین ہے۔ مرد اپنی اس حرکت سے عورت

پر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ مرد کی دست نگر ہو اور یہ کہ جب تک مرد اس کا ہاتھ نہ تھامے دنیا میں اسے کوئی مقام حاصل نہیں ہو سکتا چنانچہ مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس موضوع پر میرے اور سونیہ کے درمیان خاصی بحث ہوئی تھی اور یہ بات میں اس کے ذہن نشین کرنے میں کامیاب رہا۔ اس نے فرانسیسی مزدوروں کی کارگزاریوں کی باتیں بھی دلچسپی اور غور سے سنی تھیں۔ اب میں اسے ایک نیا مسئلہ سمجھا رہا ہوں یعنی کمرے میں داخلہ کا مسئلہ "

"کمرے میں داخلہ کا مسئلہ! یہ کیا مصیبت ہے؟"

"حال ہی میں اس موضوع پر بحث کی گئی کہ کمیون کے ایک رکن کو دوسرے رکن کے کمرے میں، چاہے وہ عورت ہو یا مرد، دستک دئیے بغیر داخل ہونے کا حق حاصل ہے؟ کافی بحث کے بعد طے پایا کہ حق حاصل ہے۔"

"اچھا! ایک رکن دوسرے رکن کے کمرے میں کسی بھی وقت داخل ہو سکتا ہے؟ میرا مطلب ہے اس وقت بھی جب صاحب خانہ کسی نجی معاملے میں مصروف ہو؟ یعنی اپنی بیوی یا کسی دوسری عورت کے ساتھ؟"

ہی ہی ہی۔

"نرے گندے خیالات ہیں تمھارے۔ تمھاری کھوپڑی میں دماغ کی جگہ غلاظت بھری ہوئی ہے۔" آندرے غصے سے چیخا "تمھیں سمجھانا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ اندھے کے آگے رونا اور اپنی آنکھیں کھونا۔ تم لوگ کچھ سمجھتے نہیں اور اوٹ پٹانگ ہانکنے لگتے ہو۔ میں تو نئے ممبروں کو ہمارے خاص خاص اصول بتانے کا شروع سے ہی مخالف رہا ہوں یہ باتیں انھیں اسی وقت بتائی جائیں جب وہ نہ صرف پوری طرح ہماری

جماعت سے وابستہ ہو جائیں بلکہ ان کے خیالات بھی پختہ ہو جائیں۔ اور ذرا یہ تو بتاؤ کہ یہ — یہ — مثلاً گندی نالیاں شرمناک اور معیوب کیوں ہیں؟ میں تو بڑی خوشی سے انھیں اپنے ہاتھ سے صاف کر دوں۔ یہ کوئی معیوب بات نہ ہوئی۔ یہ کام کر کے میں ذلیل نہ ہوا۔ یہ تو ایک اچھا کام ہوا۔ ایک خدمت ہوئی۔ ایک شاندار مشغلہ ایسٹگن اور رافیل کے شاہکاروں سے بدرجہا بہتر اور مفید۔"

"واقعی بدرجہا بہتر اور مفید ہی ہی ہی اور بے شریفانہ"

"بے حد شریفانہ سے کیا مراد ہے تمھاری؟ انسان کی فعلیانہ سرگرمیوں کے لئے جب ایسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تو میں انھیں سمجھ نہیں "بے حد شریفانہ" اور "بے حد منامانہ" قسم کے الفاظ فرسودہ ہو چکے اور مجھے ان سے نفرت ہے۔ میں صرف ایک لفظ جانتا ہوں "کارآمد" اس وقت تم میری باتوں پر ہنس رہے ہو لیکن ایک وقت آئے گا جب تمھیں ان کا اعتراف کرنا ہوگا اور کرو گے۔"

لبز یہن نے منھ پھاڑ کر قہقہہ لگایا۔ نوٹ وہ گن چکا تھا اور اب ان کی گڈیاں جیبوں میں رکھ رہا تھا۔ چند نوٹ اس نے میز پر ہی رہنے دئے۔ یہ گندی نالی والا موضوع پہلے ہی زیر بحث رہا تھا اور ہر دفعہ آندرے مشتعل ہوا تھا۔ اس کے برخلاف لبزیہن پہلے اپنے دل کا غبار نکالتا، اسے سیدھے دلائل پیش کر کے اپنے دوست کو اور بھی مشتعل کرتا اور پھر مزے سے بیٹھا اس کے اشتعال سے لطف اندوز ہوتا رہتا۔ آندرے کو احساس تھا کہ لبزیہن اس کا نہیں بلکہ درپردہ وہ اس کی پوری جماعت کا مذاق اڑا رہا ہے۔ چنانچہ اسے اور بھی غصہ آتا اور پھر وہ اول فول

بکنے لگتا۔

"گزشتہ کل کی ناکامی کی وجہ سے تم جھنجھلائے ہوئے ہو" آندرے نے آخر کار کہہ ہی دیا۔

"آزادیٔ گفتار" اور "صدائے احتجاج بلند کرنے" کے شدت سے حامی ہونے کے باوجود آندرے اب تک اپنے "استاد" لذہن کا احترام کرتا تھا اور اس کی بات سے اختلاف کرنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔

"بہرحال" لذہن نے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا" یہ بتاؤ کہ واقعی تمھارے تعلقات اس لونڈیا سے اتنے دوستانہ ہیں کہ تم اسے ایک دو منٹ کے لیے یہاں لا سکتے ہو؟ وہ لوگ شاید قبرستان سے واپس آ گئے ہیں۔ کیونکہ میں چلنے پھرنے کی آوازیں سن رہا ہوں۔ تم اس لڑکی کو یہاں لے آؤ۔ کچھ دیر کے لئے۔ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں:"

"کیوں؟" آندرے نے حیرت سے پوچھا۔

"بس ملنا چاہتا ہوں۔ میں آج یا کل یہاں سے جا رہا ہوں۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ یہاں سے جانے سے پہلے اس سے چند باتیں کرلوں۔ تم تو موجود ہی رہو گے ہماری ملاقات کے وقت۔ بلکہ یہیں رہنا تم بھی ورنہ خدا جانے تم کیا الٹی سیدھی باتیں سوچ ڈالو گے۔ خیالات کو لگام نہیں دی جا سکتی خصوصاً ایسے وقت جب ایک جوان مرد اور جوان لڑکی کمرے میں تنہا ہوں"

"میں کوئی الٹی سیدھی بات سوچ ہی نہیں سکتا۔ یہ تو میں نے یونہی پوچھ لیا تھا۔ تم اس سے ملنا چاہتے ہو تو میں اسے یہاں لا سکتا ہوں دنیا میں اس سے زیادہ آسان کام اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ میں اسے

اسی وقت بلاکر لاتا ہوں - اور یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ کباب میں ہڈی نہ بنونگا
پانچ منٹ بعد ہی آندرے سونیہ کو بلاکر لے آیا - وہ حسب معمول حیران تھی اور شرما رہی تھی - وہ نئے آدمیوں کے سامنے جاتے گھبراتی اور شرماتی تھی - یہ اس کی عادت تھی - وہ ایک بچی کی طرح تھی - بھولی بھالی اور شرمیلی اس بچی کی طرح جو اپنے والدین کے علاوہ کسی اور کے سامنے نہیں جاتی اور اگر مجبوراً جاتی ہے تو سرخ ہو جاتی ہے - لذ ہن نے مسکرا کر بڑی شائستگی اور خوش اخلاقی سے اس کا استقبال کیا لیکن اس کی مسکراہٹ میں زہر تھا اور خود پرستی کی جھلک تھی - اس کے خیال میں سونیہ جیسی دلچسپ لڑکی کا استقبال اسی طرح کرنا چاہئے تاکہ وہ اپنی حیثیت فراموش کر کے جوتوں سمیت آنکھوں میں گھسنے کی کوشش نہ کرے -

لذ ہن نے جلدی جلدی دو چار جملوں میں سونیہ کے باپ کی موت پر اظہار افسوس کیا اور پھر سونیہ سے اپنے سامنے والی کرسی پر بیٹھ جانے کو کہا - سونیہ بدن چرا کر بیٹھ گئی - اس نے کمرے میں ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالی ، پھر آندرے کی طرف دیکھا ، وہاں سے ہٹ کر اس کی نظریں میز پر پڑے ہوئے نوٹوں پر کچھ دیر تک جمی رہیں اور پھر وہاں سے ہٹ کر لذ ہن کے چہرے پر ٹیپ اور وہیں جم گئیں آندرے پلٹ کر دروازے کی طرف چلا - لذ ہن نے سونیہ کو بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا ، اٹھا اور آندرے کو عین اس وقت روک لیا جب وہ کمرے سے باہر نکلنے ہی والا تھا -

" راسکولنکاف وہاں آیا ہے ؟ " لذ ہن نے سرگوشی میں آندرے سے پوچھا
" راسکولنکاف ــــ ! ہاں ـــ کیوں ؟ ـــ وہ آیا ہے ـــ میں نے ابھی ابھی اسے کیتا لرینا کے کمرے میں جاتے دیکھا ہے "

"آچھ۔ چھا۔ اس صورت میں تمھارا یہاں رہنا بہت ضروری ہے میری درخواست ہے کہ تم مجھے اس لڑکی کے ساتھ اکیلا چھوڑ کر نہ جاؤ۔ میں اس سے دو چار باتیں ہی کہنا چاہتا ہوں۔ اگر ہم دونوں تنہا ہوئے تو خدا جانے لوگ کیا سمجھنے لگے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ راسکولنکاف اس واقعہ کو نمک مرچ لگا کر لوگوں کے سامنے پیش کرے اور میری بدنامی ہو۔ غالباً تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے۔"

"اوہ! یہ بات ہے" آندرے نے اپنے دوست کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو حالانکہ میرے خیال میں تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن تمہارا کہنا ٹھیک ہے۔ بہت اچھا میں یہیں ٹھہرتا ہوں۔ وہاں کھڑکی کے قریب کھڑا رہوں گا کہ تم کھل کر باتیں کر سکو۔ میرے خیال میں واقعی تم ٹھیک کہتے ہو۔ میرا موجود رہنا ضروری ہے۔"

لذہن واپس آ کر بڑی متانت اور وقار سے سونیہ کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کے بشرے سے کسی قسم کے جذبات کا اظہار نہ ہوتا تھا گویا وہ جتانا چاہتا ہو کہ "مادام! آپ کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔"

"سب سے پہلے تو، مس سونیہ میں کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی والدہ سے — وہ کیتارینا ایوانونا آپ کی والدہ ہی ہیں نا؟" لذہن نے بڑی نرمی سے کہا۔

"جی ہاں — وہ میری والدہ کی ہی جگہ ہیں" سونیہ نے آہستہ سے کہا

"تو آپ میری طرف سے ان سے معذرت طلب کر لیجئے۔ چند در چند مجبوریوں کی بنا پر میں دعوت میں شرکت نہ کر سکوں گا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں جنازے میں بھی شرکت نہ کر سکا۔ ان سے کہئے کہ وہ برا نہ منائیں

میں آپ کی والدہ کا مشکور ہوں کہ انھوں نے اپنے خلوص اور محبت سے ___ ا ___ مجھے بھی مدعو کیا لیکن مجبوری ایسی آپڑی ہے کہ میں دعوت ...."

"جی اچھا ... میں ___ کہہ دوں گی ان سے ___ اسی وقت ___"

اور سونیہ ایکدم سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ٹھہرئیے ___ آپ نے پوری بات تو سنی نہیں" لذ ہن سونیہ کی اس بدتمیزی پر کھل کر مسکرایا۔ "اور بس سونیہ! اگر آپ سمجھتی ہیں کہ میں نے محض اتنی سی بات کے لئے آپ کو یہاں آنے کی تکلیف دی ہے تو آپ غلطی پر ہیں۔ بیٹھ جائیے"

سونیہ پھر بیٹھ گئی اور گھڑی بھر کے لئے اس کی نگاہیں میز پر پڑے ہوئے کرارے نوٹوں پر جم گئیں۔ لیکن اس نے فوراً نوٹوں پر سے نظریں اٹھا کر لذ ہن کی طرف دیکھا۔ یہ تو بڑی بیہودہ بات تھی کہ کسی کے روپوں کو گھورا جائے۔ سونیہ کے نزدیک یہ بڑی نازیبا بات تھی۔ چنانچہ وہ لذ ہن کی سنہری فریم کی عینک، جسے وہ ہاتھ میں گھما رہا تھا اور اس کے ایک ہاتھ کی انگلی میں پھنسی ہوئی سونے کی انگوٹھی کی طرف دیکھتی رہی انگوٹھی میں قیمتی پتھر جڑا ہوا تھا۔ دفعتہ وہ دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اس کی سمجھ میں نہ آرہا تھا کہ اپنی گھبراہٹ چھپانے کے لئے وہ کہاں دیکھے گھوم پھر کر آخر کار اس کی نظر پھر لذ ہن پر گئیں۔

"کل یہاں آتے وقت اتفاقاً کیتارنیا سے ملاقات ہو گئی" لذ ہن نے کہنا شروع کیا۔ "بے چاری ___ ان سے چند باتیں کرنے کے بعد ہی پتہ چلا ___ اور یہ تو ہر کوئی دیکھ سکتا ہے کہ ان کی حالت بڑی قابل رحم ___ میرا مطلب ہے ___ ابتر ہو رہی ہے۔"

"جی ہاں۔ ابتر" سونیہ نے اتفاق کیا۔
بلکہ صاف اور صحیح لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ۔ بیمار ہیں"
"جی ہاں — بیمار ہیں"
"ان کی حالت حقیقت میں افسوسناک ہے۔ چنانچہ اپنے فرض سمجھ کر — میرا مطلب ہے ہم خدا ترسی اور اپنی فطری رحمدلی سے مجبور ہو کر میں ان کی کچھ مدد کرنا چاہتا ہوں، اور ان کے ساتھ کچھ کر سکا تو یقین کیجئے مجھے روحانی مسرت حاصل ہوگی۔ اب تو — میں سمجھتا ہوں — اس افلاس زدہ کنبہ کی ساری ذمہ داری آپ ہی سے وابستہ ہے
ایک بات مجھے بھی پوچھنے کی اجازت دیجئے" سونیہ اٹھ کھڑی ہوئی "آپ ہی نے کیتارینا کو پنشن دلانے کے متعلق کہا تھا کچھ؟ یہ میں اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ کیتارینا نے مجھ سے کہا ہے کہ پنشن دلانے کی تمام تر ذمہ داری آپ نے اپنے سر — میرا مطلب ہے اس کا ذمہ آپ نے لیا ہے"
"ایسی کوئی ذمہ داری میں نے نہیں لی۔ یہ خیال ہی احمقانہ — اور — جہل ہے — میں نے تو ضمنی طور پر کہہ دیا تھا کہ اگر کوئی بارسوخ آدمی کوشش کرے تو سول سرونٹ کی بیوہ کو سرکار سے وظیفہ دلوا سکتا ہے بشرطیکہ مرحوم انتقال کے وقت اپنے عہدے پر قائم ہو۔ لیکن معلوم ہوا کہ آپ کے والد کی میعاد ملازمت پوری نہ ہوئی تھی اور یہ کہ انہوں نے ملازمت چھوڑ دی تھی۔ اس صورت میں اگر وظیفہ ملنے کی امید ہو بھی تو بہت کم — اب آپ سمجھ سکتی ہیں کہ اس صورت میں ہم وظیفے کا مطالبہ نہیں کر سکتے — اچھا تو وہ وظیفہ کے خواب دیکھ رہی ہیں! ہی ہی ہی بڑی خوش فہم ہیں وہ۔

"جی ہاں۔ وہ ایسی ہی ہیں۔ بھولی اور نیک۔ اپنی نیک دلی کی وجہ سے وہ ہر اس جھوٹی سچی بات پر اعتبار کر لیتی ہیں جو ان سے کہی جائے
جی ہاں۔ وہ ایسی ہی ہیں۔ تھوڑی سی۔ تھوڑی سی۔ خیر ان کی طرف سے میں معافی مانگ لیتی ہوں' سونیہ نے کہا اور جانے لگی۔

"لیکن میں جو کہنا چاہتا ہوں وہ تو آپ نے سنا ہی نہیں۔

"جی ہاں۔ نہیں سنا۔

"تو پھر تشریف رکھئے"۔

اور گھبرائی ہوئی سونیہ پھر بیٹھ گئی۔

"خود کتیارینا اور بچوں کی جو حالت ہو رہی ہے اس کے پیش نظر میں ان کی اس حد تک مدد کرنا چاہتا ہوں جہاں تک میرے اختیار میں ہے خیال رہے کہ ــــ جہاں تک میرے اختیار میں ہے۔ اس سے آگے کچھ نہیں۔ مثلاً چندہ وغیرہ اکٹھا کرنا۔ ان حالات میں اپنے اور پرائے بھی مقدور بھر اپنی خدمات پیش کر دیتے ہیں، چنانچہ میں اسی سلسلے پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کی والدہ اور آپ چاہیں تو اس طرح تھوڑی بہت رقم اکٹھی کی جا سکتی ہے۔

"خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔ سونیہ نے جلدی سے کہا۔

"جی ہاں۔ اس طرح رقم جمع کی جا سکتی ہے لیکن اس کے متعلق ہم پھر کسی وقت گفتگو کریں گے۔ شاید آج ہی کریں۔ آپ اس دعوت وغیرہ سے نپٹ لیں۔ پھر آج ہی شام کو اس مبارک کام کی داغ بیل ڈال دی جائے گی۔ آپ آج ہی شام کو یہاں آ جائیے۔ مجھے امید ہے کہ مسٹر آندرے بھی اس نیک کام میں ہماری مدد کریں گے۔ لیکن ایک بات میں

پہلے سے کہہ دینا چاہتا ہوں اور یہی کہنے کے لئے میں نے اس وقت آپ کو یہاں بلایا ہے۔ اور وہ یہ کہ روپیہ میں کسی صورت میں کیتارینا کے ہاتھ میں نہ جانا چاہئے وہ اسے سنبھال نہ سکے گی۔ اس کا ثبوت آج کی دعوت ہے۔ کل ان کے پاس کھانے کے لئے شاید خشک روٹی کا ٹکڑا تک نہ ہوگا نہ پہننے کو کپڑے ہیں اور نہ جوتے ہیں لیکن آج دعوت کا انتظام ہو رہا ہے۔ قیمتی شرابیں منگوائی گئی ہیں۔ سماوار میں کافی تیار ہو رہی ہے کیتارینا کے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے میں سارے انتظام دیکھ چکا ہوں آج تو بڑی دھوم ہے۔ بڑے ٹھاٹھ ہیں۔ لیکن کل ـــــ وہی کنگال کے کنگال ـــــ اور پھر ان کی مایوس نظریں تمہاری طرف اٹھیں گی۔ یہ بیوقوفی نہیں تو اور کیا ہے۔ تو کہنے کا مطلب یہ کہ ہمیں چندہ اس طرح جمع کرنا چاہئے کہ کیتارینا کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

"میں نہیں جانتی۔ کچھ نہیں جانتی ـــــ وہ ـــــ کیتارینا۔ آج ہی کے لئے یہ سب کر رہی ہیں۔ یہ دعوت آج ہو کر پھر کبھی نہ ہوگی۔ ہر شادی شدہ عورت کی زندگی میں ایک ہی تو ایسا وقت آتا ہے جب وہ اپنا سب کچھ لٹا کر اپنے شوہر کی یاد کو تازہ کرتی ہے اور اس سے اپنی محبت کا ثبوت دیتی ہے۔ کیتارینا اپنے شوہر کا نام بلند کرنے کے لئے آرزومند تھی۔ لیکن وہ ان کی زندگی میں کچھ نہ کر سکیں چنانچہ اب ان کے مرنے کے بعد ـــــ وہ جو کچھ رہی ہیں ٹھیک ہی کر رہی ہیں۔ ورنہ وہ مرتے دم تک کسی سے نظر نہ ملا سکیں گی۔ لیکن آپ نے جیسا کہا ہے ایسا ہی ہوگا میں آپ کی بے حد ممنون ہوں اور ـــــ کیتارینا بھی اور یتیم بچے بھی۔ خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔

اور سونیہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"بہت اچھا۔ تو اس تجویز کو آپ اپنے ہی تک رکھئے۔ اور اب یہ حقیر سی رقم، جو میں دے رہا ہوں، اپنی والدہ اور یتیموں کے لئے قبول فرمالیجئے یہ رقم میں خاص اپنی جیب سے دے رہا ہوں۔ خیال رہے کہ میرے اس عطیہ کے سلسلے میں میرا نام کسی کو بھی، حتیٰ کہ کیتارینا کو بھی نہ بتایا جائے۔ یہ لیجئے۔ چونکہ میں خود الجھنوں میں گرفتار ہوں اس لئے اس سے زیادہ کچھ نہیں کرسکتا۔

اور لذ ہن نے دس روبل کا نوٹ سونیہ کی طرف بڑھا دیا جسے اس نے پہلے ہی کھول کر اور شکنیں دور کر کے تیار رکھا تھا۔ سونیہ نے نوٹ لیا تو اسکا چہرہ سرخ ہوگیا۔ وہ اٹھی۔ اس نے شکریہ کے چند الفاظ کہے اور پلٹ کر چل دی۔ لذ ہن اخلاقاً دروازے تک اسے پہونچانے گیا۔ پریشانی اور الجھن میں کھنچی ہوئی سونیہ کیتارینا کے کمرے کی طرف آہستہ آہستہ چلی گئی۔

اس تمام وقت میں آندرے یا تو کھڑکی کے قریب کھڑا رہا تھا یا ٹہلتا رہا تھا۔ سونیہ کے چلے جانے کے بعد وہ آگے بڑھا اور اس نے لذ ہن کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"میں نے سب کچھ دیکھا اور سنا اس نے "سب کچھ" پر زور دے کر کہا۔ تم نے بے حد شرافت اور کریم النفسی کا ثبوت دیا ہے۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ تم نے اپنا احسان بھی جتانے سے احتراز کیا۔ حالانکہ، مجھے اعتراف ہے، میں اصولاً داد و دہش کا سخت مخالف ہوں کیونکہ کسی بھی قسم کی خیرات برائیوں کی جڑوں کو مضبوط کرتی ہے۔ تاہم مجھے کہنا پڑتا ہے کہ تمہارے اس کام سے مجھے خوشی ہوئی اور تمہاری یہ حرکت، جس کا میں اصولاً مخالف ہوں، مجھے پسند آئی۔"

"یہ سب بکواس ہے" لذہن بولا۔

"نہیں۔ بکواس نہیں ہے۔ وہ آدمی جس نے ایک دن پہلے ہی ایک زبردست صدمہ برداشت کیا ہو، جو جھنجلایا ہوا اور مایوس ہو، جو خود اپنے حالوں پریشان ہو لیکن اس حالت میں بھی اس کی نظر دوسروں کے دکھوں پر پڑجائے اور پھر وہ مقدور بھر ان کے دکھوں کا مداوا بھی کرے اور حالانکہ ایسا کرتے ہوئے وہ سخت سماجی غلطی کا مرتکب ہو رہا ہو تاہم وہ قابل احترام ہے۔ لذہن! تمھارے خیالات سے واقف ہونے کے بعد مجھے توقع نہ تھی کہ تم ایسا کر سکتے ہو۔ ساوہ لوح آندرے کے دل میں اپنے دوست کا احترام ایک بار پھر جاگزیں ہو گیا تھا، کل تم کتنے پریشان تھے اور اپنی قسمت سے شاکی تھے لیکن میں پوچھتا ہوں تمہیں اس شادی پر اصرار کیوں ہے؟ میرا مطلب قاضی کی معرفت والی شادی سے ہے۔ میرے دوست! ایسی تو کیا بات ہے اس شادی میں؟ تم قاضی کی معرفت جو کر سکتے ہو وہ اس کے دخل کے بغیر بھی کر سکتے ہو۔ تم چاہو تو مجھ سے خفا ہو لو، پیٹ لو مجھے لیکن میں خوش ہوں کہ یہ شادی نہیں ہوئی۔ اور میں خوش ہوں کہ تم نے یہ بیڑیاں اپنے پیروں میں نہ ڈال لیں۔ یہ تو پھانک مذہبی ڈھکوسلے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تمھارے لاشعور میں یہ عقیدہ چھپا ہوا ہے کہ انسانوں کی خدمت ہی نجات کا صحیح ذریعہ ہے۔ مذہب انسانیت ہی دنیا کے سارے انسانوں کا مذہب ہونا چاہئے اور ہو گا۔ دیکھا! میں نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔"

"میں تمھاری آزاد شادی کا محض اس لئے مخالف ہوں کہ کھلی آنکھوں کسی دوسرے نکھٹو کے بچوں کی پرورش نہیں کر سکتا اور وہ بھی انھیں اپنا کہہ کر اور اسی لئے میں اس شادی کا حامی ہوں جسے تم نے قاضی کی معرفت والی شادی

کہا ہے۔ سمجھے ؟" لذہن نے کچھ نہ کچھ کہنے کی غرض سے کہا ورنہ اس وقت وہ کسی
خیال میں گم معلوم ہوتا تھا۔

"بچے !" آندرے یوں چونکا جیسے جنگی گھوڑا بگل کی آواز پر۔ "یہ واقعی بھاری
اور اہم سوال ہے۔ لیکن بچوں کا سوال دوسری طرح سے بھی حل کیا جا سکتا ہے۔
بعض لوگ سرے سے بچے پیدا کرنا ہی نہیں چاہتے بلکہ ہر اس بات کی مخالفت کرتے
ہیں جس سے خاندان کی داغ بیل پڑتی ہے۔ خیر، بچوں کے مسئلے پر تو ہم پھر کبھی بحث
کریں گے۔ فی الحال تو ہم تمہاری باضابطہ شادی کر لیتے ہیں۔ مجھے اعتراف ہے
کہ یہ میری دکھتی ہوئی رگ ہے۔ مستقبل کے اس بناوٹ میں گھٹیا، ناک اور سستی لفظ کو
جگہ نہ دی جائے گی۔ آخر یہ باضابطہ شادی کیا بلا ہے؟ ایک ڈھکوسلا جو محض
اس لئے گھڑا گیا ہے کہ عورت مرد کا وہ فعل، جو سراسر فطری ہے، شادی کرنے
والوں کے لئے باعث شرم و ذلت نہ بنے۔ یعنی یہ کیا بات ہوئی کہ کسی نے
دو بول کہہ دیے اور تمہیں ایک عورت کے ساتھ سونے کا اجازت نامہ
مل گیا۔ حالانکہ ان دو بولوں کے بغیر بھی تم کسی عورت کے ساتھ، بشرطیکہ وہ راضی
ہو، سو سکتے ہو، اس سے کون سا آسمان ٹوٹ پڑتا ہے۔ یہ باضابطہ شادی اس
لئے ہے کہ تم عورتوں کو پہلے سے کم درجہ اور ذلیل بھلا دا نہ سمجھو۔ جب ہمارے
اصول رائج ہوں گے تو عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق حاصل ہوں گے،
انھیں کوئی حقیر نہ سمجھے گا اور تب تمہاری اس باضابطہ شادی کی ضرورت
کسی کو محسوس نہ ہوگی۔ فرض کرو۔ حالانکہ ایسی بات فرض بھی نہیں کرنی چاہئے
۔ تو فرض کرو کہ میں نے کسی لڑکی سے باضابطہ شادی کر لی تو میں اپنی بیوی
سے کہوں گا، "پیاری! اب تک میں تم سے پیار کرتا تھا لیکن اب احترام بھی کرتا
ہوں کیونکہ تم نے مجھ سے باضابطہ شادی کر کے ظلم کے خلاف احتجاج کیا ہے۔"

- ایں! تم ہنس رہے ہو؟ لیکن اس میں تمھارا کوئی قصور نہیں یہ تمھارے بوڑھے سماج کا قصور ہے۔ خیر لعنت بھیجو ان باتوں پر۔ بہرحال اب میں نے سمجھا ہے کہ باضابطہ شادی کے بعد میاں بیوی میں جھگڑے کیوں ہوا کرتے ہیں۔ دراصل دولہا اور دلہن دونوں ہی کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ میاں بیوی ایک دوسرے کو پہچاننے لگتے۔ اور پھر جھگڑنے لگتے ہیں لیکن اگر دولہا دلہن کو دھوکا نہ دیا جائے، اور انھیں اندھیرے میں نہ رکھا جائے جیسا کہ آزاد شادی میں ہوتا ہے تو پھر جھگڑے کا امکان ہی باقی نہیں رہتا کیونکہ لڑکا لڑکی خوب دیکھ بھال کر اور اپنی مرضی سے شادی کرتے ہیں۔ چنانچہ نئے سماج میں جھگڑے نہ ہوں گے اس کے برخلاف دونوں ایک دوسرے کو ہر طرح خوش رکھنے کی کوشش کریں گے حتیٰ کہ دوسرے عاشق کے معاملے میں بھی — افوہ! میں سوچتا ہوں کہ اگر میں نے کسی لڑکی سے شادی کرلی باضابطہ یا آزاد — بات ایک ہی ہے تو میں جلد ہی ایک عاشق اپنی بیوی کو تحفہ میں پیش کردوں گا' بشرطیکہ وہ خود اپنا عاشق تلاش کرنے میں ناکام رہے۔ پھر میں اس سے کہوں گا — پیاری! میں تمھیں چاہتا ہوں اور تم بھی مجھے چاہتی ہو لیکن اس سے بھی زیادہ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے خوش رہو اور میرا احترام کرو۔ چنانچہ یہ لو اپنا عاشق — کہو ٹھیک ہے نا؟

آندرے کی اس تقریر کے دوران لذہن چپکے چپکے ہنستا رہا۔ لیکن اس نے آندرے کی پوری تقریر سنی ہی نہیں۔ وہ کسی اندرونی خیال میں کھویا ہوا تھا۔ آندرے اپنے دوست کی اس محویت کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا لذہن کسی الجھن میں پھنسا ہوا تھا اور بار بار ہاتھ مل رہا تھا۔ بہت دنوں بعد آندرے کو اپنے دوست کی یہ حالت یاد آئی اور تب اس نے اس پر غور کیا۔

(۲)

یہ کہنا تو مشکل ہے کہ کیتارینا کے دماغ میں طعام میت کا مجنونانہ خیال کیوں آیا ۔ مارمیلادوف کے کفن دفن کے لئے راسکولنکاف نے جو بیس روبل دئے تھے ان میں سے دس اس دعوت میں خرچ ہو گئے تھے ۔ غالباً وہ اپنے شوہر کی موت کو "یادگار" بنانا اور اس کا نام "بلند کرنا چاہتی تھی تاکہ سارے کرائے داروں کو، خصوصاً امیلیا ایوانونا کو معلوم ہو جائے کہ نہ صرف مرنے والا بلکہ اس کی بیوہ بھی کسی طرح رتبہ میں ان سے کم نہ تھی بلکہ ان سے کچھ بڑھ کر ہی تھی ۔ چنانچہ اس دعوت میں نام و نمود اور ظاہرداری کا جذبہ کارفرما تھا ۔ یہ جذبہ غربا میں کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے ۔ یہ لوگ ریت رواج کے ایسے پابند ہوتے ہیں کہ سماج میں اپنا نام قائم رکھنے اور اس خیال سے کہ "لوگ کیا کہیں گے" آخری پائی تک خرچ کر دیتے اور ضرورت ہو تو قرض لینے سے کبھی دریغ نہیں کرتے اور پھر بعد میں فاقے کرتے ہیں لیکن اس خیال سے تسلی پاتے ہیں کہ سماج میں تو سربلند ہو ہی گئے ۔ کیتارینا بھی "سربلندی" کے لئے غالباً ایسے نادر موقع کی منتظر تھی ۔ خصوصاً اس لئے کہ اسے احساس ہو چلا تھا کہ ہر شخص نے اسے ذلیل اور بے کار سمجھ کر اس سے قطع تعلق کر رکھا ہے اور وہ انھیں بتا دینا چاہتی تھی کہ وہ "جینے کے قرینے اور مہمان نوازی کے اعلیٰ ترین اصولوں سے واقف تھی ۔ اور یہ کہ اس کی پرورش رئیسانہ ماحول اور ایک مہذب کرنل کے گھر میں ہوئی تھی ۔ وہ جتا دینا چاہتی تھی کہ جھاڑو بھاڑے کرنا اور راتوں کو جاگ کر بچوں کے کپڑے دھونا اس کا کام

تھا اور نہ ہی وہ ایسی مزدوری کی عادی تھی اور یہ کہ یہ اس کی شرافت اور شوہر سے "وفاداری" تھی کہ اس نے ایسے ماحول میں رہنا گوارہ کیا ورنہ وہ اگر چاہتی تو مارسیلا ووف کو چھوڑ کر شہزادیوں کی ایسی زندگی گزار سکتی تھی وغیرہ وغیرہ ۔ نام و نمود کے یہ دورے مفلسوں پر اکثر پڑتے ہیں اور وہ اس مرض میں مبتلا ہو کر اور اپنا سب کچھ لٹا کر آخر کار اعصابی مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور پھر اپنے آپ کو بالکل ہی تباہ کر لیتے ہیں۔ لیکن کیتارینا قطعی "مفلس" نہ تھی۔ حالات اس کی زندگی کا تو خاتمہ کر سکتے تھے لیکن اس کے حوصلوں کو سرنگوں نہ کر سکتے تھے سونیہ نے یہ غلط نہ کہا تھا کہ "کیتارینا کا دماغ چل گیا ہے ۔ اسے پاگل تو نہیں کہا جا سکتا البتہ پچھلے ایک برس کی متواتر پریشانیوں نے اگر اس کے دماغ کی چند چولیں ڈھیلی کر دی ہوں تو تعجب نہیں ۔ اس کے علاوہ جب دق آخری درجہ میں ہو تو دماغ پر ضرور اثر انداز ہوتا ہے "

لذہن نے یہ غلط کہا تھا کہ کیتارینا نے مختلف قسم کی شرابیں منگوائی تھیں ـــــ شرابیں تھیں ضرور لیکن اعلیٰ درجہ کی اور قیمتی نہ تھیں ۔

چاول اور شہد کے [1]، جو طعام میت کا رواجی اور ضروری کھانا تھا، مزید دو تین قسم کے کھانے اور کیک بھی تھے۔ امیلیا ایوانونا کے باورچی خانے میں اور اسی کے زیر اہتمام تیار کیے گئے تھے دو سماوار بھی گرم تھے اور گنگنا رہے تھے کہ کھانے کے بعد مہمانوں کی خدمت میں کافی اور پنچ پیش کی

---

[1] ایک قسم کا مشروب جس میں عموماً شراب کے ساتھ گرم پانی، دودھ، شکر، لیموں اور گرم مسالے وغیرہ ملے ہوتے ہیں ۔ مترجم

جائے ۔ ایک پولستانی کرائے دار کے ساتھ کیتارینا خود بازار جاکر کھانے
پینے کی ضروری چیزیں خرید لائی تھی ۔ یہ پولستانی کسی وجہ سے مادام پھادشل
کے یہاں پڑا ہوا تھا۔ اس موقع پر اس نے اپنے آپ کو کیتارینا کے لئے
وقف کر دیا اور دعوت سے ایک دن پہلے سے دن بھر اور دعوت کی صبح بھی
اپنی زبان لٹکائے دوڑ دوڑ کر کام کرتا رہا وہ چاہتا تھا کہ لوگ اس کی اس
بھاگ دوڑ کو تعریفی نظروں سے دیکھیں ۔ معمولی معمولی باتوں کے لئے وہ
کیتارینا کے پاس دوڑا جاتا حتیٰ کہ جب وہ بازار میں ہوتی تو وہ اسے وہاں
بھی تلاش کر لیتا اور اسے "میری معزز خاتون" کہہ کر مخاطب کرتا آخر آخر
میں کیتارینا اس پولستانی اور اس کی خدمتوں سے تنگ آگئی حالانکہ وہ
پہلے اعلان کر چکی تھی کہ اس "بلند حوصلہ جوان مرد" کے بغیر وہ شاید کچھ نہ
کر سکتی ۔ کیتارینا کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ ہر شخص کو پہلی ملاقات
کے بعد دوسروں کے سامنے خیرہ کن اور بھڑکیلے رنگوں میں پیش کرتی ۔ ان
کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملادیتی ۔ اس کی اعلیٰ نسبی، شرافت
اور رسوخ کے ایسے ایسے من گھڑت قصے بیان کر دیتی کہ خود ملاقاتی شرما
جاتا لیکن خود کیتارینا ان قصوں پر سچے دل سے ایمان لے آتی ۔ پھر یکایک
ہوا کا رخ بدل جاتا اور کیتارینا اپنے اسی ملاقاتی کے جسم میں کیڑے ڈالنے
لگتی اور اس کی زبان سے ایسے سخت اور نازیبا جملے نکلتے کہ ملاقاتی بوکھلا
جاتا ۔ کیتارینا کا جوش بڑھتا جاتا ۔ وہ ملاقاتی کی سات پشتوں تک
کو ڈھونڈ کر رکھ دیتی اور آخر کار اسے لات مار کر گھر سے نکال دینے
میں بھی دریغ نہ کرتی کیتارینا ۔ زندہ دل، خوش اطوار اور صلح پسند عورت
تھی لیکن زندگی کی متواتر ناکامیوں اور بدقسمتیوں نے اسے چڑچڑی اور

نہ زودحس بنا دیا تھا۔ وہ سکون اور اطمینان کی متمنی تھی جو اسے نہ ملتا تھا چنانچہ
معمولی معمولی باتیں اور واقعات بھی اسے مشتعل کر دیتے اور وہ اپنے آپ کو
اور اپنی بری قسمت کو کوسنے اور دیواروں سے سر پھوڑنے لگتی۔

اس دعوت کے طفیل امیلیا ایوانونا کی اہمیت بھی کیتارینا کی نظروں میں بڑھ
گئی تھی کیونکہ وہ بڑی سرگرمی سے انتظامات میں مصروف تھی، میز لگانے، دُھلے
ہوئے میز پوش حاصل کرنے اور خاص اپنے باورچی خانے میں کھانے تیار کرنے
کی ذمہ داری امیلیا نے قبول کر لی تھی۔ چنانچہ اس طرف سے مطمئن ہو کر کیتارینا
قبرستان چلی گئی تھی۔ اور تمام انتظامات اطمینان بخش طور پر ہو گئے۔ اس
میں کوئی شک نہیں کہ چمچے، چھری کانٹے، برتن اور گلاس وغیرہ کرائے داروں
سے مستعار لیے گئے تھے چنانچہ مختلف رنگوں کے تھے
تاہم میز بڑی مہارت اور خوش اسلوبی سے سجائی
گئی تھی۔ اس طرف سے فرصت پانے اور اپنی خوش اسلوبی
کی دل ہی دل میں داد دینے کے بعد امیلیا نے کالا لباس زیب تن کیا ٹوپی
میں کالے ماتمی فیتے لگائے اور قدرے فخر سے قبرستان سے لوٹنے والوں کا
استقبال کیا۔ لیکن امیلیا کا یہ فخر، جو ایک طرح سے مناسب بھی تھا، کسی وجہ
کیتارینا کو بے حد ناگوار گزرا۔ "جیسے اس کے بغیر میز لگ ہی نہ سکتی تھی"
۔ امیلیا کی ٹوپی میں لگے ہوئے ماتمی فیتے بھی کیتارینا کو ایک آنکھ نہ بھائے۔

"آخر یہ جرمن عورت اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہے؟ یوں تنی ہوئی کیوں ہے؟
کیا اسی لیے کہ وہ مکان کی مالکن ہے اور لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ وہ
غریب کرایہ داروں پر رحم کھا کر ان کی مدد کر رہی ہے؟" — رحم کھا کر
— اُفوہ! کیا اوچھاپن ہے۔ ذرا سوچو تو سہی کہ کیتارینا کا باپ جو کرنل بلکہ

گورنر کا ہم پلہ تھا بعض دفعہ چالیس چالیس معزز آدمیوں کی دعوت کرتا تھا اور خود کیتارینا میز سجاتی تھی ۔ اس وقت امیلیا جیسی سفلی عورت کو باورچی خانے میں گھسنے بھی نہ دیا جاتا ۔ اور آج وہ کیتارینا کے سامنے فخر سے گردن اکڑائے کھڑی تھی ۔

بہرحال کیتارینا نے اپنے جذبات کا اظہار نہ کیا اور اہم کام کو کسی اور مناسب وقت کے لئے اٹھا رکھا ۔ البتہ اس نے طے کر لیا کہ آج وہ کسی وقت امیلیا کی ضرور خبر لے گی تاکہ وہ اپنی حیثیت فراموش نہ کر جائے ورنہ خدا جانے وہ اپنے آپ کو کیا سمجھنے لگے اور پھر لوگوں کے سامنے اتراتی پھرے گی ۔ فی الحال تو اسے یہی مناسب معلوم ہوا کہ امیلیا سے بے اعتنائی برتی جائے اور اس سے سرد مہری سے پیش آیا جائے تاکہ وہ کیتارینا کی خفگی اور تکبر کو سمجھ جائے دوسری جس بات پر کیتارینا کو غصہ تھا وہ یہ تھی کہ جن کرایہ داروں کو مدعو کیا گیا تھا ان میں سے ایک بھی جلوس جنازہ میں شریک نہ ہوا تھا ۔ البتہ ایک پولستانی تھا جو ضروری کام نپٹا کر اس وقت قبرستان پہنچا تھا جب مارمیلادوف پر مٹی ڈالی جا چکی تھی ۔ اور ضیافت میں بھی، جس کا انتظام کیتارینا نے بڑے چاؤ اور ارمانوں سے کیا تھا، غریب اور مریل قسم کے لوگ شریک تھے جن میں سے کئی ایک تو شرابی تھے ۔ یہ لوگ بڑی بدتمیزیاں کر رہے تھے ۔ ایسا لگتا تھا کہ بزرگ اور شریف کرایہ دار نہ آئے تھے گویا انھوں نے شریک نہ ہونے کی سازش کر رکھی تھی ۔ چنانچہ یہ لوگ، جن کی شرکت پہ کیتارینا فخر کرتی، یا تو اپنے کمروں میں بند تھے یا باہر کھسک گئے تھے ۔ مثلاً لوژن نہ آیا تھا جو سارے کرایہ داروں میں سب سے زیادہ مہذب اور معزز تھا ۔ حالانکہ گزشتہ کل ہی کیتارینا ایک عالم کو، خصوصاً امیلیا، سونیہ

پولستانی وغیرہ کو بتا چکی تھی کہ لذ ہن، جو ایک رئیس زادہ، اس کے پہلے شوہر کا دوست اور اس کے کرنل باپ کی عورتوں میں شریک ہوتا رہا ہے، اسے پنشن دلانے کا وعدہ کر چکا ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کتیارینا دوسروں کی دولت اور شرافت کی تعریف کسی ذاتی غرض سے نہ کرتی تھی بلکہ اس سے خود اس کو ایک طرح کی مسرت اور اطمینان حاصل ہوتا تھا شاید۔۔۔ لذ ہن کی دیکھا دیکھی وہ ذلیل آدمی آندرے بھی نہ آیا تھا۔ آخر وہ اپنے آپ کو سمجھتا کیا تھا؟ ماں مولی، باپ گاجر اور شریف بنا بیٹھا تھا کمبخت۔ اسے تو محض لذ ہن کی خاطر دعوت دے دی گئی تھی کہ وہ آندرے کے ساتھ رہتے ہیں۔ ورنہ اس کی حیثیت کیا تھی؟

جو لوگ دعوت میں شریک نہ ہوئے تھے کسی وجہ سے ان میں وہ خوش پوشاک بڑھیا اور اس کی ادھیڑ عمر کی کنواری لڑکی بھی نہ آئی تھی۔ یہ دونوں ابھی پندرہ دن پہلے ہی اس بورڈنگ ہاؤس میں رہنے آئی تھیں اور اسی عرصے میں مکان مالکن سے شکایت کر چکی تھیں کہ مارمیلادوف شراب پی کر آتیا اودھم مچاتا اور کتیارینا کے وہاں ایسا ہنگامہ رہتا ہے کہ وہ نہ تو راتوں کو سو سکتی ہیں اور نہ دن کو کوئی کام سکون سے کر سکتی ہیں۔ ان کی ان شکایتوں کی اطلاع کتیارینا کو خود امیلیا نے دی تھی۔ ایک روز جب کتیارینا اور امیلیا میں جھگڑا ہو رہا تھا اور وہ چیخ چیخ کر کتیارینا کو کمرے سے نکال دینے کی دھمکی دے رہی تھی تو اس نے، یعنی امیلیا نے ہاتھ ہلا ہلا کر کہا تھا کہ کتیارینا ان دونوں شریف عورتوں کی "جوتی کی برابری بھی نہیں کر سکتی تھی" اور اسے دیکھتے ہی نفرت نفرت سے منہ پھیر لیتی تھیں، خصوصیت سے دعوت دی گئی تا کہ ان ماں بیٹی کو معلوم ہو جائے کہ کتیارینا ان سے زیادہ شریف تھی اور کسی کی طرف سے

بھی اپنے دل میں بغض و کینہ نہ رکھتی تھی۔ اس کے علاوہ وہ ماں بیٹی پر یہ بھی ظاہر کر دینا چاہتی تھی کہ وہ شہزادی کی طرح ناز و نعم سے پلی تھی اور اس زندگی کی عادی نہ تھی جو گزار رہی تھی۔ کیتارینا نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ یہ کھانے کے میز پر کہے گی، ماں بیٹی کو اپنے باپ کے رتبہ سے آگاہ کر دے گی اور یہ بھی کہہ دے گی کہ اسے دیکھ کر نفرت اور حقارت سے منہ پھیر لینا شرافت نہیں۔ لیکن وہ دونوں نہ آئیں اور کیتارینا کے دل کی دل ہی میں رہی۔

پیلی رنگت والا اور موٹا لفٹنٹ کرنل بھی نہ آیا تھا۔ یہ شخص واقعی معزول شدہ فوجی تھا لیکن اس کی غیر حاضری کو معاف کیا جا سکتا تھا کیونکہ پچھلے دو دنوں سے وہ اپنے آپ میں نہ تھا۔ مختصر یہ کہ دعوت میں گنے چنے لوگ شریک تھے۔ ایک تو وہی پولستانی جس نے دوڑ دوڑ کر کیتارینا کا کام کیا تھا دوسرا ایک بے وقوف۔ اور ریٹیو کلرک تھا چہرہ مہاسوں سے داغدار تھا اور جو مسچھا الو کی طرح ہر ایک کی صورت تک رہا تھا۔ وہ بے حد میلا کوٹ پہنے ہوئے تھا اور اس کے بدن سے بو کے ایسے بھبکے آرہے تھے کہ کیتارینا کو ابکائیاں آرہی تھیں۔ پھر ایک بڈھا تھا جو کبھی پوسٹ آفس میں کلرک رہا تھا۔ یہ شخص بہرہ تھا، اس کی بینائی میں فرق آگیا تھا اور وہ اپنا پوپلا منہ کھولے یوں بیٹھا تھا کہ سارا کھانا اکیلا ہی کھا جائے گا۔ اس کے منہ سے رال کا تار لٹک رہا تھا۔ یہ بوڑھا ایک نامعلوم زمانے سے امیلیا کے بورڈنگ ہاؤس میں رہتا تھا۔ کوئی انجان اور پراسرار شخص اس کے قیام و طعام کا بل ادا کر رہا تھا۔

فوج کے محکمہ رسد کا ایک معزول شدہ کلرک بھی موجود تھا۔ وہ پیے ہوئے تھا اور بات بات میں منہ پھاڑ کر بدتمیزی سے ہنس رہا تھا اور وہ کوٹ

بھی پہنے ہوئے تھا۔ یہ بدتمیزی کی انتہا تھی ایک شخص آتے ہی لفنگوں کی طرح میز پر بیٹھ گیا۔ کیتارینا کو سلام کرنا تو درکنار اس نے بیوہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تک نہیں۔ آخر میں ایک آدمی ڈریسنگ گون پہنے ہی چلا آیا۔ یہ انتہا تھی اور کیتارینا جیسی با اصول اور نفاست پسند عورت اس بدتہذیبی کو برداشت نہ کر سکی تھی۔ بڑی مشکلوں سے اسے کمرے سے نکالا گیا۔ پولستانی اپنے دو پولستانی دوستوں کو لے آیا تھا۔ یہ امیلیا کے بورڈنگ ہاؤس میں نہ رہتے تھے اور انھیں پہلے کبھی کسی نے دیکھا تھا۔ مطلب یہ کہ دعوت میں کم درجے کے غریب ہی آئے تھے اور اس حقیقت نے کیتارینا کو برافروختہ کر دیا اور ان دو پولستانی بن بلائے مہمانوں نے تو آگ پر تیل کا کام کیا اور اس کا خون کھولنے اور بدن پھنکنے لگا۔

"لہٰذا انہی لوگوں کے لیے یہ تیاریاں کی گئی تھیں؟" مہمانوں کی سہولت کی خاطر بچوں کو، جو بہت سی جگہ روک لیتے، میز پر نہ بٹھایا گیا تھا دونوں بچے کونے میں بنچ پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے ایک صندوق رکھ کر اس پر کھانا چن دیا گیا تھا پولنکا چونکہ بڑی عمر کی لڑکی تھی اس لیے وہ بچوں کی نگرانی پر معمور تھی تاکہ وہ کھلاتے اور ان کی بہتی ہوئی ناکیں پونچھتی رہے۔

کیتارینا نے دل پر جبر کر کے بڑے اخلاق سے اپنے مہمانوں کا استقبال کیا اور ناک بھوں چڑھا کر انھیں میز پر بیٹھنے کو کہا۔ دعوت کی ناکامی اور اس میں معززنہ کرائے داروں کی عدم شرکت کی ذمہ دار امیلیا کو ٹھہراتے ہوئے کیتارینا نے اس سے سرد مہری سے پیش آنا شروع

کر دیا۔ امیلیا نے کیتارینا کے اس رویے کو محسوس کیا اور وہ بھی کھنچی کھنچی سی کار ہنے لگی۔ اور یہ نیک شگون، نہ تھا جس دعوت کا آغاز ہی اس طرح ہوا ہو اس کا انجام معلوم۔ آخر کار مہمان میز پر بیٹھ گئے۔

راسکولنکاف اسی وقت آ گیا تھا جب وہ لوگ قبرستان سے واپس آئے تھے اسے دیکھ کر کیتارینا کھل اٹھی۔ اول اس لئے کہ اس کے مہمانوں میں تنہا وہی تعلیم یافتہ اور مہذب تھا اور ہر شخص، کیتارینا کے ذریعہ جان چکا تھا کہ وہ دو سال بعد ہی یونیورسٹی میں پروفیسر بننے والا تھا اور دوم اس لئے کہ اس نے آتے ہی بڑے اخلاق اور شرمندگی سے جلوس جنازہ میں شریک نہ ہونے کی معافی کتیارینا سے چاہی تھی۔ کیتارینا تو نہال نہال ہو گئی اور اس نے راسکولنکاف کو اپنے بائیں طرف بٹھالیا۔

امیلیا اس کے دائیں طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ امیلیا کھانے کے متعلق اور کھانا پیش کرنے کے متعلق مناسب ہدایتیں دے رہی تھی اور حالانکہ اسے سانس لینے میں تکلیف ہو رہی تھی اور اس پر کھانسی کے دورے پڑ رہے تھے لیکن وہ خاموش نہ بیٹھ سکتی تھی۔ چنانچہ وہ نیم سرگوشی میں راسکولنکاف کے سامنے اپنے دل کی بھڑاس نکال رہی تھی اور دعوت کی ناکامیابی کے اسباب بیان کر رہی تھی وہ مہمانوں پر عموماً اور مالک مکان پر خصوصاً نکتہ چینی کر رہی تھی اور اپنی باتوں پر خود ہی ہنس رہی تھی۔

"سارا قصور اس کالی کلموڑی کا ہی ہے۔ تم سمجھ ہی گئے ہو گے کہ میری مراد کس سے ہے۔ کیتارینا نے مکان مالکن امیلیا کی طرف اشارہ کیا، دیکھا تم نے ہمیں کس طرح گھور رہی ہے کلموڑی کہیں کی۔

جانتی ہے کہ ہم اسی کے متعلق باتیں کر رہے ہیں۔ لیکن وہ ہماری باتیں سن نہیں سکتی۔ جاہل جو ٹھہری۔ الو بن کہیں کی۔ ہا ہا ہا" اور اس کی ہنسی تکلیف دہ کھانسی میں تبدیل ہو گئی "ہائے ـــ میرے خدا ـــ اور اس نے یہ ٹوپی کیوں چڑھا رکھی ہے کھوں ـ کھوں ـــ دھائیں ـ دھائیں ـ کیسی اکڑ کر بیٹھی ہے شاید لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ رحم کھا کر اس نے میری مدد کی ہے اور دعوت میں شرکت کر کے مجھ پر احسان کیا ہے سفلی کہیں کی، میں نے محض شرما شرمی میں ایک معاملہ فہم عورت کی طرح اس سے کہا تھا کہ وہ خود جا کر چند معزز لوگوں کو اور خصوصاً میرے شوہر کے واقف کاروں کو دعوت دے آئے۔ اور دیکھو کیا بیوقوف، بدتمیز، جاہل اور بیہودہ کو لے آئی ہے۔ جل ککڑی ہم بالکل۔ توبہ۔ توبہ۔ کیا لوگ میری میز پر بیٹھے ہیں۔ سب کے سب جاروب کشوں کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں شاید۔ اس داغدار چہرے والے کو دیکھا تم نے۔ توبہ۔ پورا چہرہ پھوڑے پھنسیوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور یہ ذلیل پولستانی۔ ہا ہا ہا" اور ہنستے ہنستے اس پر پھر کھانسی کا دورہ پڑا" ان میں سے کسی کو بھی میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ خدا جانے بے وقوف پالستانی کہاں سے پکڑ لایا ان دونوں کو۔ اور میں پوچھتی ہوں یہ لوگ آئے کیوں؟ میں نے تو انھیں دعوت دی نہیں تھی۔ عجب بے شرم لوگ ہیں۔ بن بلائے چلے آئے اور اب بیٹھے مربھکوں کی طرح یوں کھا رہے ہیں کہ تو جا میں آتا ہوں۔ میں نے کہا جناب، دفعتہً اس نے چیخ کر ایک پولستانی کو مخاطب کیا۔ آپ نے کیک چکھے یا نہیں؟ لیجئے ـــ اور لیجئے تکلف نہ کیجئے۔ بیر لیں گے یا ووڈکا؟ دیکھو۔ دیکھو۔ وہ اٹھ کر ہمیں سلامیں کر رہے ہیں ـــ بیچارے ـــ ہا ـ آ ـــ معلوم ہوتا ہے وہ واقعی بھوکے ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں کھانے دو بیچاروں کو۔ ایسا عمدہ کھانا انھوں نے کاہے کو کھایا ہوگا۔ بہر حال یہ لوگ شور نہیں مچاتے

خاموش بیٹھے کھا رہے ہیں ۔ لیکن مجھے مالکن کے چاندی کے چمچوں کی فکر ہے ۔
امیلیا ایوانونا" دفعتہً اس نے بلند آواز میں مکان مالکن کو مخاطب کیا" اگر تمہارے
چمچے چوری ہو جائیں تو خیال رہے اس کی ذمہ دار میں نہ ہوں گی ۔ میں تمہیں
پہلے ہی سے ہوشیار کئے دیتی ہوں اپنی آنکھیں کھلی رکھنا ۔ ہاہاہا" اور اپنے
لطیفے پر وہ خود ہی ہنسی اور راسکولنکاف کی طرف گھوم گئی "دیکھا! وہ الوئن
میری بات سمجھ ہی نہ سکی ۔ جاہل جو ٹھہری ۔ ہاہاہا"
اور اس کی ہنسی پُرتکلیف وہ کھانسی میں تبدیل ہو گئی اور وہ پانچ منٹ
تک اس طرح کھانستی رہی کہ دہری ہو ہو گئی ۔ اس کی پیشانی پر پسینے کے
قطرے ابھر آئے اور اس کا سفید رومال چپکیلے خون سے داغدار ہو گیا ۔ اس نے
خاموشی سے رومال راسکولنکاف کو دکھایا ۔ اس کا سانس اکھڑ گیا تھا اور چہرہ
تمتما گیا تھا ۔ چند ثانیوں تک وہ دم درست کرتی رہی اور ایک بار پھر اس نے
غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ سرگوشی میں، اپنی بات کا سلسلہ جوڑا : ۔۔
"خیر جناب تو میں نے اس کلچڑی پر اعتبار کر کے نہایت ہی نازک اور اہم کام
اس کے سپرد کیا تھا یعنی اس بوڑھی عورت اور اس کی ادھیڑ کنواری لڑکی
کو مدعو کرنے کا ۔ تم سمجھ ہی گئے ہو گے کہ میری مراد کون سی خاتون سے ہے ۔
بے حد نازک معاملہ تھا اور بڑی احتیاط کی ضرورت تھی لیکن خدا جانے اس کلچڑی
نے اس بے وقوف بڑھیا کے کیسے کان بھرے کہ وہ آئی ہی نہیں ۔ بے مغرور
ہے وہ عورت ایک میجر کی بیوہ ہے اور پنشن کے سلسلے میں یہاں آئی ہوئی ہے
رات دن گورنمنٹ آفس کے کلرکوں کی خوشامدیں کرتی رہتی ہے ۔ کوئی اتنا
بھی نہ گر جائے روپے کی خاطر ۔ اور پچاس کی عمر ہو گئی اس کی لیکن موئی
جوان بنی ہوئی ہے ۔ بالوں کو خضاب کرتی ہے اور گالوں پہ لالی لگاتی ہے

اور یہ سب ہی جانتے ہیں۔ توبہ۔ توبہ۔ اس عمر میں یہ چوچلے، بے حیا کہیں کی دفتر کے کلرکوں کا دل لبھا کر اپنا کام نکلوانا چاہتی ہے۔ بے حیائی کی انتہا ہے کہ نہیں۔ اب تم ہی کہو کہ یہ رنڈی میری برابری کر سکتی ہے؟ نہیں کر سکتی نا؟ اس کے باوجود میں نے اسے دعوت بھجوائی لیکن خدا جانے کیسی دعوت دے آئی کہ وہ ذلیل بڑھیا دعوت میں تو خیر نہ آئی لیکن موئی نے معذرتی خط بھی نہ بھجوایا کہ میں فلاں فلاں مجبوریوں کی وجہ سے نہ آسکی جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔ میں پوچھتی ہوں کیا اس عورت میں اتنا بھی اخلاق نہیں کہ میری دعوت کا شکریہ ادا کرکے شریک نہ ہونے کی معذرت طلب کرتی؟ اس مغرور بڑھیا نے مجھے کسی قابل سمجھا ہی نہیں۔ لیکن مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ لذہن کیوں تشریف نہیں لائے! سونیہ کہاں ہے؟ کہاں گئی وہ؟ — لو نام لینے کی دیر تھی وہ آگئی میری سونیہ۔ کیا بات ہے سونیہ کہاں تھیں تم اب تک؟ بری بات — بہت بری بات ہے سونیہ کہ تم اپنے والد کے طعام میت میں بھی وقت پر نہ آسکو۔ لوگ کیا کہیں گے؟ مسٹر راسکولنکاف ذرا ادھر کھسک کر اپنے قریب ہی سونیہ کے لئے جگہ بنا دیجئے۔ شکریہ۔ سونیہ بس یہاں بیٹھو تم آرام سے۔ کیا کھاؤ گی؟ اپنی پسند کی چیز خود ہی لے لو۔ یہ مسالے دار گوشت کھاؤ گی؟ بے حد لذیذ بنا ہے۔ گوشت لو۔ کیک بھی آجائیں گے اور۔ بچی۔ بچوں کو تو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے نا؟ پولنکا؟ سب طرح کے کھانے مل گئے نا تمھیں؟ بس تو ٹھیک ہے۔ لیڈا! بدتمیزی مت کرو۔ اور کولیا تم ٹانگیں مت ہلاؤ۔ شریف بچوں کی طرح خاموش بیٹھو تمیز سے۔ ایں کیا کہا سونیہ؟"

سونیہ نے اونچی آواز میں کہ ہر شخص سن لے لذہن کی دعوت میں عدم شرکت کی وجوہات بیان کیں اور بہت ہی پر زور الفاظ میں اس کی طرف سے معذرت

چاہی حالانکہ خود لذہن نے ایسے الفاظ نہ کہے تھے۔ آخر میں اس نے اعلان کیا کہ لذہن نے کہا ہے کہ وہ پھر کسی وقت کیتارینا سے ملاقات کرے گا اور یہ کہ وہ تنہائی میں اس سے ایک اہم معاملے میں گفتگو کرے گا اور اپنی خدمات پیش کر دے گا۔

سونیا جانتی تھی کہ یہ الفاظ کیتارینا کو خوش کر دیں گے اور اس کے اس غم کی تلافی بھی ایک حد تک ہو جائے گی جو دعوت کی ناکامی کی وجہ سے تھا اور یہ بھی ہوگا کہ وہ ہر ایک سامنے عموماً اور مکان مالکن کے سامنے خصوصاً سر بلند ہو سکے گی۔ پھر وہ راسکولنکاف کے قریب بیٹھ گئی، ایک نظر اسکی طرف دیکھا اور پھر گھبرا کر نگاہیں جھکالیں۔ کئی دفعہ بے اختیار اس کی نظریں راسکولنکاف کی طرف اٹھ گئیں اور ہر دفعہ کوشش کر کے اس پر سے اپنی نظریں ہٹالیں اور پھر یہی کوشش کرتی رہی کہ راسکولنکاف کی طرف نہ دیکھے۔ وہ اس سے بات چیت کرنے سے بھی کترا رہی تھی۔ وہ کچھ کھوئی کھوئی سی معلوم ہوتی تھی اس کے باوجود کیتارینا کو خوش کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔ اس نے اور کیتارینا نے بھی ماتمی لباس نہ پہنا تھا۔ ان کے پاس کالا ماتمی لباس تھا ہی نہیں۔ سونیہ ہلکے بھورے رنگ کے لباس میں تھی اور کیتارینا کے سوتی اسکرٹ پر کالی دھاریاں تھیں۔ بس یہ ایک ہی اسکرٹ اس کے پاس تھا، عزت کا لفافہ جو خاص خاص موقعوں پر کام آجاتا تھا۔

لذہن کا معذرتی پیغام پُر اثر ثابت ہوا حتیٰ کہ امیلیا بھی مرعوب ہوگئی لذہن کا پیغام بڑے وقار سے اور سینہ تان کر سننے کے بعد کیتارینا نے دگنے وقار سے لذہن کی خیر و عافیت دریافت کی جس کا جواب سونیہ نے

مناسب دموزدں الفاظ میں دیا۔ اب کیتار ینا نے راسکولنکاف کی طرف گھوم کر سرگوشی میں اسے مطلع کیا کہ لذہن جیسے شریف اور تعلیم یافتہ آدمی کے لئے اس قسم کی بیہودہ بزم میں شریک ہونا کچھ بیہودہ سی بات تھی حالانکہ وہ کیتارینا کے باپ کے خاص دوستوں میں سے تھے لیکن اس دعوت میں شریک ہونا اس کی شان کے خلاف تھا کیونکہ ان کنگلوں میں بیٹھ کر وہ بے چینی سی محسوس کرتا چنانچہ اس کی عدم شرکت کو نفرت اور حقارت سے محمول نہ کیا جائے۔

"اس لئے میں تمھاری مشکور رہوں گی سٹر روڈیا را مانو نیچ راسکولنکاف کہ تم نے اس دعوت میں شرکت کو کسر شان نہ سمجھا، کیتارینا نے اونچی آواز میں کہا، "کیونکہ میرے شوہر سے تمھاری دوستی بے غرضانہ اور سچی تھی۔"

اور اس نے ایک بار پھر بڑے وقار اور فخر سے اپنے مہمانوں کی طرف دیکھا اور اس بوڑھے سے، جو بہرہ تھا اور حسب کی بنیاد میں فرق آگیا تھا چیخ کر کہا۔

"بھنا ہوا گوشت لیجئے۔ تکلف نہ کیجئے ان صاحب کو شراب دی گئی ہے کہ نہیں؟ کیوں جناب! آپ کون سی شراب پسند کریں گے؟"

بوڑھے نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ پہلے تو وہ یہ بھی نہ سمجھ سکا کہ یہ اس سے کہا جا رہا ہے حالانکہ اس کے پڑوسی اس کی پسلیوں میں ٹھوکے مار رہے تھے اور چپکے چپکے ہنس رہے تھے لیکن بوڑھا کچھ نہ سمجھتے ہوئے بدتودوں کی طرح ایک ایک کی صورت تک رہا تھا۔ اس کے یوں دیکھنے سے سب ہی بے حد محظوظ تھے اور بے اختیار ہنس پڑے۔ سب کو ہنستے دیکھ کر بوڑھا بھی ہنسنے لگا۔

"کیا بے وقوف آدمی ہے — دیکھو — دیکھو — اُلّو کی طرح آنکھیں

جھجک رہا ہے۔ آخر اسے کیوں دعوت دی گئی؟ رہے مسٹر لذین تو وہ" اورکتیارینا نے اتنی اونچی آواز میں ایملیا کو مخاطب کیا کہ وہ بدحواس ہو گئی، تمھاری اس گھٹیتی بڑھیا کی طرح نہیں ہیں جسے میرے ابا اپنے یہاں باورچن کے طور پر بھی نہ رکھتے اور اگر میرے مرحوم شوہر نے کبھی اسے یہاں بلایا ہوتا تو یہ اس ذلیل بڑھیا کی عزت افزائی ہوتی۔"

"جی ہاں۔ کیا بات تھی آپ کے شوہر کی۔ مچھلی کی طرح پیتے تھے۔ واہ — واہ — عادی شرابی اور بلانوش۔ کیا بات تھی ان کی" فوجی محکمہ کے، یعنی کمسریٹ کلرک نے ووڈکا کا بارہواں جام اپنے حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا۔

"بے شک میرے مرحوم شوہر کی یہ سب سے بڑی کمزوری تھی اور ان کی اس کمزوری سے سبھی واقف ہیں۔ چنانچہ تمھیں اس کا اعلان کرنے کی ضرورت نہ تھی" کتیارینا کا رنگ پر گویا چڑھ دوڑی۔ "لیکن ان میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ وہ رحم دل مخلص اور ذات کے کھرے تھے اور ایک اچھے شوہر اور ایک اچھے باپ تھے یہ ان کی سادہ لوحی کی انتہا تھی کہ وہ ہر ایک پر اعتبار کر لیتے اور ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر پیتے تھے جو ان کی خاک پا کے برابر بھی نہ تھے یقین مانو مسٹر راسکولنکاف کہ لوگوں کو ان کی جیب میں سے مٹھائی مرغا ملا تھا اور اس وقت وہ نشے میں دھت تھے اس حالت میں بھی وہ بچوں کو بھولے نہ تھے۔

"کیا کہا تم نے؟ مرغا — مرغا؟" کمسریٹ کلرک چیخا۔

کتیارینا نے اس بدتمیز کلرک کو جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔ وہ ایک ٹھنڈا سانس لے کر خاموش ہو رہی۔

"دوسرے لوگوں کی طرح شاید تمھارا ابھی یہی خیال ہو گا کہ ان کے ساتھ میرا سلوک بڑا ہی سخت تھا" آخر کار اس نے راسکولنکاف سے کہا "لیکن

آنا ـــ ایسی بات نہ تھی ـــ وہ میری بہت عزت کرتے تھے، مجھ سے محبت کرتے تھے، بہت زیادہ رحم دل تھے وہ۔ بعض دفعہ مجھے ان کی حالت پر رحم آجاتا تھا اور میں چپکے ہی چپکے رو دیا کرتی تھی، اپنے کیے پر پشیمان ہوتی تھی اور عہد کرتی تھی کہ اب انھیں کچھ نہ کہوں گی، انہیں کی طرح رحم دل ہوں گی، جس طرح وہ میری عزت کرتے ہیں میں بھی ان کی عزت کروں گی لیکن پھر میرا دل کہتا "کیتارینا! اگر تم نے ذرا بھی نرمی سے کام لیا تو وہ پھر بہنے لگیں گے۔ صرف سختی اور بے رخی سے ہی انھیں اس لعنت سے دور رکھا جا سکتا تھا"

"جی ہاں۔ بچارے کی خوب مرمت کی جاتی تھی" مسٹر پیٹ کلرک نے کہا۔

"چند گدھے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب تک ان کی مرمت نہ کی جائے وہ سیدھے نہیں ہوتے۔ انھیں جھاڑو سے پٹنا ضروری ہوتا ہے اور یہ میں اپنے مرحوم شوہر کے متعلق نہیں کہہ رہی۔ سمجھے" کیتارینا نے جھنجلا کر جواب دیا اسکے گال انگاروں کی طرح دہک رہے تھے اور سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ کوئی دم میں وہ کسی سے جھگڑ پڑے گی۔ مہمان چپکے چپکے ہنس رہے تھے۔ وہ خوش تھے کہ محفل رنگ پر آنے والی تھی؛ چنانچہ انہوں نے کلرک کو ٹھوکے دینا اور اسے اکسانا شروع کیا

"اپنے شوہر کے متعلق نہیں کہہ رہی تھیں" کلرک نے شہ پا کر کہا۔ "تو پھر کس کے متعلق کہہ رہی تھیں؟ ـــ ایں! میں پوچھتا ہوں تمھارا اشارہ کس کی طرف تھا؟ میری طرف ـــ خیر ـــ اے بدنصیب بیوہ! جا میں نے تجھے معاف کیا۔ بے یار و مددگار اور بے کس و مجبور سمجھ کر چھوڑ دیا اور وہ دوڈکا ایک اور جام چڑھا گیا۔

راسکولنکاف یہ سب کچھ نفرت و کراہت سے دیکھ رہا تھا۔ وہ کھانا رہا

تھا بلکہ چمک رہا تھا اور وہ بھی اس لئے کہ کیتارینا کو برا معلوم نہ ہو جس نے خود اپنے ہاتھ سے اس کی قاب کھانے میں رکھوائے تھے۔ وہ سونیہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سونیہ کی گھبراہٹ اور پریشانی بڑھتی جا رہی تھی اس بڑھتے ہوئے طوفان کے آثار اس نے کبھی محسوس کر لئے تھے جو ایک دم سے پھٹ پڑنے والا تھا۔ اس نے خوف سے کانپ کر کیتارینا کے تیز و تند غصے کو دیکھا۔ وہ جانتی تھی کہ صرف اس کی وجہ سے اس بوڑھی عورت نے طعام میت میں شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ امیلیا نے اسے بتایا تھا کہ بڑھیا اس دعوت پر بے حد خفا ہوئی تھی اور اس نے کہا تھا " آخر تم نے ہمیں سمجھ کیا رکھا ہے؟ تم سمجھتی ہو کہ میری بیٹی اس دو ٹکے کی رنڈی کے ساتھ ایک میز پر کھانا کھائے گی؟ یہ تو قیامت تک نہ ہو سکتا تھا اور نہ ہو گا "۔ سونیہ کو شک تھا بلکہ اب اسے یقین ہو چلا تھا کہ اس بات کا پتہ کیتارینا کو بھی کسی طرح چل گیا تھا۔ وہ اپنی، اپنے بچوں کی حتیٰ کہ اپنے مرحوم شوہر کی بھی توہین برداشت کر سکتی تھی لیکن سونیہ کے خلاف ایک لفظ بھی نہ سن سکتی تھی۔ سونیہ جانتی تھی کہ کیتارینا کو اس وقت تک چین نہ آئے گا جب تک کہ وہ ان دو " دامن گھسیٹتی ذلیل عورتوں کو " اپنے اصلی مقام تک نہ پہنچا دے گی۔ حالات کو بد سے بدتر بنانے کے لئے کسی من چلے نے روٹی کاٹ کر دو دل بنائے جو تیروں سے چھدے ہوئے تھے۔ یہ قاب مہمانوں کے ذریعہ ہاتھوں ہاتھ سونیہ کے سامنے پہنچ گئی۔ اس فنکارانہ قاب کو دیکھتے ہی کیتارینا بے قابو ہو گئی اس کے گالوں کی مریضانہ سرخی دہکنے لگی اور اس نے چیخ کر کہا جس نالائق نے وہ قاب سونیہ کے پاس بھیجی تھی وہ شرابی سور ہے۔"

امیلیا الیونانے، جو کیتارینا کے سلوک سے پہلے ہی سے برگشتہ خاطر تھی

نقصا کے تناؤ کو محسوس کر لیا چنانچہ اس نے بات رفع دفع کرنے کے لئے اپنے ایک ملاقاتی جرمن شخص کا قصہ بیان کرنا شروع کیا جو کیپیا داں تھا حالانکہ یہ قصہ بے موقع تھا لیکن ایملیا نے کہا کہ وہ جرمن ایک رات گاڑی میں بیٹھ کر کہیں جا رہا تھا کہ راستے میں گاڑی بان کی نیت بدلی اور اس نے کارل کو، یہ اس جرمن کا نام تھا، قتل کر دینا چاہا۔ کارل گاڑی بان کی منت سماجت کرنے لگا کہ وہ اسے قتل نہ کرے، اس نے گاڑی بان کے سامنے ہاتھ جوڑے اس کے پیروں پر سر رکھ دیا اور اس کے سامنے رو دیا یہاں تک کہ اس پر موت کی ایسی دہشت طاری ہوئی کہ اس کا کلیجہ پھٹ گیا۔ حالانکہ یہ قصہ سن کر کیتارینا مسکرانے لگی تھی لیکن اس نے ایملیا کو ٹوکا کہ چونکہ وہ نسلاً جرمن ہے اس لئے روسی زبان میں قصے نہ بیان کرنے چاہئیں۔"

کیتارینا کے اس چوٹ سے ایملیا تلملا گئی اور اس نے فوراً بڑی شان سے جواب دیا کہ اس کا باپ جرمن کا چھیلا کے نام سے مشہور تھا، بے حد معزز تھا اور ہمیشہ جیبوں میں ہاتھ ڈال کر چلا کرتا تھا۔ ایملیا کی اس بات پر کیتارینا یوں ہنسی کہ اسے اچھو لگ گیا۔ اب ایملیا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اس نے کھا جانے والی نظروں سے کیتارینا کو دیکھا اور بمشکل اپنے غصہ کو دبا سکی۔

"اس کلچڑی کی باتیں سنیں تم نے؟ کلوتی! بالکل۔ کیتارینا نے رسکولنکا کی طرف جھک کر سرگوشی کی۔ اس کی خوش مزاجی عود کر آئی تھی۔" وہ کہنا یہ چاہتی تھی کہ اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر چلا کرتے تھے لیکن کہہ یہ گئی کہ لوگوں کی جیبوں میں ہاتھ دئے رہتے تھے۔ اور مسٹر اسکولنکاف (وہ کھانسنے لگی) تم نے ایک بات پر غور کیا کبھی؟ یہ بدیسی، خصوصاً یہ جرمن جو خدا جانے

کہاں سے آ کر یہاں پیٹرس برگ میں جم گئے ہیں، اول درجہ کے بیوقوف ہوتے ہیں۔ اب بھلا اس بزدل کیمیا داں کارل کا قصہ بیان کرنے کا یہ کونسا موقعہ تھا؟ اور اس کارل کی بزدلی ملاحظہ ہو کہ وہ گاڑی بان کو سزا دینے کے بجائے خود ہی مرگیا مارے دہشت کے۔ اور کمال یہ ہے کہ یہ بیوقوف عورت اپنے بیان کردہ قصے کو بڑا ہی رقت انگیز خیال کرتی ہے میرے خیال میں تو یہ شہزادی کلرک اس کلچڑی سے زیادہ سمجھدار ہے ۔۔۔ دیکھا تم نے! کیسی غضب آلود نظروں سے مجھے گھور رہی تھی، کلچڑی کو غصہ آ گیا۔ ہا ہا ہا۔ غصہ آ گیا۔ ہا ہا ہا"

اور ایک بار پھر وہ کھانسی کے جھٹکوں سے دہری ہو گئی۔ اس کا اشتعال اور بے چینی خوش مزاجی میں ڈھلنے لگی تھی۔ اب سنبھل کر بیٹھتے ہوئے راسکولنکاف کو اپنی تجویز سے آگاہ کیا۔ اس نے کہا کہ جب اسے پنشن مل جائے گی تو وہ اپنے وطن چلی جائے گی اور وہاں رئیس زادوں کے لئے ایک شاندار بورڈنگ اسکول بنوائے گی۔ چونکہ آج پہلی دفعہ وہ کسی سے اپنے دل کی بات کہہ رہی تھی اس لئے تفصیلات کو طول دے رہی تھی اور خود ہی ان پر یقین کرتی چلی گئی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے "قابلیت کی وہ سند" بھی کہیں سے حاصل کر لی جس کا ذکر پہلے پہل مارمیلادوف نے شراب خانے میں راسکولنکاف سے کیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ اسکی بیوی نے اسکول چھوڑتے وقت، گورنر اور دوسرے معزز لوگوں کے سامنے اسکے سامنے رقص کیا تھا۔ یہ سند اسکول کھولنے میں معاون ثابت ہو سکتی تھی اور کیتارینا کی قابلیت کا ثبوت بھی تھی۔ یہ سند تو اس نے راسکولنکاف کو یوں ہی دکھا دی تھی در اصل وہ اس سند سے" لیس ہو کر اس لئے میز پہ بیٹھی

تھی کہ اگر وہ دامن گھسیٹتی بڑھیا اور اس کی بیٹی، جو کیتیارینا کو ذلیل سمجھتی تھیں، دعوت میں شریک ہوتیں تو کیتیارینا یہ سند ان کے منھ پر مار کر نہ صرف اپنی اعلیٰ نسبی ثابت کر دیتی بلکہ ان دونوں کو نیچا بھی دکھا دیتی کہ وہ ایک کرنل کی بیٹی اور رئیس زادی ہے چنانچہ ان "کمینوں" سے بدرجہا افضل ہے۔ سند فوراً ہی میز پر بیٹھے ہوئے شرابیوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی اور وہ لوگ حیرت اور غور سے اس کا مطالعہ کرنے لگے۔ کیتیارینا نے انھیں نہ روکا کیونکہ سند میں اس بات کی تصدیق کی گئی تھی۔ کہ کیتیارینا کا باپ واقعی میجر تھا اور اس کی خدمات کے صلے میں بادشاہ نے اسے ایک اعزاز سے نوازا تھا چنانچہ حقیقت میں وہ کرنل کا ہم پلہ تھا۔
کیتیارینا نے جوش میں آکر مہمانوں کو بتانا شروع کیا کہ آبائی وطن میں اس کی زندگی کیسی قابل رشک ہوگی پھر وہ ان معلموں کے نام گنانے لگی جنہیں وہ اپنے بورڈنگ اسکول میں رکھے گی۔ ایک معلم تو صرف عرف نحو کا ہوگا فرانسیسی زبان سکھانے کے لئے ایک فرانسیسی معلم رکھا جائے گا۔ کیتیارینا نے بتایا کہ اس فرانسیسی شخص سے اس کے خوشگوار تعلقات تھے مانگورٹ یا ایسا ہی نام تھا اس کا بے حد عالم، فاضل "آدمی تھا کسی زمانے میں خود کیتیارینا اس کی شاگرد رہ چکی تھی اور معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا تھا کہ یہ مانگورٹ اب تک زندہ تھا۔ اسی قصبہ میں مقیم تھا جہاں کیتیارینا پیدا ہوئی تھی اور جہاں انہوں نے اپنی زندگی کے اچھے دن گزارے تھے اور جہاں وہ اسکول کھولنے والی تھی۔ معلموں کی تنخواہیں اور بچوں کی فیس مناسب ہوگی۔ پھر اس نے اعلان کیا کہ وہ سونیہ کو بھی اپنے ساتھ لے جائے گی تاکہ وہ کیتیارینا کا ہاتھ بٹا سکے۔ اس پر کسی بدتمیز نے زور کا قہقہہ لگایا۔

حالانکہ کیتا رینا نے اس بد تمیزی کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی، لیکن غیر شعوری طور پر اس کی آواز بلند ہوتی چلی گئی اور اس نے بےحد جذباتی انداز میں سونیہ کی قابلیتوں، اس کی بردباری، صبر و تحمل، خلوص، رحم دلی اور اعلیٰ تعلیم کا قصیدہ خوانی شروع کر دی اپنی اس ولولہ انگیز تقریر کے دوران وہ سونیہ کے گال تھپتھپاتی جاتی تھی اور آخر میں بے قابو ہو کر اس نے دو دفعہ اس کے گالوں کو چوم لیا۔ سونیہ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور کیتا رینا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی کیونکہ دفعتاً اسے احساس ہوا کہ وہ ایک جذباتی اور احمق عورت ہے اور یہ کہ ہوائی قلعہ بنا کر خوش ہوتی اور اپنے آپ کو دھوکا دیتی ہے۔ اور پھر اسے یاد آیا کہ کھانے بڑھانے اور کافی پیش کرنے کا وقت آ گیا تھا۔

امیلیا بہت دیر سے اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی تھی کیونکہ اس کی موجودگی کو صریحاً نظر انداز کر دیا گیا تھا اور وہ بحث میں حصہ بھی نہ لے سکی تھی۔ چنانچہ جب میز پر سے تابیں وغیرہ ہٹائی جا رہی تھیں تو امیلیا نے سوچا کہ اپنی اکھڑی ہوئی ہوا کو جمانے کی ایک آخری کوشش کرنی چاہیئے ورنہ اس کی اس رات کی نیند حرام ہو جائے گی اس خیال کے آتے ہی وہ تن کر بیٹھ گئی اور اب اس نے ڈرتے ڈرتے کیتا رینا کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف مبذول کرائی۔ اس نے کہا کہ اس کے "مستقبل کے بورڈنگ اسکول" میں کیتا رینا کو طالبات کے خصوصاً نوجوان لڑکیوں کے لباس کی صفائی کی طرف خصوصیت سے دھیان دینا پڑے گا اور اس کے لئے اسے ایک عورت کو ملازم رکھنا پڑے گا۔ دوسری بات یہ کہ لڑکیوں کو، جو ظاہر ہے کہ کنواری ہوں گی۔ ناول نہ پڑھنے دئے جائیں۔

دعوت کی ناکامی سے کتیا رینا پہلے ہی سے بے لطف ہو رہی تھی چنانچہ اس نے منھ بنا کر اور بیزاری سے یہ کہہ کر امیلیا کو خاموش کر دیا کہ وہ اسکول وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں جانتی اور پھر یہ کہہ کر اس نے امیلیا کی معلومات میں اضافہ کیا کہ کہ طالبات کے لباسوں کی صفائی وغیرہ کا کام دھوبیوں کا ہے نہ کہ ایک اعلیٰ درجہ کے بورڈنگ اسکول کی منتظمہ کا۔ اب رہا ناول پڑھنے کا سوال تو یہ سوال سرے سے احمقانہ ہے اور اس پر بحث کرنا اور بھی حماقت ہے آخر بس اس نے امیلیا سے خاموش رہنے کی درخواست کی اس پر امیلیا بھڑک اٹھی اور اس نے چیخ کر کہا کہ وہ چونکہ کتیا رینا کا بھلا چاہتی ہے اسی لئے اس نے یہ بات کہی تھی۔ اور اس کی تان یہاں ٹوٹی کہ کتیا رینا ایک مدت سے کمرے کا کرایہ ادا نہیں کر رہی اور یہ کہ اس نے (کتیا رینا نے) امیلیا کے بورڈنگ ہاؤس کو گویا خیرات خانہ سمجھ رکھا ہے۔

کتیا رینا نے کہا کہ امیلیا قطعی اس کی بھلائی نہیں چاہتی کیونکہ ابھی گزشتہ کل ہی، جبکہ اس کے شوہر کی نعش میز پر پڑی ہوئی تھی، وہ کتیا رینا کو کرائے کے لئے پریشان کر رہی تھی۔ اس کا جواب امیلیا نے یہ دیا کہ اس نے دو معزز خاتون کو دعوت دی تھی لیکن وہ نہ آئیں کیونکہ وہ اپنے اونچے گھرانے کی "شریف بیبیاں ہیں" اور اس عورت کے یہاں نہیں آسکتیں جو قطعی "شریف بی بی" نہیں ہے۔ کتیا رینا نے تڑ سے کہا چونکہ وہ خود "رنڈی" ہے اس لئے دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھتی ہے۔ امیلیا نے اعلان کیا کہ وہ قطعی رنڈی نہیں ہے بلکہ اس کا باپ، جرمن کا چھیلا تھا، اپنی جیبوں میں ہاتھ دئے رہتا تھا اور جب چلتا تھا تو منھ سے "پوف - پوف" کی آواز نکالتا چلتا تھا۔ اور اپنے باپ کی نہایت ہی مکمل تصویر پیش کرنے کے لئے امیلیا ایک جھٹکے

کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی، اپنے دونوں ہاتھ اسکرٹ کی جیبوں میں ڈالے اور گال پھلا کر منھ سے "پوف۔ پوف" کہنے لگی۔ مہمانوں کے بلند قہقہوں کے باوجود وہ اپنے باپ کی کامیاب نقل کرتی رہی۔

اب کیتارینا کا غصہ انتہا کو پہنچ چکا تھا چنانچہ اس نے چیخ کر کہا کہ امیلیا کا شاید "کوئی باپ" تھا ہی نہیں اور اگر تھا تو کوئی گرا پڑا آدمی تھا اور یہ کہ امیلیا کی ماں یقیناً کسی نواب کی باورچن رہی ہوگی یا کوئی اس سے بھی خراب دھندا کرتی ہوگی امیلیا جھینگے کی طرح سرخ ہوکر چلائی کہ کیتارینا کا کوئی باپ نہ تھا لیکن اس کا واقعی ایک باپ تھا جو "سرکس کا چھیلا" تھا، کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے رہتا تھا اور منھ سے پوف۔ پوف" کرتا چلتا تھا۔

کیتارینا نے غرور سے گردن اکڑا کر کہا کہ سبھی جانتے ہیں کہ اس کا باپ تھا اور یہ کہ سند میں صاف لکھا ہوا ہے کہ وہ کرنل تھا۔ اس کے برخلاف اگر واقعی امیلیا کا کوئی باپ تھا تو وہ کوئی گوالا تھا جس کا نواب کی باورچن سے، جو امیلیا کی ماں تھی، ناجائز تعلق رہا ہوگا۔ لیکن شاید اس کا باپ تھا ہی نہیں کیونکہ آج تک یہی نہیں طے پایا کہ وہ امیلیا ایوانونا ہے یا امیلیا لڈوگونا۔

امیلیا نے آگ بگولا ہوکر اعلان کیا کہ وہ قطعی لڈوگونا نہیں ہے بلکہ "صفا" ایوانونا ہے اور یہ کہ اس کے باپ کا نام "جوہن" تھا اور وہ صدر بلدیہ تھا۔ اس کے برخلاف کیتارینا کا باپ قطعی صدر بلدیہ نہ تھا۔ اور اس نے میز پر دھڑام سے گھونسہ رسید کردیا۔ کیتارینا بھی اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے پرسکون آواز مگر کرخت لہجے میں (حالانکہ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور سانس پھول گیا تھا) کہا کہ اگر اس نے اپنے گوالیے باپ کا موازنہ اس کے (کیتارینا کے) باپ سے کیا تو وہ امیلیا کی ٹوپی اس کے سر پر سے گھسیٹ کر

اپنے پیروں تلے روند دے گی۔ کیتارینا کی اس دھمکی نے امیلیا کو تکلے کا ناچ نچا دیا اور وہ پیر پٹخ پٹخ کر کمرے میں تقریباً دوڑنے اور چیخ چیخ کر کہنے لگی کہ وہ اس گھر کی مالکن ہے چنانچہ حکم دیتی ہے کیتارینا اپنی "چھچھوندر کی جھولی" کرلے کر اسی وقت یہاں سے نکل جائے۔ پھر وہ ایک دم سے دوڑ کر میز کے قریب آئی اور دیوانوں کی طرح چاندی کے چمچے سمیٹنے لگی۔ کمرے میں ایک ہاڑ مچ گیا۔ بچے رونے لگے۔ سونیا کیتارینا کو روکنے کے لیے اس کی طرف لپکی لیکن جب امیلیا نے "چکلے میں بیٹھنے والی" اور اس کے "لائسنس" کے متعلق کچھ کہا تو کیتارینا سونیہ کو دھکیل کر امیلیا کی طرف جھپٹی کہ اپنی دھمکی کو جامہ عمل پہنا دے اور امیلیا کی ٹوپی گھسیٹ کر اپنے پیروں تلے روند دے۔

عین اس وقت کمرے کا دروازہ کھلا۔ دروازے میں لنڈہن کھڑا ہوا تھا۔ اس کے بشرے سے نفرت وحقارت عیاں تھی۔ کیتارینا امیلیا کو بھول کر لنڈہن کی طرف دوڑ پڑی۔

(۳۲)

مسٹر لنڈہن اچھا ہوا کہ آپ آگئے" کیتارینا چیخ کر بولی "آپ ہی مجھے بچا سکتے ہیں۔ اس بے وقوف عورت کو سمجھائیے کہ وہ ایک مصیبت زدہ لیکن شریف عورت کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کر سکتی بتائے اسے کہ مصیبت زدہ عورتوں کے لیے ایک قانون موجود ہے۔ میں خود جاکر گورنر صاحب سے ملوں گی اور ظالم عورت کو جواب دینے کے لیے حضور کے سامنے جانا پڑے گا۔ مسٹر لنڈہن! میرے والد کی دوستی اور مہربانیوں

کو یاد رکھئے اور مجھے اس عورت سے بچا لیجئے"

"ہوش کی دوا کیجئے مادام" لذ ہن نے بڑی بے مہری سے کیتارینا کو ایک طرف ڈھکیل دیا" آپ کے والد صاحب سے مجھے کبھی شرف ملاقات حاصل نہیں ہوا۔ میں تو ان کے نام تک سے واقف نہیں (مہمانوں میں سے کوئی ہنسا) اور یہ بھی سن لیجئے کہ آپ کے اور امیلیا ایوانوناکے دائمی جھگڑوں سے مجھے کوئی واسطہ نہیں۔ اس وقت میں ایک خاص کام سے یہاں آیا ہوں اور آپکی سوتیلی بیٹی صوفیہ ایوانونا۔ شاید یہی نام ہے ان کا۔ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں براہ کرم راستہ چھوڑ دیجئے"

اور وہ کیتارینا سے بچ کر نکلتا ہوا اس کونے کی طرف چلا جہاں سونیہ کھڑی ہوئی تھی۔

کیتارینا جہاں تھی وہیں بت بنی کھڑی رہی۔ وہ حیران تھی کہ لذ ہن اس کے باپ کی مہربانیوں کو کیسے جھٹلا سکتا ہے؟ بے شک یہ قصے خود کیتارینا نے گھڑے تھے لیکن وہ خود انھیں سچ سمجھ چکی اور ان کی حقیقت پر ایمان لا چکی تھی۔

لذ ہن کے خشک اور سخت کاروباری قسم کے لہجے نے بھی اس کے لطیف جذبات کو ٹھیس پہونچائی تھی۔ لذ ہن کے کمرے میں داخل ہوتے ہی وہاں خاموشی چھا گئی تھی۔ ہر شخص خاموش اور کچھ ہونے کا منتظر تھا۔ سونیہ کے قریب کھڑے ہوئے راسکولنکاف نے ایک طرف دب کر لذ ہن کو جگہ دے دی۔ لذ ہن نے راسکولنکاف کی طرف دیکھا تک نہیں۔ ایک منٹ بعد ہی آندرے بھی کمرے کے کھلے ہوئے دروازے میں نمودار ہوا اور وہیں دروازے میں ہی کھڑا حیرت اور دلچسپی سے سب کچھ دیکھنے اور سننے لگا۔ اس کے بشرے سے کسی قسم کی الجھن کے آثار عیاں تھے۔

"اس بے وقت دخل اندازی کی معافی چاہتا ہوں لیکن چونکہ معاملہ بے حد اہم ہے اس لئے مجھے یہاں آنا پڑا" لذہن نے کہا

"یہ بھی اچھا ہوا کہ اس وقت کمرے میں اور لوگ بھی موجود ہیں۔ ایلیا! آپ چونکہ مکان مالکن ہیں اس لئے آپ میری ہر بات غور سے سنئے جو میں صوفیہ ایوانونا یا مس سونیہ سے کہوں گا" اب وہ سونیہ کی طرف گھوم گیا جو گھبرائی ہوئی حیران تھی: "صوفیہ ایوانونا! آپ مسٹر آندرسے کے کمرے میں مجھ سے ملنے آئی تھیں۔ ٹھیک ہے؟ آپ کے رخصت ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ میز پر میں نے جو بنک نوٹ رکھے تھے ان میں سے سو روبل کا ایک نوٹ کم تھا۔ اب اگر آپ وہ نوٹ اٹھا لائی ہیں اور اگر آپ اس کا اقرار کر کے مجھے بتا دیں کہ وہ نوٹ کہاں ہے تو میں ان سب کی موجودگی میں وعدہ کرتا ہوں کہ معاملہ یہیں ختم ہو جائے گا اور اگر نہیں تو پھر میں قانون کا سہارا لینے پر مجبور ہوں گا اور پھر جو کچھ ہوگا اس کی ذمہ داری، خیال رہے، مجھ پر عائد نہ ہوگی۔"

کمرے میں سناٹا چھا گیا تھا کہ روتے ہوئے بچے بھی خاموش ہو گئے۔ اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے لذہن کے پتھر جیسے چہرے کی طرف دیکھنے لگے۔ سونیہ کا رنگ زرد ہو رہا تھا اور وہ کچھ سمجھ نہ سکی تھی۔ کمرے کی فضا میں دفعۃً گھٹن سی آ گئی تھی۔ ہر شخص اس گھٹن کو محسوس کر رہا تھا۔

"کہئے۔ کیا جواب ہے آپ کا؟" لذہن نے پوچھا

"میں — میں — کچھ نہیں جانتی آپ کے سو روبل کے نوٹ کے متعلق" آخرکار سونیہ نے کانپتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"سوچ لیجئے — مادام وزیل" لذہن نے یوں کہا جیسے اسے دھمکا رہا ہو "اگر

حالات بگڑ گئے تو پھر آپ کے اور میرے بنائے کچھ نہ بنے گا۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں چند گھنٹوں کی مہلت دینے کو تیار ہوں۔ دیکھئے! اگر مجھے یقین نہ ہوتا تو اس وقت آپ کے پاس نہ آتا اور نہ ہی آپ پر یوں سرِعام الزام دھرنے کی جرأت نہ کرتا کیونکہ جانتا ہوں کہ اگر میرا الزام جھوٹا ثابت ہوا تو یہ سب لوگ، جو اس وقت یہاں موجود ہیں، میرے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ کرکے میرے خلاف اور آپ کے حق میں گواہی دیں گے۔ مجھے احساس ہے کہ محض شک کی بنا پر سب کے سامنے کسی کو الزام دینا بے حد خطرناک بات ہے لیکن حالات کے پیش نظر مجھے آپ ہی پر شک ہے آج صبح میں نے چند ہنڈیاں بھنا کر تین ہزار روبل حاصل کئے تھے۔ جن کا حساب میری جیبی ڈائری میں درج ہے۔ یہاں آکر میں نوٹ گننے لگا جس کے شاہد مسٹر آندرے ہیں۔ دو ہزار تین سو روبل تو میں نے اپنی جیب میں رکھے اور کوئی پانچ سو روبل میز پر ہی پڑے ہوئے تھے جن میں تین نوٹ سو سو روبل کے تھے۔ عین اسی وقت میرے بلاوے پر آپ وہاں تشریف لائیں مجھے یاد ہے کہ ہماری اس ملاقات کے دوران آپ بے حد گھبرائی ہوئی اور پریشان تھیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ہماری بات چیت کے درمیان آپ تین دفعہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور بڑی عجلت میں وہاں سے رخصت ہونا چاہا لیکن دفعتاً میں نے آپ کو روک لیا۔ مسٹر آندرے اس کے شاہد ہیں۔ کم سے کم اس سے تو آپ کو انکار نہ ہوگا کہ میں نے آپ کو وہاں بلایا تھا اور مسٹر آندرے آپ کو بلا کر لائے تھے۔ اس کا بھی آپ کو اقرار ہوگا کہ آپ کی سوتیلی ماں کی قابل رحم حالت دیکھ کر میرا دل پگھل گیا تھا، میں ان کے لئے کچھ کرنا چاہتا تھا اور اسی سلسلے میں گفتگو کرنے کے لئے میں نے آپ کو طلب کیا تھا۔ آپ اس سے بھی انکار نہ کریں گی کہ میں نے

آپ کے مصیبت زدہ خاندان کی مدد کے لئے اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں خود امدادی فنڈ کے ذریعہ روپیہ حاصل کر دوں گا۔ آپنے نہ صرف میرا شکریہ ادا کیا تھا بلکہ آپ میرے سامنے رو پڑی تھیں۔ یہ باتیں میں صرف اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ اس ملاقات کی معمولی سے معمولی تفصیل تک مجھے یاد ہے۔ پھر میں نے میز پر سے دس روبل کا ایک نوٹ اٹھا کر دیا تھا۔ یہ گویا اس امدادی فنڈ کی پہلی قسط تھی جسے ہم جمع کرنا چاہتے تھے۔ مسٹر آندرے شروع سے کمرے میں موجود تھے اور یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے خیر تو جب آپ جانے لگیں تو میں آپ کو کمرے کے دروازے تک رخصت کرنے آیا اس وقت بھی آپ گھبرائی ہوئی تھیں۔ آپ کے رخصت ہونے کے بعد کوئی دس منٹ تک میں مسٹر آندرے سے مختلف موضوعات پر بحث کرتا رہا۔ دس منٹ بعد مسٹر آندرے کسی کام سے کمرے سے باہر چلے گئے تو میں اس میز کے قریب آیا جس پر نوٹ پڑے ہوئے تھے اور جہاں دس منٹ پہلے آپ بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں اپنے فوری خرچ کے لئے کچھ رقم الگ رکھنا چاہتا تھا لیکن جب میں نے نوٹ گنے تو یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سو روبل کا ایک نوٹ غائب تھا۔ پورا کمرہ چھان مارا لیکن نوٹ نہ ملا مادام سوزیل! خدا کے لئے صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ مسٹر آندرے پر میں شبہ نہیں کر سکتا۔ میں اپنے شبہ پر واقعی شرمندہ ہوں۔ گنتی میں غلطی ہو نہیں سکتی کیونکہ آپ کے آنے سے پہلے میں نوٹ کئی دفعہ گن چکا تھا۔ اب یوں دیکھئے ـــ آپ کی گھبراہٹ، کمرے سے جلد سے جلد رخصت ہونے کی کوشش، پھر یہ حقیقت کہ آپ میز پر ہاتھ رکھے بیٹھی تھیں، آپ کے کنبہ کی غربت، خود آپ کا ماحول، وہ سماجی پستیاں جن میں آپ پڑی ہوئی ہیں اور جہاں ہر ناجائز چیز جائز ہے ـــ ان ساری باتوں کے پیش نظر

مادا موزیل، میں آپ پر شک کرنے پر مجبور ہوں۔ میں یقین سے نہیں کہہ رہا لیکن افسوس ہے کہ مجھے آپ پر شک ہے۔ اگر میرا یہ شک غلط ہے تو بہتر اور صحیح ہے تو آپ کے حق میں برا ہوگا۔ میں اس طرح ایک زبردست خطرہ مول لے رہا ہوں اور وہ بھی محض اس لئے کہ آپ کے کالے کرتوتوں پر سے پردہ اٹھا کر ان بیوقوفوں کی آنکھیں کھول سکوں جو آپ کی تعریف کرتے اور آپ کو مجھ سے زیادہ شریف سمجھتے ہیں۔ ورنہ سو روبل کی میرے نزدیک کوئی حقیقت نہیں۔ میں یہ بھی دنیا کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ آپ اس تھالی میں چھید کرتی ہیں جس میں کھاتی ہیں۔ میں آپ کے مفلس خاندان کی مدد کرنا چاہتا تھا، میں نے یتیم بچوں پر رحم کھا کر خاص اپنی جیب سے دس روبل آپ کو دئے اور میرے اس احسان کا بدلہ آپ نے یہ دیا کہ سو روبل اڑا لائیں۔ یہ بری بات ہے مادا موزیل۔ آپ کی اس ذلیل حرکت کی سزا آپ کو ملنی ہی چاہئے۔ میں ایک مخلص دوست کی حیثیت سے، اور خیال رہے کہ اس وقت مجھ سے بہتر آپ کا کوئی دوست ہو نہیں سکتا، آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ سوچ لیجئے۔ وہ نوٹ مجھے دے دیجئے ورنہ پھر پانی سر سے گزر جائے گا اور کسی کے بنائے کچھ نہ بنے گا اور یہ بھی عرض کر دوں کہ بعد میں مجھ سے رحم کی امید نہ رکھنا۔ میں بے حد سخت آدمی ہوں اور جب بگڑتا ہوں تو کسی کا نہیں ہوتا۔ تو کیا جواب ہے آپ کا؟"

"میں نے کچھ نہیں لیا" سونیہ نے دہشت زدہ ہوکر کہا "آپ ہی نے دس روبل مجھے دئے تھے۔ یہ لیجئے"

سونیہ نے اپنی جیب سے رومال نکالا اس کے ایک کونے کی گرہ کھول کر اس میں لپٹا ہوا دس روبل کا نوٹ نکال کر لذہن کی طرف بڑھا دیا۔

"میں سو روبل کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔ کہاں ہے وہ نوٹ؟ میں پھر کہتا ہوں کہ سوچ لیجئے۔ اقرار کر لیجئے کہ وہ نوٹ آپ نے چرایا ہے۔ دیکھئے اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔"

سونیہ نے دہشت زدہ ہو کر چاروں طرف دیکھا۔ ہاں موجود ہر شخص نفرت اور غصے سے سونیہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے راسکولنکاف کی طرف دیکھا۔ وہ دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اور اپنے ہاتھ سینے پر باندھے شعلہ بار نظروں سے سونیہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"خدایا!" سونیہ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"امیلیا ایوانوونا؟ اب پولیس کو بلانا ہی پڑے گا۔ آپ اپنے بورڈنگ ہاؤس کے دربان کو ذرا یہاں بلا لیجئے۔" لزہن نے یوں کہا جیسے وہ جبر کچھ کر رہا ہے اپنی مرضی کے خلاف کر رہا ہے۔

"خدا سمجھے اس رنڈی سے ـــــ ارے میں تو پہلے ہی جانتی تھی کہ یہ حرامزادی چور ہے" امیلیا ایوانوونا نے دونوں ہاتھ ہلا کر کہا۔

"ایں! آپ پہلے ہی سے جانتی تھیں؟" لزہن نے اس کی بات پکڑ لی" بلاشبہ آپ نے یہ بات یونہی نہیں کہہ دی۔ ان محترمہ کی شرمناک حرکتوں کے ثبوت آپ کے پاس ہوں گے ہی۔ امیلیا ایوانوونا! میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ اپنے یہ الفاظ یاد رکھئے جو آپ نے اس وقت اور سب کی موجودگی میں کہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ میں آپ کو اپنے گواہ کے طور پر عدالت میں پیش کروں۔"

کمرے میں جیسے بھڑوں کا پورا چھتا گھس آیا۔ لوگ آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے لوگ اشارے کر رہے تھے اور پہلو بدل رہے تھے۔ سونیہ

دم بخود تھی۔

"کیا۔ آ۔ آ" ایک دم سے کیتارینا چلائی گویا معاملہ اب اس کی سمجھ میں آیا تھا۔ وہ لذہن کی طرف لپکی" تم سونیہ پر چوری کا الزام لگاتے ہو! تم... تم ...... ذلیل کتو ...... خدا سے ڈرو"

وہ پلٹ کر سونیہ کی طرف دوڑی اور اپنی خشک بانہیں اس کی گردن میں ڈال کر اسے اپنے سینے سے یوں لگا لیا جیسے وہ اس کے لئے ڈھال بن جانا چاہتی ہو۔

"سونیہ! میں پوچھتی ہوں تم نے اس کمینے سے دس روبل لئے ہی کیوں لاؤ وہ دس روبل مجھے دو ــــ یہ لو"

اور اس نے سونیہ کے ہاتھ سے دس روبل کا نوٹ گھسیٹ کر اس کی گولی بنائی اور لذہن کے منہ پر کھینچ کر ماری جو اس کی بائیں آنکھ پر لگی اور پھر اس کے رخسار پر سے لڑھکتی ہوئی فرش پر گری۔ امیلیا نے جلدی سے آگے بڑھ کر نوٹ کی گولی اٹھالی۔ لذہن کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"میں کہتا ہوں روکو اس پگلی کو" وہ گرجا۔

عین اسی وقت آندرے کے علاوہ دوسرے لوگ بھی کمرے میں آگئے لیکن دروازے کے قریب ہی کھڑے رہے۔ ان نئے تماشائیوں میں دو عورتیں بھی تھیں۔

"پگلی! ایں! میں پگلی ہوں" کیتارینا پھٹی ہوئی آواز میں چیخی۔ تم خود پاگل ہو۔ گاؤدی ہو نرے۔ ذلیل آدمی! سونیہ نے چوری کی؟ ایں! سونیہ چور ہے؟ بے ایمان وکیل! سونیہ چور نہیں ہے۔ سونیہ تو تجھ جیسے ہزار بھکاریوں کو روپیہ دے سکتی ہے ــــ وہ اتنی رحم دل اور فیاض ہے کہ اپنی آخری پائی

تک خیرات کر دیتا ہے۔ اب وہ چوری کرے گی؟ فریبی! — کمینے! — جانتا بھی ہے تو کس کو چور کہہ رہا ہے؟" اور وہ ہسٹریا کی مریضہ کی طرح بے تحاشہ ہنسنے لگی۔ لوگو! سچ کہنا کہ کبھی تم نے ایسا احمق اور پاگل آدمی دیکھا ہے؟ اور وہ چاروں طرف یوں گھومنے لگی جس طرح کہ مداری اپنے تھیلے میں سے کوئی عجیب وغریب جانور نکال کر لوگوں کو دکھاتا ہے۔ اور تو بھی؟" دفعتہ اس کی نگاہ مکان مالکن پر پڑی" ایملیا! جرمن رنڈی! تو بھی کہتی ہے کہ میری سونیہ چور ہے! پرشیائی کڑک مرغی! تو بھی سونیہ کو چور کہتی ہے؟ ذلیل گندا کیچڑ چاٹنے والو گندی نالی کے کیڑو! سونیہ یہاں بیٹھی تھی اس کرسی پر میرے پاس...... فریبی اور جھوٹے وکیل۔ تیرے پاس سے آکر سونیہ یہاں بیٹھی تھی —— مسٹر روڈیا رامانووچ راسکولنکاف کے پاس۔ وہ ایک سکنڈ کے لئے بھی اٹھ کر کہیں باہر نہیں گئی —— تلاشی لے لو اس کی —— ہاں ہاں —— لو اس کی تلاشی —— اگر وہ نوٹ چرا کر لائی ہے تو اس کی جیب میں ہی ہوگا —— لیکن یاد رکھو کہ نوٹ اس کی جیب سے نہ نکلا تو میں تجھے ٹھیٹھ پہونچا کر دم لوں گی —— میں شہنشاہ کے پاس جاؤں گی —— ہاں ہاں ہمارے انصاف پسند زار کے پاس اور اس سے فریاد کروں گی —— ابھی اور اسی وقت —— میں ایک غریب اور مصیبت کی ماری بیوہ ہوں اس لئے یہ نہ سمجھنا ذلیل سورو کہ میں محل میں نہیں جاسکتی میں جاؤں گی۔ سونیہ کی شرافت سے تم لوگ ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو۔ لیکن میں سونیہ نہیں ہوں ایک ایک کو مزہ نہ چکھا یا ہو تو نام بدل کر رکھ دینا سمجھ کیا رکھا ہے تم نے! ہم غریب ضرور ہیں لیکن ذلیل نہیں ہیں تمھاری طرح۔ تلاشی لو —— میں کہتی ہوں، تلاشی لو سونیہ کی۔ اگر تم کو ٹھیٹھ نہ

پہنچایا ہو تو میں اپنے کرنل باپ کی نہیں"

اور اس نے لنذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور پھر اسے اس کونے کی طرف ڈھکیلنے لگی جہاں سونیہ کھڑی ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے — ٹھیک ہے — میں تیار ہوں اور اپنے کیے کا آپ ہی ذمہ دار بھی — لیکن ذرا دم لیجئے مادام — یہ تلاشی وغیرہ لنذہن بڑبڑایا۔ پولس کی موجودگی میں ہونی چاہئے۔ لیکن چونکہ اس کمرے میں بہت سے لوگ ہیں۔ اس لئے میں تیار ہوں۔ لیکن آپ جانیئے — کسی مرد کے لئے — ایک لڑکی کی تلاشی لینا — ذرا دیسی ہی بات ہے — البتہ اگر امیلیا ایوانونا اس معاملے میں میری مدد کریں — حالانکہ یہ خلاف قانون ہے۔ تو میں ان کا مشکور رہوں گا۔

جو چاہے سونیہ کی تلاشی لے سکتا ہے" کتیارینا چلائی" سونیہ! اپنی جیبیں الٹ دو ان ذلیلوں کے سامنے — دیکھو — اندھو — دیکھو — یہ جیب خالی ہے — اور یہ رومال — اور یہ دیکھو یہ دوسری جیب بھی خالی ہے — دیکھا — ظالمو! دیکھا تم نے ؟"

کتیارینا نے سونیہ کی دونوں جیبوں کے استر باہر گھسیٹ لئے لیکن داہنی جیب کا استر جب اس نے ایک جھٹکے کے ساتھ باہر گھسیٹا ہے تو اس میں سے کاغذ کا ایک تڑا مڑا ٹکڑا اڑ کر ہوا میں نیم دائرہ بناتا عین لنذہن کے قدموں میں جا پڑا۔ لوگوں نے حیرت سے کاغذ کے اس ٹکڑے کی طرف دیکھا لنذہن نے جھک کر اس کاغذ کو شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے پکڑ کر یوں اٹھایا کہ ہر شخص دیکھ لے۔ اس نے اس تڑے مڑے کاغذ کو کھولا تو لوگوں نے حیرت سے دیکھا کہ وہ سو روبل کا نوٹ

تھا جیسے آٹھ دفعہ تہ کر کے چھوٹا بنا دیا گیا تھا۔ لذ ہن نے نوٹ تماشائیوں کو دکھایا۔

"چور نکلو میرے کمرے سے اسی وقت۔ پولس۔ پولس" امالیا چیخ کر بولی۔ ان رذالوں کو تو سائبیریا بھیج دینا چاہئے"۔

ایک بار پھر تماشائیوں کا ہجوم بھنبھنا اٹھا۔ حیرت نفرت اور غصے کے کلمات سنے جانے لگے۔ کسی طرف سے ایک آدھ گالی بھی سنی جاتی تھی۔ راسکولنکاف خاموش کھڑا سونیہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی اس کی نگاہیں اتفاقاً لذ ہن کی طرف بھی اٹھ جاتی تھیں۔ سونیہ بے حس و حرکت کھڑی تھی۔ جیسے وہ کچھ دیکھ اور سن نہ رہی تھی حتی کہ وہ اس غیر متوقع حادثہ سے، جس کا تعلق براہ راست اس کی ذات سے تھا۔ حیران بھی نہ ہو سکی۔ دفعتہً اس کے چہرے پر رنگ دوڑ گیا۔ جیسے اسے ہوش سا آ گیا اس کے منہ سے ایک دلخراش چیخ نکلی اور اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔

"میں نے چوری نہیں کی ــ میں نے یہ نوٹ نہیں لیا ــ سچ کی قسم اس کے متعلق میں کچھ نہیں جانتی" سونیہ دردناک آواز میں چلائی اور کیتارینا کی طرف دوڑی۔ کیتارینا نے اسے اپنے سینے سے یوں بھینچ لیا جیسے اسے ساری دنیا کے حملوں سے بچا لے گی۔

"سونیہ ــ میری پیاری سونیہ ــ میں نہیں مانتی ــ میں جانتی ہوں کہ یہ کام تمہارا نہیں۔ تم چور نہیں ہو" کیتارینا نے اپنی آنکھوں سے ثبوت دیکھنے کے باوجود سونیہ کو اپنی بانہوں میں جھلاتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے سونیہ کے گالوں پر بوسے دیئے اور پھر اس کے دونوں ہاتھ چومنے اور اپنی آنکھوں سے لگانے لگی" اور تم ــ اندھو! تم اسے سچ سمجھتے ہو۔ کتنے بے وقوف ہو تم لوگ ــ میرے خدا!

ان کی عقلوں پر پردے پڑ گئے ہیں ـــ تم سب کے سب بے وقوف گدھے ہو۔
ـــ ہاں ہاں ـــ گدھے ہو" وہ تماشائیوں کو چیخ چیخ کر مخاطب کر رہی تھی" تم کیا جانو کہ میری سونیہ کا دل کیسا ہے۔ تم نہیں جانتے سونیہ کو ـــ وہ چوری نہیں کرسکتی۔ کبھی نہیں۔ ظالمو! تمھاری خاطر وہ اپنے آپ کو بیچ سکتی ہے۔ تمھاری مدد کے لئے وہ ننگے سر سڑک پر دوڑ سکتی ہے ـــ تم اگر ننگے پاؤں ہو تو تمھارے لئے اپنی کھال کی جوتیاں بنوا سکتی ہے۔ ایسی لڑکی کبھی چوری کر سکتی ہے؟ تم نے میری سونیہ کو سمجھا نہیں عقل کے اندھو۔ خوشامدی کتو! میری سونیہ لائسنس لے کر دھندا کرتی ہے، چکلے میں بیٹھتی ہے ـــ ہاں بیٹھتی ہے۔ لیکن یہ بھی سوچا کہ کیوں؟ اس لئے کہ میرے بچے بھوکے نہ رہیں۔ سونیہ غیروں کے سامنے ننگی ہوتی ہے۔ ہاں ہوتی ہے۔ لیکن تم نے سوچا ہے کہ کیوں؟ اس لئے کہ میرے بچے ننگے نہ رہیں۔ آہ! میرے شوہر! میرے سراج! دیکھا تم نے، یہ تھا تمھارا طعام میت ـــ میرے خدا! میری سونیہ کو بچا لے ـــ لوگو! تمھارا خون سفید ہوگیا ہے۔ مسٹر اسکولنکاف! تم کیوں خاموش ہو؟ کیا تم بھی سونیہ کو چور سمجھتے ہو ـــ کیا تم نے بھی ہمارا ساتھ چھوڑ دیا؟ خدایا! اب تو ہی انصاف کر"

بے کس و مجبور اور مدقوق عورت کی آہ وزاری نے لوگوں کے دل ہلا دئے۔ اس کا مدقوق اور مرجھایا ہوا چہرہ جس پر تفکرات اور رنج و غم کے آثار منجمد ہو کر رہ گئے تھے، اس کے اودھ کھلے ہونٹ جن پر خون کے قطرے چمک رہے تھے، پھٹی ہوئی آواز، آنکھوں سے بہتی ہوئی آنسوؤں کی دھاریں، مدد کے لئے بچوں کی بے امید تاہم مایوسانہ التجائیں ـــ یہ سب کچھ اس قدر ملال انگیز تھا کہ وہاں موجود ہر شخص متاثر ہوا حتیٰ کہ لذہن کے دل میں بھی خوابیدہ رحم کا جذبہ بیدار ہوگیا۔

"مادام، ذرا سمجھنے کی کوشش کیجئے" اس نے نرمی سے کہا" اس واقعہ کا تعلق

آپ سے نہیں ہے۔ کوئی الزام نہیں دے رہا، کوئی یہ نہیں کہہ رہا کہ آپ کی
لڑکی نے آپ کے ایما سے چوری کی ہے۔ آپ ان کے جرم میں شریک نہیں ہیں
خصوصاً اس لیے کہ آپ ہی نے ان کی جیبیں الٹ کر ان کا جرم ثابت کیا ہے۔
چنانچہ کوئی پاگل بھی سمجھ سکتا ہے کہ آپ ان کی اس شرمناک حرکت سے باخبر تھیں، اگر غربت سے
مجبور ہو کر مس صوفیہ سیونیہ نے یہ کام کیا ہے تو میں انھیں معاف کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آخر
میں بھی انسان ہوں۔ میرے سینے میں بھی ایک دل اور اس میں رحم جیسی کوئی چیز ہے — لیکن
مادا موزیل! میں پوچھتا ہوں آپ نے ابتدا ہی میں اپنے جرم کا اقرار کیوں نہ کیا؟ رسوائی کا خوف تھا؟
یا شاید یہ آپ کی پہلی چوری تھی اس لیے آپ بدحواس ہو گئی تھیں؟ یہ بات قابل قبول ہے
پہلے جرم کے بعد واقعی حواس ٹھکانے نہیں رہتے — لیکن میں حیران ضرور
ہوں کہ آپ اتنی گر گئیں! آپ کے ضمیر نے اس شرمناک حرکت کو کیسے گوارہ
کر لیا! صاحبو!" اس نے مجمع کو مخاطب کیا "جو کچھ ہوا اس کا مجھے افسوس ہے
اور اس مصیبت زدہ خاندان سے مجھے ہمدردی ہے۔ چنانچہ میں ان پر ترس
کھا کر مس سونیہ کی اس پہلی غلطی کو معاف کرتا ہوں حالانکہ یہاں مجھے سخت
ترین الفاظ سے نوازا گیا ہے اور مادام نے میری شان میں بڑے نازیبا
الفاظ کہے ہیں۔ آج جو کچھ ہوا ہے اس سے امید ہے کہ مادا موزیل کو سبق
مل گیا ہوگا اور پھر کبھی ایسی ذلیل حرکت نہ کریں گی۔" وہ سونیہ کی طرف گھوم
گیا" میں اس معاملے کو یہیں ختم کرتا اور آپ کو معاف کرتا ہوں۔"

لذہن نے راسکولنکاف کی طرف دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں اور
ایسا معلوم ہوا کہ راسکولنکاف کی آنکھوں سے نکلنے ہوئے شعلے لذہن کو
جلا کر خاک کر دیں گے۔ صاف ظاہر تھا کہ کیتارینا نے لذہن کی اس موثر اور
ہمدردانہ تقریر کا ایک لفظ بھی نہ سنا تھا۔ وہ سونیہ کو اپنے سینے سے بھینچے

اسے پاگلوں کی طرح چوم رہی تھی۔ بچے بھی دوڑ کر سونیہ سے لپٹ گئے تھے اور پولینکا، جو کچھ سمجھی نہ تھی کہ کیا ہو گیا ہے، روئے جا رہی تھی۔ اس نے اپنا رونے سے پھولا ہوا مگر خوبصورت چہرہ سونیہ کے شانے پر لگا رکھا تھا اور اس کا دبلا جسم ہچکیوں سے جھٹکے کھا رہا تھا۔

"یہ کمینگی کی انتہا ہے" دروازے کے قریب سے ایک گمبھیر آواز نے کہا۔

لذہن دروازے کی طرف گھوم گیا۔

"یہ کمینگی کی انتہا ہے" آندرے نے لذہن کو گھورتے ہوئے دہرایا۔

لذہن نمایاں طور پر چونکا۔ ہر شخص نے اسے چونکتے دیکھا اور آندرے آگے بڑھ کر کمرے میں آ گیا۔

"اور پھر کمال ہے کہ تم بڑی دیدہ دلیری سے ہر دفعہ کہتے رہے کہ میں اس کا شاہد ہوں" آندرے لذہن کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" لذہن بڑبڑایا۔

"مطلب یہ کہ تم اول درجے کے جھوٹے اور کمینے ہو" آندرے نے اپنی نزدیک بین آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

آندرے کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ راسکولنیکاف اس کی طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے اس کے منہ سے نکلتے ہوئے ایک ایک لفظ پر خود اس کی یعنی راسکولنیکاف کی زندگی کا انحصار ہو۔ اور اب پہلی دفعہ لذہن کے بشرے سے پریشانی کے آثار ظاہر ہوئے۔

"اگر تم یہ مجھ سے کہہ رہے ہو تو ۔ ۔ ۔ ۔" لذہن نے کہا "لیکن تمہیں ہو کیا گیا ہے؟ ہوش میں تو ہو؟"

"میں پوری طرح سے ہوش میں ہوں اور بے شک تم ہی سے کہہ رہا ہوں کہ تم کمینے اور جھوٹے ہو۔ اُف! کتنی اوچھی حرکت۔ میں نے سب دیکھا اور سنا ہے لیکن اب تک خاموش تھا اس لیے کہ یہ سارا معاملہ ہی میری سمجھ میں نہ آرہا تھا اور اب بھی سمجھ نہیں سکا ہوں۔ حیران ہوں کہ ایسا کیوں کیا تم نے؟"

"کیا کیا ہے میں نے؟ یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم؟ جو کچھ کہنا ہے صاف صاف کہو۔ یا خدا جانے تم پیے ہوئے ہو؟"

"تم خود شرابی ہو۔ میں نے شراب کو چھوا تک نہیں کیونکہ یہ میرے اصول کے خلاف ہے سمجھے! خود میں نے اپنی آنکھوں سے اس کمین آدمی کو سو روبل کا نوٹ سونیہ کو دیتے ہوئے دیکھا ہے اور میں یہ بھری عدالت میں کہنے کو تیار ہوں؟"

"بیوقوف! تم گھاس تو نہیں کھا گئے ہو؟" لزہن نے کہا "یہ لڑکی سب کے سامنے ابھی ابھی اقرار کر چکی ہے کہ میں نے اسے صرف دس روبل دیے تھے۔ اب کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ دس روبل کے فوراً بعد میں نے اسے سو روبل بھی دیے تھے؟"

"میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے" آندرے نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا "حالانکہ یہ میرے اصول کے خلاف ہے لیکن میں قسم کھانے کو تیار ہوں اور عدالت میں حلف اٹھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ تم نے سو روبل کا نوٹ چپکے سے سونیہ کی جیب میں ڈال دیا تھا اور میں نے احمقوں کی طرح سوچا تھا کہ تم نے رحمدلی کی بنا پر ایسا کیا ہے۔ یاد کرو کہ تم سونیہ کو جب دروازے تک رخصت کرنے

گئے تھے تو اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے اور اپنے دوسرے ہاتھ سے سو روبل کا نوٹ اس کی جیب میں ڈال دیا تھا۔ میں سب کچھ دیکھ رہا تھا۔"

لزہن کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"یہ انتہا ہے —— سفید جھوٹ ہے" لزہن نے ڈھٹائی سے کہا۔

"میں پوچھتا ہوں اس وقت تم کافی دور اور کھڑکی کے قریب کھڑے ہوئے تھے پھر تم نے اتنی دور سے نوٹ کیسے دیکھ لیا؟ دراصل تمھاری نزدیک بین نظر نے تمھیں دھوکا دیا ہے۔"

"نہیں جناب میری نظر نہیں دھوکا نہیں دیا۔ بے شک میں ذرا دور کھڑا ہوا تھا اس کے باوجود میں قسمیہ کہتا ہوں کہ میں نے تمھاری اس حرکت کو دیکھا یہ سچ ہے کہ اتنے فاصلے سے ایک نوٹ اور کاغذ کے پرزے میں تمیز کرنا ذرا مشکل ہے لیکن میں وثوق سے کہتا ہوں کہ وہ نوٹ تھا۔ تم پوچھو گے کہ میں یہ وثوق سے کیسے کہہ سکتا ہوں؟ چنانچہ اطلاعاً عرض ہے کہ جب تم سونیہ کو دینے کے لئے میز پر سے دس روبل کا نوٹ اٹھا رہے تھے تو اسی وقت تم نے سو روبل کا نوٹ بھی اٹھا لیا تھا اور اس وقت چونکہ میں قریب تھا اس لئے میں نے تمھیں سو روبل کا نوٹ اٹھاتے دیکھا تھا چنانچہ میں نہ بھولا کہ تمھارے ہاتھ میں یہ نوٹ ہے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ تم نے اسے آٹھ دفعہ تہ کیا اور اسے اپنے ہاتھ میں ہی رکھے رہے۔ بعد میں میں تمھاری باتیں سننے میں ایسا مشغول رہا کہ اس نوٹ کو بھول گیا۔ لیکن جب تم سونیہ کو رخصت کرنے اٹھے تو تم نے یہ نوٹ دائیں سے بائیں ہاتھ کی مٹھی میں لے لیا اور

ایسا کرتے وقت وہ نوٹ تمھارے ہاتھ سے گرتے گرتے رہ گیا۔ میں نے پھر نوٹ دیکھا اور ایک بار پھر مجھے خیال آیا کہ تم مجھ سے چھپا کر سونیہ کی مدد کرنا چاہتے ہو۔ اب ذرا خیال کرو کہ میں کتنے غور سے تمھاری ایک ایک حرکت دیکھ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ تم نے سو روبل کا نوٹ چپکے سے سونیہ کی جیب میں کھسکا دیا۔ میں قسم کھانے کو تیار ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے تمھاری یہ حرکت دیکھی تھی۔"

آندرے تقریباً ہانپنے لگا۔ لوگ ایک بار پھر حیرت و تعجب سے بھنبھنانے لگے۔ کسی ایک کا لہجہ دھمکی آمیز تھا۔ لوگ لذہن کے گرد جمع ہو گئے اور کیتارینا آندرے کی طرف دوڑی۔

"ہائے — میں نے تمھیں غلط سمجھا تھا — مجھے معاف کر دو — سونیہ کو بچاؤ — سونیہ یتیم بچی ہے اور خدا نے تمھیں اسے بچانے کے لئے ہی بھیجا ہے۔"

"یہ کیا حماقت ہے" لذہن غصے سے چیخا "یہ کیا واہیات بک رہے ہو تم؟ کوئی تک ہی نہیں تمھاری باتوں کا۔ تمھیں ایک خیال آیا پھر تم اس نوٹ کو بھول گئے۔ یاد آیا، پھر بھول گئے — آخر یہ کیا بکواس ہے۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یہ میری شرارت تھی؟ کسی سوچے سمجھے ہوئے منصوبے کے تحت میں نے ایسا کیا تھا؟ کہنا کیا چاہتے ہو تم؟ بہت اچھا تم ہی بتاؤ کہ یہ حرکت میں نے کیوں کی؟ کیا فائدہ پہنچا مجھے اس سے؟"

"تم نے یہ حرکت کیوں کی! بس یہی تو میں نہیں سمجھ سکا۔ لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے اس میں جھوٹ کا شائبہ نہیں۔ اب رہی یہ بات کہ مجھے دھوکا ہوا ہے تو بے ایمان، ذلیل آدمی دھوکا مجھے نہیں ہوا ہے بلکہ دھوکا تم

دے رہے ہو سب کو۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں تمہارا شکریہ ادا
کر رہا اور گرمجوشی سے تمہارا ہاتھ دبا رہا تھا تو میں نے سوچا تھا کہ تم نے
سو روبل کا نوٹ چپکے سے کیوں رکھ دیا ہے کیا مجھ سے چھپانے کے لئے؟ اب کہ
تم جانتے تھے کہ میں خیرات وغیرہ کا سخت مخالف ہوں چنانچہ میں نے سوچا
تھا کہ تم نے اسی لئے ایسا کیا ہے یا شاید تم سونیہ کو حیران کرنا چاہتے تھے
کہ جب اس کی جیب سے سو روبل کا نوٹ نکل آئے گا تو وہ حیرت سے
چیخ اٹھے گی اور تم اس سے خوش ہو گے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم جیسے
حاتم اس طرح خیرات کر کے ایک خاص لطف حاصل کرتے ہیں۔ میں نے یہ
بھی سوچا تھا کہ تم شاید سونیہ کو آزمانا چاہتے ہو یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ نوٹ
پانے کے بعد وہ تمہارا شکریہ ادا کرنے آتی ہے یا نہیں۔ پھر میں نے سوچا
کہ تم سونیہ کو جتانا نہیں چاہتے کہ تم نے خیرات کی ہے اور یہ کہ تم اس اصول کو
مانتے ہو کہ خیرات اس طرح کرو کہ دائیں ہاتھ سے دو تو بائیں کو پتہ نہ چلے
یا ایسی ہی کوئی بات ہو گی کہ تم نے یوں چپکے سے اس کی جیب میں نوٹ
رکھ دیا۔ مختصر یہ کہ میں نے بہت سے اندازے لگائے اور پھر تھک کر
تمہاری حرکت کے متعلق سوچنا ہی ترک کر دیا اور نہ ہی تم پر یہ ظاہر
کیا کہ میں تمہاری اس حرکت سے واقف ہوں۔ پھر خیال آیا کہ کہیں سونیہ
بے خبری میں اس نوٹ کو گم نہ کر دے چنانچہ اسی لئے میں یہاں آیا تھا
کہ سونیہ کو باہر بلا کر اسے بتا دوں کہ تم نے اس کی جیب میں سو روبل کا نوٹ
رکھ دیا ہے۔ لیکن یہاں آتے وقت میں مادام بلانیکاف کے یہاں ایک
کتاب دینے چلا گیا وہاں سے ہو کر یہاں آیا تو یہاں یہ عجب تماشہ دیکھا۔ اگر
میں نے تمہیں سونیہ کے جیب میں نوٹ رکھتے نہ دیکھا ہوتا تو میں پوچھتا ہوں

مجھے یہ سارے خیالات کیوں آئے ؟"

آندرے اپنی یہ ولولہ انگیز تقریر ختم کر کے ہانپنے لگا اور اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے۔ آندرے کا سب سے بڑا المیہ یہ تھا کہ وہ اپنی مادری یعنی روسی زبان میں بھی اپنے خیالات کا اظہار بخوبی نہ کر سکتا تھا (اور روسی کے علاوہ کوئی دوسری زبان نہ جانتا تھا)۔ چنانچہ وہ اپنے اس "رستمانہ کارنامے" کے بعد بے دم ہو گیا۔ لیکن اس کی تقریر سامعین پر فوری اثر کئے بغیر نہ رہ سکی لوگ لذہن کے خلاف ہو گئے اور لذہن نے دیکھا کہ اس کی فتح شرمناک شکست میں تبدیل ہونے والی تھی۔

"اگر تم الٹی سیدھی باتیں سوچنے لگو تو اس سے تمہیں کون روک سکتا ہے"

وہ بولا،" یہ تو کوئی ثبوت نہ ہوا۔ میں سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ تم نے اس قسم کا کوئی اوٹ پٹانگ خواب دیکھا ہے۔ اور یہ بھی کہہ دوں کہ تم نے جو کچھ کہا ہے جھوٹ کہا ہے۔ تم کسی بات کا مجھ سے بدلہ لے رہے ہو کسی ذاتی پرخاش کی بنا پر ان سب کے سامنے مجھے ذلیل کر رہے ہو۔ شاید اس لئے کہ میں تمھارے خیالات سے متفق نہیں ہوں"

لیکن لذہن کا یہ جواب بے اثر ثابت ہوا۔ ہر طرف سے ناپسندیدگی کے کلمات سنے جانے لگے۔

"بہت اچھا" آندرے نے کہا" پولس کو بلا یئے پھر پتہ چل ہی جائے گا کہ کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ ایک بات میں سمجھ نہیں سکا۔ اس ذلیل آدمی نے کون سے مقصد کے تحت یہ حرکت کی ؟ سونیہ کو بدنام کرنے میں اس کا اپنا کیا فائدہ تھا ؟"

"میں بتا سکتا ہوں کہ اس نے یہ حرکت کیوں کی اور اگر ضرورت ہوئی تو

میں بھی حلف اٹھاؤں گا" راسکولنکاف نے ایک دم سے دو قدم آگے بڑھ کر کہا۔ وہ پر سکون تھا۔ ہر شخص نے سمجھ لیا کہ یہ نوجوان سب کچھ نہیں تو بہت کچھ جانتا ہے اور یہ کہ اب یہ معمہ حل ہوا چاہتا ہے۔

"میری سمجھ میں اب سارا معاملہ آیا ہے" راسکولنکاف نے کہا۔ مجھے شروع سے ہی شک تھا کہ یہ نری شرارت ہے۔ چند واقعات کی بنا پر، جن سے صرف میں واقف ہوں، مجھے یہ شک تھا۔ اب میں وہ واقعات آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں جن کی وجہ سے یہ شرارت کی گئی ہے۔ مسٹر آندرے! آپ کی تقریر نے سارا الجھیڑا کھول دیا۔ اور میں معاملہ کی تہ تک پہنچ گیا۔ ان صاحب نے (اس نے لذہن کی طرف اشارہ کیا) حال ہی میں ایک لڑکی سے منگنی کی تھی۔ یہ لڑکی میری بہن اودیتیا رامانونا راسکولنکاف ہے لیکن پیٹرس برگ آتے ہی یہ حضرت مجھ سے جھگڑ پڑے۔ یہ واقعہ پرسوں ہوا اور وہ ہماری ملاقات تھی جس کا انجام یہ ہوا کہ میں نے ان صاحب کو اپنے کمرے سے نکال باہر کیا۔ اس جھگڑے کے دو گواہ موجود ہیں۔ قابل نفرت آدمی ہے یہ مجھے آج ہی معلوم ہوا ہے کہ یہ آدمی (مسٹر آندرے) آپ کے یہاں اور اسی بورڈنگ ہاؤس میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اس نے اسی دن، یعنی پرسوں جب ہمارا جھگڑا ہوا تھا، اس نے مجھے کچھ رقم کیتارینا ایوانونا کو دیتے ہوئے دیکھ لیا۔ یہ رقم میں نے اپنے دوست کی تجہیز و تکفین کے لئے دی تھی فوراً اس آدمی نے ایک خط لکھ کر میری والدہ کو مطلع کیا کہ رقم میں نے کیتارینا کو نہیں بلکہ سونیہ کو دی تھی۔ اسی پر بس نہ کرتے ہوئے اس ذلیل آدمی نے میرے اور سونیہ کے تعلقات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھیں شرمناک کہا اور خود سونیہ کے کردار کو مسخ کر کے پیش کیا۔ غالباً آپ

سمجھ گئے ہوں گے اس آدمی نے یہ خط اس لئے لکھا تھا کہ میرے اور میری والدہ اور بہن کے درمیان کشیدگی پیدا ہو جائے۔ دراصل اس آدمی نے میری والدہ اور بہن سے یہ کہا تھا کہ میں ان کے روپے کا ناجائز استعمال کر رہا ہوں۔ ظاہر ہے کہ میری والدہ اور بہن اپنا پیٹ کاٹ کر مجھے روپیہ بھیج رہی تھیں چنانچہ مسٹر لذہن کا یہ انکشاف انھیں مجھ سے بدظن کر سکتا تھا لیکن گزشتہ کل میں نے اس آدمی کی موجودگی میں اپنی والدہ اور بہن سے کہا کہ روپیہ میں نے سونیہ کو نہیں مارا کہ تیار بنا کر دیا تھا اور وہ بھی مارمیلادوف کی تجہیز و تکفین کے لئے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ سونیہ سے میرے کسی قسم کے بھی تعلقات نہیں ہیں اور یہ کہ کل سے پہلے میں نے انھیں دیکھا تک نہ تھا۔ آخر میں میں نے یہ بھی کہا تھا کہ مسٹر لذہن اپنے تمام اوصاف کے باوجود سونیہ کی چھنگلیا کی برابری بھی نہیں کر سکتا۔ اس آدمی کے اس سوال پر کہ کیا میں سونیہ کو اپنی والدہ اور بہن کے پہلو میں بٹھانا گوارا کروں گا ـــــ میں نے جواب دیا تھا کہ یہ میں آج ہی کر چکا ہوں۔ یہ دیکھ کر کہ اس کی ساری تدبیریں الٹی ہو گئیں یہ آدمی جھنجھلا گیا اور میری والدہ کی شان میں ناشائستہ الفاظ کہنے لگا۔ جب یہ حضرت حد سے بڑھنے لگے تو آخری فیصلہ ہو گیا اور یہ صاحب کمرے سے نکالے گئے۔ اب ذرا دھیان سے میری باتیں سنئیے۔ اگر یہ ذات شریف سونیہ کو چور ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے ہوتے تو میری والدہ سے جا کر کہتے کہ سونیہ چور اور ذلیل لڑکی ہے، شریفوں میں بیٹھنے کے قابل نہیں اور اس لڑکی کو میں نے اپنی بہن اور والدہ کے پہلو میں بٹھایا تھا تو انکی یعنی اس ذلیل آدمی کی خفگی حق بجانب تھی۔ اور یہ کہ انھیں نے میری بھلائی کے لئے ہی مجھ سے جھگڑا بھی کیا تھا۔ کیونکہ وہ مجھے ان لوگوں کی صحبت سے

دور رکھنا چاہتے تھے، صرف یہی نہیں بلکہ اگر اس ذلیل کی چال کامیاب ہو گئی ہوتی تو یہ نیچ شخص اس واقعہ کو بنیاد بنا کر مجھ میں اور میری والدہ اور میری بہن میں پھوٹ ڈلوانے میں بھی کامیاب ہو جاتا اور پھر یہی شخص میری والدہ اور بہن کو ان کی سخت کلامی پر لعنت ملامت کرتا رہتا یہاں تک کہ وہ اس سے معافی طلب کرنے پر مجبور ہو جاتیں۔ اور میں کہنا تو بھول ہی گیا کہ اپنی اس ذلیل حرکت سے یہ صاحب میرے دل کو صدمہ پہنچانا چاہتے تھے کیونکہ کسی وجہ سے انھوں نے سمجھ لیا ہے کہ مجھے سونیہ کی عزت و آبرو بے حد عزیز ہے۔ تو یہ تھے اس شخص کے منصوبے جن کو جامۂ عمل پہنانے کی غرض سے اس نے یہ حرکت کی۔ اب آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے کہ اس نے ایسا کیوں کیا..."

اور اس طرح یا کچھ اسی طرح راسکولنکاف نے اپنی وہ تقریر ختم کی جسے ہر شخص خاموشی اور غور سے سن رہا تھا۔ اس کے منطقی دلائل، سنجیدگی اور ٹھہری ہوئی آواز نے سامعین کے دلوں پر خاص اثر کیا۔

"یقیناً یہی بات ہے" آندرے نے کہا "کیونکہ جب سونیہ ہمارے کمرے میں آئی تھیں تو لذ ہن نے مجھے الگ لے جا کر چپکے سے پوچھا تھا کہ مہمانوں میں راسکولنکاف بھی ہیں کہ نہیں۔ چنانچہ اب معلوم ہوا کہ اس نے آپ کے متعلق کیوں پوچھا تھا۔ یہ سونیہ کو آپ ہی کے سامنے چور ثابت کرنا چاہتا تھا۔

لذ ہن تکبر سے مسکرایا لیکن کچھ کہا نہیں۔ البتہ اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا اور وہ فرار کی راہ تلاش کر رہا تھا اگر اس وقت کوئی اسے کمرے سے صحیح سلامت باہر نکال دیتا تو لذ ہن شاید اسے اپنا سب کچھ دے

ڈالنے کے لئے تیار ہو جاتا۔ لیکن اب وقت نکل چکا تھا۔ فضا بگڑ گئی تھی۔ کیتارینا کے مہمان، جن کے دماغوں پر شراب چڑھ گئی تھی، لذہن کی طرف گھونسے ہلا ہلا کر چیخ رہے تھے۔ کمسریٹ کلرک سب سے زیادہ چیخ رہا تھا! حالانکہ اس ہنگامے کی وجہ اب تک سمجھ نہ سکا تھا وہ لذہن کو گالیاں دے رہا تھا۔ لیکن تماشائیوں میں چند لوگ بھی ایسے تھے جو پیے ہوئے نہیں تھے اور یہ وہ لوگ تھے جو شور و غل سن کر آس پاس کے کمروں سے نکل آئے تھے۔ تینوں پولستانی غصے سے بے قابو ہو کر لذہن کو گالیاں اور لرزہ خیز دھمکیاں دے رہے تھے، سونیہ نے بڑی توجہ سے راسکولنکاف کی تقریر سنی تھی لیکن معلوم ہوتا ہے وہ بھی کچھ سمجھ نہ پائی تھی۔ اس کی نظریں راسکولنکاف کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ شدت سے محسوس کر رہی تھی کہ دنیا میں اس کا واحد سہارا یہی نوجوان ہے۔ کیتارینا کا سانس تکلیف سے چل رہا تھا اور وہ نڈھال معلوم ہوتی تھی۔ امیلیا ایوانونا اس وقت سب سے زیادہ ہونق نظر آ رہی تھی اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور وہ حیران تھی کہ ایکدم سے یہ کیا ہو گیا وہ صرف اتنا سمجھ پائی تھی کہ کس طرح لذہن کی فتح مکمل ترین شکست میں تبدیل ہو گئی تھی۔

راسکولنکاف نے پھر کچھ کہنا چاہا لیکن کسی نے اس کا موقع ہی نہ دیا ہر شخص لذہن کی طرف دھنسا پڑ رہا تھا لوگ چیخ رہے تھے، گھونسے ہلا رہے تھے، گالیاں دے رہے تھے اور لوگ پاگل ہو رہے تھے۔ لیکن لذہن نہ گھبرایا نہ خوفزدہ ہوا۔ اب وہ گیدڑ بھبکیوں پر اتر آیا۔

"ہٹو ایک طرف — میں کہتا ہوں راستہ دو مجھے ورنہ سب کو جیل بھجوا دوں گا — سمجھا کیا ہے تم لوگوں نے — دیکھو — تم لوگ قانون کو اپنے

ہاتھ میں لے رہے ہو۔ اس کا نتیجہ برا ہوگا ___ میں تم سب پر ہتک عزت کا دعویٰ کر دوں گا؟ ہٹ جاؤ ___ ہمارے جج بے وقوف نہیں ہیں کہ ایک شریف آدمی کے خلاف شرابیوں، شرپسندوں اور دہریوں کی گواہی تسلیم کرلیں ___ راستہ چھوڑ دو ___ میں کہتا ہوں ہٹ جاؤ ورنہ بہت برا ہوگا۔

"براہ کرم اب آپ میرے کمرے میں سے رخصت ہو جایئے میں تمہیں خبردار کئے دیتا ہوں کہ اگر میرے کمرے میں تمہارا سایہ بھی نظر آیا تو تمہارے حق میں برا ہوگا۔ آج سے میرے اور تمہارے تعلقات ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئے" آندرے نے کہا" اوہ! میں اس گدھے سے مغز ماری کر رہا اور اپنے اصول سمجھانے کی کوشش ___"

آج ہی میں نے تم سے کہا تھا کہ میں جا رہا ہوں لیکن تم مجھے روک رہے تھے۔ اب میں صرف اتنا کہوں گا کہ تم اعلیٰ درجہ کے احمق ہو کسی اچھے ڈاکٹر سے اپنا علاج کراؤ ___ دوستو۔ راستہ چھوڑ دو۔ مجھے نکل جانے دو۔"

اور وہ لوگوں کو دائیں بائیں دھکیلتا دروازے کی طرف بڑھا لیکن کمسریٹ کلرک اسے اتنی آسانی سے جانے دینا نہ چاہتا تھا۔ اس نے میز پر سے گلاس اٹھایا اور ہاتھ گھما کر پوری قوت سے لذہن کی طرف پھینکا لیکن چونکہ وہ پکا نشانہ باز نہ تھا اس لئے گلاس لذہن کے بجائے امیلیا کے لگا۔ وہ منھ پھاڑ کر یوں چلائی جیسے کوئی اسے قتل کئے دے رہا ہو۔ ادھر کلرک خود اپنے زور میں آ رہا، اپنا توازن کھو بیٹھا اور دھڑام سے میز کے نیچے گرا۔ کمرے میں ایک ہڑبونگ مچ گیا اور اس سے فائدہ اٹھا کر لذہن آندرے کے کمرے تک پہونچنے میں کامیاب ہوگیا۔ آدھے گھنٹہ بعد ہی وہ اس بورڈنگ ہاؤس

کو چھوڑ چکا تھا۔

سونیہ کو، جو فطرتاً شرمیلی اور کم گو تھی، بہت پہلے سے احساس ہو چلا تھا کہ جتنی آسانی سے اسے ذلیل کیا جا سکتا ہے اتنی آسانی سے دنیا میں شاید کسی اور کو نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس ہنگامہ تک تو وہ اس اُمید موہوم کا سہارا لیے ہوئے تھی کہ بردباری، احتیاط اور اطاعت کیشی اسے بہرحال ذلیل ہونے سے بچائے گی اور وہ اپنی بدقسمتیوں کا مقابلہ کر لے گی۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ لذہن والے واقعہ نے اس کے دل کو شدید صدمہ پہونچایا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑی صابر لڑکی تھی اور بہت کچھ، حتیٰ کہ حالیہ واقعہ کو بھی خاموشی اور بے حد سکون سے برداشت کر سکتی تھی۔ لیکن یہاں معاملہ ہی دوسرا تھا۔ جب اس کی دہشت اور بدحواسی دور ہوئی تو اپنی فتح اور بریت کے باوجود اپنی بے کسانہ حالت اور اس کے ساتھ بدسلوکی جو کی گئی تھی اور جس طرح اسے سب کے سامنے ذلیل کرنے کی کوشش کی گئی تھی اس کے احساس نے سونیہ کے دل کے ٹکڑے اڑا دیے آج پہلی دفعہ امید کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ مایوسی اور اندھیری گہرائیوں میں ڈوبتی چلی گئی — اور دفعتہً وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور اسی طرح بے تحاشہ روتی اور ہچکیاں لیتی ہوئی سونیہ، لذہن کے جانے کے آدھے گھنٹے بعد، اپنے گھر کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔

قہقہوں کے طوفان میں، جب گلاس املیا کے لگا تو وہ ایک دم سے جیسے پاگل ہو گئی اور اس ساری گڑبڑ کی اصل وجہ کیتارینا کو یقین کر کے وہ ایک بلا کی طرح اس کی طرف لپکی۔

"نکلو میرے کمرے سے — اسی وقت — فوراً" وہ چلائی۔

اور پھر جیسے اس پر بھوت سوار ہو گیا۔ اس وقت وہ کمرے کی اور کیتارینا کی ہر چیز

کو، جو اس کے ساتھ لگ جاتی تھی، گھسیٹ کر فرش پر پھینکنے لگی۔ کیتارینا جو تھک کر چارپائی پر جا پڑی تھی اور منہ کھولے ہانپ رہی تھی، ہڑبڑا کر اٹھی اور امیلیا پر ٹوٹ پڑی۔ لیکن مقابلہ برابر کا نہ تھا۔ امیلیا نے کیتارینا کو آسانی سے دھکیل دیا۔

"اس ذلیل وکیل نے کون سی کسر اٹھا رکھی تھی کہ اب یہ جرمن رنڈی مجھ پر حملہ کر رہی ہے۔ ہائے لوگو! دنیا کا خون سفید ہو گیا ہے کہ اپنے شوہر کے موت کے دن ہی مجھے اور میرے بچوں کو بے گھر کیا جا رہا ہے۔ میرا نمک پیٹ میں پڑتے ہی اس حرامزادی کو نمک حرامی کی سوجھی۔ میرے سرتاج! دیکھ رہے ہو تم۔ تمھارے طعام میت سے پیٹ بھرنے کے بعد یہ رنڈی مجھے یہاں سے نکال رہی ہے۔ میں ایک بیوہ۔ یتیم بچوں کو لے کر کہاں جاؤں؟" کیتارینا نے فریاد کی۔ "خدایا!" دفعتہً وہ چلائی۔ اس کی آنکھوں میں بجلیاں سی کوند رہی تھیں۔ "کیا دنیا سے انصاف بالکل ہی اٹھ گیا ہے؟ اگر تو ان یتیموں کا بھی سہارا نہ بن سکا تو پھر کس کا سہارا بنے گا؟ پھر تیری خدائی کس کام کی؟۔ نہیں نہیں ابھی دنیا میں انصاف باقی ہے۔ اور قانون بھی ہے۔ میں اسے تلاش کروں گی۔ انصاف کو۔ اور قانون کو۔ بے دین رنڈی! ٹھہر تو جا حرامزادی ۔ پولنکا تم بچوں کے ساتھ رہنا۔ میں واپس آؤں گی۔ ضرور آؤں گی۔ میرا انتظار کرنا۔ اگر یہ جرمن رنڈی تمھیں گھر سے نکال دے تو سڑک پر میرا انتظار کرنا۔ میں انصاف حاصل کرنے جا رہی ہوں۔ میں آؤں گی۔ یہ معلوم کر کے کہ دنیا میں انصاف ہے کہ نہیں ہے۔"

اور اپنے شانوں پر وہ شال ڈال کر، جس کا ذکر مرحوم مارمیلادوف نے راسکولنکاف سے کیا تھا، وہ شرابیوں کی بھیڑ کو چیرتی ہوئی دروازے کی طرف چلی

بورڈنگ ہاؤس کے تقریباً سارے ہی کرائے دار اپنے کمروں سے نکل آئے تھے اور کیتارینا کے کمرے میں اور دروازے کے باہر بھیڑ لگائے کھڑے تھے دیوانوں کی طرح روتی اور کھانستی ہوئی کیتارینا سڑک پر اس انصاف کی تلاش میں بھاگی جا رہی تھی جو اسے امید تھی کہ مل جائے گا۔ دہشت زدہ پولنکا دونوں بچوں کو سینے سے لگائے کونے میں پڑے ہوئے صندوق کے پیچھے دبک گئی وہاں وہ پتے کی طرح کانپ رہی اور اپنی ماں کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ املیا نے کمرے میں ایک طوفان مچا رکھا تھا۔ وہ چیخ رہی تھی، وہ فریاد کر رہی تھی۔ وہ کوس رہی تھی۔ وہ کیتارینا کی ایک ایک چیز کو گھسیٹ کر فرش پر پھینک رہی تھی۔ ادھر تماشائی اپنی اپنی ہانک رہے تھے۔ کئی لوگ اس ہنگامے پر تبصرہ کر رہے تھے۔ کئی آپس میں جھگڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے۔ چند منچلوں نے دفعتہ ایک گیت کے بول اٹھا لئے اور اونچی آواز میں ایک واہیات گیت گانے لگے۔ شاید میدان حشر بھی ایسا منظر پیش نہ کرے گا جو منظر اس وقت یہاں تھا۔

"اب میرا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں" راسکولنکاف نے سوچا۔ "دیکھنا یہ ہے کہ اب تم کیا کہتی ہو"

اور وہ کیتارینا کے کمرے سے نکل کر سونیہ کے بورڈنگ ہاؤس کی طرف چلا گیا۔

(۴)

لذ ہن کی افترا پردازی کے مقابلے میں راسکولنکاف سونیہ کا بڑا ہی

سرگرم اور جاندار حقیقت ثابت ہوا تھا حالانکہ خود اس کا دل دہشت اور اذیت سے بوجھل تھا۔ آج صبح خود اس پر جو کچھ بیت چکی تھی اس کے بعد اب وہ ایک طرح کی مسرت محسوس کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ وہ یہ بھی نہ بھولا تھا کہ اسے اسی شام سونیہ سے ملنا تھا اور اس ملاقات کا خیال ہی اسے پریشان کر دیتا تھا کیونکہ وہ سونیہ کو بتانے والا تھا کہ لزاویتا کا خون کس نے کیا تھا۔ اسے احساس تھا کہ وہ سونیہ کو یہ نہ بتا سکے گا چنانچہ اس نے اپنے اس ارادے کو ہی جھٹک دینے کی کوشش کی تھی جب وہ کیتارینا کے کمرے سے نکل کر سونیہ کے بورڈنگ ہاؤس کی طرف چلا تھا اور دل ہی دل میں کہا تھا کہ "مس سونیہ! دیکھنا یہ ہے کہ اب تم کیا کہتی ہو" تو اس وقت وہ لذہن پر فتح کے نشے میں سرشار تھا اور دل میں ایک عجیب طرح کا جوش محسوس کر رہا تھا۔ لیکن سونیہ کے بورڈنگ ہاؤس کے قریب پہونچتے ہی اس کی فتح کا سارا نشہ ہرن ہو گیا اور جوش بلبلے کی طرح بیٹھ گیا۔ ایک بار پھر اس کی جگہ خوف و دہشت لے چکی تھی۔ وہ دروازے کے سامنے پہنچ کر ٹھٹھک گیا اور بار بار اپنے آپ سے پوچھنے لگا۔ کیا میں کہہ دوں اس سے کہ لزاویتا کا قاتل کون ہے؟ — یہ عجیب سوال تھا جس کے ساتھ ہی اسے شدت سے احساس ہوا کہ وہ سونیہ کو بتائے بغیر رہ بھی نہیں سکتا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ ایسا کیوں ہے تاہم وہ محسوس کر رہا تھا کہ آج یہ بات ہو کر رہے گی۔ یہ "ہونی" تھی جس کے سامنے وہ بے بس تھا۔ اپنی بے چینی اور اذیت کا خاتمہ کرنے یا یوں کہئے کہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اس نے جلدی سے دروازہ کھولا اور وہاں سے آگے بڑھے بغیر عجیب نظروں سے سونیہ کی طرف دیکھا۔ وہ اپنی کہنیاں میز پر ٹکائے اور دونوں ہاتھوں میں سر تھامے بیٹھی تھی۔ راسکولنکاف پر نظر پڑتے ہی وہ اٹھ کر اس کے استقبال کو یوں آگے بڑھی جیسے وہ اسی کی منتظر تھی۔

۔ اگر تم نہ ہوتے تو خدا جانے میری کیا گت بنتی" اس نے کہا ۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ یہ بات کہنے کے لئے نہ صرف بے چین بلکہ منتظر بھی تھی ۔

راسکولنکاف میز کے قریب پہونچ کر اس کرسی میں بیٹھ گیا جو سونیہ خالی کر کے اس کے استقبال کو آگے بڑھی تھی ۔ سونیہ اس کے سامنے اور اس سے دو قدم دور کھڑی تھی ۔ وہ کل بھی اسی طرح کھڑی تھی ۔

" سونیہ !" راسکولنکاف نے کہا ۔ اس کی آواز کانپ رہی تھی ۔ اب تم سمجھیں کہ وہ سارا ہنگامہ اس لئے ہوا کہ تم ــــ تم ــــ وہ پیشہ کرتی ہو بس ــــ جس سے ــــ عجیب اور ذلیل عادتیں منسوب کردی گئی ہیں ۔"

سونیہ کے بشرے سے روحانی کرب ٹپکنے لگا ۔

" خدا کے واسطے ــــ کل کے سے نشتر آج نہ چلانا" اس نے کہا" اس کے بغیر بھی ــــ میں پہلے ہی سے جلی ہوئی ہوں ــــ بہت دکھی ہوں ــــ اب زیادہ دیر برداشت نہ کر سکوں گی ــــ"

پھر اسے خیال آیا کہ کہیں راسکولنکاف خفا نہ ہو جائے وہ ایک دم سے مسکرانے لگی ــــ

" مجھے وہاں سے بھاگ نہ آنا چاہئے تھا ۔ یہ میں نے سخت غلطی کی ہے ــــ خدا جانے اب وہاں کون سی آفت مچی ہوگی ۔ میں واپس جانا چاہتی تھی لیکن... میرا دل کہہ رہا تھا کہ تم آؤ گے ــــ ضرور آؤ گے ۔"

راسکولنکاف نے اسے بتایا کہ امیلیا انھیں گھر سے نکالے دے رہی تھی اور یہ کہ کیتارینا" شال شانوں پہ ڈال کر انصاف کی تلاش میں گئی ہے"

" خدایا !" سونیہ نے کہا" تب تو ہمیں وہیں چلنا چاہئے ۔"

اور اس نے اپنی ٹوپی اٹھالی ۔

"بس ۔ ہمیشہ وہی" راسکولنکاف نے بے چینی سے کہا" جب دیکھو تب ان کی فکر ۔ کچھ دیر تو میرے ساتھ بیٹھو"۔

"لیکن وہ ۔۔۔ کیتارینا ..... ؟"

"اطمینان رکھو وہ کہیں نہیں جائے گی ۔ اس کا کوئی اور ٹھکانا ہے نہیں چنانچہ وہ تمھارے پاس ہی آئے گی" وہ جھنجھلا کر بولا ۔

"اور اس وقت اگر اس نے تمہیں یہاں نہ پایا تو پھر ۔۔۔ خدا جانے کیا ہو" سونیہ کراہ کر بیٹھ گئی ۔ راسکولنکاف فرش پر نظریں گاڑے کچھ سوچ رہا تھا ۔

"اس دفعہ لذہن نے تمھیں بخش دیا" راسکولنکاف نے نظریں اٹھائے بغیر کہا" اگر وہ چاہتا اور اگر میں اور ساندرے وہاں نہ ہوتے تو وہ تمہیں آسانی سے جیل بھجوا سکتا تھا ۔ ہے کہ نہیں ؟"

"ہاں" سونیہ نے مردہ آواز میں کہا "ہاں" اس نے پھر کہا اور ایک سوچ میں پڑ گئی ۔

"لیکن اگر میں وہاں نہ ہوتا ۔ اور یہ بھی اتفاق تھا کہ آندرے وہاں آ گیا"

سونیہ خاموش رہی ۔

"اور اگر تمھیں جیل بھیج دیا جاتا تو پھر .... ؟ یاد ہے کل میں نے کیا کہا تھا ؟"

سونیہ نے پھر کوئی جواب نہ دیا ۔ وہ کچھ دیر اس کے جواب کا منتظر رہا

"میرا خیال تھا کہ تم ایک دم سے چیخ اٹھو گی ۔۔۔ بس کرو ۔۔۔ خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کرو ۔۔۔" راسکولنکاف ہنسا ۔ اس کی یہ ہنسی مصنوعی تھی" ایں ! پھر وہی خاموشی ؟" ایک منٹ کے توقف کے بعد اس نے پھر کہا "لیکن میں ۔۔۔ میں ۔۔۔ ایک مسئلے پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں ۔ مسٹر

آندرے کی اصطلاح میں ایک "زبردست مسئلہ" اور میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم یہ مسئلہ کیسے حل کرتی ہو۔ (اس کی باتوں میں الجھاؤ پیدا ہو چلا تھا) نہیں سونیہ میں مذاق نہیں کر رہا۔ میں سنجیدہ ہوں ۔۔۔ اچھا فرض کرو کہ لذہن کے ارادے کا پتہ تمھیں پہلے سے ہی چل جاتا ۔۔۔ تمہیں یقین ہو جاتا کہ اس کے ارادے تمہیں اور کیتارینا کو برباد کر دیں گے ۔۔۔ کیونکہ تم جانو ۔۔۔ خیر تمھاری تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے لیکن پولنکا ۔۔۔ وہ بھی تو تمھارا ہی راستہ اختیار کرے گی ۔۔۔ اچھا اب فرض کرو کہ فیصلہ تمہیں کرنا ہوتا ۔۔۔ یعنی تمہیں اختیار دے دیا جاتا کہ لذہن اور کیتارینا میں سے کسی ایک کو زندہ رکھو اور ایک خاتمہ کردو ۔۔۔ تو تم کس کے حق میں فیصلہ کرتیں ۔۔۔ لذہن کے یا کیتارینا کے؟"

" میں جانتی تھی کہ تم کوئی ایسا ہی سوال پوچھو گے" سونیہ نے راسکولنکاف کی طرف متجسس نظروں سے دیکھا۔

" چلو مان لیا کہ تم پہلے سے جانتی تھیں لیکن یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس صورت میں تمھارا فیصلہ کیا ہوتا۔"

" لیکن جو ہو نہیں سکتا اس کے متعلق پوچھنے سے کیا فائدہ؟"

" تو تمھارے خیال میں لذہن کو زندہ رہنے دیا جائے کہ وہ بدمعاشیاں کرتا رہے؟ میں پوچھتا ہوں یہ فیصلہ کرنے کی بھی تم میں جرأت نہیں؟"

" میں کون ہوتی ہوں فیصلہ کرنے اور خدا کے کاموں میں دخل دینے والی؟ آخر تم ایسے سوال کیوں پوچھ رہے ہو جن کا جواب دیا ہی نہیں جا سکتا؟ یہ کیسے ہو سکتا کہ جو میں فیصلہ کردوں وہی ہو؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے فیصلے پر ایک کی موت اور دوسرے کی زندگی کا انحصار ہو؟"

"اگر تم خدا کو بیچ میں لے آئیں تو پھر اس سوال کا جواب ناممکن ہے"
راسکولنیکاف تیوری چڑھا کر بڑبڑایا۔
"جو کچھ کہنا چاہتے ہو صاف صاف کیوں نہیں کہتے؟" سونیہ نے رنجیدہ ہوکر کہا۔ "آج پھر تم کچھ کہنا چاہتے ہو۔ میں پوچھتی ہوں کیا تم مجھے پریشان کرنے ہی یہاں آتے ہو؟"
آخر کار سونیہ کی قوت برداشت جواب دے گئی اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ راسکولنیکاف افسردگی سے اس کی طرف دیکھتا رہا — پانچ منٹ گزر گئے۔
"تم ٹھیک کہتی ہو سونیہ" آخر کار اس نے ملائمت سے کہا۔ اس کے لہجے میں تلخی نہ تھی بلکہ بے بسی تھی اور آواز بھی کمزور سی ہو گئی تھی "کل میں نے تم سے کہا تھا کہ میں معافی مانگنے نہ آؤں گا۔ لیکن آج آتے ہی میں نے گویا معافی مانگنی شروع کردی۔ لنہ ہیزن اور خدا کے ارادوں کا ذکر میں نے محض اپنی الجھنیں دور کرنے کے لئے کیا تھا — اور اس طرح۔ دراصل میں تم سے معافی مانگ رہا تھا سونیہ"
اس نے مسکرانے کی کوشش کی لیکن اس کی یہ مسکراہٹ اداس اور غمناک تھی۔ اس نے اپنا سر جھکا کر چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپالیا۔ دفعتہً ایک عجیب احساس، سونیہ سے نفرت کا احساس، اس پر غالب آگیا۔ اس خلاف توقع احساس سے حیران اور دہشت زدہ ہوکر اس نے سر اٹھایا اور غور سے سونیہ کی طرف دیکھا۔ لیکن اس نے سونیہ کو بے چین اور متفکر پایا۔ وہ راسکولنیکاف کی طرف دیکھ رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے اذیت ناک کرب ٹپک رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ محبت بھی — راسکولنیکاف کی نفرت

کا احساس سائے کی طرح گزر گیا۔ دراصل نفرت کا یہ احساس بھی اس لئے ہوا تھا کہ "اب" وہ وقت آگیا تھا۔

اس نے ایک بار پھر سر جھکا کر اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔ دفعتہً اس کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا اور سونیہ کی طرف دیکھنے لگا۔ اور پھر میکانکی طور پر سونیہ کی چارپائی پر بیٹھ گیا۔

راسکولنکاف پر اس وقت بالکل وہی سنسنی طاری تھی جو اس نے اس وقت محسوس کی تھی جب وہ کلہاڑی لئے بڑھیا کے پیچھے کھڑا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اب ایک منٹ بھی ضائع نہ کرنا چاہئے۔

"کیا ہوا؟" سونیہ نے سہم کر پوچھا۔

راسکولنکاف کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ یہ تو بالکل ہی خلاف توقع بات ہوئی تھی۔ اس نے سب کچھ کہہ ڈالنے کا یہ ڈھنگ سوچا ہی نہ تھا "وہ بات" کہنے کا یہ طریقہ تو نہ تھا اور وہ خود حیران تھا کہ یہ اسے ہو کیا گیا تھا سونیہ اس کے قریب پہنچی اور آہستہ سے اس کے قریب چارپائی پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگی۔ وہ راسکولنکاف کی طرف دیکھ رہی تھی، اس کا دل ڈوبا جا رہا تھا، عجیب وغریب سنسنی ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔

راسکولنکاف نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر موت کی سی زردی چھا گئی تھی اس کے ہونٹ کچھ کہنے کی کوشش میں بے بسی سے ہل رہے تھے لیکن وہ کچھ کہہ نہیں پا رہا تھا۔ سونیہ نے اپنے دل میں سرد خوف اترتا محسوس کیا۔

"کیا ہوا؟" سونیہ نے بے اختیار دور کھسکتے ہوئے پھر پوچھا۔

"کچھ نہیں سونیہ۔ ڈرو مت۔ ذرا خیال تو کرو ۔۔۔ وہ نہ یاں ہیں

مبتلا مریض کی طرح بڑبڑایا "میں کیوں آیا ہوں تمہیں پریشان کرنے؟
اس نے سونیہ کی طرف دیکھتے ہوئے اضافہ کیا" کیوں؟ ــ سونیہ! میں
مسلسل اپنے دل سے یہ سوال پوچھ رہا ہوں ــ کیوں؟ آخر کار کیوں؟
شاید پچھلے پونے گھنٹے سے وہ یہی سوال اپنے آپ سے پوچھ رہا تھا
اس کے رگ و ریشے میں ٹھنڈک کی لہریں دوڑ رہی تھیں اور اس کے
بدن پر ایک کپکپی سی طاری تھی جسے وہ محسوس کر رہا تھا۔ ایسا کیوں تھا
یہ وہ خود بھی نہ سمجھ سکا تھا۔

"آہ! سخت اذیت میں ہیں آپ" سونیہ نے غمناکی سے کہا۔

"اوہ ــ حماقت ــ سنو۔ سونیہ" اور وہ مسکرانے لگا پھیکی اور
کانپتی ہوئی مسکراہٹ کوئی دو سکنڈ تک اس کے ہونٹوں پر منجمد رہی "۔
سونیہ! تمھیں یاد ہے کہ کل میں نے تم سے کیا کہا تھا؟

سونیہ خاموش رہی۔ وہ بہت زیادہ بے چینی محسوس کر رہی تھی۔

"تم سے رخصت ہوتے وقت میں نے کہا تھا کہ شاید میں ہمیشہ کے لئے
جا رہا ہوں۔ لیکن، میں نے کہا تھا، اگر میں دوسرے دن، یعنی آج میں
آگیا تو تمہیں بتاؤں گا کہ ــ لزاویتا کا خون کس نے کیا ہے"

سونیہ کانپنے لگی۔

"کہا تھا نا؟ اور آج میں آگیا ہوں"

"تو کیا واقعی کل تم سنجیدہ تھے؟" سونیہ کی آواز سرگوشی سے بلند
نہ تھی" لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" اسنے یوں جلدی جلدی سے پوچھا جیسے اپنے
حواس میں آگئی ہو۔ اس کا رنگ سفید ہو چلا تھا اور نبض ڈوبنے لگی تھی۔

"میں جانتا ہوں سونیہ"

ایک منٹ کی خاموشی کے بعد سونیہ نے پوچھا: "کیا اسے گرفتار کر لیا گیا ہے؟"

"نہیں"

"تو پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" ایک منٹ بعد سونیہ نے اتنی نیچی آواز میں پوچھا جو مشکل سے سنی جا سکتی تھی۔

راسکولنکاف نے سونیہ کی طرف گھوم کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں

"تم سوچ نہیں سکتیں سونیہ؟ ادھر دیکھو — میری طرف — ہاں — اب اندازہ لگاؤ" راسکولنکاف کے ہونٹوں پر وہی پھیکی اور کانپتی ہوئی مسکراہٹ تھی۔

"لیکن تم — مجھے — یوں خوفزدہ کیوں کر رہے ہو؟" سونیہ نے کراہ کر معصوم بچی کی طرح پوچھا۔

"میں — بس — اسے جانتا ہوں — شاید میں اس کا دوست ہوں" راسکولنکاف نے کہنا شروع کیا۔ وہ بدستور سونیہ کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے کوشش کے باوجود اس کے چہرے پر سے نظریں نہ ہٹا سکتا — — وہ — لزاویتا کو قتل کرنا نہ چاہتا تھا — وہ تو اتفاقاً بیچ میں آ گئی — دراصل وہ — اس بڑھیا کو قتل کرنا چاہتا تھا — صرف اسے — چنانچہ وہ ایسا وقت دیکھ کر گیا تھا جب بڑھیا اکیلی ہو — لیکن — پھر — لزاویتا بھی وہاں آ گئی — اور اس نے اسے بھی قتل کر دیا۔"

ایک ہولناک منٹ گزر گیا۔ دونوں بدستور ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔

"اندازہ نہیں لگا سکتیں تم؟" راسکولنکاف نے پوچھا اور یوں محسوس کیا جیسے بلند مینار پر سے چھلانگ لگانے والا ہو۔

"ن۔ ن۔ نہیں" سونیہ نے نیچی آواز میں کہا۔

"غور سے دیکھو سونیہ"

اور یہ کہتے ہی اس نے پھر وہی سنسنی محسوس کی جو بڑھیا کے پیچھے کھڑے ہو کر محسوس کی تھی۔ اور اسے سونیہ کے چہرے میں لزاویتا کا چہرہ دکھائی دیا۔ اور اس کی نظر کے سامنے وہ منظر گھوم گیا جب وہ کلہاڑی باہند کئے لزاویتا کی طرف بڑھ رہا تھا اور وہ پیچھے ہٹتی جا رہی تھی اور پھر لزاویتا نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دئے تھے اس بچے کی طرح جو کسی مہیب صورت سے ڈر گیا ہو، اس کی زبان گنگ ہو گئی ہو اور وہ سہم گیا ہو۔ اس وقت سونیہ کی حالت بھی لزاویتا ہی جیسی ہو رہی تھی۔ اسی کی سی بے چارگی اور خوف سے راسکولنکاف کی طرف دیکھ رہی تھی۔ چند ثانیوں تک وہ اسی طرح راسکولنکاف کی طرف دیکھتی رہی، پھر اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور شہادت کی انگلی راسکولنکاف کے سینے پر رکھ دی۔ پھر آہستہ آہستہ جیسے اس کی ساری جسمانی قدرت ختم ہو گئی ہو، اٹھی اور قدم بہ قدم راسکولنکاف سے دور ہٹنے لگی۔ اس کی نظریں راسکولنکاف پر یوں جمی ہوئی تھیں جیسے وہ کوئی درندہ ہو جو اس پر جھپٹ پڑنے والا ہو۔ سونیہ کے خوف کے چھینٹے راسکولنکاف پر بھی اترے۔ وہ بھی خوفزدہ نظروں سے سونیہ کی طرف دیکھنے لگا البتہ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

"دیکھ لیا سونیہ! اندازہ لگا لیا تم نے؟" آخرکار اس نے سونیہ کی طرح ہی سرگوشی میں پوچھا۔

"میرے خدا!" سونیہ کی کانپتی ہوئی روح کی گہرائیوں میں سے آواز نکلی وہ دھم سے چارپائی پر گر گئی اور اپنا چہرہ تکئے میں چھپا لیا۔ دوسری ہی

لمحہ وہ اٹھ کر راسکولنکاف کی طرف لپکی اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ وہ اپنی نظر سے اس کی روح تک کو چھید ڈالنا چاہتی تھی کہ شاید امید کی کوئی کرن نظر آجائے۔ لیکن وہاں کچھ نہ تھا سوائے سناٹے کے۔ اب کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ یہ وہ سچ تھا۔ بعد میں اسے جب وہ وقت یاد آیا تو اسے تعجب ہوا کہ اس کی "سچائی" کا احساس اسے فوراً ہی کیوں ہو گیا تھا؟ اس نے بے حیل و حجت یہ حقیقت کیسے قبول کر لی؟ وہ یہ تو نہیں کہہ سکتی تھی کہ اسے اس قسم کا کوئی الہام ہوا تھا تاہم راسکولنکاف کے اس طرف اشارہ کرتے ہی اسے احساس ہوا کہ یہ بات اس کے لئے نئی نہ تھی اور یہ کہ اس کا اسے پہلے ہی سے علم تھا۔

"بس سونیہ۔ بس۔ خدا کے لئے مجھے اور اذیت نہ پہنچاؤ۔" راسکولنکاف نے بیچارگی سے التجا کی۔

نہیں۔۔۔ اس نے "یہ بات" کہنے کا ایسا طریقہ سوچا ہی نہ تھا۔ لیکن جانے کیوں اس طرح ہو گیا تھا۔ یہ جانے بغیر کہ وہ کیا کر رہی ہے وہ اٹھ کر کمرے کے بیچ میں جا کھڑی ہوئی اور ہاتھ ملنے لگی۔ پھر پلٹ کر واپس آئی اور راسکولنکاف کے قریب اس سے لگ کر بیٹھ گئی۔ یکایک وہ یوں چونکی جیسے کسی نے اس کے سینے میں خنجر بھونک دیا ہو۔ دفعتاً اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی اور پھر وہ بے اختیار راسکولنکاف کے آگے گھٹنے ٹیک کر جھک گئی۔ وہ خود بھی نہ جانتی تھی کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔

"آہ۔۔۔ یہ کیا کیا تم نے؟ کیا حالت بنا دی ہے تم نے اپنی۔" وہ چلائی اور پھر اٹھ کر راسکولنکاف سے لپٹ گئی اور اسے یوں بھینچ لیا جیسے اس کے سارے درد اور سارے کرب کو اپنی روح میں منتقل کر لینا

چاہتی ہو۔

راسکولنکاف پیچھے ہٹ گیا اور اپنے ہونٹوں پر غمناک مسکراہٹ لئے ہوئے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم عجیب لڑکی ہو سونیہ ___ یہ بات معلوم ہونے کے بعد تمہیں تو مجھ سے نفرت ہو جانی چاہئے تھی لیکن اس کے برخلاف تم مجھے لپٹا کر چوم رہی ہو ___ سونیہ! تم نہیں جانتیں کہ تم کیا کر رہی ہو"

"آہ ___ میرے خدا! ___ پوری دنیا میں تم سے زیادہ دکھی اور کوئی نہیں" اس نے کہا اور رونے لگی۔

ایک بھولے بسرے جذبے نے، جو عرصہ سے کہیں غائب تھا، راسکولنکاف کے دل کو دفعتہً موم کر دیا۔ آناً فاناً ایک تغیر ہوا۔ وہ مغلوب ہو گیا۔ اس کے دل سے ایک غبار سا اٹھا، حلق میں پھندے سے پڑ گئے اور آنسوؤں کے قطرے اس کی آنکھوں میں اٹک کر کانپنے لگے شبنم کے شفاف اور کنوارے قطروں کی طرح۔

"سونیہ تم مجھے چھوڑ تو نہیں دو گی؟" اس نے پُر امید ہو کر بھرائی آواز میں پوچھا

"نہیں ___ کبھی نہیں ___ کسی حال میں نہیں" سونیہ نے ہچکیاں لیتے ہوئے جواب دیا "تم جہاں جاؤ گے میں تمہارے ساتھ جاؤں گی ___ میرے خدا ___ ہائے! میں نے پہلے ہی دن تمہیں کیوں نہ پہچان لیا؟ پہلے ہی سے میں تمہاری راز دار کیوں نہ بن گئی؟ ___ اور تم ___ تم ___ تم بھی کیوں نہ آ گئے میرے پاس۔

"میں آ تو گیا سونیہ"

"لیکن اب آئے ہوئے اب کیا ہو سکتا ہے؟ ساتھ ہی ___ ساتھ ہی"

وہ جیسے مدہوشی کے عالم میں بولی اور ایک بار پھر اس نے راسکولنکاف کو اپنے سینے سے لگا لیا "میں چلوں گی۔ ہاں میں تمھارے سائبیریا چلونگی"

"راسکولنکاف نے چونک کر سونیہ کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرایا طنزیہ اور حقارت آمیز مسکراہٹ۔

"سونیہ! میں شاید سائبیریا جانا نہیں چاہتا" وہ بولا۔

سونیہ نے جلدی سے اس کی طرف دیکھا۔

اور دنیا کے شاید سب سے زیادہ دکھی انسان کی حالت دیکھ کر وہ تڑپ گئی تھی۔ اس کے دل میں رحم اور ہمدردی کے جذبات جو تھے۔ وہ صبح کی دھند کی طرح غائب ہو گئے۔ راسکولنکاف کے بدلے ہوئے لہجے میں وہ ایک خونی کو بولتے ہوئے سن رہی تھی اور بہت سے خیالات اس کے دماغ میں چکر کاٹ رہے تھے —" یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا یہ خونی ہے؟ کیا یہ سچ ہے؟"

"یہ سب کیا ہے؟ میں کہاں ہوں؟" اس نے بدحواس ہو کر کہا "لیکن — لیکن — تم — تمھارے جیسا آدمی یہ — یہ — کام کیسے کر سکتا ہے؟ کیوں کیا تم نے یہ کام؟ کس لئے؟ کیا وجہ تھی اس کی؟"

"کس لئے؟ — کیوں؟ — وجہ؟ — ہاں چوری — لوٹ — میں لوٹنا چاہتا تھا — چوری کرنا — لیکن بس کرو سونیہ۔ خدا کے لئے —" راسکولنکاف نے جھنجھلا کر لیکن تھکے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

سونیہ سناٹے میں آگئی لیکن چیخ کر بولی۔

"بھوک — تم بھوکے تھے — تم نے اپنی ماں کے لئے — ان کی مدد کرنے کے لئے یہ خون کیا تھا نا؟"

"نہیں سونیہ" اس نے سونیہ پر سے نظریں ہٹاکر سر جھکا لیا" میں ایسا بھوکا بھی نہ تھا ۔ بے شک میں اپنی ماں کی مدد کرنا چاہتا تھا ۔ لیکن اصل وجہ یہ بھی نہیں ہے سونیہ ! خدا کے لئے ۔ تم مجھے سخت تکلیف پہنچا رہی ہو"

سونیہ اپنے ہاتھ ملنے لگی ۔

"کیا یہ سچ ہو سکتا ہے ! کیا یہ سچ ہے ! خدایا ! کس قدر بھیانک حقیقت ۔ کون یقین کرے گا اس پر ؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک طرف تو تم نے اپنی ساری پونجی دے ڈالی اور دوسری طرف خون اور چوری کرنے پھرو ؟" ایک دم سے وہ چونکی" وہ ۔ وہ ۔ روپیہ جو تم نے کیتارینا کو دیا تھا ۔ وہ روپیہ ۔ کیا وہ ۔۔۔ ؟"

" نہیں ۔ راسکولنکاف نے بے چینی سے کہا" وہ ۔ روپیہ چوری کا نہ تھا ۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ۔ وہ روپیہ میری ماں نے بھیجا تھا ۔ وہ اسی دن وصول ہوا تھا جب میں بیمار تھا اور وہی روپیہ میں نے کیتارینا کو دے دیا تھا ۔ وہ روپیہ چند ہی گھنٹے کبھی میں نے اپنے پاس نہیں رکھا ۔ یقین کرو سونیہ وہ روپیہ میری ماں کا تھا رازومیہن اس کی گواہی دے گا ۔ خود اس نے دستخط کر کے روپیہ وصول کیا تھا ۔ وہ میرا روپیہ تھا ۔ میرا اپنا ۔"

سونیہ ایک سناٹے کے عالم میں اس کی باتیں سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی

"اور وہ روپیہ ۔ چوری والا ۔ یقین کرو سونیہ میں جانتا تک نہیں کہ وہ روپیہ تھا بھی یا نہیں" راسکولنکاف نے کچھ یاد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے نیچی آواز میں کہا" مجھے یہ تو یاد ہے کہ میں نے بڑھیا

کی گردن میں پڑا ہوا ایک چرمی بٹوا کھسٹ لیا تھا لیکن میں نے کھول کر یہ بھی نہیں دیکھا کہ اس میں کیا تھا۔ شاید اس کا وقت نہ تھا۔ اور دوسری چیزیں ۔۔۔ زنجیر اور زیورات وغیرہ ۔۔۔ سو یہ سب چیزیں بٹوے کے ساتھ میں نے وینیزن سنکی کے ایک ویران احاطے میں ایک بڑے سے پتھر کے نیچے دفن کر دیں ۔۔۔ یہ چیزیں اب تک وہیں ہیں"

سونیہ اس کی باتیں غور سے سننے کی کوشش کر رہی تھی۔

"لیکن ۔۔۔ لیکن ۔۔۔ اگر تم نے لوٹنے کی غرض سے وہ کام کیا تھا تو ۔۔۔ ۔۔۔ پھر تم نے وہ روپیہ لیا کیوں نہیں؟"

"یہ میں بھی نہیں جانتا ۔۔۔ میں اب تک یہ بھی طے نہیں کر پایا کہ وہ لوں یا نہ لوں" اس نے یوں کہا جیسے وہ اسی ادھیڑ بن میں ہو۔ دفعتہً وہ چونک کر مسکرایا" اوخ۔ میں بھی کیا بک رہا ہوں"

ایک بھیانک خیال سونیہ کے دماغ میں بجلی کی طرح کوند گیا۔ کہیں یہ پاگل تو نہیں ہے" لیکن فوراً ہی اس نے یہ خیال جھٹک دیا۔

"نہیں بات کچھ اور ہی ہے۔ کوشش کے باوجود اس کی سمجھ میں کچھ نہ آرہا تھا۔

"جانتی ہو سونیہ" اس نے ایک دم سے یوں کہا جیسے اسے کوئی نئی بات سوجھی ہو۔ جانتی ہو کہ اگر میں نے بھوک سے مجبور ہو کر اور محض چوری کی غرض سے یہ خون کیا ہوتا تو اس وقت میں سکھی ہوتا" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی" چنانچہ یہ تو تمہیں ماننا پڑے گا کہ ۔۔۔ لیکن اس سے تمہیں کیا واسطہ" وہ دفعتہً مایوسی اور بے چارگی سے چیخ پڑا۔ اگر میں اقرار کر بھی لوں کہ میں نے جرم کیا ہے تو

اس سے تمہیں کیا۔ مجھ پر ایسی سستی اور کھوکھلی فتح حاصل کر کے تم فخر حاصل نہ کر سکو گی سونیہ ــــ مجھے مغلوب کر کے تمہیں کیا مل جائے گا؟ آہ! کیا میں اسی لئے تمہارے پاس آیا تھا؟"

سونیہ نے کچھ کہنے کے لئے اپنے کانپتے ہوئے لب کھولے لیکن کچھ کہہ نہ سکی۔

"کل میں نے تمہیں اپنے ساتھ چلنے کو کہا تھا محض اس لئے کہ اس بھری دنیا میں اب تنہا تم میرا آخری سہارا ہو"

"کہاں چلوں؟" سونیہ نے شرما کر پوچھا۔

"گھبراؤ نہیں۔ چوری یا خون کرنے نہیں" وہ تلخی سے مسکرایا "ہم دونوں کی طبیعتوں میں کس قدر انتشاد ہے سونیہ۔ اوہ۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے کتنے مختلف ہیں۔ اور جانتی ہو سونیہ کہ مجھے صرف ابھی، اسی وقت معلوم ہوا ہے کہ میں تمہیں کہاں لے جانا چاہتا تھا کل جب میں نے تم سے اپنے ساتھ چلنے کو کہا تھا تو یقین کرو، میں خود نہ جانتا تھا کہ تمہیں کہاں لے جانا چاہتا ہوں۔ کل میں تم سے صرف یہ پوچھنے آیا تھا کہ تم مجھے چھوڑ تو دو گی؟ آج میں پھر یہ پوچھتا ہوں، سونیہ کہ تم مجھے چھوڑ تو نہ دو گی؟"

سونیہ نے پیار سے اس کا ہاتھ دبایا۔

"اور میں نے یہ بات تمہیں کیوں بتائی، ایک ہی منٹ بعد وہ سخت ذہنی تکلیف سے چیخ اٹھا" میں دیکھ رہا ہوں کہ تم جواب کی منتظر ہو۔ لیکن میں کیا کہوں؟ تم کچھ سمجھو گی نہیں اور میری پریشانیوں کا بوجھ خود اپنے آپ پر لاد لو گی۔ میری وجہ سے خود تم روحانی اذیت میں پھنس جاؤ گی۔ لو۔ تم پھر رونے اور مجھے لپٹانے لگیں۔ ایسا تم کیوں کر رہی ہو؟ سونیہ!

چونکہ میں ان دیکھے بوجھ کو برداشت نہ کر سکتا تھا اس لئے میں یہاں بھاگا آیا کہ اسے کسی اور پر لاد کر میں خود ہلکا ہو جاؤں اور پھر تم بھی میری طرح جہنم میں جلتی اور جھلستی رہو۔ اب کہو سونیہ کیا تم ایسے خود غرض اور ظالم آدمی سے محبت کر سکتی ہو؟"

"لیکن کیا تم اس جہنم میں نہیں جل رہے؟ کیا تم سخت اذیت نہیں پا رہے" سونیہ نے کہا۔ اس کا دل پگھل رہا تھا۔

"سونیہ میں دل کا برا ہوں۔ بہت برا۔ کالا دل ہے میرا۔ اس بات کو یاد رکھنا۔ میری جگہ اگر اور کوئی ہوتا تو شاید نہ آتا۔ لیکن میں آیا ہوں تمہارے پاس کیونکہ میں بزدل ہوں ——— لیکن ——— خیر۔ اصلیت یہ نہیں ہے ——— اب مجھے سب کچھ کہہ ڈالنا چاہئے۔ لیکن حیران ہوں کہ کہاں سے شروع کروں؟"

وہ خاموش ہو گیا اور سر جھکا کر خیالات کے بھنور میں پھنس گیا۔

"سونیہ! ہماری طبیعتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے" وہ بڑبڑایا پھر چیخ کر بولا" لیکن میں کیوں آیا تمہارے پاس؟ کیوں؟ کیوں؟ خدا کی قسم میں اپنے آپ کو کبھی معاف نہ کروں گا"

"نہیں۔ نہیں۔ اچھا ہوا کہ تم آ گئے" اب بہتر ہوگا کہ تم مجھے سب کچھ بتا دو"

راسکولنکاف نے اس بدنصیب کی سی رحم طلب نظروں سے دیکھا جسے جلاد پھانسی کے تختے کی طرف لئے جا رہے ہوں۔

"اگر یہی بات ہو تو پھر؟ اس نے یوں کہا جیسے کسی واضح نتیجہ پر پہنچ چکا ہو" ٹھیک ہے۔ یہی بات تھی۔ میں نپولین بننا چاہتا تھا۔ بس اسی لئے میں

نے قتل کیا۔ اب سمجھیں تم؟"

"نہیں" سونیہ نے بھولے پن سے جواب دیا" لیکن تم کہے جاؤ میں سمجھ جاؤں گی۔ میں دل کے کانوں سے سنوں گی۔ تم کہتے جاؤ۔"

"سمجھ جاؤ گی؟ بہت اچھا" میں اپنے کلی ... کر

وہ چند لمحوں تک سوچتا رہا۔

"بات یوں تھی ـــ ایک دن میں نے اپنے آپ سے پوچھا کہ اگر نپولین میری جگہ ہوتا تو کیا کرتا؟ اپنی زندگی بنانے کے لئے اس کے پاس نہ طولون ہوتا اور نہ مصر اور نہ مونٹ بلانک۔ ان شاندار چیزوں کے بجائے اس کے سامنے ایک سود خور اور مضحکہ خیز کھوسٹ بڑھیا ہوتی اور اپنی زندگی بنانے کے لئے اس بڑھیا کو قتل کر کے اس کے ٹرنک سے روپیہ چرانا ضروری ہوتا تو وہ کیا کرتا؟ کیا وہ اس کام کے لئے تیار ہو جاتا؟ اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہ ہوتا تو کیا وہ اس کام کے لئے، جو مجرمانہ، اوچھا اور قطعی نا پسند تھا، تیار ہو جاتا؟ یقین کرو سونیہ کہ اس سوال پر میں نے اتنا غور کیا کہ دن کا چین اور راتوں کی نیند حرام ہو گئی اور مجھے اپنے آپ سے شرم آنے لگی اور پھر یکایک اس سوال کا جواب خود بخود مل گیا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ شرم، جرم، گناہ اور جھجک کے احساس کے بغیر وہ یہ کام کر گزرتا اگر کوئی دوسرا ذریعہ نہ ہوتا تو نپولین فوراً اس بڑھیا کا خاتمہ کر دیتا۔ چنانچہ میں نے بھی سوچنا اور پریشان ہونا ترک کر دیا اور بلا جھجک ـــ نپولین کی مثال سامنے رکھ کر ـــ اس بڑھیا کو قتل کر دیا۔ تو یہ ہے ساری بات اور یہ ہے اصل وجہ۔ تمھارے خیال میں بڑی مضحکہ خیز بات ہے یہ۔ ہے نا؟ اور اس کا سب سے زیادہ مضحکہ خیز پہلو یہ ہے کہ یہ ایک خالی خولی مفروضہ کے بجائے

ایک ٹھوس حقیقت ہے"

سونیہ کو یہ مضحکہ خیز بات معلوم نہیں ہوئی۔

"مناسب ہوگا کہ تم تمثیلوں میں باتیں کرنے کے بجائے صاف صاف کہو" سونیہ نے اور بھی زیادہ جھینپتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔

"ٹھیک کہتی ہو سونیہ — یہ سب بکواس تھی — اچھا سنو — دراصل میری ماں کے پاس کچھ نہ تھا — صحیح معنوں میں کچھ نہ تھا۔ میری بہن خاصی تعلیم یافتہ ہے لیکن وہ مجبوراً ایک ناقدرشناس رئیس کے یہاں معلمہ کے طور پر غلامی کر رہی تھی۔ ان کی ساری امیدیں مجھ سے وابستہ تھیں۔ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ لیکن غربت کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکا اور مجھے یونیورسٹی سے رخصت ہونا پڑا۔ اگر زندگی کی گاڑی یونہی چلتی رہتی تب بھی زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا کہ دس بارہ برس میں کسی اسکول میں معلم یا کسی دفتر میں کلرک بن جاتا بشرطیکہ قسمت یاوری کرتی۔ اور طویل مدت میں تفکرات اور پریشانیاں میری ماں کو اگر مار نہ ڈالتیں تو ادھ موا ضرور کر دیتیں اور میں ان کی کوئی مدد نہ کر سکتا — دوسری طرف میری بہن کی حالت شاید اور زیادہ خراب ہو جاتی۔ زندگی کی مسرتوں کو یونہی گذر جانے دینا' دکھوں پر جہاد کرنا' اپنی ماں کو بھول جانا اور بہن کی بے عزتی خاموشی سے برداشت کر لینا بہت مشکل کام ہے سونیہ۔ اور میں پوچھتا ہوں کہ کیوں ہر چیز پر قانع رہا جائے؟ کیا ضروری ہے کہ خاموشی اور صبر و سکون سے زندگی کی محرومیوں کو برداشت کر لیا جائے؟ کیوں نہ اپنے دکھ کو سکھ میں تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے؟ اگر تم نے کوشش نہ کی تو دکھوں اور محرومیوں کا چکر یونہی چلتا رہے گا۔ تمہاری زندگی میں مسرتوں کے

طوفان کبھی نہ اٹھیں گے۔ اگر میں نے اپنی ماں اور بہن کو سپردِ خاک کر دیا تو اس کے بعد بھی تفکرات مجھے گھیرے رہیں گے بیوی اور بچے — ہاں اگر میں زندگی کی مسرتوں سے یونہی محروم رہا تو بھی بحرِ دمیاں میں اپنی اولاد کو ورثے میں دے جاؤں گا۔ چنانچہ سونیہ میں نے بڑھیا کی دولت جو میرے خیال میں قارون کے خزانے سے کسی صورت کم نہ تھی، حاصل کر لینے کا فیصلہ کر لیا تاکہ اپنی ماں کو پریشان کئے بغیر اپنی تعلیم جاری رکھ سکوں اور تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد بھی زیادہ نہیں تو زندگی کے چند سال فراغت اور بےفکری سے گزار سکوں۔ یہ کام میں ایک وسیع پیمانے پر اور ٹھیک ٹھیک سے کرنا چاہتا تھا تاکہ دنیا میں اپنی جگہ بنا سکوں۔ بس اتنی سی بات تھی۔ مجھے اعتراف ہے کہ بڑھیا کو قتل کر کے میں نے غلطی کی ہے۔ بس مجھے یہی کچھ کہنا تھا۔

اس نے آخری الفاظ نیچی آواز میں کہے اور ناتوانی سے سر جھکا لیا۔

"آہ۔ یہ بات نہیں ہے۔" سونیہ نے مایوسی سے کہا "تم کسی طرح.... نہیں — یہ سچ نہیں ہے۔"

"تو تمہیں بھی احساس ہو گیا کہ یہ بات نہیں ہے۔ اس کے باوجود یقین کرو سونیہ میں نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔"

"لیکن یہ کس قسم کا سچ ہے — میرے خدا ؟"

"سونیہ میں نے ایک حقیر، مکروہ، بےکار اور ضرر رساں کیڑے کو مارا ہے۔"

"وہ کیڑا نہ تھی، وہ انسان تھی۔"

"میں جانتا ہوں کہ وہ کیڑا نہ تھی۔" اس نے عجیب نظروں سے سونیہ کی طرف

دیکھا "لیکن — یہ میں پھر بکواس کرنے لگا ہوں۔ سونیہ میں احمقانہ باتیں کر رہا ہوں؟" اس نے اضافہ کیا "ایک عرصے سے میں ایسی بکواس کر رہا ہوں۔ نہیں سچ کہتی ہو سونیہ یہ بات نہ تھی۔ بات کچھ اور ہی تھی — بالکل مختلف — کچھ اور ہی مقصد تھا سونیہ! خدا جانے میں کب سے خاموش ہوں۔ مجھے تو محسوس ہوتا ہے جیسے کسی سے گفتگو کئے مجھے صدیاں ہی گذر گئیں۔ میرا سر بری طرح سے چکرا رہا ہے۔۔۔"

اس کی آنکھیں لال انگارہ ہو رہی تھیں اور اس پر ہذیانی کیفیت طاری تھی۔ ایک بے چین مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کانپ رہی تھی۔ اس کے اضطراب کی تہہ میں سے سخت تھکن جھانک رہی تھی۔ سونیہ نے دیکھا اور محسوس کیا کہ وہ کتنی اذیت میں مبتلا تھا۔ خود سونیہ کا سر بھی چکرانے لگا اور کتنی عجیب باتیں کر رہا تھا۔ لیکن یقیناً اس کی یہ باتیں بے بنیاد اور ایک پاگل کی بڑ نہ تھیں۔ لیکن پھر بھی — میرے خدا! یہ کیسے ممکن ہے — کیسے ممکن ہے — سونیہ مایوسی سے ہاتھ ملنے لگی۔

"نہیں سونیہ۔ یہ بات نہ تھی" اس نے دفعتہً یوں کہا۔ جیسے اس کے خیالات نے ایک نیا موڑ لیا ہو اور اس غیر متوقع موڑ سے وہ خود چونک پڑا ہو "نہیں — یہ بات نہیں ہے۔ مناسب ہے کہ یوں فرض کرو۔ ٹھیک ہے۔ یونہی فرض کرنا بہتر ہے کہ میں اکھڑ، خود پسند، حاسد، بد باطن، کینہ توز، قابل نفرت اور شاید نیم پاگل ہوں — مناسب ہوگا کہ ساری برائیوں کو مجھ میں تسلیم کر لیا جائے اور میرے پاگل پن کی باتیں تو لوگ کرتے ہی رہتے ہیں۔ چنانچہ اس میں تمہیں کبھی شک نہ کرنا چاہئیے۔ میں نے کہا تھا کہ میں اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکا۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر میں چاہتا

تو اپنی تعلیم جاری رکھ سکتا تھا۔ میری ماں میری فیس بھیج سکتی تھی۔ اور میں خود ٹیوشن وغیرہ کر کے اتنا کما سکتا تھا کہ میری ضرورت پوری ہو سکیں۔ آخر رازومیخن بھی تو ہے۔ اس کی مالی حالت مجھ سے بہتر نہیں لیکن وہ کام کر رہا ہے اور کچھ کما بھی رہا ہے۔ لیکن میں عمل سے دور بھاگنے لگا اور بیزار رہنے لگا۔ ہاں یہ لفظ "بیزار" بے حد مناسب ہے۔ میں اپنے کمرے میں، دنیا سے رد ہو کر، بند رہا۔ تم میرے اس ڈربے میں آ چکی ہو اور یقیناً تم نے اس کا جائزہ بھی لے لیا ہوگا۔ سونیہ! جانتی ہو کہ میرے کمرے کی نیچی چھت اور بوسیدہ دیواریں دماغ اور روح کو جکڑ لیتی ہیں۔ میں نفرت کرتا ہوں انھیں۔ خدایا! مجھے اپنے اس ڈربے سے کتنی نفرت ہے! اور نفرت ہوتے ہوئے بھی، سونیہ، میں اپنے اس تنگ و تاریک اور بدبودار کمرے میں پڑا رہا۔ مسلسل کئی دنوں تک باہر نکلنا تو دور کی بات ہے میں نے باہر جھانکا تک نہیں۔ میں کاہلوں کی طرح بیکار پڑا رہا۔ حتیٰ کہ مجھے کھانے پینے کی بھی فکر نہ رہی۔ اگر ناستاسیہ کبھی کچھ لے آتی تو کھا لیتا ورنہ فاقے کرتا اور مجھے احساس بھی نہ ہوتا کہ میں فاقے کر رہا ہوں نہ بھوک ستاتی اور نہ پیاس۔ میں کھانا طلب بھی نہ کرتا کیونکہ بیزاری مجھ پر تھی۔ میری رگ رگ میں تلخی رچی جا رہی تھی جیسا کہ میری زبان پر بھی نیم کے پتوں کی سی کڑواہٹ تھی۔ جب دن ختم ہوتا تو میرا کمرہ قبر کی طرح تاریک بن جاتا۔ میرے پاس چراغ تھا ہی نہیں کہ میں جلاتا۔ میں اندھیرے میں پڑا رہتا۔ میں نے اتنے پیسے بھی حاصل کرنے کی کوشش نہ کی کہ دو چار موم بتیاں ہی خرید لیتا۔ مجھے اپنی تعلیم جاری رکھنی چاہئے تھی لیکن اس کے برخلاف میں نے یہ کیا کہ اپنی ساری کتابیں بیچ دیں اور میری میز پر۔ اور اس پر پڑی ہوئی بیاضوں پر مٹی کی ایک ایک انچ موٹی تہ جم گئی۔ لیکن میں ہر چیز سے بے پروا تھا

صرف ایک بات مجھے پسند تھی ۔ بستر پر پڑے پڑے سوچتے رہنا اور میں ہی یہی کچھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا ـــ سوچ ـ سوچ ـــ مدام سوچ ۔ اور پھر خواب میں بھی اور جاگتے میں بھی خواب ۔ بھیانک ، عجیب و غریب ، بے تکے اور انوکھے خواب ۔ ان خوابوں کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ اور پھر اس وقت مجھے خیال آیا ـ نہیں ـــ یہ بات بھی نہیں تھی ۔ میں پھر غلط کہہ رہا ہوں ۔ ہاں تو بات یوں ہے کہ اس تمام عرصے میں ـــ اپنے کمرے میں پڑے پڑے ـــ میں اپنے آپ سے پوچھتا رہا کہ میں اتنا احمق کیوں ہوں ؟ اگر سارا دنیا احمق ہے ، اور یقیناً ہے تو پھر کیوں میں ڈنا دنیا بننے کی کوشش کروں ؟ اور تب سوچتے میں اس نتیجے پر پہونچا کہ اگر ساری دنیا کے عقلمند بن جانے کا انتظار کیا تو اس انتظار میں ساری عمر گزر جائے گی ۔ پھر کافی غور و خوض کے بعد یہ حقیقت مجھ پر واضح ہوگئی کہ ایسا ہونا ناممکن ہے ۔ انسان کبھی نہ تو خود بدل سکتا ہے اور نہ ہی اسے بدلا جا سکتا ہے چنانچہ اسے بدلنے کی کوشش کرنا وقت ضائع کرنا ہے ، حماقت ہے ـــ چنانچہ سونیہ انسان جیسا ہے بس ایسا ہی رہے گا ـ نہ تو اسے زمانے کی گردشیں بدل سکتی ہیں اور نہ حوادث کے طوفان ـــ یہ قدرت کا قانون ہے ـــ وجود اور اس کی کمزوریوں کا قانون ۔ وہ اٹل قانون جس پر عالم موجودات کی بنیاد رکھی ہے اور اس نتیجے پر پہونچنے کے بعد مجھے پتہ چلا سونیہ کہ جو انسان روحانی اور دماغی طور پر قوی ہوگا وہ ان پر حکمرانی کرے گا ۔ جو انسان جتنا زیادہ بے دھڑک اور دلیر ہوگا اتنا ہی وہ دوسرے انسانوں کے نزدیک عظیم ہوگا ۔ جو انسان ان کے قدیم اور مقدس آئین کی نفی کرے گا وہی ان کی نظروں میں آئین ساز بلکہ پیغمبر ہوگا اور وہ انسان جو اس معاملے میں سب سے زیادہ جرأت سے کام لے گا ، سب سے زیادہ آگے بڑھ جائے گا وہی فوق البشر

تو اپنی تعلیم جاری رکھ سکتا تھا۔ میری ماں میری فیس بھیج سکتی تھی۔ اور میں خود ٹیوشن وغیرہ کر کے اتنا کما سکتا تھا کہ میری ضرورت پوری ہو سکیں۔ آخر رازومیخن بھی تو ہے۔ اس کی مالی حالت مجھ سے بہتر نہیں لیکن وہ کام کر رہا ہے اور کچھ کما بھی رہا ہے۔ لیکن میں عمل سے دور بھاگنے لگا اور بیزار رہنے لگا، ہاں یہ لفظ "بیزار" بے حد مناسب ہے۔ میں اپنے کمرے میں، دنیا سے رو ٹھ کر، بند رہا۔ تم میرے اس ڈربے میں آ چکی ہو اور یقیناً تم نے اس کا جائزہ بھی لے لیا ہو گا۔ سونیا! جانتی ہو کہ میرے کمرے کی نیچی چھت اور بوسیدہ دیواریں دماغ اور روح کو جکڑ لیتی ہیں، پیس ڈالتی ہیں انھیں۔ خدایا! مجھے اپنے اس ڈربے سے کتنی نفرت ہے! اور نفرت ہوتے ہوئے بھی، سونیا، میں اپنے اس تنگ و تاریک اور بدبودار کمرے میں پڑا رہا۔ مسلسل کئی دنوں تک باہر نکلنا تو دور کی بات ہے میں نے باہر جھانکا تک نہیں۔ میں کاہلوں کی طرح بیکار پڑا رہا۔ حتیٰ کہ مجھے کھانے پینے کی بھی فکر نہ رہی۔ اگر ناستاسیہ کبھی کچھ لے آتی تو کھا لیتا ورنہ فاقے کرتا اور مجھے احساس بھی نہ ہوتا کہ میں فاقے کر رہا ہوں نہ بھوک ستاتی اور نہ پیاس۔ میں کھانا طلب بھی نہ کرتا کیونکہ بیزاری مجھ پر تھی۔ میری رگ رگ میں تلخی رچی جا رہی تھی حتیٰ کہ میری زبان پر بھی نیم کے پتوں کی سی کڑواہٹ تھی۔ جب دن ختم ہوتا تو میرا کمرہ قبر کی طرح تاریک بن جاتا۔ میرے پاس چراغ تھا ہی نہیں کہ میں جلاتا۔ میں اندھیرے میں پڑا رہتا۔ میں نے اتنے پیسے بھی حاصل کرنے کی کوشش نہ کی کہ دو چار موم بتیاں ہی خرید لیتا۔ مجھے اپنی تعلیم جاری رکھنی چاہیے تھی لیکن اس کے برخلاف میں نے یہ کیا کہ اپنی ساری کتابیں بیچ دیں اور میری میز پر، اور اس پر پڑی ہوئی بیاضوں پر مٹی کی ایک ایک انچ موٹی تہ جم گئی۔ لیکن میں ہر چیز سے بے پروا تھا

صرف ایک بات مجھے پسند تھی۔ بستر پہ پڑے پڑے سوچتے رہنا اور میں یہی کچھ رہا تھا۔ سوچ رہا تھا — سوچ — سوچ — مدام سوچ۔ اور پھر خواب میں بھی اور جاگتے میں بھی خیال۔ بھیانک، عجیب و غریب، بے تکے اور انوکھے خواب۔ ان خوابوں کو بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور پھر اس وقت مجھے خیال آیا — نہیں — یہ بات بھی نہیں تھی۔ میں پھر غلط کہہ رہا ہوں۔ ہاں تو بات یوں ہے کہ اس تمام عرصے میں — اپنے کمرے میں پڑے پڑے — میں اپنے آپ سے پوچھتا رہا کہ میں اتنا احمق کیوں ہوں؟ اگر ساری دنیا احمق ہے، اور یقیناً ہے تو پھر کیوں میں کڑا دانا بننے کی کوشش کروں؟ اور تب سوچتے میں اس نتیجہ پہ پہونچا کہ اگر ساری دنیا کے عقلمند بن جانے کا انتظار کیا تو اس انتظار میں ساری عمر گزر جائے گی۔ پھر کافی غور و خوض کے بعد یہ حقیقت مجھ پر واضح ہوگئی کہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ انسان کبھی نہ تو خود بدل سکتا ہے اور نہ ہی اسے بدلا جا سکتا ہے چنانچہ اسے بدلنے کی کوشش کرنا وقت ضائع کرنا ہے، حماقت ہے — چنانچہ سونیہ انسان جیسا ہے بس ایسا ہی رہے گا — نہ تو اسے زمانے کی گردشیں بدل سکتی ہیں اور نہ حوادث کے طوفان — یہ فطرت کا قانون ہے — وجود اور اس کی کمزوریوں کا قانون۔ وہ اٹل قانون جس پہ عالم موجودات کی بنیاد رکھی ہے اور اس نتیجے پر پہونچنے کے بعد مجھے پتہ چلا سونیہ کہ جو انسان روحانی اور دماغی طور پہ قوی ہوگا وہ ان پہ حکمرانی کرے گا۔ جو انسان جتنا زیادہ بے دھڑک اور دلیر ہوگا اتنا ہی وہ دوسرے انسانوں کے نزدیک عظیم ہوگا۔ جو انسان ان کے قدیم اور مقدس آئین کی نفی کرے گا وہی ان کی نظروں میں آئین ساز بلکہ پیغمبر ہوگا اور وہ انسان جو اس معاملے میں سب سے زیادہ جرأت سے کام لے گا، سب سے زیادہ آگے بڑھ جائے گا وہی فوق البشر

اور ٹ راستی" پر تسلیم کیا جائے گا۔ اب تک ایسا ہوتا آیا ہے اور قیامت تک ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ وہ لوگ اندھے ہیں جو اس صاف اور سیدھی بات کو بھی سمجھ نہ سکے۔"

حالانکہ یہ کہتے ہوئے اس نے سونیہ کی طرف دیکھا ضرور لیکن اب اسے اس کی پروا نہ تھی کہ وہ اس کی باتیں سن اور سمجھ رہی ہے یا نہیں۔ جذبات کا ہیجان اسے مغلوب کر چکا تھا۔ اس پر وجد کی سی کیفیت طاری تھی۔ (واقعی کسی سے کھل کر گفتگو کرے اسے ایک مدت گزر چکی تھی)۔ سونیہ نے محسوس کیا کہ راسکولنکاف کے یہ خیالات نہ صرف اس کا اعتقاد بلکہ دین و ایمان بن چکے ہیں۔

"اور میں سمجھ گیا سونیہ!" اس نے بے خودی کے عالم میں کہنا شروع کیا "کہ قوت و اقتدار وہی حاصل کر سکتا ہے جو جھک کر اسے اٹھا لینے کی جرأت کرتا ہے۔ چنانچہ صرف ایک چیز کی ضرورت ہے۔ جرأت۔ اور تب سونیہ زندگی میں پہلی دفعہ ایک خیال میرے دماغ میں اپنی جڑیں مضبوط کرنے لگا۔ یہ خیال سب سے پہلے مجھے آیا تھا۔ اور میں نے سوچا بلکہ مجھ پر ظاہر ہو گیا کہ پوری دنیا میں ایک بھی ایسا بہادر آدمی نہیں ہے جو اس دنیا کے تمام فضولیات اور بیہودگیوں کو دُم سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دے۔ ہاں۔ دنیا کے اس پاگل خانے میں ایک آدمی بھی ایسا نہ تھا اور سونیہ میں وہ "بہادر آدمی" بننا چاہتا تھا اور میں نے اس کا خون کر دیا۔ کیونکہ میں بہادر بننا چاہتا تھا۔ کیونکہ میں مروجہ قوانین کے خلاف بغاوت کرنا چاہتا تھا۔ بس وہ آدمی بننا چاہتا تھا جس کی احمق دنیا پوجا کرتی ہے۔ بس یہ تھی اصل وجہ۔"

"چپ رہو۔ چپ رہو۔ سونیہ چیخ اٹھی" تم خدا سے پھر گئے ہو چنانچہ تم پر خدا کی مار پڑی ہے۔ اس نے شیطان کو تم پر غالب کر دیا ہے۔"

"تو پھر ظاہر ہوا سونیہ کہ اپنے کمرے کے اندھیرے میں یہ باتیں مجھ پر واضح
ہو گئیں تو گویا شیطان مجھے ترغیب دے رہا تھا۔"

"مذاق نہ کرو — تم خواہ مخواہ کفر بکے جا رہے ہو۔ تم نہیں سمجھتے۔ خدایا! کیا یہ
کچھ نہ سمجھیں گے؟"

"سونیہ! میں مذاق نہیں کر رہا۔ میں جانتا ہوں کہ شیطان مجھے برے کاموں
کے لئے اکسا بھی رہا تھا۔ وہی میرا راہبر تھا۔ احمق نہ بنو سونیہ" اس نے اداس
مگر یقین سے کہا۔ "میں سب کچھ جانتا ہوں۔ اپنے کمرے میں پڑے پڑے میں
نے ساری باتوں پر غور کیا تھا ایک ایک پہلو پر، اس کی ایک ایک تفصیل پر غور
کیا تھا۔ میں سب جانتا تھا اور اس کی تکرار سے اکتا گیا تھا۔ میں سب کچھ
بھول کر نئے سرے سے اپنی زندگی شروع کرنا چاہتا تھا اور تم سمجھتی ہو
سونیہ کہ میں سوچے سمجھے بغیر اندھا دھند یہ کام کر گزرا؟ یقین کرو سونیہ ایسا نہ
تھا۔ میں نے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد اور سوچ سمجھ کر یہ کام کیا اور یہی میری
بربادی کا سبب ہے۔ تمہیں یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ میں اپنے آپ کو "عظیم"
سمجھتا تھا۔ نہیں۔ مجھے اپنی حیثیت کا احساس تھا اور اسی لئے یہ سوالات
میں اپنے آپ سے پوچھ رہا تھا۔ مثلاً میں اپنے آپ سے پوچھتا رہا کہ کیا مجھے قوت
و اقتدار حاصل کرنے کا حق ہے؟ اور یہ میں اس لئے پوچھ رہا تھا، بار بار
پوچھ رہا تھا کیونکہ مجھے شدت سے محسوس ہو رہا تھا کہ اس قسم کا کوئی حق
مجھے حاصل نہیں ہے یا اگر میں سوچتا رہا کہ کیا واقعی انسان حقیر کیڑا ہے؟ تو
اس کا مطلب یہ تھا کہ میں انسان کو حقیر کیڑا نہ سمجھتا تھا۔ میں شعوری طور پر
انسان کی عظمت کا قائل تھا لیکن اس شخص کے نزدیک انسان حقیر کیڑا ہی
ہے جو اپنے آپ سے سوال پوچھے بغیر اندھا دھند منزل کی طرف چل پڑتا ہے

چنانچہ اگر میں یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتا رہا کہ کیا نپولین نے یہ کام کیا ہوتا؟ یہ سوال میں مسلسل اپنے آپ سے محض اس لئے پوچھ رہا تھا کہ میں جانتا تھا کہ میں نہ تو نپولین ہوں اور نہ بن سکتا ہوں۔ سونیہ! یہ خیالات مجھے سخت تکلیف پہنچا رہے تھے اور میں اسے برداشت کر رہا تھا۔ خیالات کی یہ ریل پیل مجھے پیسے ڈال رہی تھی اور میں ان سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں بغیر تاویل کے خون کرنا چاہتا تھا۔ محض اپنی تسکین کی خاطر خیالات کی گرد سے گلو خلاصی حاصل کرنے کے لئے۔ صرف اپنے لئے۔ میں اس بارے میں دھوکا دینا نہیں چاہتا۔ اپنے آپ کو بھی نہیں۔ میں نے اپنی ماں کی مدد کرنے کے لئے یہ خون نہیں کیا۔ یہ بکواس ہے۔ میں نے یہ خون دولت و اقتدار حاصل کرنے اور بنی نوع انسان کا محسن بننے کے لیے بھی نہیں کیا۔ یہ سب طفل تسلیاں ہیں۔ بس مجھے خون کرنا تھا۔ اور میں نے کیا۔ خون میں نے اپنے لئے، صرف اپنے لئے کیا ہے۔ اس سے کسی کو بھی فائدہ پہنچانے کا خیال نہ تھا اور نہ یہ میرا مقصد تھا۔ چاہے میں کسی کا محسن بن جاتا یا چاہے چوہے کی طرح اپنے کمرے میں گھسا رہتا۔ مجھے اس کی پروا نہ تھی۔ اور سونیہ! مجھے روپیہ بھی نہ چاہئے۔ میں نے بڑھیا کو روپے کے لئے نہیں قتل کیا تھا نہیں سونیہ! میں روپے سے زیادہ کسی اور چیز کا خواہش مند تھا۔ ہاں سونیہ اب میں سمجھنے لگا ہوں۔ تم بھی سمجھنے کی کوشش کرو سونیہ۔ اب میں شاید کبھی خون نہ کروں گا۔ میں کچھ اور معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میں دوسروں کی طرح حقیر کیڑا ہوں یا انسان؟ کیا میں مروجہ قوانین سے بغاوت کر سکتا ہوں؟ کیا مجھ میں جھک کر قوت و اقتدار اٹھا لینے کی جرأت ہے؟ کیا میں بھی کانپتی ہوئی محکوم مخلوق کا ہی فرد ہوں یا مجھے حق حاصل ہے ۔۔۔۔

"خون کرنے کا حق" سونیہ نے بے تابی سے ران پر ہاتھ مار کر کہا

"میرے خدا! سونیہ ۔ وہ بے چینی سے پہلو بدل کر بولا وہ سونیہ کے اس سوال کا جواب دینا چاہتا تھا لیکن پھر اپنا ارادہ بدل کر بولا ۔ سونیہ! بات نہ کاٹو ۔ میں صرف ایک چیز ثابت کرنا چاہتا ہوں یعنی یہ کہ شیطان میری راہبری کر رہا تھا بلکہ یوں کہو کہ مجھے اس طرف گھسیٹ رہا تھا ۔ اور بعد میں اس نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ راستہ اختیار کرنے کا مجھے کوئی حق نہیں کیونکہ میں بھی دوسروں کی طرح حقیر کیڑا ہی ہوں ۔ اب وہ مجھ پر ہنس رہا ہے میرا مذاق اڑا رہا ہے چنانچہ میں پناہ لینے تمھارے پاس آیا ہوں اپنے اس دکھی مہمان کو خوش آمدید کہو سونیہ ۔ اگر میں حقیر کیڑا نہ ہوتا تو تم ہی کہو سونیہ کہ تمھارے پاس آتا ؟ سنو ۔ اس شام میں بڑھیا کے وہاں صرف آزمانے گیا تھا ۔"

"اور تم نے اسے قتل کر دیا ؟"

"لیکن میں نے اسے قتل کیسے کیا ؟ کیا لوگ اسی طرح قتل کیا کرتے ہیں ؟ کیا لوگ قتل کرنے اس طرح جاتے ہیں جس طرح میں گیا ؟ یہ میں پھر کبھی بتاؤں گا کہ میں وہاں کس طرح گیا تھا ۔ کیا میں نے اس بڑھیا کا خون کیا ؟ نہیں سونیہ نہیں ۔ میں نے اس کا نہیں بلکہ اپنا خون کر دیا ہے ۔ میں نے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے کچل کر رکھ دیا ہے ۔ لیکن وہ شیطان تھا جس نے بڑھیا کو قتل کیا ، میں نے نہیں ۔ بس بہت ہوا ۔ سونیہ ! مجھے میرے حال پر چھوڑ دو وہ اپنے بدن میں درد و کرب کی فوری اینٹھن محسوس کر کے چیخ پڑا "خدا کے لئے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو ۔"

اس نے کہنیاں گھٹنوں پر ٹیک کر اپنا سر تھام لیا اور دونوں ہاتھوں

سے اپنے بال یوں نوچنے لگا کہ معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی اندرونی درد اسکی برداشت سے باہر ہوا جا رہا ہو۔

"میرے خدا! کتنی تکلیف ہے تمہیں۔ سونیہ کے دل کی گہرائیوں میں سے ایک آہ نکلی۔

"اچھا اب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟" اس نے دفعتہً سر اٹھا کر سونیہ سے پوچھا۔ سونیہ بمشکل اپنی چیخ روک سکی۔ شدید روحانی تکلیف اور یاس نے اس کی صورت بھیانک حد تک بگاڑ دی تھی۔

"کیا کرنا چاہیئے تمہیں۔ اس نے کہا اور جوش کے عالم میں اٹھ کھڑی ہوئی اور اس کی آنسوؤں سے لبریز آنکھوں میں عجیب سی چمک آگئی۔" اٹھو" اس نے راسکولنکاف کے دونوں شانے پکڑ لئے۔ راسکولنکاف پریشانی سے اس کی صورت تکنے لگا۔ اٹھو — اور فوراً جاؤ — ابھی — اسی وقت — چوراہے پر جاؤ — وہاں سجدہ کر کے زمین کو بوسہ دو کیونکہ تم نے اسے نجس کیا ہے اور پھر ساری دنیا کو باری باری سے چاروں سمتوں کی طرف منہ کر کے، سجدہ کر کے اور بلند آواز میں لوگوں سے کہو کہ — " میں خونی ہوں" — اور پھر خدا تم میں نئی روح پھونک دے گا۔ جاؤ گے؟ بولو — جاؤ گے؟"

سونیہ کی نہ صرف آواز بلکہ اس کا جسم کانپ رہا تھا۔ اس نے راسکولنکاف کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر آہستہ سے دبائے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

راسکولنکاف سونیہ کے اس جوش پر دم بخود رہ گیا۔

"تمھارا مطلب ہے سائبیریا؟ تم چاہتی ہو میں اپنے آپ کو قانون

کے حوالے کر دوں؟"

"ہاں — تکلیفیں برداشت کر کے ہی تم اپنے گناہ کا کفارہ ادا کر سکتے ہو —"

"نہیں سونیہ میں نہ جاؤں گا"

"لیکن تم کس طرح اپنی زندگی بسر کرو گے؟ تم اس طرح زندہ رہ سکتے ہو؟ اور پھر تمھاری زندگی کا مقصد کیا ہو گا؟ تم اپنی والدہ سے کیا کہو گے؟ کیا منہ لے کر ان کے سامنے جاؤ گے؟ کیا ہو گا ان کا؟ لیکن میں بھول ہی — تم نے تو اپنی ماں بہن کو چھوڑ دیا ہے لیکن تم ساری عمر کس طرح اکیلے رہو گے؟ یہ تنہائی تمھیں پاگل نہ کر دے گی؟ انسانوں کی رفاقت کے بغیر تمھاری زندگی کیا ہو گی؟ کیا ہو گا اب تمھارا؟"

"بچی نہ بنو سونیہ" راسکولنکاف نے نرمی سے کہا" میں نے پولس کا کونسا گناہ کیا ہے کہ میں ان کے پاس جاؤں؟ کیوں اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دوں کیا کہوں ان سے؟ یہ ایک واہمہ ہے — قانون کے یہی ٹھیکیدار ہزاروں کی زندگیاں برباد کر دیتے اور اسے اپنا قابلِ تعریف کارنامہ کہتے ہیں۔ یہ لوگ مکّار اور فریبی ہیں۔ نہیں سونیہ میں قانون کے ان مکار ٹھیکے داروں کے پاس نہ جاؤں گا۔ اور اگر گیا تو ان سے کیا کہوں گا؟ یہی نا کہ میں نے اس بڑھیا کو قتل کیا لیکن مجھ میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اس کا روپیہ اپنے استعمال میں لاتا چنانچہ وہ میں نے ایک پتھر کے نیچے دبا دیا؟" وہ تلخی سے مسکرایا "وہ لوگ میرا مذاق اڑائیں گے، روپیہ نہ لینے پر مجھے بیوقوف کہیں گے — بزدل اور بے وقوف۔ وہ کچھ نہ سمجھیں گے اور سچ پوچھو تو وہ سمجھنے کے مستحق ہی نہیں۔ چنانچہ میں کیوں جاؤں ان کے پاس — نہیں — میں نہ جاؤں گا"

"تم اس اذیت کو برداشت نہ کر سکو گے۔ نہ کر سکو گے۔ نہ کر سکو گے"
سونیہ نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دئے۔ وہ التجا کر رہی تھی۔
"شاید میں نے خود سے ناانصافی کی ہے راسکولنکاف نے کچھ سوچتے ہوئے جیسے غنودگی سے کہا" شاید میں نے غلط فیصلہ کر لیا ہے۔ شاید میں حقیر کیڑا نہیں ہوں بلکہ انسان ہوں۔ شاید میں نے جلد بازی سے کام لے کر اپنے آپ کو مجرم تسلیم کر لیا ہے۔ میں نے بڑی عجلت میں اپنے آپ کو نا اہل قرار دے دیا ہے۔ سونیہ! میں ایک کوشش اور کروں گا۔ میں جدوجہد کروں گا ــــ میں لڑ لوں گا سب سے"
اور اس کے ہونٹوں پر مکروہ مسکراہٹ پھیل گئی۔
"ایسا زبردست بوجھ تم برداشت کر لوگے؟ اور تمھاری زندگی! پوری زندگی!"
"میں اس کا عادی ہو جاؤں گا" اس نے تلخی اور ہٹ دھرمی سے کہا "سنو" ایک منٹ بعد اس نے کہنا شروع کیا" رونا بند کرو۔ یہ وقت رونے کا نہیں ہے بلکہ اہم معاملات پر غور کرنے کا ہے۔ سنو۔ میں تمھیں یہ بتانے آیا ہوں کہ پولس میرے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ وہ واقعات کا کھوج لگا رہے ہیں اور مجھے گرفتار کرنے کی فکر میں ہیں"
"اوہ!" سونیہ خوف سے چلائی۔
"چلائیں کیوں سونیہ؟ تم خود مجھے سائبیریا بھیجنا چاہتی ہو اور اب خود ہی خوف زدہ ہو؟ میں کہے دیتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو پولس کے حوالے نہ کروں گا۔ میں آزاد رہنے کے لئے جدوجہد کرتا رہوں گا۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ان کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت ہے ہی نہیں۔ کل خطرہ

میرے سر پہ منڈلا رہا تھا اور میں سمجھ رہا تھا کہ اب پکڑے گئے۔ لیکن آج حالات بہتر ہیں اور دن بہ دن بہتر ہوتے چلے جائیں گے۔ میرے خلاف ان کے پاس جتنے بھی ثبوت ہیں وہ سب کے سب مبہم ہیں۔ ایسے ثبوت جو دونوں طرف کاٹ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اپنے حق میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ میں بڑی آسانی سے ان کے الزامات خود ان پہ الٹ کر صاف بچ سکتا ہوں۔ سمجھ گئیں تم؟ اور میں ایسا ہی کر دوں گا۔ مجھے اپنا سبق خوب اچھی طرح سے یاد ہے ـــ لیکن ـــ وہ لوگ مجھے ضرور گرفتار کر لیں گے۔ اگر ایک واقعہ نہ ہو گیا ہوتا تو وہ مجھے آج ہی گرفتار کر لیتے۔ لیکن صرف گرفتاری سے کیا ہوتا ہے؟ گرفتار کر کے بھی وہ میرا کیا بگاڑ لیں گے؟ جلد یا بدیر انھیں مجھے رہا کرنا ہوگا۔ کیونکہ میرے خلاف ان کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت ہے ہی نہیں اور نہ ہوگا، اس کا میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔ میرے خلاف انھوں نے جتنے بھی ثبوت حاصل کیے ہیں وہ سب پوچ ہیں جن کے ذریعہ مجھے مجرم ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ بس سونیہ باتیں بہت ہو چکیں۔ میں نے تمہیں محض آگاہ کرنے کی غرض سے یہ سب کچھ کہا ہے۔ میں اپنی ماں اور بہن کو بھی مطلع کرنے کی کوشش کر دوں گا تاکہ وہ میری گرفتاری کی خبر سن کر گھبرا نہ جائیں۔ میری بہن کا مستقبل، جہاں تک میں سمجھتا ہوں، محفوظ ہو چکا ہے۔ اور ماں کی طرف سے بھی اب فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس مجھے یہی کہنا تھا۔ بہر حال تم ذرا ہوشیار رہنا سونیہ! تم جیل میں مجھ سے ملنے آؤ گی؟"

"آؤں گی ـــ ضرور آؤں گی"

دونوں اداس اور ملال پاس پاس بیٹھے تھے۔ جیسے ایک زبردست

طوفان نے انھیں کسی ویران جزیرے پر لا پھینکا ہو۔ راسکولنکاف نے سونیہ کی طرف دیکھا اور محسوس کیا کہ وہ اسے کس قدر چاہتی ہے۔ لیکن یہ عجیب بات تھی کہ یہ احساس کہ کوئی اسے چاہتا ہے، ایک بوجھ اور بےچینی بن کر اس پر چھا گیا۔ سونیہ کے گھر کی طرف آتے وقت اس نے سوچا تھا کہ اس کی تمام امیدوں کا واحد سہارا صرف سونیہ ہے۔ اسے امید تھی کہ اگر وہ اپنے سارے درد و کرب سے نہیں، تو ایک حصہ سے تو ضرور نجات حاصل کر لے گا۔ لیکن اب — جب سونیہ کا دل اپنے سارے خلوص و محبت کے ساتھ راسکولنکاف کا ہو گیا تو وہ بےچینی محسوس کرنے لگا اور اسے یوں محسوس ہوا کہ اسکا درد و کرب دفعتہً دگنا ہو گیا ہو۔

"سونیہ!" اس نے کہا، "شاید جیل میں تمھارا مجھ سے ملنے نہ آنا ہی بہتر ہے۔"

سونیہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ رو رہی تھی۔ چند خاموش منٹ گزر گئے۔

"تمھارے گلے میں صلیب ہے؟" اس نے ایک دم سے پوچھا۔

راسکولنکاف پہلے تو اس کا سوال سمجھ ہی نہ سکا۔

"نہیں ہے؟ لو یہ لو۔ سرو کی لکڑی کی ہے۔ میرے پاس تانبے کی دوسری صلیب ہے۔ یہ لزاویتا کی صلیب ہے۔ ہم دونوں نے اپنی اپنی صلیبیں آپس میں بدل لی تھیں۔ اس نے اپنی صلیب مجھے دے دی اور میں نے مسیح کی تصویر والی اپنی صلیب اس کو دے دی۔ اب لزاویتا کی صلیب پہنوں گی اور یہ تمھیں دیتی ہوں۔ لے لو — یہ میری ہے۔ سچ کہتی ہوں میری ہے۔

ہم دونوں ایک ساتھ مصائب کا سامنا کریں گے، ساتھ ہی ہر تکلیف برداشت کریں گے اور ساتھ ہی صلیبیں پہنیں گے۔"

"لاؤ۔" راسکولنکاف نے کہا۔

وہ سونیہ کا دل دکھانا نہیں چاہتا تھا لیکن پھر فوراً ہی اس نے صلیب

لینے کے لئے بڑھایا ہوا ہاتھ کھینچ لیا۔

"نہیں۔ نہیں۔ ابھی نہیں سونیہ۔ پھر کبھی" اس نے سونیہ کا دل رکھنے کی غرض سے کہا۔

"ہاں۔ ہاں۔ پھر کبھی" سونیہ یقین سے بولی "جب تم اپنا کفارہ ادا کرنے جاؤ تو اس وقت اسے گلے میں ڈال لینا۔ تم میرے پاس آؤ گے؟ میں اپنے ہاتھوں سے صلیب تمھارے گلے میں ڈالوں گی۔ پھر ہم دعا مانگیں گے اور ساتھ ساتھ جائیں گے۔

عین اسی وقت کسی نے دروازے پر تین دفعہ دستک دی۔

"صوفیہ سیمانونا! کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ ایک جانی پہچانی آواز نے پوچھا۔

دہشت زدہ سونیہ نے لپک کر دروازہ کھولا تو سامنے آندرے کھڑا ہوا تھا۔

(۵)

آندرے بے حد گھبرایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

"میں تم ہی سے ملنے آیا ہوں سونیہ" اس نے کہا "معاف کرنا صاحب لیکن مجھے یقین تھا کہ آپ بھی یہیں مل جائیں گے" اس نے راسکولنکاف کی طرف گھوم کر کہا "میرا مطلب ہے — میں نے کوئی ایسی ویسی بات نہیں سوچی تھی۔ لیکن خیال یہی تھا کہ آپ یہیں ہوں گے۔ کیتارینا ایوانونا پاگل ہو گئی ہے" اس نے راسکولنکاف کی طرف سے سونیہ کی طرف گھوم کر کہا "

سونیہ کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"کم سے کم معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا کیا جائے۔ وہ واپس آئی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کسی جگہ سے اسے دھکے مار کر نکال دیا گیا تھا۔ بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ شاید پٹ کر آئی تھی۔ کم سے کم معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ تمہارے والد کے سابق افسر کی کوٹھی پر گئی تھی لیکن وہ وہاں موجود نہ تھا۔ وہ کسی جرنیل کے ہاں دعوت میں گیا ہوا تھا۔ اب کمال یہ ہے کہ کیتارینا وہاں بھی دوڑی گئی۔ اس دوسرے جرنیل کے وہاں۔ اور ایسی ضد پکڑی کہ وہ بہرحال تمہارے والد کے افسر سے ملاقات کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ افسر کو کھانے کی میز پر سے، معلوم ہوتا ہے، اس نے گھسیٹ لیا۔ اب تم تصور کر سکتی ہو کہ کیا ہوا ہو گا۔ اسے باہر نکال دیا گیا ہو گا لیکن خود کیتارینا کے بیان کے مطابق اس نے افسر کو گالیاں دیں کوئی چیز اٹھا کر اس کے منہ پر دے ماری اور یہ کیتارینا سے بعید بھی نہیں بہرحال یہ [illegible] سکا کہ اس حرکت کے بعد اسے گرفتار کیوں نہ کر لیا گیا؟ اور اب وہ ہر ایک سے [illegible] سے بھی کہتی پھر رہی ہے۔ لیکن اس کی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں وہ چیخ رہی ہے اور پچھاڑیں کھا رہی ہے۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ چونکہ سب نے اسے چھوڑ دیا ہے اس لئے وہ ایک باجا لے کر اپنے بچوں سمیت سڑکوں پر نکل جائے گی۔ وہ باجا بجائے گی۔ اور خود گائے گی بچے بھی گائیں گے اور ناچیں گے اور اس طرح بھیک مانگ کر وہ روپیہ جمع کریں گے اور اس نے کہا کہ وہ روزانہ جرنیل کی کھڑکی کے نیچے جائے گی تاکہ ہر شخص دیکھ لے کہ اس کے بچے شریف اور خاندانی ہیں، جن کا باپ سرکاری ملازم تھا اور اب وہی سڑکوں پر گا کر اور ناچ کر بھیک مانگتے پھر رہے ہیں۔ وہ

بچوں کو بے تحاشہ پیٹ رہی ہے اور وہ غریب رو رہے ہیں۔ وہ لیڈ کو "ہمارا گاؤں" والا گیت اور پولنکا اور بچوں کو ناچنا سکھا رہی ہے۔ وہ اپنے اور بچوں کے کپڑے پھاڑ کر ان کی ٹوپیاں بنا رہی ہے۔ اسٹیج کے مسخروں جیسی۔ وہ خود کوئی برتن ڈھول کی جگہ بجائے گی۔ وہ کسی کی سنتی ہی نہیں۔ بتاؤ اب کیا کیا جائے۔؟ خدا کی قسم یہ انتہا ہے۔"

آندرے شاید کچھ اور بھی کہتا لیکن سونیہ، جو دل پر جبر کیے اب تک سن رہی تھی، تیر کی طرح میز کی طرف لپکی۔ ٹوپی اور لبادہ اٹھایا اور انھیں پہنتی ہوئی بڑی بدحواسی سے دروازے کی طرف بھاگی۔ راسکولنکاف اس کے پیچھے اور آندرے اس کے پیچھے چلا۔

"وہ یقیناً پاگل ہوگئی ہے" سڑک پر پہونچ کر آندرے نے راسکولنکاف نے کہا۔" میں سونیہ کو گھبرادینا نہ چاہتا تھا اس لیے میں نے معلوم تو ایسا ہوتا ہے کہا تھا۔ لیکن سچ پوچھو تو اس کے پاگل پن میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہتے ہیں دق کا اثر دماغ پر ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ میں طب کی الف، ب سے بھی واقف نہیں۔ بہرحال میں نے اسے تسلّی دینے کی ہر ممکن کوشش کی"

"تم نے اس سے دق کے اثر کی بات تو نہیں کہی؟"

"نہیں۔ لیکن اگر ایسا کہتا بھی تو وہ سمجھ نہ سکتی۔ بہرحال اگر آپ منطقی طریقہ سے کسی کو یہ بات سمجھا دیں کہ رونے دھونے سے کچھ نہ ہوگا تو وہ رونا بند کردیتا صاف بات ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ رونا بند کردے گا یا نہیں؟"

"اگر ایسا ہوتا تو زندگی بڑی خوشگوار بن جاتی" راسکولنکاف نے جواب دیا

"میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔ خیر کیتیارینا تو بڑی مشکل سے یہ سمجھ پاتیں لیکن شاید آپ بھی نہیں جانتے کہ پیرس میں بڑے بڑے ڈاکٹر منطقی استدلال سے

پاگل پنے کے علاج پر نہ صرف غور کر رہے بلکہ تجربات بھی کر رہے ہیں ۔ ایک پروفیسر صاحب کا جن کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے اور جو بڑے پائے کے سائنسداں تھے ، کہنا ہے کہ اس طرح پاگل پن کا کامیاب طریقہ سے علاج کیا جا سکتا ہے ان کا خیال ہے کہ پاگل کے جسمانی نظام میں کوئی طبعی خامی نہیں ہوتی ہے بلکہ پورا نظام اپنے مخصوص ڈھنگ پر کام کرتا ہے ۔ چنانچہ پاگل پن دراصل ایک ایک ــــ منطقی غلطی اور قدرت کی ایک فروگزاشت ہے واقعات اور چیزوں کے ناقص مشاہدہ کا نتیجہ ہے چنانچہ اس نے ایک پاگل کو آہستہ آہستہ اپنی غلطی کا احساس دلایا اور کا یہ تجربہ کامیاب رہا لیکن چونکہ ساتھ ہی ساتھ اس نے پانی کی پچکاری بھی استعمال کی تھی اس لئے اس کے منطقی ، استدلالی والے علاج کا نتیجہ غیر یقینی ہی رہا ۔ کم سے کم معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے"

راسکولنکاف اس کی باتیں نہ سن رہا تھا ۔ اس کے ابتدائی چند الفاظ سُنے ۔ پھر آندرے کہتا رہا اور راسکولنکاف سر جھکائے چلتا رہا ۔ اپنے بورڈنگ ہاؤس کے سامنے پہونچ کر اس نے سر کے اشارے سے آندرے کو سلام کیا اور جلدی سے پھاٹک میں گھس گیا ۔ آندرے چونکا اور چند ثانیوں تک حیران کھڑا پھاٹک کی طرف دیکھتا رہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھ گیا

راسکولنکاف اپنے کمرے میں داخل ہو کر بے حس و حرکت کھڑا ہو گیا ۔ وہ واپس یہاں کیوں آیا تھا ؟ اس نے دیواروں کے بوسیدہ زرد کاغذ کو اور پھر اس اپنے پرانے صوفے کی طرف دیکھا ۔ صحن میں سے " ٹھک ٹھک " کی مسلسل آواز آ رہی تھی ۔ کوئی آدمی کچھ ٹھوک رہا تھا ۔ وہ کھڑکی کے قریب پہونچا اور پنجوں کے بل کھڑے ہو کر بڑی دلچسپی سے صحن میں دیکھنے لگا ۔ لیکن صحن ویران تھا : بائیں طرف کے مکان کی چند کھڑکیاں کھلی تھیں اور ان میں باہر کے

پتھر پر رکھے ہوئے گملوں میں اگے ہوئے پودے اداس اداس سے نظر آرہے تھے ۔ وہ اس نظارے سے بیزاری کی حد تک مایوس تھا وہ کھڑکی کے قریب سے ہٹ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

اپنی تنہائی کا ایسا شدید احساس اسے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ وہ وہاں کیوں گیا تھا؟ اس سے آنسوؤں کی بھیک مانگنے؟ کونسی ضرورت نے اسے خود سونیہ کی زندگی میں زہر گھولنے پر مجبور کیا؟ یہ اس کا کمینہ پن ہی تو تھا۔

"میں اکیلا رہوں گا" اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا" اور وہ جیل میں نہیں آئے گی "

پانچ منٹ بعد اس نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا۔ اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ واقعی یہ ایک اندھا خیال تھا۔

"سائبیریا میں زندگی کے دن شاید ٹھیک گزریں گے" اس نے سوچا۔ خود اسے پتہ نہ چلا کہ وہ کب تک یونہی سر جھکائے بیٹھا رہا اور خدا جانے کیسے الٹے سیدھے خیالات اوپر تلے گرتے رہے کہ دفعتہً دروازہ کھلا اور دونیہ اندر آگئی۔ پہلے تو وہ دروازے میں ہی ٹھٹھک کر کھڑی ہو گئی اور وہیں سے راسکولنکاف کی طرف دیکھتی رہی (بالکل اسی طرح جس طرح کہ خود اس نے سونیہ کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے کیا تھا) پھر وہ آگے بڑھی اور اپنے بھائی کے سامنے ٹھیک اسی جگہ کرسی میں بیٹھ گئی جہاں وہ کل بیٹھی تھی۔ وہ تقریباً خالی الذہن بیٹھا اپنی بہن کی طرف دیکھتا رہا۔

دونیہ بہت زیادہ متفکر معلوم ہوتی تھی لیکن اس کے چہرے پر پریشانی اور رکھ ختگی نہ تھی۔ اس کی آنکھوں سے بشاشت اور سکون ٹپک رہا تھا۔

راسکولنکاف نے دیکھا کہ وہ بھی اس کی محبت میں مبتلا تھی ۔

" بھیا! اب مجھے سب معلوم ہو گیا ہے ۔ رازومیخن نے مجھے سب کچھ بتا اور سمجھا دیا ہے ۔ ایک احمقانہ اور نفرت انگیز شک کی بنا پر تمہیں پریشان کیا جا رہا ہے رازومیخن نے مجھے یقین دلایا ہے کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے اور یہ کہ تم بیکار ہی پریشان ہو اور اپنے کو دہلا رہے ہو ۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ تم حقیقت میں رائی کا پہاڑ بنا کر بیٹھ گئے ہو ۔ میں جانتی ہوں کہ تم کتنے برہم ہو اور یہ کہ تمھاری برہمی حق بجانب ہے ۔ لیکن روڈی! مجھے خوف ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھاری یہ حالت تمھاری زندگی پر مستقل طور سے اثر انداز ہو کر اسے ہمیشہ کے لیے تلخ بنا دے ۔ اب رہی یہ بات کہ تم نے ہمیں کیوں چھوڑ دیا؟ تو اس کے لیے میں تمہیں الزام نہیں دیتی ۔ دراصل میں نے تمہیں سمجھا نہ تھا ۔ تمھیں سمجھنے کی کوشش کبھی نہ کی تھی ۔ بھائی! میں معافی چاہتی ہوں کہ بے خبری میں میرے منھ سے تمھارے لیے سخت الفاظ نکل گئے ۔ مجھے تمھاری پریشانیوں کا علم نہ تھا ۔ مجھے معاف کرنا کہ میں نے تمھیں سخت دل اور بے مروت سمجھا تھا ۔ اگر میں اتنی پریشانیوں میں مبتلا ہوتی تو شاید دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لیتی ۔ میں اماں سے اس کے متعلق کچھ نہ کہوں گی البتہ تمھارا ذکر کرتی اور ان سے کہتی رہوں گی کہ تم بہت جلد ہمارے پاس آ جاؤ گے ۔ یہ میں تمھاری طرف سے کہوں گی ۔ تم اماں کی فکر نہ کرو ۔ میں ان کی دلدہی کرتی رہوں گی ۔ لیکن روڈی! خدا کے لیے انھیں سخت آزمائش میں نہ ڈالنا ۔ کم سے کم ایک مرتبہ تو ضرور آ جانا ۔ یہ نہ بھولو کہ وہ تمھاری ماں ہیں ۔ میں صرف تم سے یہ کہنے آئی تھی (وہ اٹھ کھڑی ہوئی) کہ اگر کسی وقت تمھیں میری ضرورت ہو، میری جان کی بھی ضرورت ہو تو مجھے بلا بھیجنا، میں آ جاؤں گی ۔ خدا حافظ "

وہ پلٹ کر دروازے کی طرف چلی۔

"دونیہ!" راسکولنکاف اٹھ کر اس کے سامنے جا کھڑا ہوا" وہ رازومیخن بہت اچھا آدمی ہے ۔۔۔۔"

دونیہ کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔

"پھر؟" چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد دونیہ نے آہستہ سے پوچھا۔

"وہ بے حد قابل، مستعد، شریف اور مخلص آدمی ہے چنانچہ بے پناہ سچی محبت کا مستحق ہے۔ خدا حافظ دونیہ۔"

دونیہ کا چہرہ اور بھی سرخ ہو گیا دوسرے ہی لمحہ وہ چونکی۔

"میرے خدا — روڈی! کیا ہم ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہے ہیں؟ کیا تم یہ آخری وصیت کر رہے ہو؟"

"خیر۔ کوئی بات نہیں۔ خدا حافظ"

وہ دونیہ کے قریب سے ہٹ کر کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ دونیہ چند ثانیوں تک دہشت زدہ سی کھڑی اپنے بھائی کو دیکھتی رہی اور پھر پلٹ کر بے حد اداسی اور خاموشی کے عالم میں کمرے سے باہر نکل گئی۔

نہیں۔ وہ دونیہ کیا کبھی رکھائی سے پیش نہ آیا تھا۔ وہ گھڑی بھی آئی تھی (آخری گھڑی جب دونیہ رخصت ہو رہی تھی) جب کہ وہ دونیہ کو اپنے سینے سے لگا لینے کے لئے بے چین ہو اٹھا تھا۔ حتیٰ کہ وہ اس سے وہ بات بھی کہہ دینا چاہتا تھا۔ لیکن وہ بہن کو انگلی لگانے کی بھی ہمت نہ کر سکا۔ اپنا ہاتھ بھی نہ بڑھا سکا کہ بہن سے آخری دفعہ معانقہ ہی کر لیتا۔

بعد میں وہ یہ یاد کر کے کانپ جاتی کہ اسے میں نے اپنے سینے لگایا تھا۔

"اور کیا وہ اس آزمائش میں پوری اترتی؟" چند منٹوں کے بعد اس نے

سوچا۔ نہیں۔ زونیہ جیسی لڑکیاں اس قسم کے اعلیٰ امتحان میں پوری نہیں اترتیں۔۔۔۔

اور اسے سونیہ کا خیال آگیا۔

کھلی ہوئی کھڑکی میں سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آرہے تھے۔ دن کی روشنی ماند پڑنے لگی تھی اور شام کا اندھیرا اترنے لگا تھا۔ اس نے ٹوپی اٹھائی اور باہر آگیا۔

اس کی صحت کتنی خراب تھی اس کا نہ تو اسے احساس تھا اور نہ ہی وہ اس کے متعلق سوچنا چاہتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ شدید دماغی تکلیف اور ذہنی خلفشار اس پر اثر انداز ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ اگر وہ اپنے کمرے میں اور تیز بخار میں پڑا ہوا نہیں تھا تو اس کا سبب شاید یہ تھا کہ اندرونی کشمکش اسے چین سے پڑے رہنے نہ دیتی تھی اور یہی کشمکش اس کا ذہنی توازن قائم رکھنے میں اس کی مدد کر رہی تھی۔ لیکن مصنوعی جوش اور اشتعال ظاہر ہے کہ عارضی تھا۔

وہ سڑکوں پر یونہی بے مقصد ٹہل رہا تھا۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ پچھلے چند دنوں سے ایک عجیب قسم کی اداسی اور بے کیفی اس پر مسلط تھی لیکن اس اداسی اور بے کیفی میں نہ تو شدت تھی اور نہ درد البتہ وہ یہ ضرور محسوس کر رہا تھا کہ یہ دونوں چیزیں لازوال تھیں اور وہ شدت سے یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ آنے والے برسوں میں بھی اداسی اور بے کیفی اسے اپنے شکنجے میں جکڑے رہے گی۔ وہی ابدی اور لازوال بے کیفی جو ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہوئے تنہا شخص پر اترتی ہے۔ راسکولنکاف کو بھی پہاڑ کی چوٹی پر کھڑے ہوئے تنہا شخص کی طرح ان گرجتی ہوئی بے کیفیوں کا مقابلہ کرنا ہوگا

عموماً شام ہوتے ہی راسکولنکاف کا یہ احساس بے حد شدت اختیار کر جاتا تھا
"اس قسم کے احمقانہ اور خالص طبعی عارضہ میں مبتلا ہو کر جس کا تعلق
سورج کے طلوع و غروب سے ہو، تم ضرور کوئی ایسی سیدھی حرکت کر گزرو گے
دونیہ یا سونیہ کے پاس دوڑے جاؤ گے یا خدا جانے کیا کرو گے" راسکولنکاف
بڑبڑایا۔

دفعتہً پیچھے سے کسی نے اس کا نام لے کر آواز دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔
آندرے بھاگتا آ رہا تھا۔

"افوہ! کب سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں۔ تمہارے کمرے میں بھی ہو آیا اور تم
یہاں ملے ہو۔ وہ کیتارینا نے اپنے ارادے پر عمل شروع کر دیا ہے۔ وہ بچوں کو
لے کر سڑک پر نکل آئی ہے۔ سونیہ نے اور میں کافی بھاگ دوڑ کے بعد انھیں
تلاش کر لیا ہے۔ کیتارینا ایک چمچے سے ٹھنا ٹھن ایک کڑھائی بجا بجا کر بچوں
کو نچا رہی ہے۔ بچے بچارے رو رہے ہیں۔ وہ چوراہوں پر اور دکانوں کے
سامنے ٹھہر جاتے ہیں۔ بے وقوفوں کا ایک پورا ہجوم ان کے پیچھے لگ
گیا ہے۔ چلو۔۔ آؤ۔"

"اور سونیہ؟" اس نے آندرے کے پیچھے تیزی سے چلتے ہوئے پوچھا۔
"آپے سے باہر ہو گئی ہے ۔۔ میرا مطلب کیتارینا سے ہے۔ حالانکہ
سونیہ بھی دیوانی ہی ہے لیکن کیتارینا تو سچ مچ پاگل ہو گئی ہے۔ نہیں کہا تھا میں
نے کہ وہ بالکل ہی دیوانی ہو گئی ہے ۔۔؟ یقیناً انھیں پولیس پکڑ کر
لے جائے گی۔ اور پھر تم جانو کیا ہو گا ۔۔ وہ لوگ نہر کے کنارے اور پل
کے قریب پہنچ چکے ہیں یہ جگہ سونیہ کی رہائش گاہ سے زیادہ دور
نہیں ہے۔"

پل کے قریب اور نہر کے کنارے اور سونیہ کی رہائش گاہ سے کوئی دو مکان چھوڑ کر بھیڑ لگی ہوئی تھی جس میں زیادہ تر اوباش لونڈے تھے۔ کیتارینا کی کھٹی ہوئی آواز پل پر بھی سنی جا سکتی ہے۔ وہ اوباشوں کی دل بستگی کے لئے واقعی عجیب منظر ہے۔ کیتارینا حقیقت میں آپے سے باہر تھی۔ وہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے اور شانوں پر نیلی شال ڈالے ہوئے تھی۔ اس کے سر پر ایک سائڈ سے جھکی ہوئی تنکوں کی مضحکہ خیز ٹوپی تھی۔ کیتارینا بے حد تھکی ہوئی تھی اور بری طرح ہانپ رہی تھی۔ اس کے مدقوق اور مرجھائے ہوئے چہرے سے پہلے سے کہیں گنا زیادہ درد و کرب ٹپک رہا تھا اور یہ تو حقیقت ہے کہ دق کا مریض اپنے گھر سے باہر دھوپ میں کچھ زیادہ ہی بیمار دکھائی دیتا ہے۔ البتہ کیتارینا کے جوش اور غصے میں کوئی کمی نہ ہوئی تھی بلکہ وہ ہر لمحہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

وہ بچوں کی طرف۔ انھیں ڈانٹتی ڈپٹتی۔ اس کا کوئی اثر نہ ہوتا تو انھیں بہلاتی پھسلاتی اور مجمع کے سامنے ہی بچوں کو سمجھاتی کہ کون سا گیت گانا اور کس طرح ناچنا چاہئے۔ پھر انھیں بتاتی کہ ایسا کرنا کیوں ضروری ہے۔ لیکن جب بچے کچھ نہ سمجھتے تو ایک دم سے بے قابو ہو کر انھیں بے تحاشہ پیٹنے لگتی۔ پھر وہ بچوں کو چھوڑ کر ہجوم کی طرف جھپٹتی اور اگر تماشیوں میں کوئی بظاہر شریف اور صاف ستھرے لباس میں ملبوس آدمی نظر آتا تو کیتارینا اس سے فریاد کرتی کہ دیکھو ان شریف بچوں کی" جن کے نانا رئیس تھے" کیا حالت ہو گئی ہے۔ اگر تماشائیوں میں سے کوئی ہنس پڑتا تو کیتارینا دیوانی بلی کی طرح اس پر ٹوٹ پڑتی۔ تماشائیوں میں سے واقعی چند لوگ ہنس رہے تھے اور چند افسوس سے سر ہلا رہے تھے۔ لیکن ہر شخص بہر حال

اس پاگل عورت کو اور اس کے عجیب و غریب تماشے کو دیکھنے کے لئے بیچین تھا۔ چنانچہ پیچھے کھڑے ہوئے آگے آنے کی کوشش کر رہے تھے اور آگے کھڑے ہوئے اور آگے بڑھ رہے تھے۔ ہر شخص اپنی اپنی طبیعت اور فطرت کے مطابق اس عجیب تماشے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ وہ کڑھائی جس کا ذکر آندرے نے کیا تھا، راسکولنکاف کو نظر نہ آئی یا کم سے کم وہ اسے دیکھ نہ سکا۔ لیکن جب کیتارینا نے لیڈا اور کولیا کو ناچنے اور پولنکا کو گانے پر مجبور کیا تو وہ کڑھائی بجانے کے بجائے تالیاں بجا کر تال دینے لگی۔ کچھ دیر بعد خود بھی پولنکا کے ساتھ گانے لگی لیکن ابھی اس نے دوسرا ہی بند اٹھایا تھا کہ اس پر کھانسی کا دورہ پڑا اور وہ کھانستے کھانستے کمر سے دہری ہو گئی۔ اسکی آنکھیں بنٹا سوں کی طرح باہر ابھر آئیں اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ تھام لیا تھا۔ وہ اپنی کھانسی کو کوسنے لگی اور پھر اپنی بے کسی اور بیچارگی کو محسوس کر کے رو پڑی۔ وہشت زدہ لیڈا اور کولیا کا رونا اسے غضبناک کئے دے رہا تھا اور وہ زخمی ناگن کی طرح بل کھا کھا کر پھنکار رہی تھی۔ بچوں کو بھک منگوں کا سا لباس پہنانے میں کیتارینا نے بڑی مہارت اور تجربے سے کام لیا تھا۔ کولیا کے سر پر سرخ و سفید پگڑی تھی تاکہ وہ "ہو بہو" ترک معلوم ہو۔ گھر میں اتنی ردی تھی نہیں کہ لیڈا کی وردی بن سکتی۔ چنانچہ اس کے سر پر اون کی ٹوپی تھی۔ یہ شب خوابی کی ٹوپی تھی جسے مارمیلادوف پہنا کرتا تھا۔ ٹوپی میں شتر مرغ کا سفید پر لگا ہوا یہ پر کیتارینا کی دادی کا تھا جو اب تک بڑے ٹرنک میں "مقدس ورثے" کے طور پر احتیاط سے رکھا گیا تھا۔ پولنکا اپنے عام لباس میں تھی۔ وہ خوفزدہ اور پریشان تھی اور اپنی ماں سے یوں لگ کر کھڑی ہوئی تھی جیسے دنیا کی کوئی طاقت

اسے ماں سے الگ نہ کر سکے گی۔ اس کی آنکھیں پُرنم تھیں لیکن وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھی اسے احساس ہو چلا تھا کہ اس کی ماں حقیقت میں پاگل ہو چکی ہے اور وہ حسرت و یاس کی تصویر بنی ہر ایک کی صورت تک رہی تھی لوگوں کی ہنسی پڑتی ہوئی بھیڑ نے اسے اور دہلا رکھا تھا۔ سونیہ کیتارینا کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔ وہ رو کر اور ہاتھ جوڑ کر کیتارینا سے گھر چلنے کو کہہ رہی تھی لیکن کیتارینا کسی طور راضی ہوتی ہی نہ تھی۔

"چپ رہو سونیہ۔ چپ رہو۔ اس نے بے تحاشہ کھانستے اور ہانپتے ہوئے کہا۔ تم نہیں جانتیں سونیہ۔ کچھ نہیں جانتیں۔ اور میں ہزار بار کہہ چکا ہوں کہ اب میں اس جرمن رنڈی کے وہاں نہ جاؤں گی سب کو دیکھ لینے دو، پورے پیٹرس برگ کو دیکھ لینے دو کہ اس شریف آدمی کے بچے بھیک مانگ رہے ہیں جو عمر بھر ایماندار رہا اسے سرکار کی خدمت کرتا رہا اور خدمت کرتے ہی کرتے مر گیا (کیتارینا نے ابھی ابھی یہ کہانی گھڑی تھی اور اس پر فوراً ایمان لے آئی تھی) اس ظالم اور بوڑھے جرنیل کو بھی دیکھ لینے دو کہ اس کے وفادار ملازم کے خاندان کا کیا حال ہے۔ اور تم کیسی بچوں کی سی باتیں کر رہی ہو سونیہ؟ اگر ہم نے بھیک نہ مانگی تو کھائیں گے کہاں سے؟ بتاؤ تو۔ کون ہمارے پیٹ پالے گا؟ نہیں سونیہ؟ ہم تمہیں بہت تکلیف دے چکے۔ اب یہ نہ ہو گا۔ اب ہم تمہیں پریشان نہ کریں گے۔ آہا ہا۔ روڈیا رامانووچ راسکولنکاف تم ہو؟" وہ راسکولنکاف کو دیکھ کر چلائی اور اس کی طرف لپکی" اس بے وقوف لڑکی کو سمجھاؤ کہ ہم بھیک مانگنے کے علاوہ

اور کر بھی کیا سکتے ہیں؟ دستی ارگن بجانے والے بھی شام تک کچھ نہ کچھ کما ہی لیتے ہیں۔ اور ہم تو شریف ہیں، خاندانی ہیں۔ ہر آدمی پہلی نظر میں ہمیں پہچان سکتا ہے اور اگر وہ اندھا نہیں ہے تو دیکھ سکتا ہے کہ ہم پیشہ ور بھکاری نہیں ہیں بلکہ شریف گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں حالانکہ اب ہم پہ برا وقت پڑا ہے۔ اور دیکھ لینا وہ کمین جرنیل برطرف کر دیا جائے گا۔ ہم روزانہ اس کی کھڑکی کے نیچے جا کر بھیک مانگیں گے اور اگر کہیں شہنشاہ زار کی سواری گزرتی نظر آ گئی تو میں اس کے سامنے گھٹنوں پہ گر کر اور بچوں کو بھی اس کے سامنے گرا کر کہوں گی "ان داتا ہمیں بچاؤ" وہ ہمارا بادشاہ ہے۔ ان داتا ہے۔ یتیموں کا باپ اور بے سہاروں کا سہارا ہے۔ دیکھ لینا وہ ہمیں بچائے گا اور اس ظالم جرنیل کو — لیڈا! چلو گاؤ اور کود لیا تم ناچو۔ یہ کیا ریں ریں لگا رکھی ہے۔ ایں! پھر وہی۔ ارے کس سے ڈر رہے ہو تم؟ تم ہی بتاؤ روڈیا رامانووچ کہ میں کیا کروں خدا کسی کو ایسی اولاد نہ دے۔ تم نہیں جانتے یہ بچے کتنے بیوقوف ہیں۔ لاکھ سمجھاتی ہوں لیکن کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ اب تم ہی کہو ایسی اولاد کس کام کی ہے؟"

اور خود کیتارینا نے روتے ہوئے (لیکن اس کے آنسوؤں نے اس کی تقریر میں روڑے نہیں اٹکائے تھے) آنسو بہاتے ہوئے بچوں کی طرف — اشارہ کیا۔

راسکولنکاف نے بھی اسے سمجھانے کی کوشش کی اور یہ کہہ کر اس کی رگ حمیت کو بھی چھیڑا کہ دستی ارگن بجانے والوں کی طرح در بدر بھیک مانگتے پھرنا اسے زیب نہیں دیتا خصوصاً اس لئے کہ وہ ایک نہایت ہی اعلیٰ قسم کی بورڈنگ اسکول کی منتظمہ بننے والی ہے۔

" بورڈنگ اسکول ؟ ہاہاہا - ہوائی قلعہ - ہاہاہا" کیتارینا چیخی اور اس کا قہقہہ شدید کھانسی میں تبدیل ہو گیا -

"نہیں روڈیا رامانووچ وہ ایک خواب تھا - جھوٹا خواب - ساری دنیا نے ہمیں چھوڑ دیا - اور وہ ذلیل جرنیل ... جانتے ہو روڈیا رامانووچ کہ میں نے اس کے منہ پر دوات کھینچ ماری تھی جو خوش قسمتی سے ویٹنگ روم میں اس جگہ رکھی ہوئی تھی جہاں لوگ دستخط کرتے ہیں - میں نے بھی دستخط کئے اور پھر دوات اٹھا کر جرنیل کے منہ پر کھینچ ماری اور پھر بھاگ وہاں سے نابٹ سور کہیں کے - لیکن اب مجھے ان کی اور ان کے سہارے کی کوئی ضرورت نہیں - اب میں خود اپنے بچوں کا پیٹ پالوں گی میں کسی سے التجا نہیں کروں گی، کسی کے سامنے نہ جھکوں گی، کسی کے سامنے جھولی نہ پھیلاؤں گی - اس لڑکی نے ہماری خاطر بہت دکھ برداشت کئے ہیں" اس نے سونیہ کی طرف اشارہ کیا" پولنکا! اب تک ہمیں کتنے پیسے ملے ہیں؟ ذرا دیکھوں تو - ایں! صرف دو کوپیک! خدا سمجھے ان کنجوسوں سے - سور کچھ دیتے ہی نہیں بس کتوں کی طرح زبانیں لٹکائے ہمارے پیچھے دوڑا کرتے ہیں - اب اس احمق ہی کو دیکھو - کیوں ہنس رہا ہے؟ یہاں اس کے باوا ننگے ہو کر ناچ رہے ہیں کیا؟ (اس نے ایک تماشائی کی طرف اشارہ کیا) اور یہ سب اس لئے ہو رہا ہے کہ کولیا اوّل درجے کا گدھا ہے - ناک میں دم کر رکھا ہے اس نے - کیا ہے پولنکا فرانسیسی زبان میں کہو -

میں نے تمھیں فرانسیسی زبان تھوڑی بہت تو سکھائی ہے - بولو سکھائی ہے کہ نہیں؟ فرانسیسی بولو، فرانسیسی ورنہ لوگوں کو کیسے پتہ چلے گا کہ تم شریف اور خاندانی ہو - کہ پیشہ ور بھک منگے ہو خیال رہے ہم سڑکوں پر کٹھ پتلیوں کا تماشہ کرنے نہیں

بلکہ وہ گیت گانے آئے ہیں جو رئیسوں اور نواب زادوں کے ڈرائنگ روم میں گائے جاتے ہیں اور جن کے بدل عام بھک منگے سمجھ بھی نہیں سکتے بھئی دیکھو تم لوگ مجھے دق نہ کرو۔ اب تم دیکھو نارن ڈرامانو و پج، ہم یہاں بیچ سڑک پر کھڑے ہوئے ہیں گیت گانے کیلئے۔ تفریح کرنے تو آئے نہیں گیت گانے اور روپیہ جمع کرنے آئے ہیں۔ کولیا یونہی سا ناچ بھی لیتا ہے۔ کیا کریں بھئی۔ مشق کرنے کا وقت ملا ہی نہیں۔ لیکن ہم آج ذرا وقت کے وقت ناچ گا لیں پھر فیصلہ کریں گے کہ کیا کرنا چاہیئے۔ اس کے بعد خوب خوب مشق کریں گے۔ پھر نیوا اسکی ریوا نیو جائیں گے۔ وہاں بہت سے لوگ رہتے ہیں جو اعلیٰ سوسائٹی کے ہیں وہاں ہمیں یوں نظر انداز نہ کیا جائے گا۔ چونکہ وہ لوگ خود بھی اعلیٰ سوسائٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہمیں فوراً پہچان لیں گے لیڈا کولے دے کے صرف "میرا گاؤں" والا گیت یاد ہے اور یہ گیت تو اتنا عام ہے کہ ہر آدمی گا سکتا ہے۔ چنانچہ ہمیں کوئی بہت ہی شاندار قسم کا گیت گانا ہے۔ پولنکا کوئی گیت یاد آیا کہ نہیں؟ بیٹی اپنی ماں کی مدد کیا کرو۔ میرا حافظہ تو اس قدر کمزور ہو رہا ہے کہ کچھ یاد ہی نہیں رہتا ورنہ کبھی کا میں نے کوئی اچھا سا گیت سکھا دیا ہوتا اور وہ ایک سپاہی کا گیت کبھی یاد نہیں؟ ہاں — ٹھیک ہے — ہم فرانسیسی گیت گائیں گے SING SONG یہ گیت میں نے تمہیں سکھایا ہے — ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ خاص نکتہ اس میں یہ ہے کہ تم فرانسیسی گیت گاؤ گی، تو لوگوں کو فوراً معلوم ہو جائے گا۔ کہ تم نہ صرف شریف بلکہ رئیس زادے ہو تم NARLBOROUCH SEN VAT-ENQUERRE والا بھی گیت گا سکتی ہو۔ یہ بچوں کا ہی گیت ہے اور رئیسوں کے یہاں لوری کے طور پر گایا جاتا ہے کیا اچھا

گیت ہے :

"مارلبرو جنگ کرنے جا رہا ہے
خدا جانے وہ کب واپس آئے گا۔"

وہ گانے لگے۔

"نہیں۔ نہیں۔ وہ SING SONG والا گیت بہتر ہے۔ بچو گاؤ۔ چلو کولیا تم اپنے ہاتھ کولہوں پر رکھو۔ جلدی کرو۔ لیڈا تم ذرا گھومتی جاؤ۔ میں اور پولنکا تالی بجا بجا کر گاتے ہیں :۔

SING SONG SING SONG

POUR MONTER NOTRE MINAGE

(پانچ سکے، صرف پانچ سکے۔ ہمارا نیا گھر بنانے کے لئے)
اور اس پر کھانسی کا دورہ پڑا۔

"پولنکا! اپنا لباس ٹھیک کرو۔ وہ تمہارے شانوں پر سے کھسک گیا ہے۔" کھانسی کا دورہ گزر گیا تو اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "شریفوں کے یہ طور نہیں ہوتے۔ اب تمہیں ہر کام تمیز اور خوش اسلوبی سے کرنا ہوگا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ تم شریف زادے ہو۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ باڈریں دو ٹکڑے جوڑ کر اور ذرا اونچا بناؤ۔ لیکن مجھے تو کتیا کی طرح بھونکتی ہی چھوڑ دیا جاتا ہے۔ قصور تمہارا ہے سونیا۔ تمہارے ہی مشورے سے باڈریں چھوٹی اور تنگ بنائی گئی تھی اور اب دیکھو کیسی شرمناک اور بدنما معلوم ہوتی ہے۔ عجیب بیہودہ لباس ہے۔ ارے! تم لوگوں نے پھر رونا شروع کر دیا! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ چلو گیت گاؤ۔ جلدی کرو۔ خدایا! ان بچوں نے تو میرا ناک میں

دم کر رکھا ہے۔ گاڈ بھئی ۔۔۔ ارے شیطانو گاؤ ۔۔ اف! خدا! ان بچوں کو تو اب کیا کہوں؟ گاڈ بھئ

پھر پولس کا سپاہی آگیا "کیا ہے بھئی؟"

اور حقیقت میں پولس کا ایک سپاہی بھیڑ کو چیرتا ہوا ان کی طرف آرہا تھا عین اسی وقت ایک وردی پوش افسر بھی، جس کے سینے پر تمغہ بھی لگا ہوا تھا آگے بڑھا۔ اسے دیکھتے ہی کیتارینا کھل اٹھی۔ اور پولس کا سپاہی بھی مرعوب نظر آنے لگا۔ وردی پوش افسر نے تین روبل کا سبز نوٹ کیتارینا کی ہتھیلی پر رکھ دیا اس کے بشرے سے رحم دلی اور ہمدردی ظاہر تھی۔ کیتارینا نے نوٹ لے لیا اور بڑے اخلاق اور شائستگی سے جھک کر سلام کیا۔

"جناب عالی! میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں" اس نے بڑی تمکنت سے کہا" ہم دراصل اس لئے ۔۔۔ پولنکا! لو یہ نوٹ دیکھا تم نے؟ دنیا میں ایسے فیاض لوگ بھی ہیں جو ایک مصیبت زدہ شریف عورت کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ جناب عالی! یہ بچے ایک شریف بلکہ رئیس گھرانے کے ہیں لیکن قسمت از ندھی ہے کہ آج سڑکوں پر بھیک مانگ رہے ہیں اور وہ پنچ جرنیل دعوت میں بیٹھا مرغ مسلم اڑا رہا ہے۔ میری وجہ سے اس کے کھانے کا مزہ کرکرا ہو گیا تو وہ پاگلوں کیطرح پیر پٹخنے لگا۔ جناب عالی! یور ایکسی لنسی! ان بچوں کو بچائیے ۔۔ میں نے کہا کیونکہ آپ ان کے باپ اور میرے شوہر کو جانتے ہیں اور ان کی موت کے دن ایک ذلیل شخص نے ان کی بیٹی سونیہ پر جھوٹی تہمت لگائی۔ دیکھو۔ پولس کا سپاہی پھر آگیا۔ مجھے اس سے بچاؤ۔ اس نے وردی پوش افسر سے التجا کی "خدا جانے پولس والے ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں؟ ابھی ابھی ہم ایک سے پیچھا چھڑا کر آئے ہیں اور اب یہ دوسرا آدھمکا۔ کیا ہے بھئی؟"

"مادام! سڑکوں پر مجمع لگانا خلاف قانون ہے۔ براہ کرم ہنگامہ نہ کیجئے"

"ہنگامہ! ہنگامہ تو تم کر رہے ہو۔ ہمارے پاس دستی آرگن نہیں ہے تو کیا ہوا؟ عام بھکاری دستی ارگن بجاتے ہیں۔ ہم گیت گا رہے۔ اس سے کیا فرق پڑجاتا ہے؟ جاؤ۔ اپنا کام دیکھو۔"

"مادام دستی آرگن بجانے کے لئے بھی لائسنس لینا پڑتا ہے اور آپ کے پاس لائسنس شاید ہے نہیں۔ چنانچہ لائسنس کے بغیر مجمع لگانا خلاف قانون ہے۔ کہاں رہتی ہیں آپ؟"

"لائسنس!" کیتارینا غصہ سے چلائی "لوگو! میں نے آج ہی اپنے شوہر کو سپرد خاک کیا ہے اور یہ مجھ دکھیارا سے لائسنس کا مطالبہ کر رہا ہے۔ یہ ظلم ہے کہ نہیں؟"

"آپ غصہ نہ کریں مادام" وردی پوش افسر نے کہا۔ آیئے میں آپ کو گھر تک پہونچا دوں۔ یہاں بھیڑ بھڑکے میں آپ کو نہیں آنا چاہیے۔ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آیئے"

"جناب عالی! آپ نہیں جانتے۔ کچھ نہیں جانتے" کیتارینا نے چیخ کر کہا "ہم نیواسکی ایوانیو جائیں گے۔ سونیہ! یہ سونیہ کہاں گئی؟ وہ بھی رو رہی ہے۔ میں پوچھتی ہوں آخر تم لوگوں کو ہو کیا گیا ہے؟ کولیا! لیڈا! تم دونوں کہاں جا رہے ہو؟" وہ چونکی "ارے بیوقوفو! کہاں بھاگے جا رہے ہو تم دونوں؟"

ہوا یوں کہ لوگوں کی بھیڑ اور ماں کے عجیب برتاؤ نے پہلے ہی سے دونوں کو خوفزدہ کر دیا تھا کہ اتنے میں پولس کا سپاہی آ گیا۔ اور یہ سمجھ کر کہ پولس والا انھیں پکڑ کر لے جائے گا کولیا اور لیڈا نے ایک دوسرے

کا ہاتھ پکڑا اور روتے ہوئے ایک طرف بھاگ پڑے۔ بے چاری کیتارینا روتی اور فریاد کرتی ان کے پیچھے بھاگی۔ کیتارینا کا منھ کھولے اور ہانپتے اور روتے ہوئے ان کے پیچھے بھاگنا بے حد درد انگیز منظر تھا سونیہ سونیہ اور پولنکا بھی ان کے پیچھے بھاگے۔

"سونیہ! پکڑو انھیں ــــ واپس آؤ بیوقوفو ــــ نمک حراموں ــ پولنکا پکڑ انھیں ــ بیوقوفو! یہ سب تمھارے لئے ......"

اور کیتارینا ٹھوکر کھا کر اوندھے منھ گر پڑی۔

"خدایا! یہ کیا ہو گیا! اس کا سر پھٹ گیا ــــ میرے خدا! کیسا جیتا جیتا خون بہ رہا ہے" سونیہ کیتارینا پر جھک کر چلائی۔

لوگ دوڑ کر کیتارینا کے گرد جمع ہو گئے۔ راسکولنیکوف اور آندرے سب کے آگے تھے۔ وردی پوش افسر بھی آ گیا اور اس کے پیچھے پولس کا سپاہی جو بڑبڑا رہا تھا: "نئی مصیبت"

"ہٹو بھئی۔ ہٹو۔ بھاگو یہاں سے" اس نے لوگوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے کہا جو آگے ہی آگے دھکیلے پڑ رہے تھے۔

"آخری سانسیں ہیں۔ مر رہی ہے بچاری" کسی نے کہا۔

"ہا۔ آ۔ پاگل ہو گئی تھی غریب" دوسرا رحم دل بولا۔

"خدا اپنا کرم کرے" ایک عورت نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا "ان دونوں بچوں کو پکڑا یا نہیں؟"

ہاں ــ وہ آرہے ہیں۔ بڑی لڑکی لا رہی ہے دونوں کو۔ شکر ہے شیطان ہیں پورے"

جب کیتارینا کا معائنہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کا سر نہیں پھٹا تھا

جیسا کہ سونیہ کا خیال تھا بلکہ وہ "جیتا جیتا خون" جو سڑی پتھروں کو سرخ کر رہا تھا اس کے منھ سے بہہ رہا تھا۔

"ایسے دو تین واقعات پہلے بھی دیکھ چکا ہوں" وردی پوش افسر نے کہا "یہ دق ہے، دق۔ مریض کے منھ سے اسی طرح خون کے فوارے نکلتے ہیں۔ یہاں تک کہ مریض کا دم گھٹ جاتا ہے اور پھر ۔۔۔ ختم ۔۔۔ کچھ دن پہلے میرے ایک عزیز کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ بالٹی بھر خون نکل پڑا تھا ایک ہی منٹ میں اور پھر ۔۔۔ اب کیا کیا جائے؟ اب تو کچھ نہیں ہو سکتا بس کوئی دم کی مہمان ہیں۔"

"اس طرف ۔۔۔ اس طرف ۔۔۔ میرے کمرے میں چلو" سونیہ نے التجا کی "میں یہیں رہتی ہوں۔ وہ سامنے والی عمارت ۔۔۔ یہاں سے دوسرا مکان ۔۔۔ انھیں میرے کمرے میں لے چلو ۔۔۔ جلدی کرو۔ خدا کے لئے" وہ ایک ایک کے قریب جا کر کہنے لگی "کوئی صاحب جا کر ڈاکٹر کو بلا کر لائیں، خدا کے لئے جلدی کرو"۔

وردی پوش افسر کی کوششوں سے یہ کام جلد اور بخیر و خوبی انجام پا گیا حتیٰ کہ کیتارینا کو سونیہ کے کمرے تک پہنچانے میں پولس کے سپاہی نے بھی مدد کی۔ بیہوش کیتارینا کو کمرے میں لے جا کر سونیہ کی چارپائی پر لٹا دیا گیا اس کے منھ سے خون اب تک بہہ رہا تھا لیکن وہ ہوش میں آرہی تھی۔ آندرے راسکولنکاف، وردی پوش افسر اور پولس کا سپاہی سونیہ کے ساتھ ہی ساتھ کمرے میں داخل ہوئے لیکن داخل ہونے سے پہلے پولس کے سپاہی نے اس مجمع کو منتشر کر دیا جو شوق تجسس میں کمرے کے دروازے تک آ گیا تھا۔

لیڈا اور کولیا کا ہاتھ پکڑے پولنکا بھی آ گئی۔ دونوں بچے رو رہے اور کانپ

رہے تھے۔ کاپرناموف ورزئی کے کمرے میں سے بھی بہت سے لوگ دوڑے آئے۔ مالک مکان کاپرناموف کانا اور لنگڑا تھا اور اس کی صورت عجیب تھی اس کے گل مچھوں کے بال گندے اور بے رنگ تھے اور سر کے چھدرے بال برش کے بالوں کی طرح کھڑے تھے۔ اس کی بیوی بھی آئی جس کے چہرے پر ہردم خوف وہراس چھایا رہتا تھا اور اکیس سٹرسٹراتے میلے لباس پہنے ہوئے اور بے نہائے ہوئے اس کے بچے بھی آگئے۔ ان کے منہ حیرت سے کھلے ہوئے تھے اور آنکھوں سے خوف ظاہر تھا۔ اور ان لوگوں کے ساتھ سیوادری گیلاف بھی کمرے میں داخل ہوا۔ راسکولنکاف نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا کہ یہ کہاں سے آگیا! اس نے سیوادری گیلاف کو اس مجمع میں تو نہ دیکھا تھا جو نہر کے کنارے سے یہاں تک بہہ آیا تھا۔ پھر یہ آدمی کہاں سے آگیا؟ زمین میں سے نکل آیا کہ دیواروں میں سے؟ اور سیوادری گیلاف اسے بے حد پراسرار آدمی معلوم ہوا۔

کسی نے ڈاکٹر اور پادری کو بلانے کا مشورہ دیا۔ وردی پوش نے راسکولنکاف کے کان میں کہا کہ اب وقت گذر گیا ہے اور ڈاکٹر کچھ نہیں کرسکتا لیکن پھر بھی اس نے ڈاکٹر کو بلا بھیجا تھا۔ خود کاپرناموف ڈاکٹر کو بلانے دوڑ گیا۔

اس اثنا میں کتیارینا کو ہوش آگیا تھا۔ کچھ دیر کے لئے خون بھی بند ہوگیا تھا اس نے اپنی بے قرار لیکن دل میں کھب جانے والی نظروں سے سونیہ کی طرف دیکھا جو سرہانے کھڑی اس کی کتیارینا کی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہی تھی وہ کانپ رہی تھی، چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا اور سرخ ہونٹ سفید ہوگئے تھے۔ کتیارینا نے اٹھنا چاہا تو دونوں طرف سے سہارا دے کر اسے چارپائی پہ بٹھا دیا گیا۔

"بچے کہاں ہیں ؟" اس نے بے جان آواز میں پوچھا" پولنکا لے آئی انھیں ؟ بے وقوفو ! شیطانو ! کیوں بھاگے تھے تم ؟ آہ۔ اوق"
اور اس نے خون کی کلی کر دی ۔ اس نے چاروں طرف دیکھا
"تو یہ ہے تمھارا کمرہ، سونیہ ۔ آج پہلی دفعہ میں یہاں آئی ہوں ۔ اُس نے سونیہ کی طرف دیکھا ۔ کیتارینا کے بشرے سے سخت کرب ظاہر تھا ۔
"سونیہ ! تمھاری بربادی کا باعث ہم ہیں ۔ لیڈا ! کولیا ! پولنکا ! یہاں آؤ ۔ سونیہ ! ان تینوں کے ہاتھ پکڑ لو ۔ میں انھیں تمھارے حوالے کرتی ہوں ۔ میں نے دنیا دیکھ لی ۔ زندگی سے طبیعت سیر ہوگئی ۔ بس اب ہم تو چلتے ہیں سونیہ ۔ کھیل ختم ہوگیا ۔ آ ۔ ہا ۔ ہا (وہ کھانسنے لگی) مجھے لٹا دو اور سکون سے مرنے دو"
اسے لٹا دیا گیا ۔
"ہیں ! یہ کیا ! پادری ! نہیں ۔ نہیں ۔ پادری کی کوئی ضرورت نہیں ۔ بے کار ایک روبل پھینک دینے سے فائدہ ؟ میں نے گناہ نہیں کئے ۔ میں گنہگار نہیں ہوں ۔ خدا مجھے پادری کی سفارش اور دعاؤں کے بغیر ہی بخش دے گا ۔ وہ جانتا ہے کہ میں نے کتنے دکھ اٹھائے ہیں ۔ اور اگر نہ بخشے تو اس کی بھی مجھے پروا نہیں"
وہ بہکی بہکی باتیں کرنے اور بے چینی سے کروٹیں بدلنے لگی ہر چند منٹ کے بعد وہ لرز کر آنکھیں کھول دیتی، ایک منٹ کے لئے سب کو پہچان لیتی اور پھر اس پر غشی طاری ہو جاتی اور وہ بکنے لگتی ۔ اس کا سانس رک رک کر چل رہا تھا ۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ سانس لینے میں اسے بڑی تکلیف ہو رہی ہے ۔ اس کے حلق سے خرخراہٹ کی آواز نکل رہی تھی اس پر نزع کی حالت طاری تھی ۔

"میں نے اس سے کہا — پور ایکسی — لنسی —" اس نے خرخراہٹ کے درمیان رک رک کر کہا۔" وہ ایملیا لڈ — وی — گونا — ارے لیڈرا — کھولیا — اپنے ہاتھ کو لھوں پر رکھو — اور — گاؤ — ناچو — تال دو — اچھے — بچے — بنو — ہاں — شاباش — گاؤ — " تمھارے پاس ہیرے موتی اور جواہرات ہیں — پھر کیا؟ بہت اچھا گیت ہے — ہاں۔

تمھاری آنکھیں بہت خوبصورت ہیں

اے دوشیزہ! تمھیں اور کیا چاہیئے!

" واہ! کیا خیال ہے۔ تمھیں اور کیا چاہیئے — یہ شاعر بیوقوف بھی عجیب باتیں کہتے ہیں — اونھ — آہ — ہاں — یہ گاؤ — یہ گیت اچھا ہے۔

" دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں

ڈاگستان کی وادی میں

" ہائے یہ گیت تو مجھے بے حد پسند ہے۔ اور یہ شعر تو بس — پولنکا! یاد ہے کہ جب تمھارے باپ سے میری منگنی ہوئی تھی تو وہ یہی گیت گایا کرتے تھے؟ ہائے کیا دن تھے — ہم دونوں یہی گیت گنگنایا کرتے تھے — دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں — ڈاگستان کی وادی میں — آگے کیا ہے؟ میں بھول گئی — کہو نا — آگے کیا ہے؟"

وہ مارے جوش کے اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن کامیاب نہ ہوئی تھی — آخر کار اس نے کھیانک اور پھٹی ہوئی آواز میں گانا شروع کیا دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں ڈاگستان کی وادی میں —

اپنے سینے میں طوفان لئے .....

"یور ایکسیلنسی!" اس نے دفعتہً ایک چیخ مار کر فریاد کی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے "ان یتیموں کی خبر لو ۔ انھیں برباد ہونے سے بچاؤ ۔ تم انہی یتیموں کے باپ کے دعوتوں میں شریک ہوئے تھے ۔ ملی ماں ۔ ان کا باپ رئیس تھا" دفعتہً اس کے پورے جسم میں تھرتھری پڑ گئی ۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں اور خوف سے چاروں طرف دیکھنے لگی ۔ کچھ ہی دیر بعد اس نے سونیہ کو پہچان لیا ۔

سونیہ! سونیہ!" اس نے یوں کہا جیسے حیران ہو" سونیہ! تم بھی یہیں ہو؟"

اسے سہارا دے کر بٹھا دیا گیا ۔

"بس کھیل ختم ہوا ۔ خدا حافظ میرے بچو ۔ میں جا رہی ہوں ۔ دنیا والوں نے اس دنیا میں تو مجھے چین سے رہنے نہ دیا ۔ اب ملک الموت میرے استقبال کو چل چکے ہیں ۔ خدا حافظ میرے ننھے خرگوشو"

اور وہ بستر پر چت گر گئی ۔ اس پر غشی طاری ہو گئی ۔ یہ غشی بڑی مختصر تھی ۔ اس کے زرد مرجھائے ہوئے مدقوق چہرے پر مردنی چھا گئی ۔ پیروں کے پنجے اندر کی طرف مڑ گئے، منھ کھل گیا، اس نے ایک لمبا سانس لیا ۔ اور اس کا سر تکئے پر سے ڈھلک گیا ۔ کیتارینا ایوانوونا مر چکی تھی ۔

سونیہ ایک دل خراش چیخ کے ساتھ کیتارینا کے بے جان بدن سے لپٹ گئی اور اپنا سر اس کے سرد سینے پر رکھ کر بے حس و حرکت پڑی رہی ۔ بے تحاشہ روتی ہوئی پولنکا اپنی مردہ ماں کے پیروں پر گر کر انھیں دیوانوں کی طرح چومنے لگی ۔ حالانکہ لیڈا اور کولیا سمجھ نہ پائے تھ

کہ کیا ہو گیا ہے لیکن یہ ضرور احساس ہو گیا تھا کہ کوئی نہایت ہی خوفناک بات ہو گئی ہے۔ انھوں نے ایک دوسرے کے کندھے پر ہاتھ رکھے اور ایکدم سے منھ پھاڑ کر چلّانے لگے۔ وہ اب تک اپنے "فینسی ڈریس" میں تھے۔ ایک کے سر پر سرخ و سفید پگڑی تھی اور دوسرے کے سر پر شب خوابی کی ٹوپی تھی جس میں پر لگا ہوا تھا۔

اور خدا جانے "قابلیت کی سند" کیتارینا کی نعش کے قریب کہاں سے آ گئی! وہ کیتارینا کے سر کے قریب تکیے پر پڑی تھی۔

راسکولنکاف کھڑکی کے قریب جا کھڑا ہوا۔ چند لمحوں بعد آندرے اس کے پاس آیا۔

"مر گئی بچاری" اس نے کہا۔

"مسٹر راسکولنکاف مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے" سیوادری گیلاف نے ان کے قریب آ کر کہا۔

آندرے نے فوراً ایک طرف دب کر سیوادری گیلاف کے لیے جگہ بنائی اور پھر اپنی شرافت اور خوش اخلاقی کا ثبوت دیتے ہوئے وہاں سے ٹل گیا۔ سیوادری گیلاف راسکولنکاف کو ایک طرف کونے میں لے گیا۔

"تجہیز و تکفین وغیرہ اور اس کے متعلق تمام انتظامات میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ تم جانو یہ ذرا ــــ روپے پیسے کا کام ہے اور میرے پاس بہت سا روپیہ بیکار پڑا ہوا ہے۔ میں ان بچوں کو کسی اچھے یتیم خانے میں داخل کرا دوں گا۔ اس کے علاوہ ان میں سے ہر ایک کے نام پندرہ سو روبل لکھ جاؤں گا۔ یہ رقم انھیں اس وقت مل جائے گی جب وہ سن شعور کو پہونچ جائیں گے۔ یہ میں اس لئے کر رہا ہوں کہ سونیہ ان کی طرف سے بے فکر ہو جائے میں سونیہ کو بھی اس ــ اس ــ غلاظت کے گڑھے سے باہر کھینچ لوں گا

کیونکہ تم تو جانتے ہی ہو کہ وہ اچھی لڑکی ہے۔ تم دونیہ کو بتا دینا کہ اس کے دس ہزار روبل میں اس طرح خرچ کر رہا ہوں۔"

"آخر یہ سخاوت اور رحمدلی کیوں؟ مقصد کیا ہے تمہارا؟" راسکولنکاف نے پوچھا۔

"بڑے شکی مزاج ہو یار" سیوادری گیلاف ہنسا "میں کہہ چکا ہوں یہ روپیہ میرے لئے بیکار ہے۔ اور پھر کیا میں انسان نہیں ہوں؟ کیا میں انسانی ہمدردی سے مجبور ہو کر یہ کام نہیں کر سکتا؟ اور پھر مسٹر راسکولنکاف تم یہ بھی جانتے ہو کہ وہ (اور اس نے کیتارینا کی نعش کی اشارہ کیا) سود خور اور چیزیں رہن رکھنے والی بڑھیا کی طرح "حقیر کیڑا" تو تھی نہیں۔ اور اب بتاؤ مسٹر راسکولنکاف کہ کس کو زندہ رہنے دیا جائے؟ لنزہن کو کہ وہ اپنے شیطانی کاموں کی تکمیل کرتا رہا یا کیتارینا کو؟ لیکن اب کیتارینا تو مر ہی گئی اور لنزہن زندہ ہے چنانچہ وہ اپنے شیطانی کام کرتا رہے گا۔ اور اب اگر میں پسماندگان کی مدد نہ کروں تو ظاہر ہے پولنکا بھی وہی راستہ اختیار کرے گی جو سونیہ نے کیا ہے۔"

یہ باتیں سیوادری گیلاف نے ہنس کر اور آنکھیں مار کر کہیں۔

سونیہ سے کہے ہوئے اپنے ہی جملوں کو سیوادری گیلاف کے منہ سے سن کر راسکولنکاف چونکا۔ اس کا رنگ فق ہو گیا اور جسم ٹھنڈا ہو گیا۔ وہ بے اختیار چند قدم پیچھے ہٹ کر دہشت سے سیوادری گیلاف کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم — تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" اس نے یوں پوچھا کہ معلوم ہوتا تھا اس کا سانس رک رہا ہو۔

"میں یہیں رہتا ہوں اس دیوار کے پیچھے — مادام رایسج کے یہاں یہ کاپرنا موف کا کمرہ ہے اور وہ مادام کا جو میری پرانی دوست ہے۔ میں

پڑوسی ہوں بھئی۔ ہا ہا ہا"

"تم !!!

"ہاں۔ میں" سیوا دری گیلاف ہنس رہا تھا" یقین کرو مجھے تم سے خاصی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے یاد ہے کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ ہم دونوں دوست بن جائیں گے؟ سو دیکھو ہم دوست بن گئے اور تم دیکھو گے کہ میں کتنا صلح پسند ہوشیار اور کام کا آدمی ہوں۔ بہر حال جلد ہی تمہیں ہماری کامیاب دوستی کا احساس ہو جائے گا۔ یقین کرو ہماری دوستی نبھے گی اور خوب نبھے گی ارے بھائی! مجھے الہام ہوتے ہیں ہا ہا ہا"

چھٹا حصہ

(۱)

اور اب راسکولنکاف کے ایک نئے اور عجیب دور کا آغاز ہوا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے ایک گاڑھی دھند نے اسے اپنی لپیٹ میں لے کر ساری دنیا سے الگ کر دیا ہو۔ اس کے ارد گرد تاریکیاں اور اداسیاں منڈلا رہی تھیں اور اس بھری دنیا میں تنہا تھا۔ بہت دنوں بعد جب اس نے اپنے اس دور پر غور کیا تو اسے یاد آیا کہ یہ دھند کبھی کبھی اس کے دماغ پر بھی چھا جاتی تھی اور اس کا شعور اندھیری گہرائیوں میں ٹامک ٹوئے مارنے

لگتا تھا۔ اسے یاد آیا کہ اس کی یہ حالت "آخری انجام" تک جاری رہی۔ اسے یہ بھی یاد آیا کہ اس "دھندلے" دور میں اس نے بڑی عجیب غلطیاں کی تھیں۔ مثلاً چند واقعات اور اس کی صحیح تاریخوں کو گڈمڈ کر دیا تھا۔ بہرحال اس نے بعد میں یادوں اور واقعات کی کڑیاں جوڑنے کی کوشش کی تو اسے دوسرے لوگوں کی زبانی اپنے متعلق ایسی باتیں معلوم ہوئیں کہ وہ خود بھی حیران رہ گیا۔ مثلاً ایک واقعہ کو وہ دوسرا واقعہ سمجھ لیتا۔ پھر کسی تیسرے واقعہ سے کوئی نتیجہ اخذ کرتا تو واقعہ کی حقیقت صرف یہ ہوتی کہ وہ اس کے دماغ کی پیداوار ہوتا۔ ایسے کئی "خیالی واقعات" سے اس نے کئی نتائج اخذ کر ڈالے تھے۔ بعض اوقات مریضانہ اور اذیت ناک بے چینی اس پر مسلط ہو جاتی جو کبھی تو انتہا کو پہنچ کر خوف و دہشت میں تبدیل ہو جاتی اور کبھی اس پر خود فراموشی طاری کر دیتی۔ اسے یاد تھا کہ کئی منٹ، کئی گھنٹے بلکہ بعض دفعہ سارا سارا دن اس پر شدید اور سرد قسم کی بے حسی طاری رہتی، یہ بے حسی، جو اس بے حسی کی طرح ہوتی جو عموماً مرتے ہوئے آدمی پر طاری ہو جاتی ہے، اس کی پچھلی بے چینی اور دہشت کا ردعمل ہوتی۔

بہرحال معلوم ایسا ہوتا ہے، اور یہ ایک حد تک سچ بھی ہے، کہ وہ اس عجیب دور کے آخری دنوں میں اپنی حالت کو پوری طرح سے سمجھنے سے قصداً گریز کرتا رہا تھا خصوصاً چند خاص واقعات، جو اس سے فوری توجہ کا مطالبہ کر رہے تھے، اس کے لئے سخت تکلیف دہ ثابت ہو رہے تھے بیشک وہ چند تفکرات سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کر لینا چاہتا تھا لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس سلسلے میں ذرا سی لغزش اس کی مکمل تباہی کا باعث بن سکتی تھی۔

سیموادری گیلاف کی طرف سے خصوصاً وہ بہت زیادہ پریشان تھا۔
بلکہ ہم یوں کہہ سکتے ہیں وہ راسکولنکاف کے دماغ اور اعصاب پر چھایا ہوا تھا
لیتا رینا کی موت کے فوراً بعد اور سونیہ کے کمرے میں اس نے جو صاف مگر
دہشت ناک جملے کہے تھے تقریباً اسی وقت سے راسکولنکاف کی دماغی
حالت بگڑ گئی تھی اور اس کے خیالات کی باقاعدگی میں فرق آگیا تھا۔ اس
کی تمام تر ذہنی قوتیں ایک ہی دھندلے مرکز کے گرد جمع ہونے کی کوشش
کر رہی تھیں اور اس کے دماغ میں خیالات کی غیر واضح اور بدرنگ
دھجیاں سی اُڑتی پھر رہی تھیں۔ حالانکہ اس نئے واقعہ نے اسے بےچین
کر دیا تھا اور اس کے دماغ کے طبعی نظام میں خلل ڈال دیا تھا لیکن حیرت ہے
کہ وہ اس کے تصفیہ کے لیے بےتاب نہ تھا۔ اکثر دفعہ یوں ہوا کہ وہ اپنے
آپ کو شہر کے کسی دور افتادہ اور ویران حصے میں پاتا یا کسی گندے شراب خانے
کی گندی میز کے سامنے خیالات میں گم بیٹھا ہوتا اور خود اسے بھی معلوم نہ ہوتا
کہ وہ کہاں کیسے پہنچ گیا کہ یکایک سیموادری گیلاف کا خیال آجاتا اور اس
کے خیالات کی غیر واضح دھجیاں پھر اسی دھندھ کے گرد جمع ہونے لگتیں۔
سیموادری گیلاف نے آسیب بن کر اسے دن رات پریشان کر رکھا تھا۔ اس
کے دل و دماغ بلکہ اس کے پورے وجود پر چھایا جا رہا تھا۔ دفعتہً اسے احساس
ہوا کہ سیموادری گیلاف کے ساتھ بہرصورت جلد از جلد مناسب شرائط پر سمجھوتہ
کرنا ضروری ہے۔ ایک دن وہ شہر سے باہر بھٹک رہا تھا کہ ایک دم سے
ٹھٹھک گیا اور اسے یاد آیا کہ سیموادری گیلاف سے آج یہیں ملنا طے پایا ہے
اور یہ کہ دراصل اسی سے ملنے شہر سے باہر آیا تھا۔ دوسرے دن ایک عجیب
واقعہ ہوا۔ علی الصبح وہ بیدار ہوا تو اس نے اپنے آپ کو جھاڑیوں میں زمین

پر پڑے پایا۔ وہ حیران رہ گیا اور لاکھ کوشش کے باوجود سمجھ نہ سکا کہ وہ وہاں کیوں اور کیسے آگیا۔

لیکن کتیارینا کی موت کے بعد کے دو تین دنوں میں وہ سیوادری گیلاف سے سونیہ کے کمرے میں ہی دو تین ملاقاتیں کر چکا تھا۔ وہاں وہ بلا ارادہ ہی چلا گیا تھا۔ ان دونوں میں تھوڑی سی بات چیت بھی ہوئی تھی لیکن اس خاص موضوع کے متعلق دونوں ہی خاموشی اختیار کیے رہے۔ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ دونوں نے ہی اس موضوع کو کچھ وقت تک کے لئے اٹھا رکھنے کا آپس میں خاموش سمجھوتا کر لیا تھا۔

کیتھارینا کی نعش اب تک تابوت میں تھی اور خود سیوادری گیلاف جنازے کے انتظام میں مصروف تھا۔ سونیہ بھی مصروف تھی۔ آخری ملاقات کے وقت سیوادری گیلاف نے اسے مطلع کیا تھا کہ اس نے بچوں کا انتظام اطمینان بخش طور پر کر لیا ہے۔ چنانچہ ان کی طرف سے فکرمند ہونے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ سیوادری گیلاف نے یہ بھی کہا اپنے چند بارسوخ دوستوں کے توسط سے وہ چند ایسی ہستیوں سے ملاقات کر چکا تھا جو بچوں کو اچھے اور اعلیٰ ادارے میں داخل کروا دینے کا ذمہ لے چکی تھیں۔ اس نے کہا کہ وہ روپیہ، جو وہ تینوں بچوں کے نام کر چکا تھا، اس سلسلے میں بڑا ہی معاون ثابت ہوگا کیونکہ محتاج و مفلس یتیموں کے مقابلے میں ان یتیموں کو آسانی سے داخلہ مل جاتا ہے جنکے پاس کچھ روپیہ ہو۔ اس نے سونیہ کے متعلق بھی کچھ کہا اور وعدہ کیا کہ وہ ایک ہی دو دن میں راسکولنکاف سے ملنے آئے گا کیونکہ اس نے کہا کہ وہ ایک اہم معاملے میں راسکولنکاف سے مشورہ کرنا چاہتا ہے۔

یہ گفتگو برآمدے میں زینے کے قریب ہوئی تھی۔ سیوادری گیلاف چند

لمحوں تک غور سے راسکولنکاف کی طرف دیکھتا رہا اور دفعتہً آواز دبا کر پوچھا۔
"لیکن یہ کیا بات ہے کہ تم کچھ کھوئے کھوئے سے نظر آتے ہو؟ تم دیکھ رہے ہو، تم سن رہے ہو لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تم نہ تو کچھ دیکھ رہے ہو اور نہ کچھ سن رہے — ارے یار! یہ کیا رونی صورت بنا رکھی ہے؟ ہنسو بولو اور مزے کرو۔ بہر حال وہ وقت آ لینے دو جب ساری باتوں کا فیصلہ ہو جائے گا۔ افسوس ہے کہ ان دنوں میں خود اپنے اور دوسروں کے کام نپٹانے میں ایسا الجھا ہوا ہوں کہ کسی طرف متوجہ ہو ہی نہیں سکتا۔ روڈیا داما نووچ! میرے دوست! ایک دم سے اس نے اضافہ کیا۔ تمہیں اور ہر شخص کو تازہ ہوا کی ضرورت ہے۔ کیا سمجھے؟"

اور اس نے ایک طرف دب کر پادری اور ڈیکن کو راستہ دیا جو اپنے بشروں پر تقدس طاری کئے سیڑھیاں چڑھ رہے تھے۔ وہ دونوں آخری دعا کے لئے آئے تھے۔ یہ انتظام بھی سیوادری گیلاف نے ہی کیا تھا۔ اور اس کے حکم سے دن میں دو دفعہ دعائیں پڑھی جاتی تھیں سیوادری گیلاف چلا گیا۔ راسکولنکاف چند منٹوں وہیں برآمدے میں کھڑا کچھ سوچتا رہا اور پھر پادری اور ڈیکن کے پیچھے ہی پیچھے سونیہ کے کمرے میں آ گیا لیکن دروازے کے قریب ہی کھڑا رہا۔ پادری نے بھنبھناتی ہوئی آواز میں دعا شروع کی۔ بچپن سے ہی موت کا تصور اس کے لئے بڑا ہی پراسرار اور گمبھیر رہا تھا اور جہاں جنازہ رکھا ہوا ہو وہاں کی عود سے بوجھل خاموش فضا اس کے دل پر ایک خاص اثر کرتی تھی۔ اس کے علاوہ ایک مدت سے اس نے آخری دعا سنی نہ تھی۔ لیکن یہاں تو کچھ اور ہی بات تھی۔ دہشتناک اور بے کل کر دینے والی بات۔ اس نے بچوں کی طرف دیکھا۔ وہ کیتارینا کے

تابوت کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے تھے۔ پولنکا رو رہی تھی۔ بچوں کے پیچھے سونیہ کھڑی تھی۔ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ وہ دعا پڑھ رہی تھی اور خاموشی سے رو رہی تھی۔

"پچھلے دو دنوں سے اس نے مجھ سے بات نہ کی تھی۔ بلکہ آنکھ اٹھا کر میری طرف دیکھا تک نہیں" راسکولنکاف نے سوچا۔ کمرے میں دھوپ آگئی تھی اور عود کے دھوئیں کے سفید ہلکے سے بادل نے کمرے کی فضا کو اور بھی زیادہ پر اسرار اور اداس بنا دیا تھا۔ پادری نے کہا "اب خداوندا خدا! ایک بیٹی، ایک بیوی اور ایک ماں تیرے پاس آئی ہے اسے اپنی رحمتوں سے نوازدے......" راسکولنکاف دعا کے ختم ہونے تک ٹھہرا رہا۔ برکت کی دعا پڑھتے اور پھر رخصت ہوتے وقت پادری نے عجیب نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔ دعا ختم ہوئی تو راسکولنکاف سونیہ کے پاس پہنچا۔ سونیہ نے جلدی سے اس کے ہاتھ پکڑ کر اپنا سر اس کے شانے پر رکھ دیا۔ سونیہ کی اس بے اختیاری لیکن محبت سے بھری ہوئی حرکت نے راسکولنکاف کو گھبرا دیا۔ وہ دم بخود رہ گیا۔ خوف و نفرت کا شائبہ تک نہیں! — خدایا! عجیب لڑکی ہے سونیہ۔ اس کے ہاتھ بھی نہیں کانپ رہے — یہ مجھ سے نفرت کیوں نہیں کرتی؟ ڈرتی کیوں نہیں مجھ سے؟

راسکولنکاف کو سونیہ کی یہ محبت اور یہ سکون بے حد عجیب اور ہولناک معلوم ہوا، یہ ایثار اور انکساری کی انتہا تھی۔ کم سے کم راسکولنکاف نے تو سونیہ کی اس حرکت کو انکساری سے ہی تعبیر کیا۔

سونیہ خاموش رہی۔ راسکولنکاف آہستہ سے اس کا ہاتھ

دبا کر چلا آیا۔ اس وقت اگر کسی ویرانے میں بھاگ جانا ممکن ہوتا تو وہ اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا، پھر چاہے اسے عمر بھر اسی ویرانے میں اور تن تنہا ہی کیوں نہ رہنا پڑتا لیکن مشکل یہ تھی کہ پچھلے کئی دنوں سے تنہا ہونے کے باوجود وہ تنہا نہ تھا بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ کوشش کے باوجود وہ تنہائی محسوس نہ کر رہا تھا حالانکہ اس نے اپنے آپ کو دنیا کے جھمیلوں اور ماں بہن سے بھی الگ کر لیا تھا بعض دفعہ وہ شہر سے باہر سنسان سڑک پر بھٹکا رہتا حتیٰ کہ ایک دفعہ تو وہ جنگل میں بھی پہنچ گیا تھا لیکن جگہ جتنی ویران ہوتی اتنی ہی شدت سے اسے اپنے قریب ہی کسی ان دیکھی اور نامعلوم "ہستی" کی موجودگی کا احساس ہوتا۔ یہ "ہستی" اسے خوفزدہ تو نہ کرتی لیکن گھبرا ضرور دیتی۔ چنانچہ وہ جھنجھلا کر ویران مقام سے بھاگتا کہ شہر کی گہما گہمی میں خود کو مدغم کر کے اس پر اسرار ہستی کے اثر سے آزاد ہو جائے۔ چنانچہ اب معاملہ یوں تھا کہ — سڑکوں کی گہما گہمی اور شراب خانوں کی ہماہمی میں وہ ویرانے کی بہ نسبت زیادہ تنہائی محسوس کرتا ایک شام وہ کسی شراب خانے میں پورے ایک گھنٹے تک بیٹھا موسیقی سنتا رہا اور اسے یاد تھا، بے حد محظوظ بھی ہوا لیکن آخر کار اس پر پھر وہی سمجھ میں نہ آنے والی بے چینی مسلط ہو گئی اور اس کا ضمیر ایک دم سے اسے لعنت ملامت کرنے لگا۔

"میں یہاں بیٹھا موسیقی سن رہا ہوں۔ کیا یہی ہے میرا کام ؟ کیا اس وقت مجھے موسیقی سے لطف اندوز ہونا چاہیئے؟" اس نے سوچا۔

تاہم اس نے محسوس کیا کہ صرف یہی اس کی بے چینی کا باعث نہیں ہے کوئی "بات" فوری حل کی منتظر تھی۔ لیکن یہ "بات" اتنی مبہم اور غیر واضح

تھی کہ راسکولنکاف اسے کچھ سمجھ ہی نہ سکا تھا۔ بے حد تکلیف دہ الجھاؤ پیدا ہو گیا تھا جو اسے ستا رہا تھا" نہیں ۔ پھر شروع کرو۔
پھر پر افری ہو یا سیوا دری گپلات ہو۔ کوئی چیلنج ہو۔ کوئی حملہ ہو۔
۔ ہاں ۔ ہاں"

اور وہ گھبرا کر شراب خانے سے باہر آیا اور کسی دیوانے کی طرح ایک طرف بھاگ پڑا۔ ماں اور بہن کے خیال نے، خدا جانے کیوں، اس پر دہشت طاری کر دی۔ اسی رات پو پھٹنے سے پہلے، اس کی آنکھ کھلی تو وہ کراستووسکی جزیرے میں جھاڑیوں کے درمیان پڑا ہوا تھا اور سخت بخار میں کانپ رہا تھا۔ وہ حیران و پریشان اٹھ کر گھر کی طرف چلا اور سورج طلوع ہونے سے کچھ پہلے اپنے کمرے میں تھا۔ چند گھنٹوں کی نیند کے بعد اس کا بخار غائب ہو گیا۔ لیکن پھر بھی وہ سوتا جاگتا رہا اور جب پوری طرح بیدار ہوا تو دوپہر ڈھل چکی تھی اور گھڑی کی سوئی دو بجا رہی تھی اسے یاد آیا کہ آج ہی کیتارینا کو دفنانے جانا تھا۔ اور اسے یک گونہ مسرت حاصل ہوئی کہ وہ جنازے میں شریک نہ تھا۔ نستاسیہ تھوڑا سا کھانا لے آئی تھی جو اس نے بڑی رغبت سے بلکہ تقریباً بھوکوں کی طرح کھایا اس کا دماغ صاف تھا اور پچھلے تین دنوں کی بہ نسبت وہ آج کچھ زیادہ ہی سکون اور اطمینان محسوس کر رہا تھا چنانچہ وہ اپنی پہلی دہشت کو یاد کر کے خود ہی حیران رہ گیا۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور رازدمیہن آ گیا۔

" واہ! تو کھانا کھایا جا رہا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہوا کہ خباب بیمار وغیرہ نہیں ہیں" رازدمیہن نے کہا اور کرسی گھسیٹ کر راسکولنکاف کے

سامنے بیٹھ گیا۔

اس وقت رازدموہن کچھ پریشان نظر آرہا تھا اور پریشانی کو چھپانے کی کوشش نہیں کررہا تھا۔ وہ صریحاً جھنجھلا رہا اور بیزاری سے لیکن ٹھہری ہوئی آواز میں بول رہا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ آج وہ آخری فیصلہ کرنے کا عزم کرکے آیا تھا۔

"سنو بھائی!" اس نے کہنا شروع کیا۔"جہاں تک میرا تعلق ہے تو میری طرف سے تم سب جاؤ جہنم میں، مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ لیکن جو کچھ میں نے دیکھا ہے اور دیکھ رہا ہوں اس سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یا تو تم سب کے سب پاگل ہو گئے ہو یا پھر میں ہی گدھا ہوں کہ کچھ سمجھ نہیں سکتا۔ خدا کے لئے یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ اس وقت میں تم سے سوالات پوچھنے آیا ہوں۔ میں کچھ بھی معلوم کرنا نہیں چاہتا بلکہ اگر تم نے اپنے راز مجھ پر ظاہر کرنا شروع کر دئے تو میں اسی وقت اٹھ کر چلا جاؤں گا۔ نہ میں تمھارے راز معلوم کرنا چاہتا ہوں اور نہ ہی اب مجھ میں پریشان ہونے کی سکت ہے۔ میں آخری دفعہ یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ کیا واقعی تم پاگل ہو؟ افواہ ہے کہ تم پاگل ہو گئے ہو یا اس کی سرحد پر کھڑے ہو اور مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں اس افواہ پر یقین کرنے پر مجبور ہوں اول تو اس لئے کہ تمھاری اشتعال انگیز، قابل نفرت اور احمقانہ حرکات وسکنات سمجھ میں نہیں آتیں اور دوم اس لئے کہ تم نے اپنی ماں اور بہن کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کے پیش نظر ایک پاگل بھی تمھیں پاگل کہہ سکتا ہے۔ ایک برہم راکھشس یا پھر ایک نرا پاگل ہی اپنی ماں سے ایسا سلوک کر سکتا ہے لیکن چونکہ تم برہم راکھشس نہیں ہو اس لئے ظاہر ہوا کہ پاگل ہو"

"تم ان سے کب ملے تھے؟"

"ابھی ابھی ملا تھا۔ تو کیا تم ان سے اس روز کے بعد آج تک نہیں ملے؟ لیکن

میں پوچھتا ہوں تم کیا کرتے رہے، کہاں بھٹک رہے؟ میں تین دفعہ یہاں آچکا ہوں اور تینوں دفعہ تم غائب تھے۔ کل سے تمہاری ماں سخت بیمار ہے۔ وہ تمہارے پاس آنے کے لئے بہ ضد تھی۔ دونیہ نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن بڑی بی نے ایک نہ سنی۔ اس نے کہا "اگر خدانخواستہ میرا روڈی بیمار ہوا تو؟ اگر اس کا دماغ چل گیا تو مجھ سے بہتر اس کی خبرگیری کون کر سکتا ہے کیونکہ میں اس کی ماں ہوں" ظاہر ہے کہ ہم اسے اکیلے نہ چھوڑ سکتے تھے چنانچہ ہم بھی اس کے ساتھ چلے اور سارے راستے اسے دلاسے اور تسلی دیتے رہے۔ ہم یہاں آئے۔ تم غائب تھے۔ تمہاری ماں یہاں دس منٹ بیٹھی تمہارا انتظار کرتی رہی۔ ہم بھی کھڑے خاموش تمہارا انتظار کرتے رہے۔ یکایک تمہاری ماں اٹھ کھڑی ہوئی کہا۔ "وہ باہر گیا ہوا ہے چنانچہ ظاہر ہوا کہ وہ بیمار نہیں ہے۔ البتہ اپنی ماں کو بھلا چکا ہے اور اس سے نفرت کرتا ہے چنانچہ ایک ماں کو بھی یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے بیٹے کے در پر اس سے رحم و کرم کی بھیک مانگنے آئے"۔ چنانچہ ہم لوٹ گئے اور تمہاری ماں جاتے ہی بستر علالت پر لیٹ گئی۔ اب وہ بخار میں پھنک رہی ہے۔ اس نے کہا "میری کھوٹی قسمت روڈی اپنی محبوبہ سے ملنے کے لئے تو کافی وقت نکال لیتا ہے لیکن ماں کے لئے اس کے پاس وقت نہیں"۔ یعنی تمہاری محبوبہ سمجھے ــــ وہ سونیہ جو تمہاری محبوبہ ہے یا خدا جانے داشتہ ہے۔ مجھے پتہ نہیں۔ خیر خباب تو میں اسی وقت سونیہ کے درِ دولت پر حاضر ہوا کیونکہ میں معاملہ کی تہہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ میں معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے اور تمہارے ارادے کیا ہیں؟ وہاں پہونچا تو کچھ اور ہی منظر دیکھا۔ وہاں تابوت رکھا ہوا تھا، بچے رو رہے تھے اور سونیہ انھیں ماتی لباس پہنانے میں مصروف تھی۔ تم وہاں نہ تھے چنانچہ میں معذرت طلب کر کے چلا آیا اور دونیہ کو اس کی خبر کر دی۔ چنانچہ ظاہر ہوا کہ یہ سب بکواس

ہے اور یہ کہ تمہاری کوئی محبوبہ وغیرہ نہیں ہے۔ کم سے کم معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے چنانچہ اغلب یہی ہے کہ تم پاگل ہو گئے ہو۔ لیکن اب یہ دیکھو کہ تم اطمینان سے بیٹھے ابلا ہوا گوشت یوں ڈھکوس رہے ہو کہ معلوم ہوتا ہے تین دن کے بھوکے ہو۔ حالانکہ جہاں تک کھانے کا تعلق ہے پاگل بھی کھاتے ہیں۔ لیکن اب تک چونکہ تم نے ڈینگ نہیں ہانکی اور الٹی سیدھی بکواس نہیں کی اس لئے ظاہر ہوا کہ پاگل نہیں ہو۔ واقعی تم پاگل نہیں ہو۔ چنانچہ میری طرف سے تو تم سب جاؤ جہنم میں، کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بڑے پر اسرار آدمی ہو اور ہر بات کو ایک راز بنا کر محفوظ ہوتے ہو یا خدا جانے اس سارے ہنگامے کی تہہ میں واقعی کوئی راز ہے۔ اب جو بھی احمق تمہارے لئے پریشان ہو اس پر تین حروف۔ خدا کی قسم اب تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔ چنانچہ اطمینان رکھو میرے دوست کہ میں تمہارا راز معلوم کرنے کی کوشش نہ کروں گا۔ نہ تو میرے دماغ میں اتنی طاقت ہے اور نہ ہی میرے پاس اتنا فضول وقت ہے۔ بس میں یہی کہنے تمہارے پاس آیا تھا کہ میرا دماغ صاف ہو جائے اور تم بھی جان لو کہ میں تمہیں کیا سمجھتا ہوں"۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور میں بھی جانتا ہوں کہ اب مجھے کیا کرنا ہے۔

"اور اب تم کیا کرنے جا رہے ہو؟"

"اس سے تمہیں کیا واسطہ؟ تم اپنا کام کئے جاؤ اور میں اپنا۔ میرے معاملے میں ٹانگ اڑانے کا تمہیں حق ہی کیا ہے؟"

"میں جانتا ہوں رازدمیخن کہ تم کیا کرو گے۔ شراب پیو گے بے تحاشہ"

"تمہیں کیسے معلوم؟"

"صاف بات ہے"

"سمجھدار آدمی ہو تم۔ تم نے ہمیشہ سمجھداری کی بات کہی ہے۔ تم نہ پہلے پاگل

تھے اور نہ اب ہو" رازومیہن نے خوش ہو کر کہا اور اٹھ کھڑا ہوا "تم نے سچ ہی کہا ہے۔ اچھا خدا حافظ"

اور وہ جانے کے لئے مڑا۔

"پرسوں میں دونیہ سے گفتگو کر رہا تھا اور رازومیہن ۔ یاد پڑتا ہے ۔ ہم تمھارے متعلق گفتگو کر رہے تھے"

"میرے متعلق! لیکن پرسوں تم اس سے کہاں ملے تھے؟" رازومیہن ٹھٹھک کر کھڑا رہ گیا بلکہ اس کے چہرے کا رنگ بھی اڑ گیا۔ دیکھنے والا پہلی ہی نظر میں معلوم کر سکتا تھا کہ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

"وہ خود ہی یہاں آئی تھی اور وہاں بیٹھ کر مجھ سے بات چیت کی تھی۔"

"سچ کہتے ہو ہو؟"

"ہاں"

"تم نے اس سے کیا کہا ...... میرا مطلب ہے میرے متعلق؟"

"یہی کہ تم بہت عمدہ، مخلص اور قابل آدمی ہو۔ میں نے اس سے یہ نہیں کہا کہ تم اس سے محبت کرتے ہو کیونکہ یہ وہ خود بھی جانتی ہے!"

"خود بھی جانتی ہے!"

"صاف بات ہے۔ وہی نہیں بلکہ کوئی بھی پہلی نظر میں یہ بات معلوم کر سکتا ہے۔ تم جانو عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔ سنو رازومیہن۔ اگر میں کہیں چلا جاؤں یا مجھے کچھ ہو جائے تو تم ان کے ساتھ ہی رہو گے بمطابق یہ کہ میں اپنی ماں کو اور بہن کو تمھارے سپرد کرتا ہوں اور یہ میں اس لئے کر رہا ہوں کہ تمھارے خلوص پر مجھے پورا بھروسہ ہے اور یہ بھی جانتا ہوں کہ تم دونیہ کو کتنا چاہتے ہو۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دونیہ بھی تم سے پیار کرنے لگ جائیگی

بلکہ شاید کر رہی ہے ۔ اب تم ہی فیصلہ کرو راز دمو ہن کہ اس صورت میں تمہیں مے نوشی کرنی چاہیئے ؟"

" رڈی ! دیکھو یار ۔ اونہہ ۔ لعنت بھیجو ۔ لیکن تم کہاں جا رہے ہو؟ یہ کیا بھید ہے یار ؟ اپنی سمجھ میں تو کچھ آتا نہیں ۔ خیر ۔ میں یہ راز معلوم کر کے رہوں گا کہ کوئی مضحکہ خیز بکواس ہو گی ۔ تم نے اپنی عادت کے مطابق رائی کا پہاڑ بنا لیا ہو گا ۔ بہر حال تم بہت اچھے آدمی ہو یار ۔ بہت ہی اچھے "

" میں کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن تم بیچ میں بول پڑے ۔ خیر تو میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ تمھارا یہ فیصلہ بے حد مناسب ہے کہ نہ تم میرا راز معلوم کرنے کی کوشش کرو گے اور نہ ہی میرے لئے پریشان ہو گے ۔ میرا مشورہ بھی یہی ہے ۔ وقت آنے پر سارا بھید خود بخود کھل جائے گا ۔ گزشتہ کل ایک آدمی نے مجھ سے کہا تھا کہ ہر انسان کو تازہ ہوا کی ضرورت ہے ۔ چنانچہ میں فوراً اس آدمی کے پاس جا کر معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا مطلب کیا تھا ؟"

راز دمو ہن خیالات میں گم خاموش کھڑا تھا ۔ وہ کچھ بے چین اور مغموم نظر آ رہا تھا ۔ اور دل ہی دل میں کوئی آخری فیصلہ کر رہا تھا ۔

" یہ آدمی کسی سیاست داں کی طرح عیار اور سازشی ہے اور کوئی خطرناک اور حیرت انگیز کام کرنے والا ہے ۔ یقیناً یہی بات ہے ۔ تو دونیہ جانتی ہے ۔ ہم ؟ دفعتہً اس نے سوچا

" تو دونیہ تم سے ملنے آئی ہے" اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا " اور تم ایک ایسے آدمی سے ملنے جا رہے جو کہتا ہے کہ ہمیں تازہ ہوا کی ضرورت چنانچہ اس خط کا بھی ۔ آہم ۔ وہ خط بھی گویا اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے ۔" اس نے فیصلہ کیا ۔

کون سا خط ؟"

"تمھاری بہن کو آج صبح ایک خط ملا ہے جس نے اسے بے چین کر دیا تھا میں نے تمھارا ذکر چھیڑا تو اس نے مجھے خاموش ہو جانے کو کہا۔ پھر اس نے کہا کہ شاید بہت جلد ہم میں جدائی ہو جائے گی۔ پھر وہ بھاگ کر اپنے کمرے میں گئی اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔"

"خط ملا ہے اسے ؟" راسکولنکاف نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تم نہیں جانتے ؟"

چند لمحوں تک خاموشی کا وقفہ رہا۔

"خدا حافظ روڈی۔ ایک وقت آئے گا جب میں ۔ خیر کوئی بات نہیں۔ خدا حافظ۔ ایک وقت آئے گا ۔۔۔ چھوڑو یار۔ مجھے چلنا چاہئے۔ یعنی گھبراہٹ میں پینے نہیں جا رہا۔ اب اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ بکواس ۔۔۔ ادھر ۔۔۔ خدا حافظ"

اس نے کمرے سے نکل کر دروازہ بند کر دیا۔ لیکن پھر فوراً ہی کھلا اور رازومیخن نے گردن اندر ڈال کر لیکن راسکولنکاف کی طرف دیکھے بغیر کہا:۔

"وہ قتل کی واردات تو تمھیں یاد ہے نا جس کی تحقیقات پرفری کر رہا ہے؟ ارے وہی بڑھیا والا معاملہ ؟ تو میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ خونی پکڑا گیا ہے۔ اس نے نہ صرف اقرار جرم کر لیا بلکہ اپنے خونی ہونے کا ثبوت بھی دے رہا ہے۔ خونی ان کاریگروں میں سے ایک ہے جو اس وقت وہاں رنگ روغن کر رہے تھے اور یاد ہے تمھیں کہ میں یہاں اسی کمرے میں اسے بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا ؟ اور جانتا ہو کہ اپنے ساتھی کے ساتھ جو اس نے ہاتھا پائی کی تھی وہ صرف بناوٹ تھی ؟ یاد ہے نا کہ جب دربان دو آدمیوں کے ساتھ

اوپر چار ہا تھا تو یہ کاریگر صحن میں بچوں کی طرح ایک دوسرے کو نوچ کھسوٹ رہے اور ہنس رہے تھے ؟ وہ بناوٹ تھی یار۔ ان دونوں میں طے پا گیا تھا کہ ہم یوں کریں گے کہ کسی کو شک نہ ہو۔ اُفوہ! اس کاریگر کی عیاری کی داد دینی پڑتی ہے۔ لوگوں کو اوپر جاتے دیکھ کر نہ گھبرایا اور نہ ہی اس کے اوسان خطا ہوئے۔ ناقابلِ یقین سی بات ہے لیکن خود اس نے ساری تفصیلات بیان کیں اور اقبالِ جرم کر لیا۔ میں خود بھی احمق بنا اور خواہ مخواہ اس کی حمایت کرتا رہا۔ بہرحال کاریگر نوجوان ہونے کے باوجود اپنے فن کا استاد تھا بڑا ہی حاضر دماغ اور نہایت ہی عیار۔ ایک دفعہ تو وہ عمرو عیار کے بھی کان کترے۔ سراغ رسانوں اور پولس کو غچہ دینے میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ کیا آسانی سے انھیں بنایا کہ کبھی واہ واہ۔ پورا جینیس ہے۔ یہ لوگ جب پولس کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتے ہیں تو ہم تم کس شمار و قطار میں ہیں؟ چنانچہ میں احمق بنا تو اس میں کوئی تعجب نہیں۔ اب رہی یہ بات کہ وہ اپنا راز نہ چھپا نہ سکا اور اپنے جرم کا اقرار کر گیا تو جناب اس کی اس حرکت سے تو ہم اور بھی اس کی قابلیتوں کے معترف ہو گئے۔ اور اس کی باتوں پر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن یار میں خوب احمق بنا"

"لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم نے کس سے سنا اور اس معاملے میں تم اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟" راسکولنکاف نے بے چینی سے پوچھا۔

"کمال ہے یار کہ تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ اس معاملے میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہوں!! ادھر ادھر سے بہت سی باتیں سنیں لیکن تفصیلات مجھے پورفری سے معلوم ہوئی ہیں۔

"پورفری سے! اہ

"ہاں — ہاں اسی سے"

"اس نے — کیا کہا اس نے ؟"

اس نے اپنے مخصوص نفسیاتی نقطۂ نظر سے ساری باتوں کی تشریح کر دی تھا

"تشریح کر دی ! پر افری نے !"

"ہاں بھئی ۔ اس میں حیرت کی کیا بات ہے ۔ اچھا تو میں چلتا ہوں ۔ خدا حافظ ۔ میں پھر ملوں گا تم سے "

اور وہ باہر آگیا ۔

یقیناً یہ آدمی اندر ہی اندر کوئی سازش کر رہا ہے ۔ سیاسی قسم کی سازش " راسکولنکوف نے زینہ اترتے ہوئے سوچا " اور اس نے دونیہ کو بھی اپنی سازش میں شریک کر لیا ہے ۔ دونیہ جیسی جذباتی اور صاف دل لڑکی کو آسانی سے جال میں پھنسایا جا سکتا ہے اور پھر یہ تو اس کا بھائی ہی ہے تو گویا بھائی بہن میں " خفیہ ملاقاتیں " ہو رہی ہیں ۔ ہم — دونیہ نے بھی تو اشاروں کنایوں میں ذکر بھی کیا تھا — اور میں سمجھ رہا تھا کہ — — دونیہ کے اشارے تو تقریباً واضح تھے — اور کیا سمجھا جائے ؟ وہی بات ہے ۔ آہم — محبت — اوہ ! کس قدر غلط سمجھا تھا میں نے راسکولنکوف کو ؟ یہ میری زیادتی نہیں تو اور کیا تھی ! لیکن اس میں میرا کبھی کوئی قصور نہیں اس رات برآمدے میں لیمپ کے نیچے کھڑے ہو کر راسکولنکاف نے ہی ایسی باتیں کہی تھیں کہ میں ایسا سمجھنے پر مجبور ہو گیا ۔ غلطی خود اسی کی تھی ۔ توبہ توبہ — میں بھی کیا الٹی سیدھی باتیں سوچ کر ان پر یقین کر لیتا ہوں ۔ وہ تو اچھا ہوا کہ بیچارے نکولائی نے اقرار جرم کر کے ساری الجھن دور کر دی ۔ ورنہ خدا جانے میں کیا سمجھتا ۔ ویسے اس واقعہ سے پہلے ہی تو راسکولنکا نے چپ چپ

اور اداس رہتا ہی تھا ۔۔۔ وہاں یونیورسٹی میں بھی تو اس کا یہی حال تھا ۔ تو پھر اس خط کا کیا مطلب ہوا جو دونیہ کو ملا ہے؟ یقیناً اس میں بھی کوئی اہم بات ہوگی ۔ کس نے بھیجا ہے وہ خط؟ میرے خیال میں ۔۔۔ تو ۔۔۔ میں پھر اندازے لگانے لگا ۔۔۔ لیکن ۔۔۔ خیر میں جلد ہی کھوج لگا لوں گا ۔"

اور اسے دونیہ، اس کی عجیب باتیں اور حرکات یاد آگئیں اور وہ تقریباً بھاگنے لگا ۔

رازومیہن چلا گیا تو راسکولنکاف اٹھ کر کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا ۔ پھر کمرے میں ٹہلنے لگا ۔ ایک سے دوسرے کونے تک ۔ کمرے کی مختصر چوڑائی کئی دفعہ اپنے قدموں سے ناپنے کے بعد وہ پھر صوفے پر بیٹھ گیا ۔ اس وقت وہ اپنے آپ کو بدلا ہوا اور نیا انسان محسوس کر رہا تھا ۔۔۔ تو پھر جدوجہد کا نئے سرے سے آغاز کرنا ہے ۔ ایں ! وہ بڑی طمانیت محسوس کر رہا تھا ۔۔۔ تو نجات کا راستہ کھل گیا ہے ۔ نجات اور کامیابی یقینی ہے ۔

" ہاں نجات کا وقت آگیا ہے ۔ مسلسل واقعات بڑے اذیت ناک ثابت ہو رہے تھے ۔ دم گھوٹے دے رہے تھے ۔"

ایک بوجھ تھا جو اسے دبا رہا تھا ۔ بہیں رہا تھا ۔ پرافری کے دفتر میں نکولائی والے واقعہ کے بعد سے تو اس کا دم برابر گھٹ رہا تھا ۔ وہ نرغے میں آگیا تھا اور فرار کی کوئی امید نہ تھی ۔ اور پھر اسی دن اس نے سونیہ سے ملاقات کی تھی اور وہاں اس نے جو کچھ کیا اور جو کہا وہ خود اس کے لئے بھی ایسا فوری اور خلافِ توقع تھا کہ خود راسکولنکاف بھی حیران رہ گیا ۔ سونیہ کے سامنے اقرار کے بعد وہ ایک دم سے نڈھال اور کمزور ہو گیا تھا ۔ اس وقت وہ سونیہ سے متفق تھا اور شدت سے محسوس کر رہا تھا کہ وہ اکیلا اس بوجھ کو برداشت نہ کر سکے گا

اور اس کا اقرار وہ دل ہی دل میں کر چکا تھا۔

اور وہ سیوا دری گیلاف ؟ وہ بھی ایک معمہ بنا ہوا تھا اور اسے پریشان کر رہا تھا۔ لیکن یہ پریشانی مختلف قسم کی تھی۔ بہت ممکن تھا کہ سیوادری گیلاف کا بھی مقابلہ کرنا پڑے۔ لیکن اسے تو وہ بہر حال شکست دے کر شاید اسے ہی فرار کا ذریعہ بنا سکتا تھا۔ البتہ پرافری ذرا ٹیڑھی کھیر تھا۔

"تو خود پرافری نے رازومیہن کو پورا واقعہ سمجھایا تھا اور وہ بھی نفسیاتی نقطۂ نظر سے — یہ آدمی پھر اپنی نفسیات کو بیچ میں لا رہا ہے۔ تو کیا واقعی پرافری اس کاریگر نکولائی کو مجرم سمجھتا ہے ؟ یعنی اس دن کی ملاقات کے بعد بھی ؟ اس کا ایک ہی سبب ہو سکتا ہے (اس عرصے میں راسکولنکاف کو پرافری کے دفتر میں جو کچھ ہوا تھا اس کی کئی تفصیلات یاد آ کر پریشان کرتی رہی تھیں نہ ان یادوں کو فوراً جھٹک دیتا تھا کیونکہ وہ اس پر دہشت طاری کر دیتی تھی) ——— اس دن کچھ ایسے الفاظ کہے گئے تھے۔ کچھ ایسے اشارے کئے گئے تھے ایک دوسرے کو کچھ اس طرح گھورا گیا تھا اور گفتگو کا لب ولہجہ ایسا تھا کہ پرافری کا شک یقین میں تبدیل ہو گیا تھا کہ نکولائی (جس کی روح کی گہرائیوں میں پرافری نے جھانک کر اس کے خیالات کو کھلی ہوئی کتاب کی طرح پڑھ لیا تھا) اس کے اس یقین کو ڈانواڈول نہ کر سکتا تھا بلکہ اسے گھٹا کر شک کی سطح پر بھی نہ لا سکتا تھا۔

ادھر رازومیہن بھی اس پر شک کرنے لگا تھا۔ وہاں لیمپ کے نیچے برآمدے میں راسکولنکاف نے جو ڈرامہ کھیلا تھا وہ ظاہر ہے کہ بے اثر نہ رہا تھا۔ چنانچہ رازومیہن الجھن میں گرفتار ہو کر پرافری کے پاس دوڑا گیا تھا۔ لیکن پرافری اسے دھوکا کیوں دے رہا تھا ؟ کیا وجہ تھی کہ

وہ راز و سوہن کو نکولائی کی طرف ہی متوجہ رکھنا چاہتا تھا! یقیناً پرافری نے کسی خاص مقصد کے تحت ایسا کیا تھا۔ لیکن کیا تھا اس کا مقصد؟ کیا ارادے ہیں اس کے؟ بے شک اس صبح پرافری کے دفتر میں جو کچھ ہوا تھا اسے تو جیسے صدیاں گذر گئی تھیں۔ کم سے کم راسکولنکاف کو تو ایسا ہی محسوس ہوتا تھا۔ اور تب سے لے کر اب تک اس نے پرافری کی صورت تک نہ دیکھی تھی اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ سنا تھا اور پرافری کی یہ خاموشی شاید کسی طوفان کی پیش خیمہ تھی۔ تو گویا آثار اچھے نہ تھے۔

راسکولنکاف نے ٹوپی اٹھائی اور باہر جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ وہ خیالات میں گم تھا۔ ایک عرصے کے بعد آج پہلی دفعہ اس کا دماغ صاف تھا اور وہ کسی بھی قسم کا الجھاؤ محسوس نہ کر رہا تھا۔

"پہلے سیوادری سے نپٹ کر جتنی جلد ممکن ہو معاملہ صاف کر لینا چاہئے" اس نے سوچا۔ میں سمجھتا ہوں وہ خود بھی مجھ سے ملنے کے لئے بے قرار ہے کہ پہل میں کروں" اور اس کے دل میں دفعتہ نفرت کا ایسا طوفان اٹھا کہ اس کا جی چاہا کہ وہ دونوں میں سے، پرافری یا سیوادریگاف کو اسی وقت قتل کر دے "دیکھا جائے گا۔ دیکھا جائے گا، وہ سر ہلا کر بڑبڑایا۔

لیکن ابھی وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آیا بھی نہ تھا کہ پرافری سے قریب قریب ٹکرا گیا۔ موقرالذکر اس سے ملنے آیا اور دروازے پر دستک دینے ہی والا تھا۔ لمحہ بھر کے لئے راسکولنکاف دم بخود ہو گیا۔ یہ عجیب بات ہوئی کہ پرافری کو دیکھ کر وہ نہ تو حیران ہوا اور نہ ہی خوفزدہ۔ وہ صرف چونکا تھا لیکن پھر فوراً ہی سنبھل گیا اور بچاؤ کے لئے تیار ہو کر سوچنے لگا، لیکن یہ کیا بات ہوئی کہ یہ شخص یہاں تک آ گیا اور مجھے پتہ بھی نہ چلا! کیا یہ چوری

کی طرح خاموشی سے اوپر آیا تھا؟ یا ــــ کہیں یہ کن سوئیاں تو نہیں لے رہا تھا؟"

"سچ کہنا مسٹر راسکولنکاف تمہارا خیال تھا کہ اس وقت تو تم سے ملنے کوئی نہ آئے گا۔ ہے نا؟" پرافری نے ہنس کر کہا۔ "بہت دنوں سے یہاں آنے کا ارادہ کر رہا تھا آج اتفاقاً ادھر سے گزر رہا تھا تو خیال آیا کہ تم سے ملتا چلوں کہیں باہر جا رہے ہو؟ خیر، فکر نہ کرو۔ میں زیادہ نہ ٹھہروں گا۔ ذرا اطمینان سے بیٹھ کر ایک سگریٹ پھونک لوں۔"

"آؤ بھئی۔ بیٹھو۔" راسکولنکاف نے ایسے اطمینان، سکون اور خوشدلی سے اپنے ملاقاتی کو کرسی پیش کی کہ اگر اپنی اس وقت کی حالت وہ دیکھ سکتا تو خود بھی حیران رہ جاتا۔

تو آخری گھڑی آچکی تھی۔ چند آخری قطرے جو صراحی کے پیندے میں باقی رہ گئے تھے آج انڈیل دیے جانے والے تھے کسی خونخوار قزاق کے ہاتھ میں پڑکر آدمی خوف دہراس سے کانپتا رہتا ہے لیکن جب چاقو اس کے حلقوم پر رکھ دیا جاتا ہے تو اس کا خوف غائب ہو جاتا ہے یہی حالت اس وقت راسکولنکاف کی تھی۔ چاقو اس کے حلقوم پر رکھا جا چکا تھا۔

راسکولنکاف بڑے اطمینان اور سکون سے پرافری کے سامنے منتظر بیٹھ گیا اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔ پرافری اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر سگریٹ سلگانے لگا۔

"کہو، کہو ــــ کہہ دو" معلوم ہوتا تھا یہ الفاظ راسکولنکاف کی دل کی گہرائیوں سے منہ سے پھٹ پڑیں گے۔ "کہ وہ جو کہنا ہے خاموش کیوں ہو؟"

(۲)

"ہا۔ آ۔۔ یہ سگریٹ" پرافری نے ایک لمبا کش لے کر کہا "مضر ہے لیکن چھوڑ نہیں سکتا۔ کھانسی آنے لگی ہے، گلے میں خراشیں پڑ گئی ہیں لیکن یہ کافر چھوٹتی ہی نہیں۔ تم شاید نہیں جانتے کہ میں بزدل ہوں۔ موت سے ڈرتا ہوں چنانچہ میں حال ہی میں ڈاکٹر بی۔ این کے پاس گیا تھا۔ بہت اچھا اور ماہر ڈاکٹر ہے۔ آدھے آدھے گھنٹے تک ہر مریض کا معائنہ کرتا ہے۔ خیر تو مجھے دیکھتے ہی اس نے قہقہہ لگایا۔ میرا سینہ ٹھونک بجا کر دیکھا اور بولا" تمباکو نوشی۔۔ یہ تمھارے لئے زہر ہے تمھارے پھیپھڑے متاثر ہو چکے ہیں۔۔ لیکن سگریٹ ترک نہیں کر سکتا۔ تم ہی بتاؤ کیا ہو سکتا ہے اس کا بدل؟ اور پھر یہ بات بھی ہے کہ میں شراب نہیں پیتا۔ فساد کی جڑ ہے وہ۔ ہے کہ نہیں؟ ہی ہی ہی۔ در اصل دنیا میں ہر چیز اضافی ہے۔ ہی ہی ہی"

"یہ شخص پھر اپنی پیشہ ورانہ نفسیات آزما رہا ہے،" راسکولنکاف نے نفرت سے سوچا۔ دفعتہً اسے اپنی پچھلی ملاقات کی تفصیلات یاد آگئیں اور اس کے دل میں پھر وہی طوفان اٹھا جو ابھی ابھی اٹھا تھا جس کے اثر سے اس نے دونوں میں سے کسی ایک کو، اسیودا رِی گیلاف یا پرافری کو قتل کرنے کے متعلق سوچا تھا۔

"جانتے ہو کہ پرسوں شام کو بھی میں تم سے ملنے آیا تھا؟" پرافری نے کمرے میں نظریں دوڑاتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے۔ اسی کمرے میں آیا تھا۔ آج کی طرح پرسوں بھی اس طرف سے گزر رہا تھا کہ خیال آیا کہ کیوں نہ تم سے ملتا چلوں

تمھارے کمرے کا دروازہ کھلا تھا چنانچہ میں اندر آ گیا۔ کچھ دیر تک تمھارا انتظار کیا اور پھر ملازمہ کو اپنا نام بتائے چلا گیا۔ یار! تم اپنے کمرے کا دروازہ بند نہیں کرتے؟"

راسکولنکاف کے چہرے کا رنگ اڑنے لگا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پرافری نے اس کی دلی کیفیت کا اندازہ لگا لیا۔

"روڈیا! میرے دوست! میں تم سے وہ ۔۔۔ ذرا ۔۔۔ بات چیت کرنے آیا ہوں۔ اس سے آگے کچھ نہیں۔ دراصل میں ایک بات کی تشریح کرنا چاہتا ہوں اور یہ میرا فرض بھی ہے" وہ مسکرایا اور راسکولنکاف کے گھٹنے پر تھپکی بھی دی۔

پرافری کے بشرے سے سنجیدگی، تردد اور ساتھ ہی ساتھ اداسی بھی ٹپک رہی تھی۔ راسکولنکاف حیران رہ گیا۔ پہلے کبھی اس نے پرافری کے چہرے پر یہ جذبات نہ دیکھے تھے۔

"روڈیا! ہماری پچھلی ملاقات عجب تماشہ تھی اور پہلی ملاقات بھی کچھ کم عجیب اور انوکھی نہ تھی۔ ایک کے فوراً بعد دوسرا واقعہ اور بوکھلاہٹ وغیرہ ۔۔۔ خیر صاحب۔ اب تو معاملہ صاف ہو گیا۔ بہر حال میں کہنا چاہتا ہوں کہ تمھارے ساتھ میرا سلوک قدرے سخت رہا ہے ۔۔۔ اس کا مجھے احساس ہے۔ تمھیں یاد ہے کہ ہم جدا کس طرح ہوئے تھے؟ تم سخت ہیجان میں تھے اور تمھاری ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ اور خود میری حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی اور تمھیں یاد ہے کہ ہم ایک دوسرے سے دشمنوں کی طرح پیش آئے تھے؟ سراسر غیر شریفانہ رویہ تھا حالانکہ ہم دونوں ہی شریف ہیں۔ اور جانتے ہو بات کہاں تک پہنچ گئی تھی؟ توبہ۔ توبہ بڑی

نازیبا حرکت تھی۔

"آخر یہ کہنا کیا چاہتا ہے؟ اس نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے؟ گدھا؟" راسکولنکاف نے حیرت سے سوچا اور سر اٹھا کر پرافری کی صورت تکنے لگا۔

"میرے خیال میں اب مناسب ہوگا کہ ہم دونوں ہی صاف گوئی سے کام لیں" پرافری نے یوں سر جھکا کر کہا جیسے وہ اپنے شکار کو پریشان کرنا نہ چاہتا ہو اور یہ کہ خود ہی اپنے کئے پر شرمندہ ہو" در اصل ایسے شکوک اور ــــ وہ ــــ ایسے مناظر دیرپا نہیں ہوتے۔ چنانچہ نکولائی نے ایک دم سے پردہ گرا دیا ورنہ خدا جانے ہماری اس ملاقات کا انجام کیا ہوتا۔ اور جانتے ہو یار وہ چغد کاریگر دوسرے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ الو کا پٹھا تم سے ملنے بھی آیا تھا۔ میرا مطلب ہے بعد میں۔ لیکن اس وقت جو تم سمجھ رہے تھے وہ بات نہ تھی۔ نہ تو میں نے کسی کو بلا بھیجا تھا اور نہ ہی کسی قسم کی پیش بندی کی تھی۔ اب تم پوچھو گے کہ میں نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ حیران ہوں کہ کیا کہوں! پورا واقعہ یوں آناً فاناً ہو گیا کہ میں خود ہی گڑبڑا گیا اور دربانوں کو بھی بڑی افراتفری میں عین وقت پر بلا سکا۔ میرے دفتر سے نکلتے وقت یقیناً تم نے دربانوں کو دیکھا ہوگا تاہم اس وقت ایک خیال بجلی کی سی تیزی سے میرے دماغ میں کوند گیا اور تم نے دیکھا ہی ہوگا کہ میں اپنے فیصلے پر ثابت قدمی سے جما ہوا تھا۔ بات یہ ہے ــ میرے دوست ایسے خلاف توقع اور فوری واقعات نہ تو ہمیں بدحواس کرتے ہیں اور نہ ہی میرا فیصلہ بدل سکتے ہیں۔" خیر۔ کوئی بات نہیں" میں نے سوچا تھا" ایک چیز وقتی طور پر میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے تو یونہی سہی۔ میں اسے پھر دبوچ لوں گا۔ فی الحال اس ہاتھ آئی چیز کو آزمانے میں کیا حرج ہے؟" اور خیال رہے دوست کہ ضرورت کی چیز کو تو میں کبھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا

اور جو چاہتا ہوں بہرصورت حاصل کر کے رہتا ہوں۔ معاف کرنا روڈیا تم فطرتاً تنگ مزاج ہو اور مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ تمھاری یہ تنگ مزاجی تمھاری دوسری قابلِ تعریف خصوصیات ہے، جن کا میں دل سے معترف ہوں، کسی طرح میل نہیں کھاتی۔ اس وقت میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ عموماً یوں نہیں ہوتا کہ ایک آدمی ایک دم سے اٹھ کر اپنے متعلق سب کچھ بتا دے۔ البتہ اگر کسی شخص کو بہت زیادہ مشتعل کر دیا جائے تو بعض دفعہ وہ غصے کی جھونجھ میں سب کچھ بک دیتا ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کیونکہ تم جانو کئی لوگ شدید غصے میں بھی اپنے حواس قائم رکھتے اور اپنا بھلا سوچ سکتے ہیں۔ اور یہ میں جانتا اور سمجھتا تھا چنانچہ میں نے سوچا تھا کہ اگر مجھے کوئی ثبوت مل جائے، چھوٹا اور معمولی سا لیکن ٹھوس ثبوت نہ کہ خیالی اور نفسیاتی ثبوت، تو کچھ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ثبوت ہمارے پاس ہو تو ہم گنہگار کو، بشرطیکہ وہ حقیقت میں گنہگار ہو، اُڑنگا لگا سکتے ہیں اور کوئی خلافِ توقع نتیجہ برآمد کر سکتے ہیں۔ چنانچہ روڈیا میں نے اپنی اُمیدیں تمھاری افتادِ طبع سے وابستہ کر رکھی تھیں۔ مجھے اُمید تھی کہ تمھاری تنگ مزاجی، تمھارا چڑچڑاپن اور تمھاری زود حسی مجھے یہ ٹھوس ثبوت دے جائے گی۔ مجھے خوف ہے کہ میں نے تمھاری طبیعت پر ضرورت سے زیادہ بھروسہ کر لیا تھا۔

"لیکن تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" راسکولنکاف کے منہ سے یہ سوال بلا ارادہ ہی ٹپک پڑا۔

"آخر یہ چاہتا کیا ہے؟" اس نے بے چینی سے سوچا "کیا واقعی یہ مجھے بے گناہ سمجھتا ہے؟"

"بات یہ ہے کہ میرا سلوک تمھارے ساتھ بڑا ہی روکھا اور سخت رہا ہے اور اب میں اپنی صفائی پیش کر رہا ہوں کہ ایسا کیوں ہوا۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ

اس غلط فہمی کی ابتدا کہاں سے ہوئی — رڈیا! میں نے تمھیں بہت پریشان کیا ہے۔ میری وجہ سے تمہیں بہت زیادہ تکلیفیں برداشت کرنی پڑی ہیں لیکن یقین کرو دوست میں عفریت نہیں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ جو آدمی بدقسمت لیکن خوددار اور — اور — تحکم پسند — شاید یہی لفظ ہے — اور سب سے بالا زود حس ہو اس کے لئے ایسا سلوک کیا معنی رکھتا ہے ایسا سلوک اسے روحانی اذیت میں مبتلا کرکے قریب قریب پاگل بنا دیتا ہے۔ بہرحال میں تمہیں بے حد شریف سمجھتا اور تمھاری کریم النفسی اور عالی ظرفی کا بھی قائل ہوں یہ اور بات ہے کہ میں تمھارے اکثر خیالات سے متفق نہیں ہوں۔ سب سے پہلے تو یہ کہ — پہلے بتا دوں کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں خلوص دل سے کہہ رہا ہوں — ہاں تو سب سے پہلے یہ کہ میں تمھیں دھوکا دینا نہیں چاہتا۔ جب میں تم سے اور تمھارے مزاج سے واقف ہو گیا تو میرا دل خود بخود تمھاری طرف کھنچنے لگا۔ غالباً تم میری اس بات پر ہنسو گے لیکن اس میں تمھارا کوئی قصور نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے پسند نہیں کرتے اور اس میں بھی تم حق بجانب ہو کیونکہ مجھے پسند کرنے کی کوئی وجہ نہیں خیر تمھارا جو جی چاہے سمجھو۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ میں نے جو برا اثر ڈالا ہے اسے مٹا کر اپنی طرف سے تمھارا دل صاف کردوں۔ میں یہ بتانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ میرے سینے میں دل ہے، پتھر نہیں اور یہ کہ میرے پاس ضمیر جیسی کوئی چیز ہے۔ خدا کے لئے مجھے غلط نہ سمجھنا رڈیا۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں نہایت خلوص دل سے کہہ رہا ہوں۔ یقین کرو میرے دوست اس میں بناوٹ کا شائبہ تک نہیں"

پرافری خاموش ہو گیا۔ راسکولنکاف کے دل میں ایک عجیب قسم کی کھلبلی مچ گئی۔ اس خیال نے کہ پرافری اسے بے گناہ سمجھتا ہے۔ راسکولنکاف کو بےچین کر دیا۔

"میں ہر واقعہ کی تفصیلات بیان کرنا نہیں چاہتا اور اگر چاہوں تو بھی نہیں کر سکتا" پرافری نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ پہلی بات تو یہ کہ بہت سی افواہیں میرے کانوں تک پہونچی تھیں۔ یہ افواہیں کیا تھیں، کہاں سے چلی تھیں، کس نے پھیلائی تھیں اور انھوں نے خود تمھیں کس قدر متاثر کیا تھا یہ تفصیلات میں سمجھتا ہوں کہ بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے شک کی ابتدا ایک اتفاق سے ہوئی۔ یہ اتفاقی واقعہ نہ بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن ہو گیا کیا تھا وہ واقعہ؟ میرے خیال میں یہ بتانے کی بھی ضرورت نہیں۔ مختصر یہ کہ اتفاقات نے اور افواہوں نے تمھارے خلاف میرے دل میں شک ڈال دیا۔ مجھے اعتراف ہے — اور بھائی جب اعتراف کرنے بیٹھا ہی ہوں تو کیوں نہ اپنی ہر غلطی کا اعتراف صاف دل سے کرتا چلا جاؤں — خیر تو مجھے اعتراف ہے کہ میں ہی وہ پہلا آدمی ہوں جس نے تمھیں شبہہ کی نظر سے دیکھا تھا۔ بڑھیا کے ٹرنک سے ہم نے جو چیزیں اپنے قبضہ میں کی تھیں وہ اور ان پر رہن رکھنے والوں کے ناموں کے لیبل بھی ہماری کوئی راہبری نہیں کر سکتے تھے۔ ظاہر ہے ظاہر ہے کہ ان سے ہمیں قاتل کا سراغ نہیں مل سکتا تھا چنانچہ تمھاری رہن رکھی ہوئی چیز اور اس پر تمھارا نام بھی سینکڑوں میں سے ایک تھا۔ اسی وقت مجھے پولس اسٹیشن والے واقعہ کی تفصیلات معلوم ہوئیں۔ یعنی وہی تمھاری بےہوشی والا واقعہ۔ اسے بھی ایک اتفاق ہی سمجھا جائے۔ خیر تو اس واقعہ کی تفصیلات مجھے ایک ایسے آدمی سے معلوم ہوئیں جو اس قسم کے واقعات بیان کرنے میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس نے میرے سامنے یہ واقعہ مزے لے لے کر بڑی تفصیل سے بیان کیا۔ یہ گویا بڑی برمحل چیز تھی۔ یعنی ایک کے بعد دوسری کڑی۔ اب تم ہی بتاؤ میرے دوست کہ جب زنجیر کی ایسی مربوط اور مسلسل کڑیاں موجود ہوں تو میں کسی نتیجے پر پہونچے بغیر

کیسے رہ سکتا ہوں؟ شاید انگریزی زبان کا محاورہ ہے کہ سو خرگوش مل کر گھوڑا نہیں بنا سکتے اور نہ ہی سو شکوک مل کر کوئی ٹھوس ثبوت پیش کر سکتے ہیں لیکن یہ محض محاورہ ہے۔ عاقل قسم کے بزرگوں کی باتیں۔ لیکن یہ تو بہرحال تمہیں ماننا پڑے گا ایک عام انسان نہ تو جانب دار بنے بغیر رہ سکتا ہے اور نہ ہی اپنے جذبہ اور رجحان کو شکست دے سکتا ہے۔ اور جناب محکمہ تحقیقات کا وکیل بھی ایک عام انسان ہی ہوتا ہے۔ اس وقت مجھے تمھارا وہ مضمون بھی یاد آگیا — تم بھولے نہ ہو گے کہ ہماری پہلی ملاقات پر ہم نے اسی مضمون پر خوب خوب بحث کی تھی اور میں تمھارے خیالات کا مذاق اڑا رہا تھا۔ وہ دراصل میری ایک چال تھی میں تمہیں مشتعل کر کے تم سے کچھ اگلوانا اور کوئی ثبوت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں پھر کہتا ہوں روڈیا رامانووچ کہ تم چڑچڑے ہو اور بیمار بھی — بہت زیادہ بیمار۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ تم دلیر، متین اور خود رائے بھی ہو۔ یہ باتیں میں پہلے سے ہی جانتا تھا چنانچہ تمھارا وہ مضمون مجھے انوکھا اور روح — کیا کہتے ہیں؟ — غیر مانوس سا معلوم نہ ہوا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ مضمون بے خواب اور بے چین راتوں میں دل کی دھڑکنوں کی تال پر سوچا گیا ہے اور کچلے ہوئے تکبر اور دبے ہوئے جوش نے اس کا تانا بانا بنا ہے۔ یہ تکبر اور یہ طوفان خیز جوش نوجوانوں میں بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ اس وقت میں نے تمھارا مذاق اڑایا تھا لیکن یقین مانو کہ کسی بھی نوجوان ادیب کے ایسے ابتدائی مضامین، جن میں نوجوانی کا جوش و ولولہ ہو، مجھے بہت پسند آتے ہیں کیونکہ مجھے بھی ادب اور فن سے تھوڑا بہت لگاؤ تو ہے ہی۔ دھواں، دھند اور اس میں تھرتھراتی ہوئی تانت کی آخری آواز — یہ ہے تمھارا مضمون۔ بے شک مضمون مہمل اور بے خیالی ہے۔ لیکن اس میں خلوص ہے

نوجوانی کا جوش اور تکبر ہے، مایوسانہ بے باکی ہے، تیز گیاں ہیں اور رنگینیاں ہیں اور یہی اس مضمون کی جان ہے۔ میں نے تمہارا مضمون پڑھا اور یہ سوچتے ہوئے رسالہ ایک طرف رکھ دیا کہ یہ مضمون لکھنے والا عام ڈگر سے ہٹ کر کوئی نئی راہ اختیار کرے گا۔ اب تم ہی کہو کہ اس تمہیدی فیصلے کے بعد، بعد میں جو کچھ ہوا، کیا وہ مجھے اپنی رو میں بہا نہ لے جا سکتا تھا؟ اس کے بعد میں نے غور کیا تھا۔ میں نے سوچا تھا: آخر کیا ہے اس مضمون میں؟" کچھ نہیں ۔۔۔ شاید کچھ نہیں تھا ۔۔۔ اور سچ تو یہ ہے کہ تحقیقاتی وکیل کو محض خیالات کی بنیادوں پر یا کسی تمہیدی فیصلے کی وجہ سے کوئی قطعی اور آخری نتیجہ اخذ نہیں کر لینا چاہیئے۔ یہ بڑی نامناسب سی بات ہے۔ ادھر نکولائی جو اپنے خلاف ناقابلِ تردید ثبوت پیش کر چکا تھا۔ تم کچھ بھی کہہ سکتے ہو لیکن ثبوت بہرحال ثبوت ہے بلکہ اس کی مخصوص نفسیات بھی ہے چنانچہ ہمیں اس پر پوری طرح غور کرنا اور اسے ہر طرف سے سمجھنا ہے کیونکہ تم جانتے ہو یہ کسی کی موت اور زندگی کا سوال ہے۔ تم پوچھو گے میں یہ سب باتیں تم سے کیوں کہہ رہا ہوں؟ دراصل میں چاہتا ہوں کہ اپنی صفائی پیش کر دوں تاکہ تم میرے پچھلے سلوک کو قابلِ نفرت اور خود مجھے کینہ توز نہ سمجھو۔ میرے دوست! میں کینہ توز نہیں ہوں۔ غالباً تمہارا خیال ہوگا کہ میں نے اب تک تمہارے کمرے کی تلاشی نہیں لی اگر ایسا ہے تو تمہارا خیال غلط ہے میں تمہارے کمرے کی تلاشی اس وقت لے چکا ہوں جب تم بسترِ علالت پر پڑے ہوئے تھے۔ ہی ہی ہی۔ لیکن وہ تلاشی قانونی اور باقاعدہ نہ تھی۔ میں بذاتِ خود یہاں نہ آیا تھا اس کے باوجود تلاشی لی گئی۔ اور یہ تلاشی اس وقت لی گئی تھی جب ہمارا شک نیا نیا اور کچا تھا۔ تمہارے کمرے کا ایک ایک کونہ دیکھا گیا ایک ایک دھاگے اور ایک

ایک تنکے کو الٹ پلٹ کر دیا گیا لیکن بے سود۔ لیکن اس پہلی ناکامی نے مجھے مایوس نہ کیا۔ میں نے سوچا۔ اب یہ نوجوان میرے پاس آئے گا۔ ضرور آئے گا اور جلد آئے گا۔ اگر مجرم ہے تو آئے گا۔ اگر اس کی جگہ کوئی دوسرا مجرم ہوتا تو نہ آتا لیکن آئے گا ___ اور تمہیں یاد ہے کہ رازومیہن نے اس موضوع پر تم سے کس طرح بحث کی تھی؟ دراصل وہ میرا سکھایا ہوا تھا۔ تمہیں مشتعل کرنے کی وہ ایک چال تھی۔ چنانچہ ہم نے قصداً افواہیں پھیلائی تھیں ___ تاکہ رازومیہن اس موضوع پر تم سے بحث کرے۔ ہم جانتے تھے اور تم بھی جانتے ہو کہ وہ اپنے جوش اور غصے کو دبا نہیں سکتا۔ ہی ہی ہی۔ سب سے پہلے تو زیمیتاف تمھارے جوش اور بے باکی سے متاثر ہوا تھا۔ اور وہ کیوں نہ ہوتا۔ تم نے بھرے ریسٹوران میں اعلان کیا تھا کہ "اس کا خون میں نے کیا ہے"۔ یہ جوش اور بے باکی لیکن ساتھ ہی ساتھ ناعاقبت اندیشی کی انتہا تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ اگر واقعی یہ نوجوان مجرم ہے تو بڑا ہی سخت قسم کا حریف ثابت ہوگا۔ یہ سوچا تھا میں نے اس وقت۔ چنانچہ میں تمھاری آمد کا منتظر رہا۔ رہا زیمیتاف تو اس کو تم نے سٹپٹا دیا تھا اور ___ ایک مشکل یہ ہے کہ، تم تو جانتے ہی ہو، یہ منحوس نفسیات دونوں طرف کاٹ کرتی ہے۔ خیر تو میں مایوس نہ رہا اور تمھارا منتظر رہا اور جناب! تم آئے اور گھڑی بھر کے لئے میری دھڑکن تھم گئی۔

"اس صبح تمھارا آنا کیوں ضروری تھا؟ کیوں آئے تم؟ اور تمھاری وہ ہنسی؟ تمہیں یاد ہے کہ اس وقت تم کس طرح ہنس رہے تھے؟ میں تمھاری اس ہنسی کو سمجھ گیا۔ اس میں مجھے کچھ نظر آگیا۔ اگر میں تمھارا منتظر نہ ہوتا تو مجھے تمھاری ہنسی میں کوئی خاص بات دکھائی نہ دیتی۔ دیکھا! یہ اثر ہوتا

ہے "موٹو" کا۔ اور پھر راز دموہن نے ۔ اور ہاں وہ پتھر جس کے نیچے وہ ساری چیزیں دبی پڑی ہیں ۔ یاد پڑتا ہے کہ وہ پتھر کسی باورچی خانے کے پچھواڑے والے ترکاری باغ میں ہے ۔ ہاں ۔ ٹھیک ہے تم نے زمیتاف سے یہی کہا تھا کہ وہ پتھر ترکاری باغ میں ہے اور بعد میں تم نے میرے دفتر میں بھی یہی کہا تھا ۔ خیر تو جناب جب ہم نے تمھارے کہے ہوئے ایک ایک جملے کی تحلیل کی تو پتہ چلا کہ تمھارا ہر لفظ ذو معنی تھا ۔ ہر لفظ کے پیچھے دوسرا لفظ چھپا ہوا تھا جس کے مختلف ہی معنی ہوتے تھے ۔ اس کو یوں سمجھو کہ اگر دو مختلف آدمی تمھاری باتوں کی تشریح یا تفسیر کرنے بیٹھتے تو دونوں کی تشریح ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہوتی ۔

" اور اس طرح ، روڈیا راما نووچ ، میں آخری سنگ میل تک پہونچ گیا اور جب اس سے ٹکرا گیا تو مجھے ہوش آیا اور میں نے سوچا کہ یہ میں کیا کر رہا ہوں ؟ ـــــ بہر حال ـــــ میں نے اپنے آپ سے کہا ــ تم ان باتوں کو مختلف معنی بھی تو پہنا سکتے ہو ۔ اگر ان کے دو رخ ہیں تو کیا ضروری ہے کہ اپنے مطلب کے رخ کو ہی پیش نظر رکھا جائے ۔ بہر حال ، معمولی عقل رکھنے والا بھی اس کے مخالف رخ کو ہی زبردست اور بنیادی سمجھے گا ۔ تو دیکھا تم نے کہ خود میں نے بھی تمھاری باتوں کے مخالف رخ کو ہی زبردست سمجھا تھا یا کم سے کم جیسے اس کا احساس رہتا ہے نہیں ـــ یوں کام نہ چلے گا ، کوئی ثبوت چاہیے ، چھوٹا سا ثبوت " میں نے اپنے آپ سے کہا چنانچہ جب میں نے وہ بڑھیا کے فلیٹ کی گھنٹی بجانے والا واقعہ سنا تو دم بخود رہ گیا ۔ اور خوشی کی ایک لہر سی میرے دل میں اٹھی ۔ ہاں ۔ یہ ـــ ہے میرا چھوٹا سا ثبوت ۔ میں نے سوچا صرف یہی نہیں بلکہ اس وقت

میں نے اس واقعہ پر غور کرنا بھی مناسب نہ سمجھا۔ اور جناب اس وقت تو یقین اگر کوئی مجھے دکھا دیتا تو میں اسے سو روبل انعام بھی دیتا جب اس کاریگر نے تمہیں خونی کہا تھا، تم اس کے ساتھ ساتھ کوئی سو قدم تک چلے تھے لیکن اس سے کچھ پوچھنے یا کچھ کہنے کی جرأت نہ کر سکے تھے۔ اور پھر تمہاری دلچسپی، تمہارا دو بڑھیا کے فلیٹ کی گھنٹی بجانا۔ کیا یہ سب تمہاری بیماری تھی؟ کیا یہ سب اس وقت ہوا تھا جب تم علالت کی وجہ سے اپنے ہوش میں نہ تھے؟

"چنانچہ روڈیا! ان سب باتوں کے پیش نظر وہاں دفتر میں میں نے تمہارے دل لگی کر لی تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہ تھی۔ اور میں پوچھتا ہوں کہ اسی دن اور اسی وقت وہاں میرے دفتر میں کیوں آئے تھے؟ خدا کی قسم معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کسی نے تمہیں اس طرف دھکیل دیا تھا۔ اور اگر نکولائی نے ہم دونوں کو جدا نہ کر دیا ہوتا تو ... تمہیں نکولائی یاد ہے نا؟ اس وقت وہ کس طرح میرے دفتر میں گھس آیا تھا! ایک دم سے ــ ناگہانی مصیبت کی طرح ـ بجلی کا کڑکا تھا وہ جس نے نہ صرف مجھے بلکہ تمہیں بھی بدحواس کر دیا تھا۔ اور میں اس سے کس طرح ملا تھا؟ ــ یقین کرو میں اس طرح بجلی کے کڑکوں میں یقین نہیں رکھتا خود تم نے بھی دیکھا ہوگا ــ خیر۔ تو تمہارے چلے جانے کے بعد اس نے میرے ہر سوال کا جواب ایسا معقول اور اطمینان بخش دیا کہ میں خود بھی حیران رہ گیا اس کے باوجود، جناب میں نے اس کی باتوں کو صحیح نہ سمجھا۔ اسی کو کہتے ہیں ـ اپنے فیصلے پر چٹان کی طرح جا ہوا ـ نہیں، میں نے سوچا۔ فکر کی کوئی بات نہیں ــ نکولائی کا اس معاملے کیا تعلق؟"

"لیکن رازومیہن نے ابھی ابھی مجھے بتایا تھا کہ تم نکولائی کو ہی مجرم سمجھتے ہو۔ اور یہ کہ خود تم نے رازومیہن کو اس کا یقین دلا دیا تھا کہ نکولائی مجرم ہے اور...

راسکولنکاف کی آواز اس کا ساتھ نہ دے سکی چنانچہ وہ جملہ پورا نہ کر سکا وہ ناقابل بیان گھبراہٹ اور بے چینی سے اس شخص کی باتیں سن رہا تھا جو اس کی روح کی گہرائیوں میں جھانکنے کے بعد اس پر جھپٹ پڑا تھا اور سب کچھ سمجھ رہا تھا۔ راسکولنکاف اس کی باتوں پر یقین کرنے سے ڈر رہا تھا اور نہیں کر رہا تھا وہ پرافری کے غیر واضح اور مشکوک الفاظ میں کسی واضح اور فیصلہ کن مفہوم کو بڑے انہماک سے تلاش کر رہا تھا۔

" رازومیہن! " پرافری چیخ کر بولا جیسے وہ راسکولنکاف کے سوال سے بہت خوش ہوا ہو کیونکہ وہ اب تک خاموش ہی رہا تھا " ہی ہی ہی۔ دراصل رازومیہن سے پیچھا چھڑانا ضروری تھا۔ جب دو آدمی ہوں اور تیسرا بیچ میں ٹپک پڑے تو بڑی گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ رازومیہن کو اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ تیسرا آدمی ہے۔ باہر کا آدمی۔ وہ میرے پاس دوڑا آیا تھا اور اس کا رنگ کاغذ کی طرح سفید ہو رہا تھا۔ لیکن بہتر ہوگا کہ رازومیہن کے ذکر کو یہیں ختم کر دیا جائے۔ اسے خواہ مخواہ بیچ میں گھسیٹنے سے کیا فائدہ خیر۔ تو آؤ ہم بر سر مطلب۔ نکولائی ... روڈیا رامانوویچ! کیا تم یہ جاننا پسند کرو گے کہ نکولائی کس قسم کا آدمی ہے؟ میرا مطلب ہے وہ بزدل تو نہیں ہے لیکن کچھ آرٹسٹ قسم کا آدمی ہے۔ نکولائی کے متعلق میری اس رائے کو خدا را مضحکہ خیز نہ سمجھنا۔ بیحد بھولا بھالا اور کھلنڈرا ہے۔ وہ ناچتا ہے اور گاتا ہے اور کہتے ہیں کہ داستان گو بھی ہے۔ دور دور کے دیہاتوں کے لوگ اس سے کہانیاں سننے یہاں آتے ہیں، وہ کچھ پڑھنا لکھنا بھی جانتا ہے، ذرا ذرا سی بات پر اتنا ہنستا ہے کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور وہ بے تحاشہ پیتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ عادی شرابی ہے بلکہ اس لئے کہ لوگ اسے پلاتے

ہیں اور اپنا بھلا برا سمجھے بغیر بچوں کی سی معصومیت سے پی لیتا ہے۔ اس نے چوری بھی کی ہے لیکن اسے جرم یا گناہ یا چوری نہیں سمجھتا ہے کیونکہ بقول اس کے، "اگر کہیں سے ضرورت کی کوئی چیز اٹھالی جائے تو کیا یہ چوری ہوئی؟" نکولائی قدامت پسند ہے، تو می کلیسا کا مخالف ہے، اس کے خاندان کے کل افراد اس مذہبی گروہ یا فرقے میں تھے جسے "گریز زدہ" کہتے ہیں خود نکولائی اپنے گاؤں کے کسی بزرگ کا مرید بن گیا تھا اور پورے دیہال تک ان سے روحانیت کا سبق لیتا رہا تھا۔ یہ باتیں مجھے خود نکولائی نے اور اس کے گاؤں کے لوگوں سے معلوم ہوئیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ تارک الدنیا بننے اور کسی جنگل یا کسی پہاڑ پر سنیاس لینے کا بھی ارادہ کر چکا تھا۔ وہ مذہب کے سلسلے میں وہ ہے جسے "کٹر" کہتے ہیں۔ جنھیں مذہب کا جنون ہوتا ہے۔ وہ توراتوں کو اللہ اللہ کر عبادت کرتا تھا۔ اکثر دفعہ رات رات بھر عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ وہ قدیم اور "سچی" کتابوں کا مطالعہ کرتا اور پاگل ہو ہو جاتا تھا۔

"پیٹرس برگ کی ہماہمی نے عموماً اور یہاں کی شراب اور خوبصورت عورتوں نے اسے خصوصاً متاثر کیا۔ میں نے کہا نہیں کہ وہ جذباتی آدمی ہے؟ خیر جناب تو یہاں آکر وہ اپنے پیر اور روحانیت کو بھول گیا۔ معتبر ذریعے سے معلوم ہوا کہ ایک آرٹسٹ اس پر ریجھ گیا — یا زیادہ مہذب لفظوں میں یوں کہو کہ اسے پسند کرنے اور اس کے یہاں آنے جانے لگا تھا اور اب اس پر یہ بپتا پڑی۔ خیر۔ تو اس کے بعد وہ ڈر گیا اور اس نے گلے میں پھندا ڈال کر "خودکشی" کرنے کی کوشش کی۔ پھر یہاں سے بھاگ جانا چاہا۔ اب اس کا کیا علاج کہ لوگ قانونی چارہ جوئی کے نام سے

بھی بھڑ کتے ہیں ۔ یہ چیز تو روس کے لوگوں کے لئے ہوّا بن گئی ہے ۔ عدالت اور مقدمہ کے نام سے ہی لوگوں کو بخار چڑھ آتا ہے ۔ خدا جانے اس میں قصور کس کا ہے ؟ اب دیکھنا یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں سے عدالت کا خوف دور کرنے کے لئے نئی جیوری کیا کرتی ہے ۔ خیر ۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ جیل کی کوٹھری میں نکولائی کو اپنے پیر یاد آ گئے اور اس نے ایک بار پھر انجیل کی تلاوت شروع کر دی ۔ غالباً تم نہیں جانتے کہ بعض لوگوں کے نزدیک لفظ " اذیت " کتنا زبردست ہوتا ہے ؟ ان لوگوں کا یہ ایمان ہے کہ اپنے آپ کو اذیت میں مبتلا کر کے ہی آدمی اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرتا ہے ۔ اور اگر یہ اذیت انھیں خود حکومت کی طرف سے مل جائے تو گویا نور ٌ علیٰ نور ۔ مجھے یاد ہے کہ کبھی جیل میں ایک قیدی ہوا کرتا تھا ۔ بے حد شریف اور گائے کی طرح بے زبان ۔ خیر جناب تو ایک سال ہر رات بلا ناغہ انجیل پڑھتا رہا اور اتنے خشوع سے کہ اسے اپنے پرائے کا ہوش نہ رہتا ۔ ایک دن گورنر صاحب معائنہ کرنے آئے ۔ اس قیدی نے بے سبب ہی جو ٹھے ہیں سے ایک اینٹ گھسیٹ کر گورنر صاحب پر کھینچ ماری ۔ حالانکہ انھیں لگی نہیں ۔ در اصل قیدی خود بھی گورنر صاحب کو زخمی کرنا نہ چاہتا تھا ۔ چنانچہ اس نے اینٹ اس طرح پھینکی تھی کہ وہ گورنر صاحب سے کوئی ایک گز ادھر سے نکلی چلی گئی ۔ سبھی جانتے ہیں کہ اگر کوئی قیدی گورنر صاحب پر حملہ کرے تو اسے کتنی سخت سزا دی جاتی ہے ۔ چنانچہ اس قیدی کو بھی سزا دی گئی اور اس نے خوشی سے یہ اذیت برداشت کی ۔

" تو کہنے کا مطلب یہ کہ نکولائی بھی میرے خیال میں ، اس قسم کی اذیت

برداشت کر کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہے وہ غیر شعوری طور پر بھی چاہتا ہے اور یہ میں جانتا ہوں۔ اب اس سے تو تمہیں بھی انکار نہ ہوگا کہ دیہات کے لوگ سنکی اور مذہبی جنون میں مبتلا ہوتے ہیں۔ گاؤں کے ان بزرگ نے، جن کی مریدی اس نے قبول کی تھی، نکولائی کو پھر متاثر کرنا شروع کر دیا ہے خصوصاً اس وقت سے جب اس نے پھندا لگا کر خودکشی کرنے کی کوشش کی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ ایک دن وہ خود مجھے ساری باتیں بتا دے گا۔ وہ میرے پاس آئے گا اور سب کچھ اگل دے گا۔ تم سمجھتے ہو کہ وہ اپنی بات پر اڑا رہے گا یا خاموش رہے گا؟ نہیں، میرے دوست، نہیں، میں جانتا ہوں کہ مذہبی جنون سب کچھ کرا سکتا ہے۔ لیکن نکولائی اپنے الفاظ واپس لے گا، اپنی بے گناہی کے ثبوت پیش کرے گا اور حلف انکاری اٹھائے گا۔ نکولائی سے مجھے خاصی دلچسپی ہے اور میں اس کی نفسیات کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اور جناب کمال ہے کہ اس نے بعض سوالوں کے جواب ایسے صحیح اور برجستہ دیئے کہ خود میں بھی حیران رہ گیا۔ ہی ہی ہی۔ صاف ظاہر ہے کہ اس نے ضروری معلومات حاصل کر کے پہلے ہی سے اپنے آپ کو تیار کر لیا تھا ہی ہی ہی۔ اس کے باوجود وہ سٹ پٹا گیا۔ بعض باتیں ایسی تھیں جن سے وہ بے خبر تھا۔ چنانچہ جب ان کے متعلق پوچھا گیا تو وہ بغلیں جھانکنے لگا خود اس بچارے کو احساس نہ تھا کہ وہ ان باتوں سے بے خبر تھا۔

" نہیں۔ روڈیا رامانووچ! یہ کام نکولائی کا نہیں ہے۔ وہ تو پرانے زمانے کا آدمی ہے، اس کے خیالات عہد قدیم سے تعلق رکھتے ہیں، یہ معاملہ جدید ہے۔ ہمارے تمہارے زمانے کا جبکہ انسان کے دل میں فاسد مادہ پیدا ہو گیا ہے، جبکہ انسان بے چین ہے، جبکہ کہا جاتا ہے کہ انسان کی رگوں

میں نیا خون گردش کر رہا ہے اور نہ وہ عیش و آرام کو زندگی کا واحد مقصد سمجھ رہا ہے۔ نہیں۔ یہ کام نکولائی کا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ تو اس شخص کا کام ہے جو خوابوں کی دنیا میں بستا ہے، جس کے دل میں بہت سے ڈرامائی نظریات کلبلا رہے ہیں۔ روڈیا رامانووچ؟ یہ ایک عجیب معاملہ ہے اور عجیب انسان کا معاملہ ہے۔ اس شخص نے اپنے نظریات کی تکمیل کے لئے پہلا قدم اٹھایا ہے یا یوں کہو کہ پہلا قدم اٹھانے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ ایک خاص قسم کا ارادہ ہے اس کو اس طرح، سمجھنے کی کوشش کرو کہ ایک شخص اوپر سے کود پڑنے کا ارادہ کر کے کسی بلند مینار کی چوٹی پر پہونچتا ہے لیکن جب وہ اوپر پہونچتا ہے تو اس کی ٹانگیں کانپنے لگتی ہیں۔ یہاں بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ ایک جرم کرنے کا ارادہ کر کے یہ شخص اپنے گھر سے نکلا۔ بلکہ یوں کہنا ——— صحیح ہو گا کہ وہ خود سے نہیں نکلا تھا بلکہ کسی غیبی قوت نے اسے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن جرم کرتے وقت یا یوں کہو کہ اپنے نظریات کی تکمیل کے سلسلے میں پہلا قدم اٹھاتے وقت وہ کانپ جاتا ہے، گھبرا جاتا ہے، دروازہ بند کرنا بھول جاتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک کے بجائے بیک وقت دو خون کر دیتا ہے۔ اس نے خون تو کر دیا لیکن روپیہ نہ لے سکا اور جو کچھ لے لیا تھا اسے ایک پتھر کے پیچھے دبا دیا۔ وہ روحانی تکلیف، سنسنی اور اُمید و بیم کی حالت اس کے لئے کافی نہ تھی جب وہ دروازے کے پیچھے دبکا کھڑا تھا اور باہر سے لوگ دروازہ پیٹ رہے اور گھنٹی بجا رہے تھے۔ چنانچہ وہ نیم غفلت کے عالم میں دوسری دفعہ وہاں گیا۔ وہ ایک بار پھر اسی سنسنی سے لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔ وہ خود مسلسل گھنٹی بجاتا رہا۔ ظاہر ہے کہ اسے وہ وقت یاد آ گیا ہو گا جب وہ خود دروازے کے پیچھے دبکا ہوا تھا اور ظاہر ہے کہ دوسری دفعہ بھی اس

نے ایسی ہی سنسنی محسوس کی ہوگی۔ خیر خباب۔ ہم مانتے ہیں کہ وہ بیمار تھا۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ وہ خونی ہونے کے باوجود اپنے آپ کو حق بجانب اور مخلص سمجھتا ہے اور دوسرے انسانوں کو حقیر و ذلیل۔ اپنے آپ کو معصوم و مظلوم ظاہر کرتا ہے، دنیا کے سامنے اپنے آپ کو، سوسائٹی کے مظالم کا شہید کے طور پر پیش کرتا ہے۔ نہیں روڈیا رامانووچ! یہ کام نکولائی کا نہیں ہے۔"

پرافری کی اس طویل تقریر کا ابتدائی حصہ تھا جیسے وہ، یعنی پرافری اپنی غلط فہمی پر پشیمان ہو لیکن اس کے آخری الفاظ ایسے خلاف توقع تھے کہ راسکولنکاف کانپ گیا اور اس نے یوں محسوس کیا جیسے کسی نے اچانک اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہو۔

"تو پھر ۔۔۔ تو پھر ۔۔۔ خون ہے؟" راسکولنکاف نے گھبرا کر مری ہوئی آواز میں پوچھا۔ وہ یہ تو پوچھنا نہ چاہتا تھا لیکن اپنے آپ کو روک نہ سکا پرافری کرسی کی پشت سے یوں ٹیک لگا کر بیٹھ گیا جیسے راسکولنکاف کے سوال سے حیران ہو۔

"خونی کون ہے؟" اس نے راسکولنکاف کے الفاظ دہرائے جیسے اس کا اپنے کانوں پر سے اعتبار اٹھ گیا ہو۔ "میرے دوست! خونی تم ہو ۔۔۔ تم۔" اس نے بڑے یقین سے سرگوشی میں کہا۔

راسکولنکاف ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا، چند ثانیوں تک یونہی کھڑا رہا اور پھر کچھ کہے بغیر دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کے ہونٹ کانپ اور گالوں کے پٹھے تھرتھرا رہے تھے جیسے اس پر تشنج کا دورہ پڑا ہو۔

"تمھارے ہونٹ کانپ رہے ہیں۔ پہلے کی طرح۔" پرافری نے

ہمدردانہ لہجے میں کہا۔ "تم شاید مجھے غلط سمجھ رہے ہو اور اسی لئے حیرت زدہ ہو۔ آج اسی مقصد سے میں یہاں آیا ہوں کہ ساری باتیں صاف صاف کہہ دوں۔ تاکہ آج ہی سب باتوں کا فیصلہ ہو جائے۔"

"نہیں۔ نہیں۔ میں نے اس کا خون نہیں کیا۔" راسکولنکاف نے اس بچے کی طرح خوفزدہ ہو کر کہا جو کوئی برا کام کرتے ہوئے پکڑا گیا ہو۔

"نہیں روڈیا رامانووچ۔ خونی تم ہو۔ صرف تم۔ کوئی دوسرا نہیں" پرافری نے اسی طرح یقین سے سرگوشی میں کہا۔

اور اب دونوں خاموش تھے۔ خاموشی کا یہ وقفہ دس منٹ تک رہا۔ راسکولنکاف نے کہنیاں میز پر ٹکا دیں اور اپنے بالوں میں انگلیوں سے کنگھی سی کرنے لگا بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ اپنے بال نوچنے لگا پرافری خاموش اور راسکولنکاف کے کچھ کہنے کا منتظر تھا۔ دفعتہ راسکولنکاف نے غصے اور نفرت سے پرافری کی طرف دیکھا۔

پرافری! تم پھر اپنی پرانی چالیں آزمانے لگے؟ اب تک تمہارا دل نہیں بھرا؟"

"بس کرو یار۔ اب ان باتوں سے کیا فرق پڑ جائے گا؟ ہاں اگر یہاں دو چار گواہ موجود ہوتے تو بات دوسری تھی۔ لیکن یہاں ہم دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں ہے۔ چنانچہ مجھے اپنی چالیں آزمانے کیا ضرورت ہے؟ تم خود سمجھدار ہو چنانچہ دیکھ اور سمجھ سکتے ہو کہ میں شکاری کتے کی طرح تمہارا پیچھا کرنے اور تمہیں خرگوش کی طرح رگیدنے نہیں آیا ہوں۔ تم اقرار کرو یا نہ کرو۔ مجھے بہرحال یقین ہے کہ خونی تم صرف تم ہو۔"

"اگر تمہیں یقین ہے تو یہاں کیوں آئے ہو؟" راسکولنکاف نے بے چینی سے پہلو بدلا "میں پھر تم سے وہی پوچھتا ہوں کہ اگر تم مجھے ہی خونی سمجھتے ہو تو گرفتار کیوں نہیں کر لیتے؟"

"بہت اچھا۔ میں تمہارے سوال کا جواب ترتیب وار دوں گا سنو۔ اول تو اس لئے کہ تمہیں ابھی گرفتار کرنے سے نہ تو مجھے دلچسپی ہے اور نہ ہی اس سے مجھ کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی! اگر تمہیں یقین ہے کہ خونی میں ہی ہوں تو پھر تمہارا فرض ہو جاتا ہے کہ مجھے ابھی اور اسی وقت گرفتار کر لو۔"

"میرے یقین کو اس معاملے سے کیا تعلق؟ میرا مطلب ہے میرے یقین سے کیا ہوتا ہے؟ اور میں تمہیں گرفتار کیوں کر دوں؟ تمہیں مطمئن کرنے کے لئے؟ تمہیں اپنے بچاؤ کا موقع دینے کے لئے؟ چونکہ خود تم مجھے یہ مشورہ دے رہے ہو یعنی گرفتار کرنے کا، اس لئے میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ تم بچاؤ کے اس طریقے سے واقف ہو۔ مثلاً اگر میں نے تمہیں اس بے وقوف کاریگر کے سامنے کھڑا کر دیا تو تم اس سے پوچھو گے "سچ کہنا تم پیئے ہوئے تھے یا نہیں؟ کس نے دیکھا تھا مجھے تمہارے ساتھ؟ میں جانتا ہوں کہ تم شرابی ہو اور اس وقت تم نشے میں تھے۔ تھے کہ نہیں؟" اگر تم نے اس سے یہ پوچھا تو پھر میں کیا جواب دوں گا؟ پھر میرا یقین کس کام آئے گا؟ خصوصاً اس لئے کہ تمہارا بیان اس بے وقوف کاریگر سے زیادہ مدلل اور قابل قبول ہوگا۔ کیونکہ اس بیچارے کے بچاؤ کے لئے نفسیات ہے۔ صرف نفسیات اور تم جانو صرف نفسیات کے سہارے کسی کو بے گناہ ثابت کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔ اس کے برخلاف تمہارا تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھے گا کیونکہ سب ہی جانتے ہیں کہ وہ احمق مچھلی کی طرح پیتا ہے اور میں خود

کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ نفسیات دو دھاری تلوار ہے اس کی ایک طرف کی دھار دوسری طرف کی دھار سے زیادہ تیز ہے اور جب اسے استعمال کرنے والا ہوشیار ہو تو اپنے آپ کو صاف بچائے جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی ایسا ثبوت ہے نہیں جس کو تمھارے خلاف استعمال کر سکوں۔ بہرحال جلد یا بدیر میں تمہیں گرفتار تو کر ہی لوں گا۔ اور سچ پوچھو تو اس وقت میں تمہیں یہی بتانے آیا تھا حالانکہ یہ ہمارے اصول اور قانون کے بھی خلاف ہے تمھاری گرفتاری سے مجھے کوئی ذاتی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ بات بھی میں تمھیں اصول اور قانون کے خلاف ورزی کر کے بتا رہا ہوں۔ میرے یہاں آنے کی دوسری وجہ۔۔۔

"کیا ہے دوسری وجہ؟" راسکولنکاف نے بے صبری سے پوچھا۔

"دوسری وجہ یہ ہے کہ میں اپنی صفائی پیش کرنا چاہتا ہوں۔ تم نے میرے متعلق جو غلط رائے قائم کر لی ہے اسے بدلنا چاہتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ تم مجھے پتھر دل اور عفریت نہ سمجھو۔ مانو یا نہ مانو لیکن یہ حقیقت ہے روڈیا کہ مجھے تم سے انسیت ہو گئی ہے۔ اور تیسری بات یہ کہ میں تمھیں یہ مخلصانہ اور دوستانہ مشورہ دینے آیا ہوں کہ اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دو یہ بات تمھارے لئے اور خود میرے لئے مفید ثابت ہوگی۔ میرے سر سے ایک بوجھ ٹل جائے اسے کہو دوست کہ میں نے اپنے دل کی ساری باتیں صاف صاف کہہ دیں کہ نہیں؟ یقین کرو دوست میں تمھاری بھلائی چاہتا ہوں"

راسکولنکاف ایک منٹ تک کچھ سوچتا رہا۔

"سنو پرافری!" اس نے کہا "تم ابھی ابھی اقرار کر چکے ہو کہ نفسیات کے علاوہ کوئی دوسری چیز تمھارے پاس ہے نہیں جسے تم میرے خلاف استعمال کر سکو لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نفسیات کو چھوڑ کر ایک دم ریاضیات پر اتر آئے ہو لیکن میں پوچھتا

ہوں کہ اگر تم غلطی پر ہو تو ؟"

" نہیں میرے دوست ۔ میں غلطی نہیں کر رہا ۔ میرے پاس ایک چھوٹا سا ثبوت بھی ہے جو ساری مشکلیں آسان کر سکتا ہے "

" کیسا ثبوت ؟ "

" معاف کرنا دوست ! یہ میں نہ بتاؤں گا لیکن اتنا بتا دوں کہ اس معاملے کو اب اور زیادہ التوا میں ڈالنے کا مجھے حق نہیں ۔ مجھے تمہیں گرفتار کرنا ہے اور کروں گا ۔ چنانچہ دوست ! تم میرے مشورے پر غور کر لو ۔ آج نہیں تو کل یا پرسوں تم بہر حال گرفتار کر لئے جاؤ گے ایک دو دن کی تاخیر سے کوئی فرق نہ پڑ جائے گا ۔ تم سوچ لو رونہ یا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے تمہارے فائدے کے لئے ہی کہا ہے ۔ تم اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دو ، اقرار جرم کر لو اور یقین کر لو دوست یہی تمہارے حق میں بہتر ہے "

راسکولنکاف ہلکی ہنسی سے مسکرایا ۔

" تمہاری باتیں مہمل اور مضحکہ خیز ہی نہیں بلکہ توہین آمیز بھی ہیں ۔ تمہاری ڈھٹائی کی داد دینی پڑتی ہے ۔ اگر میں مجرم ہوں بھی ، جسکا میں اقرار نہیں کر رہا تو کیا ضروری ہے کہ اپنی مرضی سے اس کا اقرار کر لوں جبکہ خود تم کہہ رہے ہو کہ جیل میں مجھے اطمینان نصیب ہو گا اور میرے بچاؤ کی راہ نکل آئے گی ؟ یہ کیسا تضاد ہے ؟ "

" میرے دوست ! لفظوں کے جال میں مت الجھو ۔ شاید جیل اتنی امن و سکون کی جگہ نہیں ہے جتنی کہ تم سمجھ رہے ہو ۔ یہ تو میرا اپنا اندازہ ہے کہ شاید یوں ہو ۔ اور تم میری ہر بات کو سند کیوں سمجھ لیتے ہو ؟ میں نہ تو دانا ہوں اور نہ ہی کوئی عظیم انسان جس کی ہر بات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے ۔ ہو سکتا ہے کہ اس وقت بھی میں

تم سے کچھ چھپا رہا ہوں۔ ظاہر ہے کہ میں نے اپنے سارے پتے میز پر نہیں رکھ دیئے۔ چند باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جنھیں کھلاڑی آخری وقت کے لئے بچا رکھتا ہے۔ ہی ہی ہی۔ حیرت ہے کہ یہ تم پوچھ رہے ہو کہ اس سے کیا فائدہ ہوگا کیا واقعی تم نہیں جانتے کہ اگر تم نے خود سے آکر اقرار جرم کر لیا تو تمھاری سزا میں تخفیف ہو جائے گی؟ ذرا خیال تو کرو کہ تم اقرار کب کرو گے؟ لیکن اس وقت جب ایک آدمی نے گناہ اپنے سر لے کر معاملے کو الجھا دیا ہے۔ ایسے نازک وقت میں تم آگے آکر حکومت اور قانون سے تعاون کرو گے، اس کی مدد کرو گے تو ظاہر ہے کہ قانون بھی تم سے رعایت کرے گا۔ اس بات پر غور کیا ہے کبھی ــــ اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس وقت پولیس اسٹیشن کا انتظام اس طرح کروں گا کہ تمھارا اقرار جرم ایک بم کی طرح پھٹے گا اور لوگ سناٹے میں آجائیں گے۔ یہ میں بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنے شک اور آج کی ملاقات کے متعلق بھی پولس سے کچھ نہ کہوں گا اور نفسیات کے بکھیڑے کو بھی بیچ میں نہ لاؤں گا تاکہ تمھارا جرم، جرم نہیں بلکہ نوجوانی کی ایک لغزش معلوم ہو اور سچ پوچھو تو یہ ایک لغزش ہی تھی ــــ رڈیا! میں مخلص اور سچا آدمی ہوں۔ چنانچہ اپنا وعدہ پورا کروں گا"

راسکولنکاف خاموش رہا۔ اس نے سر جھکا لیا۔ وہ بہت دیر تک سوچتا رہا۔ اور پھر وہ مسکرایا یعنی اس کی یہ مسکراہٹ اداس بھی اور تلخ بھی نہ تھی بلکہ سردیوں کی صبح کی دھوپ کی طرح نرم تھی۔

"نہیں ــــ" اس نے یوں کہا جیسے اب اسے اپنے جرم سے انکار نہیں "نہیں ــــ مجھے رعایت کی ضرورت نہیں۔ میری سزا میں تخفیف ہو یا نہ ہو مجھے اسکی پرواہ نہیں۔"

"میں یہی ڈر رہا تھا مجھے" پرافری نے بے اختیار کہا "شروع سے یہی خوف تھا

کہ تم اپنی سزا میں تخفیف کی کوئی پروا نہ کروگے۔

راسکولنکاف نے متاثر ہو کر اداس نظروں سے پرافری کی طرف دیکھا۔

"میرے دوست! زندگی کو بیکار اور حقیر نہ سمجھو" پرافری نے سلسلۂ کلام جاری رکھا "تمھارے سامنے ایک لمبی شاہراہ ہے جسے تمھیں طے کرنا ہے۔ اس شاہراہ پر ابھی تم چند قدم ہی چلے ہو اس کے باوجود کہتے ہو کہ سزا میں تخفیف کی ضرورت نہیں"

"شاہراہ! کون سی شاہراہ؟"

"زندگی کی، میرے دوست، زندگی کی، آخر کس قسم کے پیغمبر ہو تم؟ کیا جانتے ہو تم زندگی کے متعلق؟ خود خدا کہتا ہے کہ تلاش کرو اور تم حاصل کر لوگے۔ ظاہر میں جو بات بری معلوم ہوتی ہے باطن میں وہی کسی اچھے انجام کی تمہید ہوتی ہے ہو سکتا ہے کہ خدا اس طرح تمھیں سیدھے راستے پر ڈال کر اپنے قریب لانا چاہتا ہو اور پھر یہ ہمیشہ کے لئے تو ہے نہیں۔ میری مراد قید سے ہے....

"وقت کی طنابیں کھینچ لی جائیں گی؟" راسکولنکاف ہنسا۔

"تعجب ہے کہ تمھارے خیالات بورژوائی ہیں اور انہی لوگوں کی طرح تمھیں اپنی جھوٹی عزت اور شان عزیز ہے۔ سچ کہنا رسوائی کا خوف تمھارے مانع ہے کہ نہیں؟ لیکن ہو سکتا ہے کہ تمھارا یہ خوف بے بنیاد ہو۔ میری مانو دوست۔ بے خوف و جھجک اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر کے اقرار جرم کر لو اور پھر جو ہوگا اچھا ہوگا۔"

"ہٹاؤ یار" راسکولنکاف نے نفرت اور بیزاری سے کہا۔

"بہت اچھا۔ تم چاہتے ہو تو ہٹاؤ۔ دراصل تمھارا اعتبار اٹھ گیا ہے ہر ایک پر سے اور تم سمجھتے ہو کہ میں تمھاری خوشامد کر رہا ہوں لیکن میں پوچھتا ہوں

ابھی تم نے دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے؟ کتنے تلخ تجربات ہوئے ہیں تمہیں؟ زندگی
کے کتنے نشیب و فراز سے گزرے ہو تم؟ کتنا سمجھا ہے تم نے زندگی کو؟ تم نے
ایک نظریہ قائم کیا لیکن اس کی ناکامی پر تم خود ہی شرمندہ ہوئے۔ بے شک
تمہارا نظریہ سطحی اور ناکام تھا لیکن میرے دوست خود تم نے سطحی، نکمے اور
نامعقول انسان نہیں ہو کم سے کم یہ ضرور ہوا کہ تم زیادہ دنوں تک اپنے آپکو
دھوکا نہ دے سکے اور ایک ہی جست میں آخری منزل تک پہنچ گئے۔ جانتے
ہو تمہارے متعلق میری کیا رائے ہے؟ تم اُن لوگوں میں سے ہو میرے دوست کہ اگر
ان کی آنتیں نکال کر دوزخ میں گھسیٹی جائیں تب بھی وہ اپنے عذاب دہندہ
کے سامنے مسکراتے ہیں کہ شاید انھیں کچھ مل جائے، شاید انھیں خدا مل
جائے، شاید ان کا کھویا ہوا اعتبار انھیں واپس مل جائے۔ تم بھی تھوڑا
سا اعتبار پیدا کر لو اور تم جی جاؤ گے۔ مدت سے تبدیل آب و ہوا اور
نئے ماحول کی ضرورت ہے۔ اذیت کوئی بری چیز نہیں۔ تھوڑی سی برداشت
کر لو۔ نکولائی نے شاید اذیت کی تمنا کر کے اپنے حق میں اچھا کیا ہے۔ میں جانتا
ہوں کہ تم ان باتوں پر یقین نہیں رکھتے۔ لیکن دوست! ضرورت سے زیادہ عقلمند
نہ بنو۔ بے خوف و خطر اپنے آپ کو زندگی کے حوالے کر دو۔ بیدھڑک منجدھار میں
کود پڑو اور موجیں تمہیں کنارے تک پہنچا دیں گی اور تم اپنے پیروں پر کھڑے
ہو سکو گے۔ تم پوچھو گے کون سا کنارا؟ یہ میں نہیں جانتا البتہ یہ ضرور جانتا
ہوں کہ تمہارے سامنے پوری زندگی ہے، بہت سی چیزیں تمہاری منتظر ہیں
اور زندگی کی مسرتیں اپنی آغوش وا کئے ہوئے خوش آمدید کہنے کیلئے تمہاری
راہ تک رہی ہیں۔ دوست! زندگی کو اتنا حقیر اور بیکار نہ سمجھو۔ میں جانتا ہوں
کہ تم میری اس تقریر کو پہلے سے تیار کردہ واعظ سمجھ رہے ہو۔ لیکن ایک وقت آئیگا

جب تمہیں میری باتیں یاد آئیں گی اور شاید تمہارے کام بھی آئیں گی اور راسخی اِس سے اس وقت میں بولے جا رہا ہوں۔ میرے خیال میں یہ اچھا ہی ہوا کہ تم نے صرف ایک بڑھیا کو قتل کر دیا۔ اگر تم نے کوئی دوسرا نظریہ قائم کیا ہوتا تو تم اس سے ہزار گنا برا، سنگین اور نفرت انگیز کام کر گزرتے۔ تمہیں تو خدا کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ بات ایک بڑھیا پر ہی ٹل گئی۔ کیا پتہ خدا کسی اور کام کے لئے زندہ رکھنا چاہتا ہو۔ دل مضبوط رکھو اور خوف ترک کر دو۔ کیا تم اس عظیم کفارے سے ڈرتے ہو جو تمہیں ادا کرنا ہے؟ نہیں۔ یہ تو بڑی شرمناک بات ہو گی چونکہ — تم قدم اٹھا ہی چکے ہو اس لئے اب تمہیں چاہئے کہ دل مضبوط کرو۔ انصاف کا تقاضہ یہی ہے اور تمہیں انصاف اور قانون کے سامنے سر جھکا دینا چاہئے۔ میں جانتا ہوں کہ تم میری باتوں پر یقین نہیں رکھتے۔ میں کہہ چکا ہوں ہر ایک پر سے تمہارا اعتبار اٹھ چکا ہے لیکن یقین کرو میرے دوست کہ زندگی کی موجیں تمہیں صحیح سلامت کنارے تک پہنچا دیں گی۔ تم ہاری ہوئی بازی جیت لوگے اور زندگی تمہیں حسین معلوم ہو گی۔ فی الحال تو تمہیں تازہ ہوا کی ضرورت ہے، سمجھے صرف تازہ ہوا کی۔"

راسکولنیکاف نمایاں طور سے چونکا۔

"کون ہو تم؟ کہاں کے پیغمبر ہو تم؟ سکون کے کون سے بلند مقام سے تم میرے لئے یہ پیشگوئیاں کر رہے ہو؟"

"میں کون ہوں؟ جسے زندگی کچھ نہیں دے سکتی اور جو زندگی سے کچھ نہیں لے سکتا۔ میں کون ہوں؟ میں وہ ہوں جس کے دل میں اثرات اور ہمدردی ہے اور میں تھوڑا بہت علم بھی رکھتا ہوں۔ لیکن اپنے دن پورے کر چکا۔ زندگی مجھے جتنا کچھ اور جو کچھ دینا چاہتی تھی دے چکی۔ لیکن تمہاری

بات دوسری ہے تمھارے سامنے ساری زندگی پڑی ہے۔ تمہیں بہت کچھ سیکھنا اور بہت کچھ حاصل کرنا ہے۔ حالانکہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ تمھاری زندگی کیسی ہو گی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ دھوئیں کی طرح بے مصرف ہو۔ لیکن خدا نے بہرحال تمہیں زندگی عطا کی ہے۔ اگر تم نئے قسم کے لوگوں میں شامل ہو بھی گئے تو اس سے کیا فرق پڑ جائے گا؟ —— تمھارے جیسا آدمی زندگی کی محرومیوں کا ماتم نہیں کر سکتا اور یقیناً تم اس قسم کے آدمی نہیں ہو کہ کسی نعمت، یا عیش و آرام کا فقدان تمہیں آزردہ کر دے اور تم زندگی سے اکتا کر اسے حقیر اور بے کار سمجھنے لگو۔ اگر تم کچھ عرصے کے لئے روپوش ہو گئے تو اس سے کیا ہو گا؟ کچھ وقت کے لئے اگر لوگ تمھیں بھول گئے تو اس سے کیا فرق پڑ جائے گا؟ یہ فیصلہ وقت نہیں تم کرو گے سورج بنو، سورج اور پھر لوگ تمہیں دیکھیں گے۔ لیکن سورج کو پہلے سورج ہونا چاہئے۔ یہ تم ہنس کیوں رہے ہو؟ اس لئے کہ میں شیلر کی سی باتیں کر رہا ہوں؟ غالباً بلکہ یقیناً اب تک تم یہی سمجھ رہے ہو کہ میں خوشامد کر رہا اور تمہیں بہلا رہا ہوں۔ شاید تمھارا خیال ٹھیک ہی ہو یہی ہی ہی۔ شاید تمہیں مجھ پر یقین نہ کرنا چاہئے۔ بہت اچھا مت کرو۔ لیکن میں بھی کیا کروں؟ مجھے اعتراف ہے کہ میں اسی قسم کا آدمی ہوں لیکن ذرا ضرور کر دوں گا یہ فیصلہ تم خود کرو کہ میں کہاں تک کمینہ اور خود غرض اور کہاں تک مخلص ہوں۔"

"تم مجھے کب تک گرفتار کرنا چاہتے ہو؟"

"اگر ایک دو روز کے لیے تمہیں آزاد کر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ میرے دوست! میں نے جو کچھ کہا ہے اس پر غور کر لو اور

خدا سے دعا کرو۔ اس وقت تمھیں دعا کی سخت ضرورت ہے۔

"اور اگر کہیں میں بھاگ گیا تو؟" راسکولنکاف نے مسکرا کر پوچھا۔ اسکی یہ مسکراہٹ عجیب تھی۔

"تم ایسا نہ کرسکو گے۔ تمھاری جگہ اگر کوئی دیہاتی ہوتا تو بھاگ جاتا، دوسروں کے خیالات پر چلنے والا کوئی ترقی پسند ہوتا تو بھاگ جاتا، کیونکہ اسے اپنے نظریات پر اعتبار ہوتا۔ لیکن تمھارا اپنے نظریات پر سے یقین اٹھ چکا ہے پھر تم کس چیز کے سہارے بھاگو گے؟ اور اگر تم بھاگ بھی گئے تو کیا کرو گے؟ شاید کہیں روپوش ہو جاؤ گے۔ لیکن پھر کیا؟ نہیں بھائی! فرار تو تمھارے لئے بڑی بیہودہ اور تکلیف دہ بات ہوگی کیونکہ تنہائی سے تم بیزار ہو جاؤ گے۔ زندگی میں تمھیں جس چیز کی ضرورت ہے وہ ہے ایک خاص ماحول اور ایک مقام جو تمھارے مزاج اور طبیعت کے مطابق ہو۔ تو کیا فرار ہونے سے تمھیں یہ چیزیں مل جائیں گی؟ نہیں بہت جلد تمھیں اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا اور تب تم اپنے آپ ہی ہمارے پاس آجاؤ گے۔ یقین کرو دوست" ہمارے بغیر تمھارا کام نہیں چل سکتا۔" اور اگر میں نے تمھیں جیل میں ڈال دیا تو ایک یا دو یا زیادہ سے زیادہ تین مہینوں میں تم خود اپنے جرم کا اقرار کر لوگے اور یہ امر خود تمھارے لئے خلاف توقع اور باعث حیرت ہوگا۔ ایک گھنٹہ پہلے یہ تمھارے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا کہ تم اقرار جرم کرنے جارہے۔ مجھے یقین ہے کہ آخر کار تم "اذیت برداشت کرنے کا فیصلہ کر لوگے اس وقت تم میری باتوں کو ہوائی سمجھ رہے ہو لیکن ایک دن تم ان پر ایمان لے آؤ گے یقین کرو دوست" کفارہ" بڑی عظیم چیز ہے۔ میری طرف یوں نہ دیکھو۔ مجھے خود احساس ہے کہ میں موٹا ہو گیا ہوں لیکن اس سے کیا ہوتا ہے؟ مٹاپے کی وجہ سے میری باتوں کو مضحکہ خیز نہ سمجھو اپنے اس مٹاپے کے باوجود

میں کفارہ اور اذیت کا راز سمجھتا ہوں۔ نکولائی کا خیال صحیح ہے۔ ہر انسان
کو اذیت برداشت کرنی چاہیئے۔ اسی آگ میں جل کر آدمی نکھرتا ہے۔ نہیں رُوڈیا
رامانووچ، تم فرار نہ ہوگے۔"

راسکولنکاف نے ٹوپی اٹھائی۔ پرافری نے اس کی تقلید کی۔

"گھومنے جا رہے ہو؟ خوشگوار شام ہے بشرطیکہ طوفان نہ جائے۔ ویسے
طوفان بری چیز نہیں۔ اس سے ہوا صاف اور تازہ ہو جاتی ہے" پرافری
نے کہا اور اپنی ٹوپی اٹھالی۔

"پرافری! یہ نہ سمجھ لینا کہ میں نے تمھارے سامنے اپنے جرم کا اقرار کر لیا
ہے۔" راسکولنکاف نے چڑ کر کہا "تم عجیب آدمی ہو اور میں محض شوق کی خاطر
تمھاری باتیں سنتا رہا ہوں۔ خیال رہے میں نے کسی قسم اقرار نہیں کیا ہے۔"

"یہ میں جانتا ہوں اور تمھاری اس بات کو یاد بھی رکھوں گا۔ اُفوہ! کس
بری طرح سے تم کانپ رہے ہو؟ میرے دوست گھبراؤ مت۔ ہر کام تمھاری
مرضی کے مطابق ہوگا۔ دو چار دن آزادی سے گھوم پھر لو۔ لیکن یہ یاد رکھو
کہ میں تمھیں زیادہ دنوں تک آزاد نہ رکھوں گا۔ ایک آخری درخواست ہے
" پرافری نے دفعۃً آواز دبا کر کہا" درخواست تو بڑی واہیات ہے، لیکن
ہے ضروری۔ اگر کوئی ایسی ویسی بات ہونے والی ہو۔۔۔ میرا مطلب ہے اگر
تم ۔۔۔ (مجھے یقین ہے کہ تم ایسا نہیں کرو گے، ایسا کر ہی نہیں سکتے)
بہرحال اگر تم اگلے دو دنوں میں تم ساری باتوں کا فیصلہ ایک ہی وقت میں
کرنے کا ارادہ کر لو ۔۔۔ بڑی نامناسب بات کہہ رہا ہوں تاہم امید ہے
کہ حالات کے پیش نظر تم میری اس گستاخی کو معاف کر دوگے ۔۔۔ میرا
مطلب ہے ۔۔۔ آہم ۔۔۔ اگر تم خودکشی کرنے کا فیصلہ کر لو تو براہِ کرم

ــ کاغذ کے ایک پرزے پر اس پتھر کا اتہ پتہ لکھ دینا جس کے نیچے وہ ساری چیزیں دبی پڑی ہیں۔ اچھا دوست ــ خدا حافظ ــ دماغ صاف اور دل بڑا رکھو ــ

اور پرافری سر جھکا کر، راسکولنکاف سے نظریں چراتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ راسکولنکاف کھڑکی کے قریب پہنچا اور اس وقت تک وہیں کھڑا رہا جب تک کہ اس کے اندازے کے مطابق، پرافری بازار کے آخری سرے پر پہنچ کر موڑ نہ مڑ گیا۔ پھر وہ بھی پلٹا اور تیز تیز چلتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا

(۳)

وہ سیوادری گیلاف سے جلد سے جلد ملنے کے لئے بے چین تھا۔ اس آدمی سے راسکولنکاف کی کون سی امیدیں وابستہ تھیں؟ سیوادری گیلاف سے وہ کیا حاصل کر سکتا تھا؟ سچ تو یہ ہے کہ یہ وہ خود بھی نہ جانتا تھا۔ لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ شخص بڑی پر اسرار قوت کا مالک تھا اور اس کے ذریعہ اس نے راسکولنکاف پر گویا غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ راسکولنکاف کو جب یہ احساس ہوا تھا تب سے وہ بے چین تھا اس کے علاوہ اب سیوادری گیلاف سے ملنے کا وقت آ گیا تھا۔

سارے راستے اسے ایک سوال پریشان کرتا رہا ــ کیا سیوادری گیلاف پرافری سے ملنے گیا تھا؟

لیکن اگر اب تک وہ پرافری سے نہ ملا تھا تو کیا آئندہ بھی نہ ملے گا؟ اور راس نے فیصلہ کیا کہ کم سے کم فی الحال تو وہ پرافری کے پاس نہ جائے گا۔ کیوں؟ اس کیوں کا الجھیڑا وہ اس وقت نہ سلجھا سکتا تھا اور اگر سلجھا بھی سکتا تو اس بیکار سوال

کے پیچھے دولت ضائع نہ کرتا۔ یہ سب باتیں اسے پریشان کر رہی تھیں لیکن خدا جانے اسے اس کی پروا نہ تھی۔ یہ عجیب بات تھی اور شاید کوئی اس پر یقین بھی نہ کرے گا کہ اسے اپنے قریبی مستقبل کا خیال پریشان نہ کر رہا تھا اس کا مستقبل یوں سمجھیے کہ گاڑھی دھند میں لپٹا ہوا تھا لیکن اسے واضح طور پر دیکھنے کی خواہش نہ تھی اور نہ ہی وہ اس کے لئے اتنا بے چین تھا۔ البتہ جو چیز اسے پریشان کر رہی تھی۔ وہ در اصل کوئی دوسری ہی چیز تھی۔ کوئی بے حد اہم اور قوی چیز جس کی اپنی ایک الگ خصوصیت تھی اور جس کا تعلق تنہا راسکولنکاف کی ذات سے تھا۔ یہ بے چینی اس کے لئے سوہان روح بنی ہوئی تھی اور پچھلی بے چینی سے مختلف اور زیادہ پر قوت تھی۔ اس کے علاوہ وہ جسمانی تھکن محسوس کر رہا تھا حالانکہ اس کا دماغ پچھلے دنوں کی بہ نسبت زیادہ صاف تھا اور بغیر کسی الجھن کے کام کر رہا تھا۔

اور جو کچھ ہو گیا تھا کیا اس کے بعد بھی معمولی معمولی مشکلات کی خاطر سر کھپانا کار آمد ثابت ہو سکتا تھا؟ مثلاً حکمت سے سیدرگیلاف کو رازمی کے پاس جانے سے روک دینا سود مند ثابت ہو سکتا تھا؟ کیا معاملے کو سمجھنے کے لئے تمام تر ذہنی قوتیں صرف کر دینا، حقیقت کی چھان بین کرنا اور سیدرگیلاف جیسے آدمی کے پیچھے وقت برباد کرنے سے کوئی امید بندھ سکتی تھی؟ خدایا! وہ ان باتوں سے کس قدر بیزار تھا؟

اور پھر بھی وہ سیدرگیلاف سے جلد از جلد ملنا چاہتا تھا۔ کیا اس آدمی سے وہ کسی نئی چیز کا متوقع تھا؟ کوئی خبر؟ کوئی مشورہ؟ یا پھر فرار کی کوئی راہ؟ ڈوبتے لوگ تنکے کا سہارا لیتے ہی ہیں! یہ قسمت تھی یا فطری مناسبت جو دونوں کو قریب لا رہی تھی؟ یہ شاید تھکن تھی، شاید مایوسی تھی

شاید اسے سیوادری گیلاف نہیں بلکہ کسی احد کی تلاش تھی اور سیوادری گیلاف اتفاقاً سامنے آگیا تھا ۔ سونیہ ۔ لیکن وہ سونیہ کے پاس کیوں جائے ؟ ایک بار پھر اس سے آنسوؤں کی بھیک مانگنے کے لیے ؟ اس کے علاوہ وہ سونیہ سے خائف بھی تھا ۔ یہ لڑکی اس کے سامنے مجسم سرزنش اور ناقابل منسوخ فیصلہ بن کر کھڑی تھی چنانچہ اب اس کے سامنے دو ہی راستے تھے ۔ ایک اس کا اپنا اور دوسرے سونیہ کا ۔ یا تو اسے اپنی ہی راہ اختیار کرنی تھی یا پھر سونیہ کی ۔ اس کے علاوہ کوئی تیسرا راستہ نہ تھا ۔ بہرحال اس وقت وہ سونیہ کے پاس جانے کے لیے تیار نہ تھا ۔ فی الحال وہ سیوادری گیلاف کو کریدنا اور یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کس قسم کا آدمی تھا ۔ اور دل ہی دل میں اسے یہ اعتراف کرنا ہی پڑا کہ انجانے سبب کے باعث وہ ایک عرصے سے سیوادری گیلاف سے ملنا چاہتا تھا ۔

لیکن ان دونوں میں کون سی چیز مشترک تھی ؟ ان دونوں کے جرائم ایک سے ہو ہی نہیں سکتے تھے ۔ بے شک دونوں خونی تھے لیکن دونوں نے یہ خون اپنے اپنے ڈھنگ سے کئے تھے اس لئے اس بات کو بھی مشترک نہیں کہا جا سکتا اس کے علاوہ سیوادری گیلاف اوچھا ، نامعقول ، بداخلاق ، فریبی عیار اور کینہ پرور آدمی تھا ۔ اس کے متعلق ایسی ہی نفرت انگیز باتیں سنی گئی تھیں ۔ بے شک وہ کیتارینا کے بچوں کی دست گیری کر رہا تھا لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ اس میں اس کی کون سی شیطانی غرض پوشیدہ تھی اس کے کچھ نہ کچھ ارادے تو ہوتے ہی ہیں ۔ جو کچھ سنا ہے اس کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ یہ آدمی بے مقصد کوئی کام نہیں کرتا ۔

ایک خیال اور بھی تھا جو اس وقت راسکولنکاف کے دماغ میں چکر

کاٹ رہا اور اسے پریشان کر رہا تھا۔ یہ خیال اتنا اذیت ناک ثابت ہو رہا تھا کہ راسکولنکاف اسے جھٹک دینے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ بعض دفعہ وہ یہ سوچے بغیر نہ رہ سکتا تھا کہ سیوا دری گیلاف شکاری کتے کی طرح راستہ سونگھ سونگھ کر اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ اس نے راسکولنکاف کا راز جان لیا ہے اور یہ کہ اب وہ دونیہ کے لئے اپنا شیطانی جال تیار کر رہا ہے۔ کیا پتہ اب بھی اس کی نظر سونیہ پر ہو؟ بظاہر معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ دونیہ کے متعلق اب بھی وہ اپنے شیطانی ارادہ پر قائم ہے۔ یقیناً یہی بات ہے۔ یقیناً وہ دونیہ کو حاصل کرنا چاہتا ہے، اور اس کے لئے وہ کوئی کسر اٹھا نہ رکھے گا اور بڑی سے بڑی ترکیبیں آزمانے سے بھی گریز نہ کرے گا۔ اور ترکیبیں ایجاد کرنے میں تو وہ استاد ہے ہی۔ اب چونکہ راسکولنکاف نے سوچا، سیوا دری گیلاف اس کے راز سے واقف ہو چکا تھا اس لئے وہ اسے بلیک میل کرے گا۔ راسکولنکاف ظاہر ہے کہ اب اس کے اختیار میں تھا۔ یہاں آ کر صورت حال واقعی نازک ہو جاتی تھی۔ اگر سیوا دری گیلاف نے ایسا کیا تو؟ راسکولنکاف کے راز کو دونیہ کو اختیار میں لانے کے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا تو؟

یہ خیال اسے آسیب بن کر ستا رہا تھا اور نیند میں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑتا تھا لیکن اس وقت جب وہ سیوا دری کے پاس جا رہا تھا اس نے اتنی شدت اختیار کی کہ پہلے کبھی نہ کی تھی۔ اسی ایک خیال نے اسے غضب ناک کر دیا۔ اس کا بدن تپ گیا اور دماغ میں خشک جھکڑ سے چلنے لگے۔ اس کا چہرہ تمتما اٹھا اور اس کی روح تک کی بنیادیں ہل گئیں اس کے باوجود یہ خیال شدت اختیار کرتا چلا گیا۔ اگر ایسا ہی ہوا تو پھر معاملہ ایک نئی صورت اختیار کرے گا حتیٰ کہ خود اس کی حیثیت بھی بدل جائے گی۔ اسے فوراً اپنا راز دونیہ

پر ظاہر کر دینا پڑے گا اسے اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دینا پڑے گا محض دونیہ کو سبوا دری گیلان کے چنگل سے بچانے کے لئے۔ اور وہ خط ؟ آج صبح ہی تو دونیہ کو ایک خط ملا تھا۔ خدا جانے پیٹرس برگ میں ایسا کون ہے جو اسے خط لکھ سکتا ہے ؟ شاید لذ ہن۔ یہ ٹھیک ہے کہ دونیہ کی حفاظت کے لئے رازدسوہن موجود تھا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ وہ صورت حال سے باخبر نہ تھا تو کیا رازدسوہن کو سب کچھ بتا دینا ضروری ہے ؟ اس نے نفرت سے سوچا۔

کچھ بھی ہو بہر حال اسے جلد سے جلد سبوا دری گیلاف سے ملنا ہے آخر کار اس نے فیصلہ کیا۔ شکر ہے اس ملاقات کی تفصیلات زیادہ اہم نہ تھیں لیکن کاش کہ وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ سکتا۔ لیکن اگر واقعی سبوا دری گیلاف وہ کام کر گزرنے والا ہو تو ؟ اگر حقیقت میں وہ دونیہ کے خلاف سازش کر رہا ہو تو ؟ ۔

پچھلے ایک مہینے کے واقعات اور اندرونی کرب نے اسے اس قدر تھکا مارا تھا کہ اپنے سوالوں کا اسے ایک ہی جواب سوجھا تھا۔

"میں اسے مار ڈالوں گا۔ اس نے مایوسی سے سوچا۔

اس پر فوری افسردگی مسلط ہو گئی اور اس کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ چلتے چلتے ایک دم سے ٹھہر گیا اور سڑک کے بیچوں بیچ کھڑے ہو کر یہ دیکھنے لگا کہ وہ کہاں تھا اور کس طرف جا رہا تھا۔ وہ گھاس بازار سے، جہاں سے گزر کر وہ آیا تھا، کوئی چالیس پچاس قدم دور ایوخادسکی ایوانیو میں تھا دائیں طرف کی عمارت کی دوسری منزل کی ساری کھڑکیاں کھلی تھیں یہ ایک ریسٹوران تھا۔ کھڑکیوں کے سامنے سے گزرتے ہوئے انسانی سائے

ریسٹوران کے کھچا کھچ بھرے ہوئے ہونے کا پتہ دیتے تھے۔ کھلی ہوئی کھڑکیوں میں سے گانے، کملار ینیٹ وائلن اور تر کی ڈھول کے دھاکوں کی آوازیں تیرتی ہوئی باہر آرہی تھیں۔ حتیٰ کہ وہ عورتوں کی چیخوں اور قہقہوں کی آوازیں سن رہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ یہاں وہ کیسے آ گیا! وہ لوٹنے ہی والا تھا کہ دفعتہً اس کی نگاہیں ایک کھڑکی کی طرف اٹھ گئیں۔ یہ کھڑکی بھی کھلی تھی اور اس کے پیچھے ایک میز پر سیوا دری گیلاف اپنے منہ میں پائپ دبائے بیٹھا تھا۔ راسکولنکاف اسے دیکھ کر بھونچکا رہ گیا بلکہ اس اتفاق نے اسے دہشت زدہ کر دیا سیوا دری گیلاف اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور راسکولنکاف یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ چھپنا چاہتا ہے، اس سے پہلے کہ راسکولنکاف اسے دیکھ لے، کھسک جانے کی فکر میں تھا۔ راسکولنکاف فوراً یوں انجان بن گیا جیسے اس نے سیوا دری گیلاف کو دیکھا ہی نہ تھا البتہ وہ کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔ ہاں، اس کا خیال غلط نہ تھا۔ واقعی سیوا دری گیلاف اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کر رہا تھا اس نے اپنے منہ سے پائپ نکالا اور آہستہ سے اٹھ کھڑا ہوا لیکن فوراً ہی اسے احساس ہوا کہ راسکولنکاف نے اسے دیکھ لیا ہے فوراً اس کے ہونٹوں پر ریاکارانہ مسکراہٹ پھیل کر کانوں تک چلی گئی وہ دونوں سمجھ چکے تھے کہ دونوں نے نہ صرف ایک دوسرے کو دیکھ لیا تھا بلکہ وہ ایک دوسرے کی نقل وحرکت پر بھی نظر رکھے ہوئے تھے۔ آخرکار سیوا دری گیلاف کے منہ سے ایک قہقہہ پھوٹ پڑا۔

"ارے بھئی میں یہاں ہوں۔ اگر آنا چاہتے ہو تو آجاؤ" سیوا دری گیلاف نے کھڑکی میں سے گردن نکال کر کہا۔

راسکولنکاف پھسلواں زینے چڑھ کر ریسٹوران میں پہونچا سیوا دری گیلاف

ایک چھوٹے سے عقبی کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ کمرہ ریسٹوران کے اس بڑے کمرے کے سرے پر تھا جس میں بیس کے قریب چھوٹی میزیں لگی ہوئی تھیں اور ان پر بیوپاری، کلرک اور اسی قسم کے دوسرے لوگ بیٹھے چائے سٹرپ رہے تھے ایک طرف پیانو ٹن ٹنا رہا تھا اور ایک گانے والا گلا پھاڑ کر چلا رہا تھا۔ کسی دور کے کمرے سے بلیرڈ کی گیندوں کی "کھٹاک۔ کھٹاک" سنائی دے رہی تھی ——
سیوادری گیلاف کے سامنے میز پر ایک کھلی ہوئی بوتل اور شامپین سے لفف کے قریب بھرا ہوا گلاس پڑا تھا۔ اسی کمرے میں ایک لڑکا بھی ایک طرف کھڑا تھا جو ہاتھ باجا لیئے ہوئے تھا۔ اس کے قریب ہی سرخ گالوں والی اور تندرست ایک اٹھارہ سالہ لڑکی کھڑی تھی۔ وہ تنگ اسکرٹ اور نکروں کی سی فیتے والی ہیٹ پہنے تھی۔ حالانکہ بڑے کمرے میں گلا پھاڑ کر گانے والے کی آواز یہاں تک پہنچ رہی تھی اس کے باوجود سرخ گالوں والی لڑکی اپنی پھٹی ہوئی اور بھیجڑے کی سی آواز میں کوئی بازاری گیت گا رہی تھی لڑکا ہاتھ باجا بجا رہا تھا اور لڑکی اپنی آواز کو اس کے سروں کے اتار چڑھاؤ سے ملانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"بس" راسکولنکاف کمرے میں داخل ہوا تو سیوادری گیلاف نے کہا۔
لڑکی نے گانا فوراً بند کر دیا اور سر جھکا کر مودّب کھڑی ہو گئی۔ اس نے اپنا بیہودہ بازاری گیت بھی بڑی سنجیدگی سے گایا تھا۔

"فلپ! ایک گلاس لاؤ" سیوادری گیلاف نے چیخ کر کہا
"میں کچھ نہیں پیوں گا" راسکولنکاف بولا۔
"جیسی تمہاری مرضی لیکن یہ گلاس میں نے تمہارے لئے نہیں منگوایا۔
کتیا! لو پیو۔ آج کچھ اور نہیں ہو گا۔ تم جا سکتی ہو"
اس نے گلاس لبالب بھر کر لڑکی کو دیا اور جیب سے ایک سبز نوٹ نکال کر

میز پر رکھ دیا۔

لڑکی ایک ہی وقت میں گلاس خالی کر گئی، میز پر سے نوٹ اٹھایا۔ سیوادری گیلاف کا ہاتھ چوما ۔۔ یہ شاید روز کا معمول تھا چنانچہ سیوادری گیلاف سنجیدہ صورت بنائے بیٹھا رہا۔ اور لڑکی الٹے پیروں باہر چلی گئی ۔ لڑکا بھی اپنا ہاتھ باجا سنبھالتا چلا گیا۔ ان دونوں کو ٹرک پر سے لایا گیا تھا سیوادری گیلاف کو پیٹرس برگ آئے ابھی پورا ایک ہفتہ بھی نہ ہوا تھا لیکن اس نے اپنا سکہ جما لیا تھا حتیٰ کہ مسٹر فلپ بھی اس کا دوست بن چکا تھا جو اس کی خوشامد میں لگا رہتا تھا۔

کمرے کا دروازہ، جو ریسٹوران کے بڑے کمرے میں کھلتا تھا، عموماً بند رہتا تھا۔ چنانچہ سیوادری گیلاف سب سے الگ تھلگ اور شاید گھر کا سا سکون محسوس کرتا تھا اور اکثر دفعہ سارا سارا دن یہیں بیٹھا رہتا تھا۔ ریسٹوران غلیظ اور گھٹیا قسم کا تھا۔ دوسرے درجہ کے ریسٹوران بھی اس سے بہتر ہی ہوتے ہیں۔

"میں تم سے ملنا چاہتا تھا اور تمہاری ہی تلاش میں تھا" راسکولنکاف نے کہنا شروع کیا۔ "لیکن حیران ہوں کہ اس وقت میں پورا گھاس بازار عبور کر کے یہاں کیوں اور کیسے آ گیا! اس طرف تو میں کبھی آتا ہی نہیں۔ میں تو گھاس بازار سے بائیں طرف مڑ جاتا ہوں۔ اس کے علاوہ یہ راستہ تمہاری قیام گاہ کو بھی نہیں جاتا آج بے خیالی میں اس طرف آ گیا اور تم یہیں ہو۔ یہ واقعی عجیب بات ہوئی ہے۔"

"صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ یہ ایک معجزہ ہوا ہے۔"

"اس لئے کہ یہ ایک اتفاق ہے۔"

"بس یہی مصیبت ہے تم نوجوانوں کے ساتھ" سیوادری گیلاف ہنسا "تم نہ مانو گے۔ حالانکہ تم معجزے کے قائل ہو لیکن بڈھی سی معصومیت سے کہہ رہے

ہو کہ یہ ایک اتفاق ہے ۔ اور تم نہیں جانتے کہ جب اپنی رائے کے اظہار کا وقت آتا ہے تو یہ نوجوان کس قدر بودے ثابت ہوتے ہیں ۔ میرا اشارہ تمھاری طرف نہیں ہے کیونکہ تم اپنی ایک رائے رکھتے ہو اور اس سے ڈرتے بھی نہیں. یہی وجہ ہے کہ مجھے تم سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے "

"کوئی اور وجہ نہیں ؟"

"نہیں بس میرے لیے یہی کافی ہے"

—— سیوادری گیلاف نشے میں ضرور تھا لیکن بہت کم ۔ اس نے صرف آدھا ہی گلاس پیا تھا۔

"لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جب تم پہلی دفعہ مجھ سے ملنے آئے تھے تو اس وقت تم میری اس خصوصیت سے واقف نہ تھے جسے تم نے میری اپنی رائے کہا ہے "

"بھئی! وہ اور بات تھی ۔ ہر آدمی کا اپنا مخصوص طریق عمل ہوتا ہے اب رہا یہ معجزہ یا بقول تمھارے اتفاق ہے تو میرے بھولے دوست، معلوم ہوتا ہے پچھلے تین چار دنوں سے تم بس سوتے ہی رہے ہو۔ خود میں نے تمھیں اسی ریسٹوران کا پتہ بتایا تھا چنانچہ تمھارا یہاں آنا نہ تو معجزہ ہے اور نہ اتفاق ۔ خود میں نے تمھیں تفصیل سے بتایا تھا کہ یہ ریسٹوران کہاں ہے، کون سے راستہ سے یہاں پہنچا جا سکتا ہے اور یہ کہ میں کب یہاں ملتا ہوں ۔ یاد ہے؟

"نہیں مجھے کچھ یاد نہیں" راسکولنکاف نے حیرت سے کہا ۔

"مجھے تمھاری بات کا اعتبار ہے ۔ ریسٹوران کا پتہ میں نے تمھیں دو دفعہ بتایا تھا چنانچہ وہ تمھارے دماغ پر نقش ہو گیا چنانچہ اس وقت تم گھاس بازار سے میکانکی طور پر اس طرف آ گئے اور میرا بتایا ہوا پتہ تمھاری راہنمائی کرتا رہا حالانکہ اس کا احساس خود تمھیں نہ تھا ۔ تم خود نہ جانتے تھے کہ اس طرف کیوں آ رہے

ہو۔ کل جب میں اس ریسٹوران کا پتہ تمہیں بتا رہا تھا تو جانتا تھا کہ تم نہ تو سن
رہے ہو اور نہ سمجھ رہے ہو۔ روڈیا رامانووچ! تم ضرورت سے زیادہ خود فراموش
بنتے جا رہے ہو۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ اور دوسری بات۔ پیٹرس برگ میں
بہت سے ایسے لوگ مل جائیں گے جو راستہ چلتے ہوئے اپنے آپ سے باتیں کرتے رہتے
ہیں۔ یہ نیم پاگلوں کی بستی ہے۔ اگر ہمارے روس میں قابل سائنسداں ڈاکٹر اور
فلسفی وغیرہ ہوتے تو وہ پیٹرس برگ کو ہی اپنی تحقیقات کا میدان بناتے۔ دنیا
میں اس شہر جیسی جگہیں بہت کم ہیں جہاں کے لوگوں کے دماغوں پر ایسے اداس
تیز، تند، شدید اور عجیب وغریب اثرات مسلط ہوں۔ صرف آب و ہوا کا ہی اثر
کیا کچھ نہیں کر سکتا؟ اس کے علاوہ پیٹرس برگ روس کا مرکزی شہر ہے چنانچہ اس
کے اثرات پورے ملک میں پھیل سکتے ہیں لیکن چونکہ یہ مسئلہ زیر بحث نہیں اس لئے
خاک ڈالو اس پر۔ دراصل ۔۔ میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ میں نے تمہاری نقل و
حرکت کی نگرانی کی ہے اور تمہیں بڑے غور سے دیکھا ہے۔ جب تم گھر سے
نکلتے ہو تو تمہاری گردن اکڑی ہوئی ہوتی ہے اور سر اونچا ہوتا ہے۔ بیس قدم
چلنے کے بعد تمہارا سر جھک جاتا ہے اور تم اپنے ہاتھ پشت پر باندھ لیتے ہو تمہاری
آنکھیں کھلی ہوتی ہیں، تم اپنے سامنے دیکھ رہے ہوتے ہو لیکن درحقیقت
تم کچھ بھی نہیں دیکھتے۔ نہ سامنے، نہ دائیں اور نہ بائیں۔ آخر کار تمہارے
ہونٹ ہلنے لگتے اور تم اپنے آپ سے باتیں کرنے لگتے ہو بعض دفعہ تو تم اپنا ایک
ہاتھ ہلا کر بڑی جوشیلی تقریر سی جھاڑ دیتے ہو اور آخر میں سڑک کے بیچوں بیچ
کھڑے ہو جاتے ہو اور بہت دیر خود فراموشی کے عالم میں کھڑے رہتے
ہو۔ میرے دوست! یہ بات اچھی نہیں ہے۔ میرے علاوہ کوئی دوسرا بھی
تمہاری طرف متوجہ ہو سکتا ہے اور یہ بات تمہارے حق میں خطرناک ثابت

ہو سکتی ہے۔ مجھے تمھاری اس دیوانگی سے نہ تو کوئی تعلق ہے اور نہ مجھ میں تمھارا معالج بننے کی قابلیت ہے۔ لیکن یقین ہے دوست کہ تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے۔"

"تو کیا تم جانتے ہو کہ کوئی سائے کی طرح میرے پیچھے لگا ہوا ہے؟" راسکولنکاف نے مجسم سوال بن کر پوچھا۔

"نہیں تو۔ میرا مطلب ہے ایسی کوئی بات مجھے معلوم نہیں،" سیوادری گیلاف نے حیرت سے جواب دیا۔

"بس تو میرے ذکر کو یہیں ختم کرو۔"

"بہت اچھا۔ ختم کر دیا۔"

"اچھا مسٹر سیوادری گیلاف۔ اب میں تم سے ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ اگر تم پینے کے لئے یہاں آتے ہو اور خود تم نے مجھے دو دفعہ یہاں کا پتہ بتایا تھا اور یہاں آنے کی دعوت دی تھی تو پھر تم نے مجھے دیکھ کر چھپنے کی کوشش کیوں کی تھی؟ میں دیکھ رہا تھا کہ —— تم بھاگنے کی فکر کر رہے تھے۔ کیوں خیال رہے میں سڑک پر سے سب کچھ دیکھ رہا تھا چنانچہ تم مجھے جھٹلا نہیں سکتے۔

ہاہاہا۔ اور جناب کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ جب میں تم سے ملنے آیا تھا تو تم سوتے کیوں بن گئے تھے؟ میں دروازے میں کھڑا تھا، تم جاگ رہے تھے لیکن مجھے دیکھ کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ کیوں؟ خیال رہے کہ تم مجھے جھٹلا نہیں سکتے۔"

"رہی ہوں گی چند وجوہات۔ تم خود سمجھ سکتے ہو۔"

"تو جناب میری بھی تو چند وجوہات ہو سکتی ہیں حالانکہ تم انھیں نہیں سمجھ سکتے

"راسکولنکاف نے اپنے دائیں ہاتھ کی کہنی میز پر ٹکا دی اور ہتھیلی کے کٹورے میں ٹھوڑی رکھ کر سویدری گیلاف کو دیکھنے لگا۔ پورے ایک منٹ تک وہ اس کے بشرے سے، جس نے اسے متاثر کیا تھا، اس کے جذبات کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتا رہا۔ عجیب چہرہ تھا وہ۔ سرخ و سفید، لال ہونٹ، بھوری ڈاڑھی، ڈاڑھی سے زیادہ گہرے رنگ کے بال، نقاب جیسا تھا اس کا چہرہ۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں، بہت زیادہ نیلی جن سے عجیب طرح کے منجمد جذبات ظاہر تھے تیز و تند قسم کے جذبات۔ جب یہ آنکھیں کسی طرف اٹھ جاتیں اور اس پر دیر تک جمی رہتیں تو سامنے والا بےچین ہو جاتا اس خوش قطع اور خوبصورت چہرے میں، جو سویدری گو حیرت انگیز طور پر جوان ثابت کر رہا تھا حالانکہ وہ جوان نہ تھا، کوئی بے حد گھناؤنی چیز تھی وہ گرمیوں کا لباس پہنے ہوئے تھا اور نفاست پسند اور نازک مزاج معلوم ہوتا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ کی چھنگلیا کے پاس والی انگلی میں ایک بڑے سے قیمتی پتھر والی انگوٹھی پھنسی ہوئی تھی۔ ایسی انگوٹھی عموماً تاجر پہنا کرتے ہیں۔

"تو کیا اب مجھے تمھارے پیچھے بھی اپنا وقت برباد کرنا پڑے گا؟"

راسکولنکاف بےچین ہو کر ایک دم سے گویا مقابلے میں آ گیا" خیال رہے میں اتنی جلد ہار ماننے والا نہیں ہوں حالانکہ تم چاہو تو مجھے سب سے زیادہ نقصان پہونچا سکتے ہو۔ میں یہ بتا دوں کہ مجھے اپنی زندگی اتنی عزیز نہیں ہے جیسا کہ شاید تم سمجھ رہے ہو۔ میرے نزدیک اب نہ تو زندگی کی کوئی قدر و قیمت ہے اور نہ ہی مجھے اس کی پروا ہے۔ میں تمھیں خبردار کرنے یہاں آیا ہوں۔ اگر تم میری بہن کے متعلق شیطانی منصوبے باندھ

رہے ہو، اگر تم میرا ایک راز معلوم کر کے، جو اتفاقاً تمہیں معلوم ہو گیا ہے، اس سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں ہو تو میں خبردار کئے دیتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ تم مجھے گرفتار کرواؤ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ میں گیدڑ بھبکیاں دینے کا عادی نہیں ہوں اور غالباً تم جانتے ہو کہ جو کہتا ہوں کر گزرتا ہوں دوسری بات یہ کہ اگر تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو (اور یقیناً تم کچھ کہنا چاہتے ہو کیونکہ پہلی دفعہ تم مجھ سے ملنے آئے تھے تو تقریباً اسی وقت سے میں نے یہ سمجھ لیا تھا) تو جو کچھ کہنا ہے فوراً اور صاف صاف کہہ دو۔ کیونکہ میرے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے"۔

"آخر اتنی جلدی بھی کیا ہے؟" سیوادری گیلاف نے مسکراتی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہر شخص کی کچھ اپنی تجویزیں اور منصوبے ہوتے ہیں" راسکولنکاف نے افسردگی اور بے چینی سے جواب دیا۔

"ابھی ابھی خود تم نے مجھے صاف گوئی کی تلقین کی ہے لیکن خود تمہارا حال یہ ہے کہ میرے پہلے ہی سوال کا جواب گول کر گئے" سیوادری گیلاف مسکرایا، "تم ہمیشہ یہی سوچتے رہتے ہو کہ میں منصوبے باندھ رہا ہوں اس لئے تم مجھے شک کی نظروں سے دیکھتے ہو اور یہ قدرتی بات ہے تمہاری جگہ میں ہوتا تو میں بھی ایسا ہی کرتا ہر چند کہ میں تمہارے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنا چاہتا ہوں لیکن افسوس ہے کہ تمہارے شکوک دور نہیں کر سکتا اور نہ ہی دور کرنا چاہتا ہوں۔ یقین کرو یہ سب دماغ پاشی محض بیکار ہو گی۔ اس کے علاوہ میں کسی خاص موضوع پر تم سے گفتگو کرنا بھی نہیں چاہتا۔

"تو پھر کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ابھی چند دن پہلے تم کیا چاہتے تھے مجھ سے؟ تم ہی تو تھے جو میرے گرد پروانے کی طرح منڈلا رہے تھے"

"کوئی خاص بات نہ تھی سوائے دلچسپی کے۔ مطالعہ کے لئے تم بڑی دلچسپ چیز تھے۔ تمھارا سن موجی پن اور تمھاری نرالی حالت مجھے پسند تھی بس یہ وجہ تھی، بقول تمھارے، تمھارے گرد پروانے کی طرح منڈلانے کی، اس کے علاوہ تم اس لڑکی کے بھائی ہو جس نے ایک زمانے میں مجھے دیوانہ بنا رکھا تھا اور اسی سے میں تمھارے متعلق بہت کچھ سن کر اس نتیجہ پر پہونچا تھا کہ اس پر تمھارا بہت زیادہ اثر یا یہ اختیار رہے کیوں جناب کیا اتنا کافی نہیں ہے؟ ہاہاہا۔ بہرحال مجھے اعتراف ہے کہ تمھارا سوال ذرا ٹیڑھا ہے اس کا جواب دینا کم از کم میرے لئے اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ اب آپ اپنی ہی مثال لو۔ اس وقت تم میرے پاس کسی خاص مقصد کے تحت نہیں بلکہ صرف کوئی نئی بات سننے کی غرض سے آئے ہو۔ ہے کہ نہیں؟ ایں! ہے کہ نہیں؟" سیوادری گیلاف کے ہونٹوں پر عیارانہ مسکراہٹ ناچنے لگی" اچھا دوست ـــــ تم اتنی سی بات نہیں سمجھ سکے کہ میری تمام تر امیدیں تنہا تم سے وابستہ تھیں؟ یہاں آتے وقت میں ریل میں بس یہی سوچ رہا تھا کہ تم سے ملاقات کروں گا تو کوئی نئی بات معلوم ہوگی اور میں کچھ حاصل کر لوں گا ـــــ دیکھا! ـــــ اس قسم کے لین دین میں ہم دونوں کتنے امیر ہیں۔ ہاہاہا"

"تم مجھ سے کیا حاصل کرنا چاہتے تھے؟"

"حیران ہوں کہ اس سوال کا کیا جواب دوں؟ دراصل میں خود نہیں جانتا کہ تم سے کیا حاصل کرنا چاہتا تھا اور مجھے کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ تم دیکھو

رہے ہو کہ میں کس قسم کے واہیات ریسٹوران میں وقت گزار رہا ہوں اور یہ مجھے
پسند ہے، زیادہ پسند نہیں لیکن کیا کیا جائے، مجبوری ہے۔ آخر ایک جگہ تو ایسی ہونی
چاہیے جہاں مجھے اپنے گھر کی سی بے تکلفی اور سکون میسر آئے۔ اب اس غریب کٹیا
ہی کو لو۔ دیکھا نا تم نے اسے؟ کاش کہ میں خوش خوراک ہوتا اور کسی کلب میں بیٹھ کر
عمدہ کھانے کھا رہا ہوتا لیکن دیکھو۔ میں یہ کھا رہا ہوں۔"

اس نے میز کی طرف اشارہ کیا جس کی بے رنگ سطح پر رکھی ہوئی ٹین کی
پلیٹ میں ادھ کچے گوشت کے قتلے اور ابلے ہوئے آلو پڑے ہوئے تھے۔

"ارے ہاں۔ میں پوچھنا ہی بھول گیا۔ تم کھانا کھا کر آئے ہو؟ میں نے تھوڑا سا
کھایا ہے اور اب زیادہ کی خواہش نہیں اور نہ ہی کسی دوسری چیز کی ضرورت ہے
مثال کے طور پر میں شراب نہیں پیتا۔ البتہ کبھی کبھار ایک آدھ گلاس شامپین
پی لیتا ہوں۔ کسی دوسری شراب کو چھوتا تک نہیں۔ اور جناب یہ ایک آدھ گلاس
بھی میرے سر میں درد کر دیتا ہے۔ اس وقت میں نے شامپین اپنے جسم میں گرمی اور
چستی پیدا کرنے کے لئے منگوائی ہے کیونکہ مجھے باہر جانا ہے اور تم دیکھ سکتے ہو
اس وقت مجھ پر ایک خاص کیفیت طاری ہے۔ دراصل اسی لئے میں اسکول
کے بچے کی طرح، اپنے آپ کو تمہاری نظروں سے چھپانا چاہتا تھا۔ مجھے خوف
تھا کہ تم مجھے باہر جانے سے روک دو گے اور مجھے خواہ مخواہ پریشان ہونا پڑے
گا لیکن میں سمجھتا ہوں" اس نے اپنی جیب سے گھڑی نکال کر وقت دیکھا "ٹھیک
ہے۔ میں تمہیں ایک گھنٹہ دے سکتا ہوں۔ اس وقت ٹھیک ساڑھے چار بجے
ہیں۔ کاش کہ میری کچھ مصروفیتیں ہوتیں۔ کاش کہ میں کچھ ہوتا۔ مثلاً زمیندار، ایک
ذمہ دار باپ، فوجی افسر، فوٹوگرافر یا صحافی ۔۔۔ آخر کچھ تو ہوتا۔ لیکن افسوس میں
کچھ بھی نہیں ہوں کچھ مصروفیتیں نہیں ہیں۔ میں ایک بیکار اور بے مصرف آدمی

ہوں۔ اور بعض دفعہ یہ بیکاری مجھے اکتا دیتی ہے۔ چلو۔ اب تم ہی کوئی نئی بات سناؤ۔"

"لیکن تم کرتے کیا ہو اور یہاں کیوں آئے ہو؟"

"میں کرتا کیا ہوں؟ کچھ بھی۔ میں ایک شریف آدمی ہوں۔ دو سال تک سواروں کے رسالے میں ملازم رہا، پھر چند دنوں تک یہاں، پیٹرس برگ میں آوارہ گردی کرتا رہا، پھر مارفا سے شادی کی اور قصبہ میں سکونت اختیار کی۔ تو یہ ہے میری پوری سرگزشت۔"

"میرے خیال میں تم پکے جواری بھی تو ہو؟"

"پکا" جواری! نہیں تو۔ معمولی قسم کا وہ ہوں جسے اناڑی باز کہتے ہیں۔"

"چنانچہ تم اس سلسلے میں پٹے بھی ہو"

"ہاں۔ پٹا بھی ہوں۔"

"بہتر تھا کہ تم پیٹنے والے سے ڈوئیل لڑ لیتے۔ اس طرح انسان کی عزت قائم رہتی ہے اور زندگی سرگرم اور دلچسپ بن جاتی ہے۔"

"میں اس سے اختلاف نہیں کر سکتا کیونکہ جہاں تک فلسفہ کا تعلق ہے میں کورا ہوں۔ میں یہ بھی اقرار کئے لیتا ہوں کہ عورتوں کی طلب میں یہاں آیا ہوں۔"

"حالانکہ تم نے اپنی بیوی مارفا کو ابھی ابھی دفن کیا ہے۔ بقول کسے ابھی تو اس کا کفن بھی میلا نہ ہوا ہوگا۔"

"تو کیا ہوا؟" سویدری گیلاف ڈھٹائی سے مسکرایا۔ "میں دیکھ رہا ہوں کہ عورتوں کے متعلق میری بات تمھیں ناگوار گزری ہے۔ اس میں کون سی بری بات ہے؟"

"تم پوچھنا یہ چاہتے ہو کہ مجھے گناہ میں کیا برائی نظر آتی ہے۔"

"گناہ؟ ـــ آ ـــ ہا ـــ تو یہ بات ہے ـــ ہُم ـــ ہیں تمھارے اس

سوال کا جواب سلسلہ دار اور تفصیل سے دوں گا۔ تم جانو میں اس وقت باتیں کرنے کے موڈ میں ہوں۔ ویسے بھی میں باتوں کا رسیا ہوں خصوصاً عورتوں کے متعلق ...... تو پہلے ہم عورتوں ہی کو لیتے ہیں۔ اچھا۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو کیوں روک رکھوں؟ کیوں ظلم کروں اپنے آپ پر؟ میں عورتوں کا دیوانہ ہوں پھر کیوں ان کا پیچھا نہ کروں؟ کسی کو کبوتر پالنے کا شوق ہوتا ہے اور کسی کو ڈاک ٹکٹ جمع کرنے کا۔ مجھے عورتوں کا شوق ہے۔ یہ بھی تو ایک طرح کا مشغلہ اور مصروفیت ہے۔"

"یہ ایک عیب ہے، برائی ہے جس کی تلاش میں تم یہاں تک آئے ہو۔

"بہت اچھا۔ تو اب ہم برائی کے سوال کو لیتے ہیں۔ تمہیں اصرار ہے کہ یہ برائی ہے۔ ہم تسلیم کئے لیتے ہیں کہ یہ برائی ہے۔ میں صاف اور براہ راست سوال کو پسند کرتا ہوں۔ لیکن اس برائی میں کوئی دائمی چیز ہے جس کی جڑیں بہت گہری اتری ہوئی ہیں، جو محض خیالات نہیں بلکہ فطرت کی بنیادوں پر قائم ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو تمہاری رگوں میں خون کے ساتھ گردش کرتی اور انگارے کی طرح دہکتی رہتی ہے، تمہارے بدن میں آتشی انار سے چھوڑتی اور تمہارے تن بدن میں آگ لگا دیتی ہے۔ یہ آگ جلد بجھتی نہیں، سالہا سال تک، حتیٰ کہ بڑھاپے میں بھی موجود رہتی ہے۔ تمہیں ماننا پڑے گا روڈ یا را مانو وچ کہ یہ اپنی قسم کا منفرد مشغلہ اور انوکھی مصروفیت ہے؟

"تو اس میں اتنا خوش ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ دراصل یہ ایک مرض ہے اور اپنے طور پر بے حد خطرناک۔"

"تو تم اسے مرض سمجھتے ہو؟ مجھے اعتراف ہے کہ یہ مرض ہے، ہر اس بات یا دھن کی طرح جو انتہا کو پہنچ جائے۔ لیکن جناب! اس معاملے میں انتہا کو پہنچنا ضروری ہے۔ یہاں اعتدال سے کام نہیں چلتا۔ اول تو اس لئے کہ اس کا یعنی اعتدال کا دارومدار

سراسر تمھارے مزاج اور طبیعت پر ہے، ہر آدمی اپنی استعداد کے مطابق اعتدال سے کام لیتا ہے۔ اور دوم یہ کہ میں ذاتی طور پر میں اعتدال پسند نہیں ہوں بیشک ہر آدمی کو ہر کام میں خواہ مخواہ وہ برا ہی کیوں نہ ہو، اعتدال سے کام لینا چاہئے۔ لیکن میں کیا کروں؟ اگر یہ ایک شغل بھی میرے پاس نہ ہوتا تو میں اپنے آپ کو گولی مار کر ہلاک کر دیتا۔ اگر آدمی آبرو کی دُم پکڑے رہے تو پھر بیزاری اس کے لئے لازمی بن جاتی ہے۔ اچھا آدمی ......"

"تو کیا تم گولی مار کر اپنے آپ کو ہلاک کر سکتے ہو؟"

"ہٹاؤ یار" سویدری گیلاف نے نفرت سے کہا" براہ کرم اس ذکر کو یہی ختم کرو" اس نے جلدی سے اضافہ کیا۔ اب اس کا لب و لہجہ پہلے کا سا شیخی خورانہ نہ تھا، اور اس کے بشرے پر کے جذبات میں بھی فوری تغیر ہوا تھا" معاف کرنا یار۔ میں ذرا بزدل ہوں۔ یہ میری کمزوری ہے۔ میں موت سے ڈرتا ہوں اور اس کے متعلق بات کرنا پسند نہیں کرتا۔ جانتے ہو کہ میں ایک حد تک ــــ وہ ــــ صوفی ہوں۔"

"اور وہ مارفا کی روح؟ کیا وہ اب بھی تمھارے پاس آتی ہے؟"

"خدا کے لئے اس کا نام نہ لو۔ توبہ ــــ بہرحال یہاں پیٹرس برگ میں تو وہ میرے پاس نہیں آئی۔ جہنم سمجھے اس سے" اس نے بے چینی سے پہلو بدلا" مناسب ہوگا کہ ہم اس موضوع کو ــــ لیکن ــــ افسوس یہ ہے کہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے، ورنہ کہنے کو میرے پاس بہت کچھ ہے۔"

"وقت نہیں ہے؟ ایسی کونسی مصروفیت آپڑی ہے عورت؟"

"جی ہاں۔ عورت۔ ایک اتفاقی واقعہ ــــ لیکن معاف کرنا، ہماری گفتگو کا یہ موضوع نہیں ہے۔"

"لیکن اس سارے معاملے کے گھناؤنے پن کا کیا تم پر کوئی اثر نہیں ہوتا؟ کیا

اپنے آپ کو روکنے کی طاقت نہیں رہی تم میں؟"

"طاقت! یہ تم کہہ رہے ہو روڈیا رامانووچ؟ تم نے تو مجھے حیران کر دیا یار۔ ہاہاہا۔ حالانکہ میں جانتا تھا کہ تم یونہی کہو گے۔ تو یہ میری برائیوں اور حسن پرستی کے خلاف وعظ فرما رہے ہو۔ تم شیلر ہو۔ آئیڈیالسٹ۔ وہ کیا کہتے ہیں؟ شاید شالیت پسند۔ خیر۔ تم جیسے لوگوں سے اور توقع ہی کیا رکھی جا سکتی ہے۔ ٹھیک ہے یوں ہی ہونا چاہئے اگر یوں نہ ہوتا تو بات حیرت کی تھی۔ تاہم میرے دوست! جب حقیقت میں اس چیز سے واسطہ پڑتا ہے تو یہ قیامت ڈھاتی ہے۔ کسی مکان کے باہر کھڑے ہو کر مکینوں پر تنقید کرنا ایک بات ہے لیکن مکان میں داخل ہو کر مکینوں کی فطرت کو سمجھنا دوسری۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ میرے پاس وقت نہیں ہے ورنہ تم بے حد دلچسپ آدمی ہو۔ ہاں یار شیلر پسند ہے تمہیں؟ مجھے تو بہت پسند ہے۔"

"خدایا! کس قدر ڈھینگیے ہو تم!" راسکولنکاف نے نفرت سے کہا۔

"خدا کی قسم میں ایسا نہیں ہوں" سیوادری گیلاف ہنسا" بہرحال میں تم سے بحث نہ کروں گا۔ چلو میں شیخی باز ہی سہی۔ لیکن اگر میرے شیخی بگھارنے سے کسی کو نقصان نہیں پہونچتا تو اس میں کوئی برائی نہیں۔ مارفا کے ساتھ میں نے پورے سات برس دیہات میں گزارے ہیں چنانچہ اب تم جیسے عقلمند اور دلچسپ آدمی سے ملاقات ہوئی ہے تو مجھے باتوں میں مزا آرہا ہے اور یہ شامپین بھی ذرا دماغ پر چڑھ گئی ہے۔ اس کے علاوہ ایک واقعہ نے بھی میرے جذبات کو ٹھیس پہونچائی ہے لیکن یہاں میں اس کے متعلق کچھ نہ کہوں گا۔۔۔ ارے! جا رہے ہو؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

راسکولنکاف اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ تھکن اور گھٹن محسوس کر رہا تھا اور پریشان تھا کہ یہاں کیوں آگیا تھا۔ اس کے نزدیک سیوادری گیلاف اول درجہ کا بدمعاش اور نکما آدمی تھا۔

"بیٹھو — کچھ دیر کے لیے تو بیٹھو" سیوادری گیلاف نے التجا کی "کم سے کم چائے تو پی کر جاؤ۔ بیٹھو بھائی بیٹھو۔ میں بکواس نہ کروں گا، میرا مطلب ہے اپنے متعلق — ایک مزے دار بات بتاؤں گا۔ بیٹھو تو سہی۔ اگر تم پسند کرو تو میں یہ بتاؤں کہ ایک عورت نے مجھے کس طرح برائیوں سے (تمھارے نزدیک تو برائی ہی ہے) بچانے کی کوشش کی تھی۔ اور یہ تمھارے پہلے سوال کا جواب ہوگا کیونکہ یہ عورت تمھاری بہن دنیہ ہی تو تھی۔ کہو — سناؤں یہ داستان؟ وقت ہی کٹ جائے گا۔"

"اچھا سناؤ۔ لیکن امید ہے کہ تم ......"

"گھبراؤ مت۔ مجھ جیسے نکمے اور برے شخص کے دل میں بھی دونیہ کے لئے صرف احترام کا ہی جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔"

(۴)

"تمھیں تو شاید معلوم ہی ہوگا — ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے ہی تمھیں بتایا تھا، سیوادری گیلاف نے کہنا شروع کیا، کہ قرض کے سلسلے میں مجھے یہاں جیل ہو گئی تھی۔ میں مقروض تھا، بڑی بھاری رقم تھی، ادا کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اگر میں سات جنم لیتا تب بھی اتنی رقم ادا نہ کر سکتا تھا۔ غالباً یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ مارفا نے مجھے رہائی دلائی۔ جانتے ہو دوست کہ ایک عورت جنون کی حد تک کسی سے محبت کر سکتی ہے؟ خیر۔ مارفا بڑی مخلص اور قابل عورت تھی حالانکہ ان پڑھ تھی۔ اس مخلص اور قابل عورت نے، جس کے مزاج میں شک اور رشک و رقابت کا مادہ ضرورت سے زیادہ تھا اور جس پر ہسٹریا کے دورے پڑا کرتے تھے اور جو مجھے لعنت ملامت کیا کرتی تھی، مجھ سے شادی کے چند شرائط طے کئے تھے جن پر وہ آخر دم تک قائم رہی۔ وہ عمر میں مجھ

ست بڑی تھی اور منھ کی بدبو کو دبانے کے لئے اپنے منھ میں ہمیشہ لونگ یا ایسی ہی کوئی چیز رکھا کرتی تھی۔ اب میں اتنا بے غیرت یا صاف گو، تم جو چاہے سمجھ لو، واقع ہوا ہوں کہ میں نے مارفا سے کہہ دیا کہ میں اس کا وفادار نہیں رہ سکتا۔ میرے اس اعلان نے اسے غضب ناک کر دیا تاہم، معلوم ہوتا ہے، اسے میری یہ صاف گوئی پسند آئی اور اس سے اس نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ چونکہ میں نے اسے پہلے ہی سے خبردار کر دیا تھا اس لئے میں اسے دھوکا دینا نہیں چاہتا اگر میں اسے دھوکا دینا چاہتا تو، اس کے خیال میں، کبھی اس سے یہ بات نہ کہتا۔ تم جانو کسی شکی مزاج اور حاسد عورت کے لئے یہ بات کتنی اہم ہوتی ہے۔ وہ خوب روئی دھوئی۔ اس کے بعد ہم دونوں کے درمیان پھر چند شرائط طے ہوئے۔ یہ شرائط زبانی طے ہوئے تھے پہلی شرط یہ کہ میں مارفا کو کبھی نہ چھوڑوں گا اور آخر تک اس کا شوہر رہوں گا۔ دوسری یہ کہ اس سے اجازت حاصل کئے بغیر میں کہیں نہ جاؤں گا تیسری یہ کہ مستقل داشتہ نہ رکھوں گا۔ چوتھی یہ کہ مارفا مجھے کبھی کبھار نوکرانیوں سے جسمانی تعلقات قائم کرنے کی اجازت دے گی حالانکہ یہ تعلقات بھی اس سے چھپ کر قائم نہ کئے جائیں گے پانچویں یہ کہ میں کبھی اپنی ہم رتبہ عورت سے عشق نہ لڑاؤں گا۔ چھٹی یہ کہ اگر میں خدانخواستہ کسی کی محبت میں گرفتار ہو گیا تو یہ راز مارفا پر ظاہر کر دوں گا۔ اس آخری شرط کی طرف سے وہ بے حد مطمئن تھی۔ وہ بڑی ہوشیار عورت تھی چنانچہ جانتی تھی کہ چونکہ میں عیاش اور ہوس پرست ہوں اس لئے کسی بھی عورت سے حقیقی اور دیرپا محبت کرنا میری فطرت کے خلاف ہے۔ لیکن مشکل یہاں یہ آپڑی تھی کہ ہوشیاری اور حسد دو الگ الگ چیزیں ہیں اور جب یہ دونوں چیزیں ایک ہی عورت میں جمع ہو جائیں تو نتیجہ معلوم ہے بہرحال چند لوگوں کو اچھی طرح سے سمجھنے کے لئے اور ان کے متعلق بے لاگ اور با رعایت کوئی قطعی رائے قائم کرنے کے لئے ہمیں چاہئے کہ ہم ان سارے

اندازوں کو، جو ہم نے ان کے متعلق پہلے ہی سے قائم کر رکھے ہوں، بھول جائیں
اور انھیں اس رخ سے نہ دیکھیں جس رُخ سے انھیں عام لوگ دیکھتے ہیں۔ چنانچہ
چند در چند وجوہات کی بنا پر میں دوسروں کی بہ نسبت تمھاری رائے کو مستند سمجھتا
ہوں۔ شاید تم نے مارفا کے متعلق بہت سی مضحکہ خیز اور بے سرو پا باتیں سنی ہوں
گی اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی بہت سی عادتیں مضحکہ خیز اور مہمل تھیں۔
سچ کہتا ہوں روڈیا رامانووچ کہ مجھے اس خیال سے بڑا دکھ ہوتا ہے کہ مارفا
کے اکثر و بیشتر مصائب کا باعث میں تھا۔ بہت دکھ دیئے ہیں میں نے اسے
(میں سمجھتا ہوں کہ مارفا کے متعلق میری یہ باتیں کافی ہیں کہ یہ ایک محبت کرنے
والے شوہر کی طرف سے اپنی جان نثار اور محبت کرنے والی بیوی کی شان میں
"تعریفی خطبہ" ہے)۔ ہم میں بہت سے جھگڑے ہوئے لیکن ان جھگڑوں
میں میں نے حصہ نہ لیا۔ میں عموماً خاموش ہی رہتا تھا کیونکہ میں مارفا کو
مشتعل نہ کرنا چاہتا تھا اور میری یہ شریفانہ خواہش بار ہا پوری ہوئی۔ میری
یہ خاموشی مارفا کو متاثر اور خوش کر دیتی تھی۔ وہ مجھ پر بجا طور پر فخر کیا کرتی
تھی لیکن افسوس کہ وہ تمھاری بہن کو برداشت نہ کر سکی۔ میں آج تک یہ نہ
سمجھ سکا کہ میری حسن پرستی سے واقف ہونے کے باوجود اس نے تمھاری بہن جیسی
خوبصورت لڑکی کو بطور معلمہ گھر میں کیوں رکھا! میری ہوس رانیوں سے
واقف ہونے کے بعد ظاہر ہے کہ وہ ایسا خطرہ مول نہ لے سکتی تھی یہ تو گویا خود
اپنے ہاتھوں اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنا تھا۔ پھر کیا وجہ تھی؟ میری سمجھ
میں ایک بات آتی ہے۔ مارفا خود بھی حسن کو پسند کرتی تھی۔ چنانچہ وہ خود تمھاری
بہن کی محبت میں پھنس گئی۔ صحیح معنوں میں وہ اس سے عشق کرنے لگی۔ اور اس میں
تعجب کی بات نہیں اگر زاہد خشک بھی ایک دفعہ تمھاری بہن کو دیکھ لے تو اپنا

سارا زہد و تقویٰ بھول کر دونیہ کے نام کی مالا جپنے لگے۔ میں نے بھی خط سے کی بو پائی۔ تمھاری بہن کو میں نے دیکھا اور میرے دل نے کہا لو میاں سوادری کا گیلا نسا اب اپنی خیر مناؤ۔ چنانچہ ..... تمھارا کیا خیال ہے کہ میں نے کیا کیا ہوگا؟ ...
میں نے ارادہ کر لیا کہ تمھاری بہن کی طرف دیکھوں گا تک نہیں اور اپنی نظریں جھکائے رکھوں گا لیکن، مانو یا نہ مانو، ابتدا تمھاری بہن کی طرف سے ہوئی۔ تم شاید یقین نہ کرو گے لیکن یہ حقیقت ہے۔ تمھاری بہن کے سامنے میں خاموش رہتا اور جب مارفا تمھاری بہن کی تعریفوں کے پل باندھ دیتی تو میں بے تعلق بنا رہتا۔ میری اس بے تعلقی پر مارفا نے ابتدا میں بڑے غم و غصے کا اظہار کیا۔ میں حیران تھا اور نہ جانتا تھا کہ آخر وہ چاہتی کیا ہے؟ کیا وہ چاہتی تھی کہ میں بھی دونیہ کی صورت و سیرت کی تعریف کروں؟ مارفا کے غصہ کی وجہ میری سمجھ میں تو آج تک آئی نہیں غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مارفا نے میرے سارے عیب تمھاری بہن کے سامنے تفصیل سے بیان کر دیئے۔
بدقسمتی سے میری بیوی کی یہ کمزوری ایک مرض کی صورت اختیار کر گئی تھی کہ وہ گھر کی اور اندرونی معاملات کی تفصیلات لوگوں کے سامنے بے کم و کاست بیان کر دیتی اور میری شکایتوں کے دفتر کھول دیتی تھی۔ اس کا یہ مرض اس انتہا کو پہنچ گیا تھا کہ وہ راستہ چلتے انجانے لوگوں کو روک کر ان کے سامنے اپنا دکھڑا رونے لگتی تھی چنانچہ وہ اپنی حسین اور نئی سہیلی کو ہم راز بنائے بغیر کیسے رہ سکتی تھی؟ میں یقین سے کہتا ہوں، دوست کہ جب کبھی میری بیوی اور تمھاری بہن ملتیں بس میری متعلق ہی باتیں ہوتیں اور کوئی شک نہیں کہ تمھاری بہن دونیہ نے میرے متعلق وہ ساری ہولناک افواہیں سن رکھی تھیں جو آن دنوں مشہور تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم بھی میرے متعلق اس قسم کی کئی ایک

سنسنی خیز کہانی سن چکے ہو گے"

"سن چکا ہوں ۔ لژ ہن نے تم پر ایک نابالغ لڑکی کی عصمت کا الزام لگایا ہے ۔ کیا یہ سچ ہے ؟"

"خدا کے لئے اس وقت ان بیہودہ کہانیوں کا ذکر نہ کرو" سیوادری گیلاف نے گھن اور نفرت سے منھ بنایا" اگر تم یہ واہیات قصہ سننا ہی چاہتے ہو تو کسی دن سنا دوں گا اور تب تمھیں اس کی اصلیت معلوم ہو گی ۔ لیکن اس وقت ... "

"میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم نے اپنے ایک ملازم کے ساتھ بہت برا سلوک کیا تھا ۔"

"خدا کے لئے ــــ سیوادری گیلاف نے بے چینی سے پہلو بدلا ۔ یہ موضوع مت چھیڑو ۔"

"اور یہ وہی ملازم تھا نا جو مرنے کے بعد بھی ایک دفعہ تمھارے پائپ میں تمباکو بھرنے آیا تھا ؟ خود تم نے مجھ سے کہا تھا ۔" راسکولنکاف کی جھلاہٹ بڑھتی جا رہی تھی ۔

سیوادری گیلاف نے ایک دم سے راسکولنکاف کی طرف دیکھا اور مونجرالاؤ کو اس کی آنکھوں میں شدید غصہ اور نفرت دکھائی دے گئی لیکن سیوادری گیلاف نے قابلِ تعریف ضبط سے کام لے کر نرم لہجے میں جواب دیا ۔

"ہاں وہی تھا ۔ میں دیکھ رہا ہوں دوست کہ عام لوگوں کی طرح تم بھی ان خرافات سے دلچسپی لے رہے ہو ۔ چنانچہ تمھارے اس شوق کی تسکین اپنی پہلی فرصت میں کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں ۔ خدا کی قسم یار ۔ بعض لوگوں کے نزدیک میری شخصیت رومانی ہو سکتی ہے ۔ اچھا ــ اب تم سوچ سکتے ہو کہ میں مارفا کا کس قدر مشکور ہوں گا کہ اس نے دنیہ

ے سامنے وہ ساری پراسرار اور دلچسپ افواہیں دہرادیں جو ان دنوں میرے متعلق زبان زدِ خاص و عام تھیں۔ میں یہ تو نہیں جانتا کہ افواہوں نے تمھاری بہن کے دل پر کیا اثر کیا ہوگا لیکن وہ میرے حق میں سود مند ثابت ہوئیں۔ اپنی منحوس صورت اور اس گھناؤنے رخ کے باوجود، جو دونیہ کے سامنے پیش کیا گیا تھا، تمھاری بہن کے دل میں میرے لئے رحم کا جذبہ موجزن ہو گیا وہ ایک بھٹکی ہوئی دو زخی روح پر ترس کھانے لگی۔ اور تم جانو جب کسی لڑکی کے دل میں رحم کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے تو یہ خود اس کے لئے خطرناک بات ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ لڑکی پھر اس شخص کو شیطان کے چنگل سے چھڑا کر اسے راہ راست پر لانے کے نہ صرف خواب دیکھتی بلکہ اسے اپنا اخلاقی اور مذہبی فرض سمجھتی ہے چنانچہ تمھاری بہن نے بھی مجھے" راہ راست " پر لانے کا بیڑا اٹھایا۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ خوبصورت پنچھی جال میں پھنسنے کے لئے خود ہی آرہا ہے تو میں بھی تیار ہو گیا۔ میں دیکھ رہا ہوں روڈیا رامانووچ کہ تمھیں غصہ آچلا ہے۔ لیکن دوست! تمھارا یہ غصہ بے جا ہے کیونکہ تم جانتے ہو کہ میں اپنے مقام میں ناکام رہا (لعنت ہے یار۔ میرے خیال میں میں کچھ زیادہ ہی پی گیا ہوں) جانتے ہو کہ میں تمھاری بہن کی قسمت پر شروع سے ہی افسوس کیا کرتا تھا؟ میں سوچا کرتا تھا کہ کاش وہ دوسری یا تیسری صدی میں پیدا ہوئی ہوتی اور کسی بادشاہ یا نواب یا گورنر کی بیٹی ہوتی۔ اور تب وہ ان عورتوں میں سے ہوتی جنھوں نے اذیتیں برداشت کرنے کے بعد شہادت کا مرتبہ حاصل کیا ہے۔ جب اس کے سینے کو دہکتی ہوئی سلاخوں سے داغا جا رہا ہوتا تو وہ مسکرا رہی ہوتی وہ خود ان اذیتوں کی طالب ہوتی۔ اور اگر کہیں وہ چوتھی یا پانچویں صدی میں پیدا ہوئی ہوتی تو سیدھی صحرائے مصر کا رخ کرتی، درختوں کے نیچے

اور جڑیں کھا کر عبادت کیا کرتی اور مراقبے میں رہتی اور اسے بصیرت حاصل
ہوتی۔ مراقبہ کے عالم میں اسے دریا سے معاوضہ نظر آتے اور وہ دلیر بن جاتی
وہ اذیت پانے کی آرزو میں مری جا رہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ دوسروں کی
اذیتیں بھی اپنے سر لے سکتی ہے اور اگر اس کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی تو وہ کسی مینار
کی چوٹی پر سے کود پڑے گی۔ تمھاری بہن، روڈیا رامانووچ، ایک اذیت پسند لڑکی
ہے۔ وہ اپنے جسم اور روح کو اذیت پہنچانا چاہتی ہے۔ وہ انگاروں پر چلنا اور
کانٹوں پر سونا چاہتی ہے کیونکہ اس کے خیال میں یہ اذیتیں اس کی روح کو
پاک کر دیں گی۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا خیال ہو کہ اس طرح اس کی نجات ہو جائے
گی۔ میں نے کسی رازومیخن کا نام سنا ہے۔ کہتے ہیں کہ بڑا ہوشیار اور عقلمند
لڑکا ہے۔ یقیناً ہوگا۔ اس کے خاندانی نام سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔ شاید وہ
دینیات کا طالب علم ہے۔ بہرحال اس رازومیخن کو چاہئے کہ وہ تمھاری بہن کا
خیال رکھے۔ میرے خیال میں میں تمھاری بہن کو سمجھ چکا ہوں اور مجھے فخر ہے کہ
اسے تنہا میں نے سمجھا ہے لیکن تم جانتے ہی ہو گے کہ پہلی ملاقات کے وقت عقلمند سے
عقلمند آدمی بھی احمق بن جاتا ہے۔ عقل پر پردے پڑ جاتے ہیں اور وہ
اندھا ہو جاتا ہے۔ لعنت ہے ۔۔۔ آخر دونیہ اتنی خوبصورت کیوں ہے؟ خیر،
بھائی قصور میرا نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک میرا تعلق ہے اس معاملے کی
ابتدا ناقابل برداشت نفسانی خواہش کی وجہ سے ہوئی۔ دونیہ پاکدامن
لڑکی ہے، فرشتوں کی طرح۔ خیال رہے کہ تمھاری بہن کے متعلق میں یہ حقیقت
بیان کر رہا ہوں۔ وہ تیز فہم اور وسیع النظر ہونے کے باوجود پاک دامن ہے
اور مجھے خوف ہے کہ اس کی یہی خصوصیت اسے لے ڈوبے گی۔ خیر تو اتفاق ایسا
ہوا کہ ان دنوں ہمارے یہاں ایک نئی ملازمہ رکھی گئی تھی۔ پراشا نام تھا اسکا

اس کی آنکھیں بے حد خوبصورت اور کالی تھیں۔ میں نے اسے پہلے کبھی نہ دیکھا
تھا کیونکہ وہ دیہات سے نئی نئی آئی تھی۔ غضب کی لڑکی تھی لیکن اوّل درجہ کی
بیوقوف۔ اس کے ساتھ "وہ" معاملہ ہوا تو رونے لگی اور ایسا واویلا مچایا کہ
اڑوسیوں پڑوسیوں کو بھی خبر ہو گئی۔ فضیحتہ کر دیا حرامزادی نے۔ ایک رات
کھانے سے فارغ ہو کر میں باغ میں ٹہل رہا تھا کہ تمھاری بہن میرے پاس آئی
اور شعلہ بار نظروں سے میری طرف دیکھ کر کہا کہ میں بیچاری پراشا کو زیادہ پریشان
نہ کروں اور اب اسے اس کے حال پر چھوڑ دوں۔ تنہائی میں یہ ہماری پہلی
ملاقات تھی اور پہلی دفعہ ہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے زبان کھول رہے
تھے۔ غالباً یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ دونیہ کے اس حکم کے سامنے میں نے سرِ تسلیم
خم کر دیا۔ میں یوں ظاہر کرنے لگا جیسے اپنے کیے پر شرمندہ اور نادم ہوں حتیٰ کہ
کوشش کر کے میں آنکھوں میں آنسو بھی لے آیا۔ مختصر یہ کہ میں نے اپنا پارٹ
بڑی خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ اور اس کے بعد ہماری خفیہ ملاقات، راز و نیاز،
التجائیں، پند و نصائح، دھمکیوں اور آنسو بہانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کمال
ہے! یہ کہ بعض لڑکیوں میں لوگوں کی اصلاح کرنے کا جذبہ اس قدر ہوتا ہے
کہ ان کا بس نہیں چلتا تو آنسو بہانے لگتی ہیں لیکن اپنی کوششوں سے باز نہیں آتیں۔
خیر۔ تو میں نے اپنی بری قسمت کو موردِ الزام ٹھہرایا، اپنے آپ کو ایسا آدمی
ظاہر کیا جو راستہ بھول کر اندھیرے میں ٹھوکریں کھا رہا تھا اور جسے روشنی
اور ہدایت کی ضرورت تھی۔ ایک ایسے راہبر کی ضرورت تھی جو اسے اس اندھیرے
سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔ اور آخر میں میں نے وہ حربہ استعمال کیا جس
کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ عورت کے دل کی گہرائیوں میں اتر کر اسے بس
میں کرنے کا دنیا کا مشہور ترین اور آسان ترین ذریعہ — یعنی خوشامد۔ دنیا

میں سچ بولنے سے زیادہ مشکل اور خوشامد سے زیادہ آسان کوئی دوسرا کام ہے ہی نہیں۔ اگر سچ میں جھوٹ کا چھینٹا تک ہوگا تو وہ پانی میں تیل کی طرح رنگ دکھائی دے جائے گا اور سچ بولنے والے کی مشکلات کا تو کوئی پار ہی نہیں لیکن اگر خوشامد میں جھوٹ ہی جھوٹ ہو۔ تب بھی وہ بڑی خوشگوار اور دل پذیر چیز ہوتی ہے اور اسے اطمینان اور خاطر جمعی سے سنا جاتا ہے ممکن ہے کہ اطمینان جھوٹا اور عارضی ہوتا ہم اطمینان تو ہے ہی۔ خوشامد چاہے جتنی گھٹیا اور ان گھڑت ہو بہرحال اس کا آدھا حصہ تو سچ ہی معلوم ہوتا ہے لیکن اگر خوشامدی اپنے فن کا استاد ہے تو پھر شروع سے آخر تک سچ ہی سچ دکھائی دیتا ہے۔ اور جناب اس کا اطلاق ہر طبقہ اور ہر شعبہ پر ہوتا ہے پختہ عمر کی عورت حتیٰ کہ راہبہ کو بھی خوشامد سے ورغلایا جا سکتا ہے چنانچہ نوعمر شما تو کس شمار و قطار میں ہیں۔ ذرا سی خوشامد کی اور وہ پگھلے۔ ایک دفعہ میں نے ایک پاکباز خاتون کو ورغلایا تھا۔ وہ اپنے شوہر اور بچوں کی وفادار کیا تھی بلکہ ان پر جان چھڑکتی تھی۔ شادی سے پہلے اور شادی کے بعد بھی اس کے شوہر کے علاوہ کسی نے اسے چھوا تک نہ تھا۔ چھونا تو خیر دور کی بات ہے کسی نے اسے برہنہ بھی نہ دیکھا تھا۔ اخلاقی اصولوں اور مذہب کی پابند تھی وہ جب مجھے وہ واقعہ یاد آتا ہے تو اب بھی ہنس پڑتا ہوں۔ بہرحال وہ اپنے طور پر باعصمت اور پاکدامن ہی تھی۔ اس کے سامنے مجھے زیادہ داؤ پیچ آزمانے نہ پڑے۔ میں نے صرف یہ کیا کہ اس کی پاکدامنی کے سامنے اپنے آپ کو بے حد پامال، گمراہ ہوا اور شیطان سے مغلوب ظاہر کیا۔ میں بڑی بے حیائی سے اس کی خوشامد کرنے لگا۔ اب اگر کبھی وہ میری طرف مسکرا کر دیکھ لیتی یا گرمجوشی سے میرا ہاتھ دبا دیتی تو میں اس کے سامنے ہی اپنے آپ کو بڑے زور و شور

سے لعنت ملامت کرنے لگتا اور اس بات پر افسوس ظاہر کرتا کہ میں نے اس کے ساتھ زبردستی کی ہے، اس کا ہاتھ دبایا ہے، اس کی طرف مسکرا کر دیکھا اور اس کے پاک و صاف دل میں شیطانی وسوسے جگانے کی کوشش کی ہے۔ پھر میں اس کے سامنے توبہ تلا کرتا اور روتا دھوتا۔ وہ بیچاری اتنی بھولی تھی کہ میرے اس چھل کپٹ کو سمجھ ہی نہ سکی۔ اور میرے فریب آتی چلی گئی اور آخرکار خود کو میرے حوالے کر دیا۔ میں نے اس سے اپنی آرزو پوری کر لی لیکن میری بھولی خاتون کو اپنی پاکدامنی کا اب بھی یقین ہے اور وہ اب بھی اپنے اخلاقی اور مذہبی اصولوں کی پابند تھی۔ اس کے نزدیک اس نے کوئی گناہ نہ کیا تھا اور یہ کہ میرے اور اس کے درمیان جو وہ معاملہ ہو گیا تھا تو وہ ایک اتفاقی امر تھا۔ لیکن جب میں نے اس سے کہا کہ وہ بھی میری طرح شوقین مزاج تھی اور یہ کہ وہ بھی مجھ سے لطف اندوز ہونے کے لئے اتنی ہی بیتاب تھی جتنا کہ میں اس سے لطف اندوز ہونے کے لئے بے تاب تھا تو وہ بہت خفا ہوئی۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس نے دھوکے اور بے خبری میں اپنے آپ کو میرے حوالے نہ کیا تھا بلکہ دیدہ و دانستہ میرے ساتھ سوئی تھی۔ بیچاری مارفا میں بھی یہی کمزوری تھی کہ وہ ذرا سی خوشامد سے پگھل جاتی تھی چنانچہ اگر میں چاہتا تو اس کی زندگی میں ہی تمام جائداد اپنے نام کروا لیتا۔ اوہ! میں بہت زیادہ پی گیا ہوں اور بہت زیادہ بکواس کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ میرا یہ کہنا تمہیں ناگوار نہ گذرے گا کہ تمہاری بہن کی حالت بھی ایسی ہی تھی۔ وہ میری خوشامد سے رفتہ رفتہ پگھلنے اور میری طرف مائل ہونے لگی تھی۔ لیکن میری حماقت اور جلد بازی نے معاملہ چوپٹ کر دیا۔ دونیہ نے کئی دفعہ اور ایک دفعہ تو خصوصاً میری آنکھوں کی چمک کو ناپسند کیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اسے دیکھتے

ہی میری آنکھوں میں ایک خاص قسم کی ہولناک چمک آجاتی ہے جس سے اسے ڈر لگتا تھا۔ لیکن میں بھی کیا کرتا۔ میری آنکھوں کی چمک بڑھتی رہی۔ دونیہ کا خوف بھی بڑھتا رہا یہاں تک کہ وہ نفرت میں تبدیل ہوگیا۔ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ مختصر یہ کہ ہماری ملاقاتیں ختم ہوگئیں۔ جھنجھلا کر میں نے ایک اور حماقت کی۔ اب میں تمھاری بہن کے پند و نصائح اور مجھے ایک نیا انسان بنانے کی کوششوں کا مذاق اڑانے لگا اور بڑی بے دردی سے۔ دونیہ نے جو آگ لگائی تھی اسے بجھانے کے لیے میں نے پھر پراشا کو استعمال کیا۔ دو دفعہ اس کے ساتھ معاملہ ہوا اور دونوں ہی دفعہ اس بے وقوف چھوکری نے شور و غل مچا کر فضیحتہ کیا۔ رونا دھونا مچا دیا۔ اے کاش تم دیکھ سکتے کہ بعض دفعہ تمھاری بہن کی آنکھیں کس طرح چمکتی تھیں۔ خدارا یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ میں نشے میں الٹی سیدھی ہانک رہا ہوں نہیں بھئی ایسی بات نہیں ہے بلکہ اس وقت میں جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ کہہ رہا ہوں خیر بھائی تو تمھاری بہن کی آنکھوں کی اس چمک نے خواب میں بھی میرا پیچھا نہ چھوڑا۔ اور آخر آخر میں تو میری یہ حالت ہوگئی کہ میں اس کے لباس کی سرسراہٹ بھی نہ سن سکتا تھا۔ میں بے قرار ہو جاتا، میرا خون سنسنانے لگتا اور پورے جسم میں تشنج سا ہونے لگتا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ اب مجھے مرگی کے دورے پڑنے لگ جائیں گے۔ میں خود اپنی حالت پر حیران تھا۔ یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کبھی میری حالت ایسی پاگلوں کی سی ہو جائے گی۔ تمھاری بہن کے ساتھ تعلقات صفائی کر لینا ضروری تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ اب اس کا وقت گزر چکا تھا۔ اب تم بتاؤ کہ میں نے کیا کیا ہوگا؟ غالباً تمھیں اس بات کا تجربہ نہیں ہے کہ غصے اور اضطراب کی حالت میں آدمی کیسی احمقانہ حرکتیں کر گزرتا ہے۔ میرے دوست غصے اور اضطراب میں کبھی کوئی کام نہ کرنا ــــ خیر۔ تو میں نے سوچا کہ بغیر

بہرحال ہے تو بھکارن ہی (معاف کرنا یہ لفظ ذلیل سا ہے لیکن اگر اس سے مطلب واضح ہو جاتا ہے تو اس کے استعمال میں، میں یہ سمجھتا ہوں، کوئی حرج نہیں) اور یہ کہ پیٹ پالنے کے لئے ہمارے یہاں نوکری کر رہی ہے صرف یہی نہیں بلکہ تمھاری ماں اور خود تمھاری زندگی کا انحصار بھی دونیہ کی ہی کمائی پر ہے (دیکھو یار تم غصہ ہونے لگے ہو) چنانچہ میں نے اپنی دولت دے ڈالنے کا فیصلہ کیا (اس وقت میں جائداد اور تمسکات فروخت کر کے کم سے کم تیس ہزار روبل کھڑے کر سکتا ہوں) بشرطیکہ وہ میرے ساتھ بھاگ جانے کو تیار ہو جائے کہیں دور نہیں۔ یہیں پیٹرس برگ بھاگ آئے میرے ساتھ۔ شاید یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس وقت مجھے اس سے لگاوٹ کی باتیں کرنی چاہیے تھیں، اس کے سامنے قسمیں کھانی چاہیے تھیں کہ مرتے دم تک ہر طرف اسی کا ہو کر رہوں گا اسے خوش رکھوں گا، اس کا غلام بن کر رہوں گا۔ اس کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاؤں گا وغیرہ وغیرہ۔ تم یقین نہ کرو گے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان دنوں میں دونیہ کا اتنا دیوانہ تھا کہ اس وقت وہ اگر مجھے مارفا کو زہر دے کر دینے یا زہر دے دینے کا حکم دیتی تو میں یہ بھی کر گزرتا۔ لیکن جیسا کہ تم جانتے ہو اس ڈرامے کا انجام خلاف توقع ہوا اور میں اپنا سا منھ لے کر رہ گیا۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اس وقت میری کیا حالت ہوئی ہوگی جب مجھے معلوم ہوا کہ میری بیوی نے اس بے وقوف وکیل لوژین کو پھانسا ہے اور اس سے دونیہ کی شادی کرا رہی ہے تو میں غم و غصہ سے پاگل ہو گیا۔ یہ تو وہی بات تھی جس کی درخواست میں نے بھی دے رکھی تھی یعنی تمھاری بہن سے شادی کی ۔ لیکن اس نے مجھے ٹھکرا کر لوژین کو قبول کر لیا تھا۔ سچ کہنا وہی بات تھی کہ نہیں؟ معاملہ ایک سا تھا ۔ شادی ۔ ایک ہی چیز تھی۔ بولو

سکتی کہ نہیں ؟ — آہا — میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میری باتیں بڑے غور سے سُن رہے ہو — میرے دلچسپ نوجوان ..... "

اور سیوادری گیلاف نے میز پر دھڑاک سے گلوفسرسید کر دیا اس کا چہرہ تمتا رہا تھا راسکولنکاف نے دیکھا کہ ایک ڈیڑھ گلاس شامپین، جسے وہ گھونٹ گھونٹ کر کے بے خیالی میں پی گیا تھا، اپنا اثر دکھانے لگی تھی چنانچہ اسنے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی ٹھان لی سیوادری گیلاف کی طرف اسکا دل صاف نہ تھا۔ اس شخص کے خلاف بہت سے شکوک اس کے دل میں چھپے ہوئے تھے۔

" تمھاری باتوں سے تو یہی معلوم ہوتا ہے، معلوم کیا ہوتا ہے مجھے تو اس کا یقین ہے کہ تم یہاں میری بہن کا پیچھا کرنے آئے ہو اور اپنے شیطانی ارادوں کو جامہ عمل پہنانا چاہتے ہو" راسکولنکاف نے سیوادری گیلاف کو مشتعل کرنے کی غرض سے کہا

" کیا بیوقوفی کی بات کہی ہے تم نے " سیوادری گیلاف نے جیسے ایک دم سے ہوش میں آکر کہا " میں کہہ چکا ہوں کہ ——— اس کے علاوہ تمھاری بہن مجھے کسی طور قبول نہیں کر سکتی۔ اسے میرے نام تک سے نفرت ہے"

" اس کا تو مجھے یقین ہے۔ یعنی واقعی اسے تمھارے نام سے بھی نفرت ہے، لیکن یہ اہم بات نہیں ہے۔ کیونکہ تم جانو اس کی نفرت سے کیا ہوتا ہے؟"

" اچھا تو ——— تمہیں یقین ہے کہ وہ مجھے قبول نہیں کر سکتی۔ خوب ——— سیوادری گیلاف نے آنکھیں بھینچ کر اور طنز سے مسکرا کر کہا " ٹھیک ہے وہ مجھ سے محبت نہ کرتی ہے اور نہ کر سکتی ہے۔ لیکن میاں اس کا تمھیں تجربہ نہیں ہے کہ میاں بیوی اور عاشق و معشوق میں کون سے معاملات طے ہوتے ہیں دل کا ایک کونہ ایسا بھی ہوتا ہے جس کا راز کوئی نہیں جان سکتا — کیا تم

یقین سے کہہ سکتے ہو کہ دونیہ کو مجھ سے نفرت ہے؟ نہیں - یہ تم کیا خود تمہارا بہن یقین سے نہیں کہہ سکتی۔

"تمہارے منہ سے بے اختیار چند جملے ایسے نکل گئے ہیں جن کی وجہ سے میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ تم اب بھی میری بہن کے خلاف اپنے شیطانی منصوبوں سے باز نہیں آئے ہو۔

"ہیں! کیا واقعی میرے منہ سے ایسے جملے نکل گئے تھے!" سویدری گیلاف نے بھولے پن سے اور حقیقت میں خوف زدہ ہو کر پوچھا۔ راسکولنیکاف نے اس کے منصوبوں کو جو لقب دیا تھا "یعنی شیطانی" اس کی طرف اس نے دھیان نہ دیا تھا

"ہاں۔ اس وقت بھی تمہارے بشرے سے تمہارے دلی جذبات عیاں ہیں۔ مثال کے طور پر اس وقت تم اتنے گھبرائے ہوئے، سہمے ہوئے اور دہشت زدہ کیوں ہو؟"

"میں دہشت زدہ ہوں؟ ہیں! میں خوف زدہ ہوں؟ کس سے؟ تم سے؟ میرے دوست! الٹا تمہیں مجھ سے ڈرنا چاہیئے۔ میں تمہیں دہشت زدہ کر سکتا ہوں نہ کہ تم مجھے۔ لیکن یہ کیا بکواس ہے یار۔ میں ضرورت سے زیادہ پی گیا ہوں لو۔ میں پھر وہ بات کہہ رہا ہوں جو نہ کہنی چاہیئے۔ ہزار بار لعنت ہو شراب پر ویٹر پانی لاؤ۔"

اس نے میز پر سے بوتل اٹھائی اور وہیں بیٹھے ہی بیٹھے کھڑکی سے باہر پھینک دی عین اسی وقت فلپ پانی لے آیا۔

"یہ سب حماقت تھی" اس نے تولیہ گیلا کر کے ماتھے پر رکھتے ہوئے کہا۔
"بہرحال میں ایک ہی مختصر سے جواب میں تمہارے شکوک دور کئے دیتا ہوں

جانتے ہو کہ میں شادی کرنے والا ہوں ؟"

"یہ تم پہلے بھی کہہ چکے ہو"

"اچھا مجھے یاد نہیں۔ اور اگر کہا ہوگا تو اتنے وثوق سے نہ کہا ہوگا کیونکہ اس وقت تک میں نے اپنی بیوی کو دیکھا تک نہ تھا۔ شادی کرنے کا صرف ارادہ ہی ارادہ تھا۔ لیکن حقیقت میں اب میری ایک منسوبہ ہے اور یہ معاملہ اب طے شدہ ہے۔ میں اسی وقت تمھیں اپنی منگیتر کے یہاں لے جاتا۔ اپنے انتخاب کے متعلق تمھاری رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن افسوس ہے کہ ایک ایسا ضروری کام آپڑا ہے کہ اسے التوا میں ڈالنا ممکن نہیں ارے! صرف دس منٹ باقی ہیں ـــ یہ دیکھو میری گھڑی کی طرف ـــ صرف دس منٹ باقی ہیں۔ تاہم میں اپنی منگنی کا قصہ ضرور سناؤں گا ؟۔ بڑا دلچسپ ہے۔ ایں! جا رہے ہو ؟"

"نہیں، فی الحال تو نہ جاؤں گا"

"مطلب یہ کہ اس وقت تم قطعی نہ جاؤ گے۔ خیر۔ دیکھا جائے گا۔ میں تمھیں وہاں لے جاؤں گا، اپنی منگیتر کے پاس۔ لیکن آج نہیں۔ کیونکہ جلد ہی تمھیں جانا ہے اور تم دائیں طرف جاؤ گے اور میں بائیں طرف۔ جانتے ہو کہ مادام رسلیخ، جس کے یہاں میں مقیم ہوں کس قسم کی عورت ہے ؟ میں جانتا ہوں کہ تم کیا سوچ رہے ہو ـــ جی ہاں میں اسی مادام رسلیخ کا ذکر کر رہا ہوں جس کی لڑکی، کہتے ہیں کہ پچھلے موسم سرما میں ڈوب مری تھی ارے کبھی سن رہے ہو کہ نہیں ؟ خیر تو اسی مادام رسلیخ نے میرے لئے یہ لڑکی تلاش کی اور جھٹ پٹ منگنی بھی کروا دی۔ تم خواہ مخواہ بیزار ہو رہے ہو" اس نے کہا۔

" دل بہلانے کے لئے تمھیں کسی چیز کی فوری ضرورت ہے" — اور یہ اس نے سچ ہی کہا تھا کیونکہ میں ہمیشہ سے اداس رہتا ہوں۔ یہ میری فطرت ہے تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ خوش باش اور زندہ دل؟ نہیں دوست۔ بیزار سا ہوں لیکن بے ضرر ہوں۔ ایک کونے میں خاموش اور غمگین سا بیٹھا رہتا ہوں اور کبھی کبھی تو مسلسل چپ سادھے رہتا ہوں۔ لیکن یہ مادام راسلیچ بڑی چلتا پرزہ ہے۔ قطامہ ہے بالکل میں جانتا ہوں کہ اس کے کیا ارادے ہیں اور وہ کیوں مجھ پہ اتنی مہربان ہے۔ اس کا خیال ہے کہ میں جلد ہی ازدواجی زندگی سے اکتا جاؤں گا اور اپنی بیوی کو چھوڑ دوں گا اور تب اس کے پو بارہ ہوں گے۔ تب وہ میری بیوی پر قبضہ جما کر اس سے پیشہ کروائے گی اور اگر ہوسکا تو امرا کی، خدا لگا ہوں، میں بھی سمجھ ائے گی اسے۔ اس نے مجھے بتایا کہ لڑکی کا باپ پنشن یافتہ ہے، اپاہج ہے اور پچھلے تین سال سے پہیوں والی کرسی میں دھنسا ہوا ہے۔ البتہ لڑکی کی ماں، اس نے کہا، بڑی ہوشیار ہے۔ ان کا ایک لڑکا بھی ہے جو خدا جانے کون سے قصبہ میں کیا ملازمت کرتا ہے۔ وہ رد پیہ کبھی بھیجتا نہیں۔ ایک شادی شدہ لڑکی ہے جو اپنے والدین کی خبر لیتی ہی نہیں۔ بھلا چنگی ہے انھیں۔ ان کے دو بھتیجے بھی ان کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ گویا ان کی اولادیں کافی نہ تھیں کہ بھتیجوں کو بھی اپنے یہاں رکھ لیا۔ انھوں نے اپنی دوسری، یعنی سب سے چھوٹی لڑکی کو اسکول سے اٹھا لیا۔ آئندہ برس اس لڑکی کی عمر سولہ سال کی ہو جائے گی۔ مطلب یہ کہ آئندہ سال وہ شادی کے قابل ہو جائے گی۔ مادام راسلیچ نے اسی لڑکی کو میرے لئے منتخب کیا۔ خیر صاحب تو ہم دونوں لڑکی کے گھر گئے — کیا یادگار اور دلچسپ گھڑی تھی وہ — میں نے اپنا تعارف کرایا۔ زمیندار، رنڈوا،

خاندانی، دولت مند، مشہور اور بارسوخ ــــ ہاہاہا کس قدر مرعوب کن تعارف تھا؟ کیا ہوا اگر میری عمر پچاس سال اور لڑکی کی سولہ سے بھی کم ہے تو؟ عمر کون دیکھتا ہے؟ لیکن سچ کہنا یہ مزے دار بات ہے کہ نہیں؟ ہاہاہا۔ کاش کہ اس وقت تم موجود ہوتے اور دیکھتے کہ میں نے اپنی ہونے والی ساس اور سُسر سے کیسی گفتگو کی؟ اس وقت میری حالت قابل دید تھی اور میری باتیں بھی سننے سے ہی تعلق رکھتی تھیں۔ ہاہاہا۔ اور پھر میری منگیتر کمرے میں آئی، نہایت ادب سے جھک کر سلام کیا اور ــــ دو بچوں کا سا چھوٹا اور تنگ فراک پہنے تھی ــــ ہائے ہائے ــــ کیا لونڈیا ہے۔ بچی اور منھ بند کلی۔ واہ واہ واہ۔ شفق کی طرح سرخ ہو رہی تھی ــــ یقیناً اسے بتا دیا گیا تھا کہ وہ اپنے ہونے والے شوہر سے مل رہی ہے۔ مزہ آگیا خدا کی قسم اور دل لوٹ پوٹ ہو گیا۔ میں نہیں جانتا کہ عورتوں کے متعلق تمھارے کیا خیالات ہیں لیکن میرا تو یہ ہے کہ میں حسین عورت کے مقابلے میں بچی اور منھ بند کلی کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ ہائے۔ ہائے۔ حسین شہزادی میں بھی وہ کشش کہاں جو سولہ برس کی منھ بند کلی میں، اس کی معصوم اور ناتجربہ کار آنکھوں میں، اس کے شرمیلے پن اور جھینپ میں ہوتی ہے۔ ہائے ــ تم جانتے ہی نہیں میرے دوست۔ ان معصوم آنکھوں پر سے، اس بھولے پن پر سے اور ان کچے برسوں پر سے ہزاروں ارضی حوریں قربان کی جا سکتی ہیں۔ صرف یہی نہیں بابا، میری منگیتر خاصی قبول صورت بھی ہے۔ ہلکے بھورے رنگ کے گھنگریالے بال، بھرے بھرے گلابی بابا، سرخ ہونٹ اور چھوٹی چھوٹی ٹانگیں۔ ساحرہ ہے کہ بالکل۔ قصہ مختصر ہم دونوں کا تعارف کرایا گیا اس دن چند نجی معاملات سلجھانے تھے جس کی وجہ سے میں جلدی میں تھا۔ چنانچہ دوسرے دن، یعنی پرسوں، ہماری منگنی ہو گئی

اب کبھی وہاں جاتا ہوں تو اپنی گڑیا سی منگیتر کو اٹھا کر گود میں بٹھا لیتا ہوں، اور جب تک وہاں بیٹھتا ہوں اسے گود میں ہی دبائے رکھتا ہوں۔ وہ سرخ ہو جاتی ہے اور میں اسے چومتا رہتا ہوں اور اس کی آٹھ دن جتنی چھوٹی اور سخت چھاتیوں پر ہاتھ بھی پھیرتا ہوں۔ اس کی ماں، یعنی میری خوشدامن نے یہ بات اسے سمجھا دی ہے کہ میاں بیوی میں معاملات ہی ہوتے ہیں۔ واقعی بڑی ہوشیار عورت ہے میری ساس۔ ہاہاہا۔ کیا دن گزر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ منگنی شادی سے زیادہ مزے دار ہوتی ہے منگنی اور شادی کے درمیانی وقفے میں کبوتر پر جھپٹنے کا لطف آتا ہے اور تم تو جانتے ہی ہو کہ جو مزہ کبوتر پر جھپٹنے میں ہے وہ اس کے لہو میں کہاں ـــ ہاہاہا میں نے دو دفعہ اس سے کھل کر گفتگو کی ہے چنانچہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ بیوقوف نہیں ہے۔ سا۔ ب سمجھ سمجھتی ہے۔ ہاہاہا۔ لیکن سن کا تقاضا یہی ہے کہ وہ میرے سامنے آکر شرمائے کبھی کبھی وہ کنکھیوں سے میری طرف دیکھ لیتی ہے۔ ہائے اس کی یہ ترچھی نظریں میرے دل پر تیر چلا دیتی ہیں۔ اس کا چہرہ رافیل کی میڈونا جیسا ہے۔ تم نے دیکھی ہے وہ تصویر؟ رافیل کی بنائی ہوئی مریم کے چہرے پر عجیب تاثرات ہیں۔ اداسی ہے، غم ہے اور تقدس بھی ہے۔ دیکھی نہیں تم نے وہ تصویر؟ خیر تو میری میڈونا، چہرہ اسی سے ملتا جلتا ہے۔ اپنی منگنی کے دوسرے ہی دن میں نے اسے پندرہ ہزار کے تحفے دئیے۔ ہیروں کا ہار، موتیوں کے بندے اور چاندی کا سنگھار دان ـــ اتنا بڑا ـــ اور وہ بھی خالی نہیں بلکہ زیورات سے بھرا ہوا۔ ان تحفوں کو دیکھ کر میری میڈونا کا چہرہ پھول کی طرح کھل اٹھا۔ میں نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا ـــ یہ گزشتہ کل کی بات ہے ـــ اس دفعہ قدرے اکھڑپن سے

۔۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آنکھیں پرنم ۔ لیکن وہ نہ چاہتی تھی کہ میں اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ لوں ۔ اس کے والدین ہمیں تنہا چھوڑ کر ٹل گئے ۔ دفعتہً وہ مجھ سے لپٹ گئی ۔ منگنی کے بعد وہ پہلی دفعہ مجھ سے لپٹی تھی ۔ اس نے اپنی ننھی باہیں میری گردن میں پہنا دیں اور میرے ہونٹوں کا ایک طویل بوسہ لینے کے بعد قسم کھائی کہ وہ ہمیشہ میری وفادار رہے گی، میرے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دے گی وغیرہ وغیرہ اور اس کے عوض اس کو مجھ سے سوائے محبت اور عزت کے کچھ نہ چاہئے ۔ اور یہ کہ، اس نے مجھ سے کہا، اسے تحفے تحائف کی ضرورت نہیں وہ مجھ سے صرف محبت چاہتی ہے ۔ اب تم تصور کر سکتے ہو کہ چھینٹ کے فراک میں ملبوس گھنگھریالے بالوں والی سولہ سالہ میڈونا آنکھوں میں آنسو بھر کر یہ باتیں کہہ رہی ہو تو یہ کتنی مسحور کن بات ہوگی؟ بہرحال میں تمہیں وہاں لے جاؤں گا ۔ لیکن ابھی نہیں ۔"

"تو کیا واقعی تم اس لڑکی سے شادی کرنے والے ہو ؟"

"تمہیں اس میں شک کیوں ہے ؟ ہر آدمی اپنا ہی فائدہ سوچتا ہے ۔ اور دنیا میں وہی آدمی سب سے زیادہ خوش ہے جو اپنے آپ کو کامیابی سے دھوکا دینا جانتا ہے ۔ ہا ہا ہا ۔ اور یہ تم مجھے شرافت کا سبق کیوں سکھا رہے ہو ؟ نوجوان ! مجھ پر رحم کرو ۔ میں تو بھائی ایک گنہگار آدمی ہوں ۔ مجھے شرافت سے کیا واسطہ ۔ ہا ہا ہا ۔

" لیکن تم نے کیتارینا کے بچوں کی جو مدد کی ہے تو میں سمجھتا ہوں، اس میں بھی تمہارا کوئی ذاتی فائدہ پوشیدہ ہوگا ۔ اب میں تمہاری نیکیوں اور دنیا فہمی کو کچھ کچھ سمجھنے لگا ہوں ۔"

" مجھے بچے شروع سے ہی پسند ہیں ۔ سیویدری گیلاف ہنسا ۔ میں اس کا ایک

دلچسپ واقعہ سناتا ہوں ۔ میں یہاں پہنچا تو پہلے دن میں نے قحبہ خانوں اور نائٹ
کلبوں کے چکر لگانے شروع کر دیے اور چونکہ پورے سات سال بعد یہ نعمت
ملی تھی ۔ اس لئے میں حریصوں کی طرح ٹوٹ پڑا ۔ یہ تو تمھیں معلوم ہو ہی گیا ہوگا
کہ اپنے پرانے دوستوں اور شناساؤں سے ملنے کی مجھے کوئی جلدی نہ تھی ان کے بغیر بھی کام
چلا سکتا ہوں ۔ جب میں مارفا کے ساتھ اپنی زندگی کے بے کیف دن گزار رہا تھا
تو ان تفریح گاہوں کی یاد مجھے بے قرار کر دیتی تھی ۔ ان تفریح گاہوں میں ایک واقف کار
اشارہ کر کے اپنی دلچسپی کی بہت سی باتیں مل جاتی ہیں ۔ کسان ، مزدور اور عام لوگ
نشے میں دھت پڑے رہتے ہیں ، تعلیم یافتہ نوجوان عملی کاموں کی طرف متوجہ ہونے
کے بجائے الٹے سیدھے لیکن خوش آئندہ خواب دیکھا کرتے ہیں ۔ پھر کہیں سے
یہودی برساتی مینڈکوں کی طرح نکل آئے ہیں جو روپیوں کا انبار ہی لگاتا جاتے
ہیں ۔ رہے بقیہ لوگ سو وہ عیاشی کر رہے ہیں ۔ یہی ان کی زندگی ہے ۔ یہاں آیا تو وہی
رنگ ڈھنگ تھا ۔ وہی شراب ، وہی عیاشیاں اور وہی ہنگامے ۔ خیر تو یہاں پہنچتے
ہی میں نے ایک رقص گاہ کا رخ کیا ۔ رقص گاہ کیا تھی بدمعاشوں کا اڈا بلکہ درندوں
کا بھٹ تھا ۔ دراصل مجھے ایسی جگہیں بہت پسند ہیں ۔ اتفاقاً اسی دن وہاں ایک خاص
قسم کے رقص " کین کین[1] " کا پروگرام تھا ۔ ایسا ناچ بھائی میں نے تو پہلے کبھی
نہ دیکھا تھا ۔ واہ بھئی واہ ۔ ہماری نئی پود نے کیا شاندار ترقی کی ہے ۔ خیر تو دفعتہً
مجھے تیرہ سالہ ایک خوش پوشاک لڑکی نظر آئی ۔ وہ اس ناچ کے ایک ماہر مرد کے

---

[1] یورپ کے کئی شہروں میں خصوصاً پیرس کا ایک فحش ناچ ۔ جس کی خصوصیت
فحش اشارے اور قاعدے ہیں ۔

مترجم

ساتھ ناچ رہی تھی اور ایک دوسرے ماہر صاحب اس کے مقابل کھڑے تھے لڑکی کی ماں دیوار کے قریب ایک کرسی میں بیٹھی تھی۔ ہائے۔ کیا غضب کا کمین کمین تماشہ۔ لڑکی شرمائی جا رہی تھی، سرخ ہوئی جا رہی تھی، گھبرا رہی تھی اور آخر میں بیچاری رو پڑی۔ لیکن اس کا ماہر ساتھی اپنے فن کی نمائش پر تلا ہوا تھا اس نے لڑکی کو پکڑا اور اسے گھمانے اور اپنا "آرٹ" دکھانے لگا۔ لوگ ہنستے ہنستے بے حال ہو گئے ـــ ایسے موقعوں پر مجھے اپنے عوام بہت پسند آتے ہیں حتیٰ کہ کمین کمین قسم کے لوگ بھی۔ وہ ہنس رہے اور چیخ رہے تھے "خوب سبق دیا بھئی۔ اب یہ لوگ بچوں کو ایسی جگہوں پر نہ لے جائیں گے۔ واہ۔ واہ۔ کیا خوب سبق دیا ہے" ـــ خیر صاحب مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ ان لوگوں کا یہ نتیجہ کہاں تک منطقی ہے اور یہ کہ وہ جس طرح اپنا دل خوش کر رہے تھے اس میں کہاں تک معقولیت تھی۔ میں نے صورت حال کا اندازہ لگایا، اس کی اونچ نیچ پر غور کیا، اٹھا اور لڑکی کی ماں کے قریب دوسری خالی کرسی میں بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے گفتگو کی ابتدا یہ کہہ کر کی کہ میں بھی اس شہر میں اجنبی ہوں اور یہ کہ یہاں کے لوگ بڑے ہی کم ظرف اور بدتمیز بلکہ نرے جنگلی ہیں، شریف اور ذلیل میں تمیز نہیں کر سکتے وغیرہ وغیرہ۔ رفتہ رفتہ میں نے اس پر ظاہر کیا کہ میں بے پناہ دولت کا مالک ہوں اور اس سے کہا کہ اگر اسے اعتراض نہ ہو تو میں اسے اور اس کی بیٹی کو اپنی بگھی میں ان کے گھر پہونچا دوں۔ وہ راضی ہو گئی اور میں دونوں ماں بیٹی کو ان کے قیام گاہ تک پہنچا آیا اور ان کے متعلق ضروری معلومات خود ماں سے حاصل کر لیں۔ وہ لوگ حال ہی میں دیہات سے آئے تھے اور ایک واہیات بورڈنگ ہاؤس میں مقیم تھیں۔ عورت نے میرا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ انھیں قیام گاہ تک پہنچا کر میں نے ان کی عزت افزائی کی ہے اور یہ کہ اگر میں ان کے گھر آتا رہا تو اس سے

انھیں خوشی حاصل ہو گی ۔ معلوم ہوا کہ ماں بیٹی مفلس قلاش ہیں اور
وظیفے وغیرہ کی درخواست دینے کے سلسلے میں یہاں آئے ہوئے ہیں ۔ میں نے
ان کے لئے اپنی خدمات اور روپیہ پیش کر دیا ۔ مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ دونوں
اس رقص گاہ میں یہ سمجھ کر گئی تھیں کہ وہ کوئی اعلیٰ قسم کا ڈانسنگ کلاس ہے ۔
ہاہاہا ۔ میں نے اپنی خدمات پیش کر کے لڑکی کو فرانسیسی زبان اور ناچ سکھانے
کا ذمہ لیا ۔ بڑے جوش و خروش اور شکریے کے ساتھ میری اس پیش کش
کو قبول کر لیا گیا ۔ بھلا ایک رئیس خود لڑکی کو فرانسیسی زبان اور ناچ سکھائے
تو یہ اس کے لئے فخر کی بات ہوگی کہ نہیں ؟ ہاہاہا ۔ لیکن آج تک معاملہ
دوستی سے آگے نہیں بڑھا ۔ اگر تم کہو گے تو تمہیں ان کے یہاں کبھی لے جاؤں
گا ۔ لیکن آج نہیں ۔ پھر کسی وقت ۔"

"بند کرو اپنی یہ بکواس ۔ نیچ ، کمینے ، ہوس پرست ، جنسی مریض ،
چالباز مردود ۔ تمھارے ان فحش قصّوں سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ۔"

"شیلر ۔۔ تم واقعی شیلر ہو ۔ دنیا بھر کی اخلاقی خوبیاں تو شاید تمھاری
ذات میں ہی جمع ہو گئی ہیں ۔ واہ صاحب واہ اخلاق نے اپنے لئے کیا
قابل رشک مسکن تلاش کیا ہے ۔ لیکن میں اپنے یہ قصّے بیان کرتا رہوں گا اور
مجنونانہ احتجاج سے لطف اندوز ہوتا رہوں گا ۔ تم یوں شور و غل مچاتے ہو
مجھے بڑا لطف آتا ہے ۔"

"یقیناً آتا ہو گا کیونکہ اس وقت میں مضحکہ خیز حرکتیں کر رہا ہوں ،" راسکولنکاف
غصے سے بڑبڑایا ۔

سیوادری گیلاف جی بھر کر ہنسا ۔ پھر اس نے فلپ کو آواز دی بل ادا
کیا اور اٹھ کھڑا ہوا ۔

"اف! آج میں واقعی زیادہ پی گیا ہوں۔ بہرحال ملاقات پُرلطف رہی۔"

"تمھارے لیے رہی ہوگی" راسکولنکاف نے دانت پیس کر کہا اور وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ "بے شک تم جیسے اوباش اور نفس کے بندے کے لئے یہ ملاقات دلچسپ رہی ہوگی کیونکہ تمہیں اپنے کارنامے بیان کرنے کا موقع ملا اور وہ بھی اس وقت جب ایک شیطانی ارادہ تمھارے دماغ میں پروان چڑھ رہا ہے۔ چنانچہ ایسے حالات میں عموماً اور میرے سامنے خصوصاً اپنے کارنامے بیان کرکے تمھیں لطف حاصل ہوا ہوگا"

"اگر یہی بات ہے" سیوادری گیلاف نے اس کی طرف گھور کر دیکھا۔ "تو مجھے کہنا پڑتا ہے کہ تم سب سے بڑے کلبی ہو۔ جانتے ہو کلبی کس کو کہتے ہیں؟ اس کو جو فلسفہ کلبیہ کا پیرو ہو اور یہ لوگ دنیا اور اسباب عیش سے نفرت کرتے ہیں۔ چنانچہ تم تم کلبی ہو میرے دوست! اور اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ دراصل تمھارے گرد ایسا اور اتنا بہت سا مواد جمع ہو گیا ہے جو کسی کو بھی کلبی بنانے کے لئے کافی ہے تم بہت کچھ سمجھ سکتے اور بہت کچھ کر بھی سکتے ہو۔ لیکن اب وقت ہو گیا ہے۔ افسوس ہے کہ ہماری یہ ملاقات تشنہ رہی لیکن فکر نہ کرو ہم پھر ملیں گے"۔

سیوادری گیلاف ریسٹوران سے باہر آ گیا۔ راسکولنکاف بھی اس کے پیچھے ہی پیچھے آ گیا۔ بہرحال سیوادری گیلاف نشے میں نہ تھا۔ شراب نے وقتی طور پر اپنا اثر کیا تھا جو اب لمحہ بہ لمحہ زائل ہونے لگا تھا وہ کسی اہم مسئلہ پر غور کر رہا اور خود بخود بے چین ہوا جا رہا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ کسی واقعہ کا منتظر تھا۔ راسکولنکاف سے اس کے سلوک میں، پچھلے چند منٹوں میں، فوری تغیر ہوا تھا۔ وہ ایک دم سے سنہوڑ بن گیا تھا۔ راسکولنکاف نے اس تبدیلی کو دیکھا اور محسوس کیا تھا اور خود بھی بے چین ہو گیا تھا ——— وہ

سیوادری گیلاف کی طرف سے کھٹک گیا تھا اور اس کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

دونوں سڑک پر آ گئے۔

"تم دائیں طرف جاؤ گے اور میں بائیں طرف اور اگر تمھیں بائیں طرف جانا ہے تو میں دائیں طرف چلا جاتا ہوں۔ چنانچہ آئندہ ملاقات تک خدا حافظ اور الوداع۔"

اور وہ بائیں طرف مڑ کر گھاس بازار کی طرف چلا گیا۔

(۵)

راسکولنکاف اس کے پیچھے چلا۔

"ہیں! یہ کیا ہے؟" سیوادری گیلاف اس کی طرف گھوم کر چیخا "میں نے کہا تھا کہ ۔۔۔۔۔"

راسکولنکاف خاموش رہا۔

"کیا مطلب ہے اس کا؟" سیوادری گیلاف پھر چیخا۔

"مطلب صاف ہے" راسکولنکاف نے جواب دیا "میں تمھیں اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دوں گا۔"

"کیا کہا؟"

دونوں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو گئے جیسے ایک دوسرے کی طاقت کا اندازہ لگا رہے ہوں۔

"تم نے سرور میں آ کر جو باتیں کہی ہیں" راسکولنکاف نے کہا۔ "ان کی بنا پر

میں سمجھنے پر مجبور ہوں کہ اب تک تم اپنے شیطانی ارادوں سے باز نہیں آئے ہو۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آج صبح ہی میری بہن کو ایک خط ملا ہے۔ نہ تو تم خود چین سے بیٹھتے ہو اور نہ ہی دوسروں کو چین سے بیٹھنے دیتے ہو۔ شرارت سے باز نہیں آتے۔ ہو سکتا ہے کہ تم نے راستہ چلتے ایک بیوی کو تلاش کر لیا ہو لیکن اس سے کیا ہوتا ہے میں خود اس کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں کہاں تک صداقت ہے۔"

خود راسکولنکاف نہ جانتا تھا کہ وہ خود کیا چاہتا ہے اور کیا تحقیق کرنا چاہتا ہے۔

"قسم خدا کی، نوجوان، میں پولیس کو بلا لوں گا" سویدریگیلاف نے کہا۔

"بلالو۔"

ایک بار پھر وہ ایک دوسرے کو گھورنے لگے۔ دفعتہ سویدریگیلاف کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ یہ دیکھ کر کہ راسکولنکاف پر اس کی دھونس کا کوئی اثر نہیں ہوا ہے اس نے دوستانہ انداز اختیار کر لیا۔ اب وہ ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔

"عجب آدمی ہو یار۔" وہ بولا "میں تمہارے نجی معاملات کو زیر بحث لانے سے قصداً احتراز کرتا رہا تھا، حالانکہ شوق تجسس سے بے تاب تھا۔ سوچا تھا کہ پھر کسی وقت فرصت سے تمہیں کریدوں گا۔ لیکن تم ایک جھکی آدمی ہو کہ میرے شوق کو ہوا دے رہے ہو۔ سچ مچ یار تم مردے کو بھی زندہ کر سکتے ہو۔ عجیب معاملہ ہے تمہارا۔ خیر چلو۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ اس وقت تو میں اپنی دنیا کو پر جاؤں گا۔ تھوڑا سا روپیہ لینا ہے سو وہ لوں گا، پھر کمرے کا دروازہ بند کر کے اس میں تالا ڈال دوں گا، باہر آ کر ایک بگھی کرائے پر لوں گا اور شام گزارنے کے

لئے جزیروں کی طرف چلا جاؤں گا۔ لو بھائی یہ ہے میرا پروگرام۔ اب اگر تم میرے ساتھ چلنا چاہتے ہو تو چلو۔"

"میں تمھاری قیام گاہ تک چل رہا ہوں لیکن تمھارے ساتھ تمھارے کمرے میں نہ آؤں گا۔ دراصل میں سونیہ کے پاس اس سے معذرت طلب کرنے جا رہا ہوں کہ کیتارینا کے جنازے میں شریک نہ ہو سکا۔"

جیسی تمھاری مرضی۔ لیکن سونیہ گھر پر نہیں ہے۔ وہ تینوں بچوں کو لے کر ایک معزز خاتون سے ملنے گئی ہے۔ اس خاتون کو میں جانتا ہوں وہ ایک یتیم خانے کی منتظمہ ہے۔ تینوں بچوں کی ضروریات کے لئے میں نے ایک معقول رقم جمع کرا دی تو وہ خوش ہو گئی۔ مزید برآں ایک معقول رقم یتیم خانے کے چندے میں جمع کروا دی تو بڑی بی نہال نہال ہو گئیں۔ روپے کا جادو چونکہ چل گیا تھا اس لئے اس سے فائدہ اٹھا کر میں نے سونیہ کے دکھوں کی سرگذشت بیان کی اور بڑھیا بے حد متاثر ہوئی اور اسی لئے بڑی بی نے سونیہ کو آج اس ہوٹل میں بلایا ہے جہاں وہ 'یعنی بڑی بی' عارضی طور پر مقیم ہیں۔

"بہرحال میں وہاں تک چل رہا ہوں۔"

"چلو۔ مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ لیکن میں سونیہ کے یہاں نہ آؤں گا۔ لو بھئی۔ یہ آگئی ہماری منزل۔ ہاں یار۔ غالباً تم مجھ پر اس لئے شک کر رہے ہو کہ میں نے شرافت کا ثبوت دیتے ہوئے تم سے الٹے سیدھے سوالات نہیں پوچھے۔ ہے نا یہی بات ہے نا! بہرحال اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ شریف بن کر سامنے والے کے جذبات کا لحاظ کرنا حماقت ہے۔"

"اور کن سوئیاں لینا کیا ہے؟"

"اچھا۔ تو یہ بات ہے۔ "میرا دری گیلاف ہنسا" جو کچھ ہو چکا ہے اس کے

بعد اگر تم یہ بات نہ کہتے تو مجھے تعجب ہوتا۔ ہا ہا ہا۔ میں کچھ کچھ سمجھنے لگا ہوں کہ تم کیا کرنے والے ہو۔ وہی جس کے متعلق سونیہ سے کہہ رہے تھے لیکن یار تم نے سونیہ سے جو کچھ کہا ہے اس کا صحیح مطلب کیا ہے؟ شاید میں زمانے کا ساتھ نہ دے سکا اور بہت پیچھے رہ گیا ہوں اور اسی لئے غالباً تمھاری بے حد ترقی پسندانہ باتیں سمجھ نہ سکا۔ میرے عزیز! خدا کے لئے مجھے سمجھاؤ۔ ذرا اپنے تازہ ترین نظریات کی تشریح تو کرو کہ ہم رجعت پسندوں کے پلّے بھی کچھ پڑ جائے۔"

"تم نے کچھ نہیں سنا۔ تم جھوٹ بک رہے ہو۔"

"لیکن میں اس کا ذکر نہیں کر رہا بھئی (حالانکہ میں نے کچھ نہ کچھ سن ضرور لیا ہے) یہ تم جو بار بار آہیں بھرتے اور کراہتے ہو سو میں اس کی بات کر رہا ہوں۔ تمھارے اندر جو شیر چھپا بیٹھا ہے وہ منٹ منٹ میں بیزار اور پریشان ہو جاتا ہے اور تم ہو کہ مجھے کن سوئیاں لینے پر طعن کر رہے ہو۔ اگر یہ بات یوں ہے تو تم پولس کے پاس جا کر کہہ کیوں نہیں دیتے کہ اس قسم کا ایک بدبختانہ حادثہ ہو گیا ہے اور یہ کہ اپنے نظریات میں تم سے ذرا سہو ہو گیا ہے لیکن میرے دوست اگر کن سوئیاں لینا بری بات ہے اور اپنی تسکین کی خاطر کسی بڑھیا کا سر پھاڑ دینا اچھی بات ہے تو بھائی میرا تو مشورہ یہی ہے کہ بھاگ یہاں سے اب بھی وقت ہے۔ امریکہ پہنچ جاؤ۔ یقین کرو میں خلوص دل سے یہ مشورہ دے رہا ہوں۔ روپیہ نہیں ہے تمھارے پاس؟ کوئی بات نہیں تمھیں سفر خرچ میں دوں گا۔"

"میں یہ بات نہیں سوچ رہا" راسکولنکاف نے نفرت سے کہا۔

"جانتا ہوں غصہ نہ کرو میرے بھائی۔ اگر تم اس موضوع پر گفتگو

کرنا نہیں چاہتے تو نہ سہی ۔ میں جانتا ہوں کہ کون سے مسائل تمہیں پریشان کر رہے ہیں ۔ اخلاقی مسائل ۔ ہے نا؟ ایک انسان اور ایک شہری کے فرائض ۔ ہے کہ نہیں؟ لیکن تمھیں ان سے کیا واسطہ؟ بھول جاؤ انھیں، میرے عزیز، بھول جاؤ ۔ ہاہاہا ۔ تم کہو گے کہ تم اب بھی ایک انسان اور ایک شہری ہو، اب بھی سماج سے تمھارا رشتہ قائم ہے ۔ اگر ایسا ہی ہوتا میرے دوست تو تم اس گڑبڑ میں نہ پھنستے جس کام کے لیے تم موزوں نہیں ہو، جس کام کی صلاحیت تم میں نہیں ہے، وہ کام تمھیں کرنا ہی نہیں چاہتے تھا ۔ بہتر ہے کہ تم اپنے کو گولی مار لو یا تم یہ بھی کرنا نہیں چاہتے؟"

"معلوم ہوتا ہے کہ مجھے غصہ دلا کر مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو۔"

"عجب آدمی ہو ۔ لو ۔ پہنچ گئے ۔ آؤ ۔ وہ ہے سونیہ کا کمرہ ۔ دروازہ بند ہے ۔ دیکھا! میں نے کہا تھا کہ وہ گھر پر نہیں ہے؟ اگر تمھیں اب بھی شک ہو تو کاپرناموف سے پوچھ لو ۔ سونیہ اپنے کمرے کی کنجی اسی کو دے کر جاتی ہے ۔ تو ۔ وہ کاپرناموف کی بیوی خود ہی آرہی ہے ۔ مادام! سلام ۔ ذرا بہری ہے بے چاری ۔ کیا؟ باہر گئی ہوئی ہے؟ کہاں؟ سن لیا تم نے؟ سونیہ سیمونوونا باہر گئی ہوئی ہے اور شام کو واپس آئے گی ۔ کہو اب تو یقین آیا؟ خیر میرے کمرے میں چلو ۔ ویسے خود تم بھی مجھ سے ملنے آنا ہی چاہتے تھے ۔ ہے کہ نہیں؟ یہ ہے میرا کمرہ، مادام ریسلیچ موجود نہیں ہے ۔ وہ ان عورتوں میں سے ہے جو نہ کرنے کے کام بھی کرتی رہتی ہیں اور ہر دم مصروف رہتی ہیں ۔ بہت اچھی عورت ہے ۔ سونے کی طرح کھری ۔ اگر تم ذرا عقل سے کام لیتے تو یہ عورت تمھارے بہت کام آسکتی تھی ۔ اچھا یہ دیکھو میں اس میز کی ایک دراز میں سے یہ پانچسو کا بانڈ نکال رہا ہوں ۔ دیکھا تم نے

کہ کتنے ڈھیروں بانڈ ہیں میرے پاس؟ آج یہ ایک بانڈ کبنایا جائے گا میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ یہ میز کی دراز کو تالا دے دیا۔ اب باہر آؤ۔ یہ کمرے کے دروازے کو بھی مقفل کر دیا۔ اور یہ ۔ ہم پھر زینے پر آ گئے۔ اب کہو تو بگھی کر لیں؟ میں جزیروں کی طرف جا رہا ہوں۔ اگر پسند کرو تو تھوڑی دور تک بگھی میں ساتھ ساتھ چلے چلیں۔ کیا خیال ہے؟ بگھی ٹھیک ہے آئی کو رو کے لیتے ہیں۔ تو چل رہے ہو پھر؟ نہیں؟ ارے بھئی تم تھک گئے یہ ذرا سیر ہی ہو جائے گی۔ بارش تو جھوم رہی ہے کوئی دم میں آیا چاہتی ہے۔ کوئی بات نہیں۔ ہم بگھی کی ہڈ لگالیں گے۔"

سیوادری گیلاف بگھی میں بیٹھ چکا تھا۔ راسکولنکاف نے فیصلہ کیا کہ کم سے کم اس وقت تو اس کے شکوک بے بنیاد تھے۔ چنانچہ وہ کہے بغیر گھوم کر گھاس بازار کی طرف چل دیا۔ اگر اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا ہوتا تو وہ دیکھتا کہ کوئی سو قدم کے بعد ہی سیوادری گیلاف نے بگھی سے اتر کر اسے رخصت کر دیا اور خود پٹری کے ساتھ ساتھ پیدل ہی ایک طرف چل دیا۔ راسکولنکاف قریب کے نکڑ پر سے گھاس بازار کی طرف مڑ گیا تھا اور کچھ دیکھ نہ سکتا تھا۔ ناقابل برداشت نفرت اسے سیوادری گیلاف سے دور، دور لیے جا رہی تھی۔

"اور مجھے اس ہوس پرست، عیار اور نیچ آدمی سے مدد کی امید تھی۔ افوہ! کیا حماقت تھی،" اس نے اونچی آواز میں کہا۔

اور یہ سچ ہے کہ راسکولنکاف نے یہ فیصلہ بڑی عجلت میں اور سوچے سمجھے بغیر کر لیا تھا۔ البتہ یہ بھی تھا کہ سیوادری گیلاف میں کوئی خاص بات تھی جس نے اس کی ذات کو راسکولنکاف کے لئے پراسرار بنا دیا تھا۔ جہاں تک اس کی بہن کا تعلق تھا سو اس کا تو راسکولنکاف کو یقین تھا کہ سیوادری گیلاف دونیہ

کو سکون سے رہنے نہ دے گا۔ لیکن معاملہ بڑا ہی بیزار کن تھا اور اسی پر مسلسل غور کیے جانا اس کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔

جب وہ تنہا ہوا تو کوئی بیس قدم ہی چلنے کے بعد حسب معمول کسی سوچ میں غرق ہو گیا۔ پل پر پہونچ کر اس نے جنگلے پر کہنیاں ٹیک دیں اور نیچے پانی کی طرف دیکھنے لگا۔

اور اس وقت اس کی بہن دونیہ اس کے قریب ہی کھڑی تھی۔

جب وہ پل کے دروازے میں داخل ہوا تو اس وقت دونیہ وہیں دروازے پر ہی کھڑی تھی۔ لیکن راسکولنیکاف خیالات میں ایسا گم تھا کہ وہ اس کی طرف دیکھے بغیر اور اس کے بہت قریب سے گذر گیا تھا۔ دونیہ نے کبھی اپنے بھائی کو پہلے کبھی بازار میں اور ایسی عالت میں نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ دہشت زدہ سی ہو گئی تھی اور اس وقت وہ اپنے بھائی کے قریب کھڑی سوچ رہی تھی کہ اسے آواز دے یا نہ دے۔ دفعتہً اس نے سیوادری گیلاف کو دیکھا جو گھاس بازار کی طرف سے تیز تیز اسی طرف آرہا تھا۔

وہ پل پر تو نہ آیا لیکن ایک طرف دبک کر کھڑا ہو گیا۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ راسکولنیکاف اسے دیکھ نہ لے۔ وہ دونیہ کی طرف دیکھ رہا اور ساتھ ہی کچھ اشارے بھی کر رہا تھا۔ دونیہ نے اس کے اشارے سمجھ لیے سیوادری گیلاف چاہتا تھا کہ دونیہ اپنے بھائی کو مخاطب نہ کرے بلکہ اس کے قریب سے ہٹ کر سیوادری گیلاف کے پاس چلی آئے۔

دونیہ نے ایسا ہی کیا۔ اپنے بھائی کے قریب سے ہٹ کر سیوادری گیلاف کے پاس آگئی۔

"آؤ۔ جلدی کرو۔" سیوادری گیلاف نے کہا "میں نہیں چاہتا کہ ہماری اس

ملاقات کی خبر تمھارے بھائی کو ہو جاتے ۔ میں تمھیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں ابھی ابھی تمھارے بھائی کے ساتھ قریب کے ریسٹوران میں بیٹھا ہوا تھا وہ خود ہی مجھ سے ملنے آ گئے تھے اور ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا تھا۔ کسی طرح روڈیا کو میرے اس خط کا پتہ چل گیا ہے جو میں نے تمہیں بھیجا تھا ۔ وہ کچھ کھٹک گئے ہیں ۔ یقیناً اس خط کا ذکر تم نے تو نہ کیا ہوگا تو پھر کس نے کیا ؟"

" لو ۔ اب ہم موڑ مڑ گئے ہیں اور روڈی اب ہمیں دیکھ نہیں سکتا ۔

دونیہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا " میں اور آگے نہیں جا سکتی چنانچہ تمھیں جو کچھ کہنا ہے یہیں کہہ دو ۔ میں سمجھتی ہوں کہ تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو وہ کوئی ایسی بات نہ ہو گی جو سڑک پر نہ کہی جا سکے ۔

" یہ بات ہی ایسی ہے جسے میں بازار میں نہیں کہہ سکتا ۔ پھر تمھیں سونیہ کی بھی چند باتیں سننی ہیں اس کے علاوہ میں تمھیں چند کاغذات بھی دکھانا چاہتا ہوں ـــــ اب اگر تم میرے ساتھ آنا نہیں چاہتیں تو خدا حافظ ' میں یہیں سے رخصت ہوتا ہوں ۔ معاف کرنا میں یہاں تمھیں کچھ نہیں بتا سکتا اور پھر یہ بھی یاد رکھو کہ تمھارے بھائی کا ایک راز میری مٹھی میں ہے "

دونیہ بے حس و حرکت کھڑی رہ گئی ۔ وہ کوئی فیصلہ نہ کر پائی تھی ۔

" آخر تم ڈرتی کیوں ہو ؟ " سیوادری گیلاف نے بڑے سکون سے کہا یہ شہر ہے گاؤں نہیں اور گاؤں میں بھی تو فتح تمھاری ہی ہوئی ہے ۔ جتنا نقصان تم نے مجھے پہنچایا ہے اتنا میں تمہیں نہ پہنچا سکا اور پھر یہاں تو ـــــ "

" سونیہ سے کہا ہے تم نے ؟ "

" نہیں ـــ ایک لفظ نہیں کہا ـــ پھر میں بھی یہ یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت وہ گھر پر ہو گی بھی یا نہیں ۔ ہو سکتا ہے کہ گھر ہی پر ہو ۔ آج ہی اس

نے اپنی سوتیلی ماں کو سپرد خاک کیا ہے چنانچہ آج وہ شاید ہی کسی سے ملنے جائے ۔ فی الحال میں خاموش ہی رہنا چاہتا تھا لیکن سوائے تمہارے میں نے کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا ہے ۔ دراصل یہ معاملہ ہی ایسا ہے کہ ذرا سی لغزش کچھ کا کچھ کر سکتی ہے ۔ وہ مکان دیکھ رہی ہو نا ؟ میں اسی میں مقیم ہوں ۔ زیادہ دور نہیں ہے ۔ گھبراؤ مت ۔ چلی آؤ ۔ وہ دیکھو ہمارے بورڈنگ ہاؤس کا دربان مجھے اچھی طرح جانتا ہے ۔ دیکھا! مجھے سلام کر رہا ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ میں ایک خاتون کے ساتھ آ رہا ہوں اس نے تمہیں دیکھ لیا ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ اسے تمہاری صورت شکل یاد رہے گی ۔ اب اگر تمہیں مجھ پہ شک ہو جائے یا میں کوئی واہیات حرکت کرنے لگوں تو یہ دربان تمہاری مدد کو دوڑا آئے گا ۔ معاف کرنا میں ذرا گستاخی سے گفتگو کر رہا ہوں ۔ دراصل میرا اپنا کوئی فلیٹ نہیں ہے اور میں ایک کرائے دار کا مہمان ہوں ۔ صوفیہ سیمیونوونا ، یعنی تمہاری سونیہ کا فلیٹ ہمارے فلیٹ سے متصل ہے وہ بھی ایک درزی کی کرائے دار مہمان ہی ہے ۔ اس منزل کے تقریباً سارے کرائے دار وہ ہیں جنھیں پےانگ گیسٹ کہتے ہیں ۔ اور تم تو بچوں کی طرح سہمی جا رہی ہو ۔ کیا واقعی میں اتنا بھیانک آدمی ہوں ؟"

سیوا دری گیلاف پدرانہ شفقت سے مسکرایا لیکن اس کی یہ مسکراہٹ جبری تھی ۔ اس وقت وہ مسکرانے کے موڈ میں قطعی نہ تھا ۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا اور اسے سانس لینے میں بھی تکلیف ہو رہی تھی ۔ وہ اپنی گھبراہٹ اور بے چینی کو چھپانے کے لئے اونچی آواز میں بول رہا تھا ۔ لیکن دونیہ نے اس کی یہ گھبراہٹ نہ دیکھی کیونکہ سیوادری گیلاف کے

آخری الفاظ نے خود اسے حد سے زیادہ گھیرا دیا تھا اور وہ دونیہ کو ایک راکھشش معلوم ہو رہا تھا۔

" حالانکہ میں جانتی ہوں کہ تم انسان نہیں ہو ۔ میرا مطلب ہے اچھے آدمی نہیں ہو اس کے باوجود میں تم سے ذرا نہیں ڈرتی ۔ چلو راستہ دکھاؤ اس نے بڑی بے خوفی اور سکون سے کہا حالانکہ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔

سونیہ کے کمرے کے سامنے پہونچ کر سیورا دری گیلا ف ٹھہر گیا

" ذرا معلوم کر لوں کہ صوفیہ سیا نونا گھر پر ہے کہ نہیں ؟ ۔ نہیں ہے ۔ اسے اس وقت موجود ہونا چاہئے تھا ۔ اس وقت وہ عموماً گھر پہ ہی ہوتی ہے لیکن آج نہیں ہے ۔ بدقسمتی اور کیا ۔ بہرحال میں جانتا ہوں کہ وہ جلد ہی لوٹ آئے گی اگر وہ کہیں باہر گئی ہے تو یقیناً یتیم خانے کی منتظمہ کے پاس گئی ہوگی ۔ بچوں کے لیے انتظام کرنے ۔ ان کی ماں کا انتقال ہو چکا ہے اور میں نے کافی بھاگ دوڑ کرکے انکے لئے ایک اعلیٰ درجہ کے یتیم خانے میں انتظام کر لیا ہے ۔ اگر سونیہ دس منٹ میں واپس نہ آگئی تو میں اسے تمھارے پاس بھیج دوں گا بشرطیکہ تم اس سے اپنے بورڈنگ ہاؤس میں ملنا پسند کرو ۔ یہ ہیں میرے دو کمرے ۔ مادام راسلیچ یعنی میرے کمروں کی مالکن کا کمرہ اس طرف ہے میرے اور اس کے کمرے کو ایک اینٹ کی پتلی سی دیوار الگ کرتی ہے ۔ اچھا ۔ اب ادھر دیکھو ایک ثبوت دکھاتا ہوں اس کے بعد یقین ہے کہ تم میری باتوں کو سچ ہی سمجھو گی ۔ میری خوابگاہ کا یہ دروازہ دو ایسے کمروں میں کھلتا ہے جو کرائے کے لئے خالی ہیں ۔ اب تک ان میں کوئی کرائے دار آیا نہیں ۔۔۔ یہ ہی دونوں کمرے ۔ ذرا غور سے ان کمروں کا جائزہ لے لو اس کے بعد آگے میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں کہوں گا ۔

سیورا دری گیلا ف کے قبضے میں دو سجے سجائے کمرے تھے لیکن ان کمروں در

ان کے فرنیچر میں سونیہ کو کوئی خاص بات دکھائی نہ دی اگر کوئی خاص بات تھی تو صرف یہ، اور جسے سونیہ نے محسوس کر لیا ہوگا، کہ سیوادری گیلاف کا فلیٹ دو خالی کمروں کے بیچ میں تھا۔ سیوادری گیلاف کے کمرے میں آنے کا راستہ برآمدے میں سے اور براہ راست نہ تھا بلکہ اس میں پہنچنے کے لئے مادام ریسلیچ کے کمروں کو عبور کرنا پڑتا تھا اپنی خوابگاہ کا کمرہ کھول کر سیوادری گیلاف نے سونیہ کو دہ کمرے دکھائے جو کرائے کے لئے خالی تھے۔ سونیہ دروازے میں ہی ٹھٹھک گئی۔ وہ حیران تھی کہ اسے ان خالی کمروں کی زیارت کیوں کرائی جا رہی ہے لیکن سیوادری گیلاف نے جلدی سے کہا۔

"ادھر دیکھو۔ اس دوسرے بڑے کمرے میں۔ وہ دروازہ دیکھا؟ وہ مقفل ہے اور اس کے قریب ایک کرسی رکھی ہے۔ ان دونوں کمروں میں اس کرسی کے علاوہ کوئی فرنیچر نہیں۔ یہ کرسی میں نے اپنے کمرے سے لاکر یہاں رکھی ہے کہ اطمینان سے بیٹھ کر سب کچھ سن سکوں۔ دروازے کے ٹھیک دوسری طرف سونیہ کی میز ہے اور اس نے وہیں بیٹھ کر تمھارے بھائی روڈیا رامانووچ سے گفتگو کی تھی اور میں اس کرسی پر بیٹھا دونوں کی گفتگو سنتا رہا تھا۔ یہ کانفرنس دو شاموں تک اور ہر شام دو گھنٹوں تک جاری رہی تھی ظاہر ہے کہ میں نے اس کرسی پر بیٹھ کر بہت کچھ معلوم کر لیا ہوگا۔ کہو اب کیا کہتی ہو؟"

"دونوں دن ان کی ساری باتیں سنی تھیں؟"

"ہاں۔ اچھا۔ اب میرے کمرے میں چلو۔ یہاں بیٹھنے کے لئے کرسی وغیرہ نہیں ہے۔"

وہ دونیہ کو نشست کے کمرے میں لے آیا اور ایک کرسی پیش کر دی اور خود میز کے دوسرے کنارے پر، اور دونیہ سے کوئی سات فٹ دور بیٹھ گیا لیکن

اس وقت اس کی آنکھوں میں شاید وہی چمک تھی جس نے کسی زمانے میں دونیہ کو خوفزدہ کر دیا تھا چنانچہ وہ کانپ گئی اور ایک بار پھر اس نے مشکوک نظروں سے کمرے کا جائزہ لیا۔ اس کی یہ حرکت بڑی بے اختیاری تھی صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنی گھبراہٹ چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن سیوا دری گیلاف کے کمروں کی علیحدگی نے اسے گھبرا دیا۔ اس کے کمرے دوسرے کمروں سے یوں الگ تھلگ تھے کہ اگر ان میں کسی کو قتل بھی کر دیا جاتا تو دوسرے کرائے داروں کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔ وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ سونیہ نہ سہی اس کی مالکن بھی موجود ہے یا نہیں۔ لیکن نہ پوچھ سکی۔ اس کے علاوہ ایک دوسری بڑی پریشانی تھی جو اسے خود اپنی حفاظت سے بڑھ کر معلوم ہو رہی تھی اور اس کے حالیہ خوف پر غالب تھی۔

"یہ رہا تمھارا خط، دونیہ نے خط میز پر رکھتے ہوئے کہا" اس میں تم نے جو کچھ لکھا ہے کیا وہ سچ ہو سکتا ہے؟ اپنے خط میں تم نے ایک جرم کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا ارتکاب میرے بھائی نے کیا ہے۔ میرے بھائی کے اس جرم کی طرف تم نے نہایت واضح اشارہ کیا ہے اور اب تم اس سے انکار نہیں کر سکتے لیکن اتنا بتا دینا ضروری سمجھتی ہوں کہ تمھارے اس انکشاف سے پہلے ہی میں یہ بیہودہ اور بے بنیاد کہانی سن چکی ہوں اور اسے جھوٹ سمجھتی ہوں۔ یہ افترا پردازی نفرت انگیز، بے بنیاد اور مضحکہ خیز شک کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ میں یہ کہانی شروع سے آخر تک سن چکی ہوں اور یہ بھی جانتی ہوں کہ یہ کیوں گھڑی گئی ہے۔ تمھارے پاس کوئی ثبوت ہو ہی نہیں سکتا لیکن یاد دہانی کے لئے عرض ہے کہ تم نے اپنے خط میں اسے سچ ثابت کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اب تمھیں جو کچھ کہنا ہے کہو لیکن سن لو کہ مجھے تمھاری باتوں کا

اعتبار نہیں۔

دونیہ یہ سب کچھ ایک سانس میں اور بڑی تیزی سے کہہ گئی اور گھڑی بھر کے لیئے اس کے چہرے پر رنگ دوڑ گیا۔

" اگر تمھیں میری باتوں کا اعتبار نہیں تو پھر یہاں کیوں چلی آئیں حالانکہ تم جانتی تھیں کہ یہاں آنے میں خود میری طرف سے تمھیں خطرہ لاحق تھا؟

" مجھے پریشان نہ کرو اور جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہہ دو۔"

" اس میں کوئی شک نہیں کہ تم بہادر لڑکی ہو۔ میرا خیال تھا کہ حفظ ما تقدم کی بنا پر تم نے مسٹر رازومیخن کو اپنے ساتھ لے لیا ہوگا اور اسے کہیں قریب ہی چھپ رہنے کو کہا ہوگا۔ لیکن وہ نہ تو تمھارے ساتھ تھا اور نہ ہی کہیں آس پاس چھپا ہوا ہے۔ میں نے بڑی ہوشیاری سے ہر طرف دیکھ لیا ہے لیکن تمھارا وہ دوست مجھے کہیں دکھائی نہیں دیا۔ یہ تمھاری دلیری کی انتہا ہے۔ اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ تمھیں اپنے بھائی کا بہت زیادہ خیال ہے بلکہ عشق ہے اس سے۔ بڑا مقدس جذبہ ہے۔ تمھارے بھائی کے متعلق میں کیا کہوں؟ خود تم نے ابھی ابھی انھیں دیکھا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ان کی حالت سے تم کس نتیجے پر پہونچتی ہو؟"

" تو کیا ان کی اسی حالت پر تمھارے الزام کی بنیاد ہے؟ "

" نہیں بلکہ خود ان کے الفاظ پر۔ وہ دو شاموں تک یہاں سونیہ سے ملنے آئے تھے۔ یہ تو میں تمہیں بتا ہی چکا ہوں کہ وہ دونوں کہاں تھے اور میں کہاں تھا۔ خود تمھارے بھائی نے سونیہ کے سامنے نہ صرف جرم کا اقرار کیا بلکہ پوری سرگزشت بھی بیان کر دی تھی۔ بانو! تمھارا بھائی خونی ہے۔ اس نے ایک بڑھیا کا، جس کے پاس وہ چیزیں رہن رکھا کرتا تھا

خون کر دیا ہے۔ صرف یہی نہیں اس نے بڑھیا کی بہن لزاوتا کا بھی خون کر دیا ہے۔ یہ لزاوتا پرانی چیزوں کی خرید و فروخت کیا کرتی تھی جب تمہارا بھائی بڑھیا کا خون کر رہا تھا تو وہ اتفاقاً وہاں آگئی اور وہ بیچاری ماری گئی۔ تمہارے پیارے روڈی نے ایک تیز پھل والی کلہاڑی سے، جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا، دونوں بہنوں کی کھوپڑیاں پھاڑ دیں۔ بڑھیا کی دولت کے قصے پورے شہر میں مشہور تھے اور تمہارے بھائی نے یہی دولت حاصل کرنے کے لئے یہ جرم کیا۔ اور اسے اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی۔ اس نے کچھ روپیہ اور چند چیزیں چرالیں اس نے یہ ساری باتیں سونیہ سے کہیں، چنانچہ یہی عورت، یعنی سونیہ، تمہارے بھائی کے اس راز سے واقف ہے لیکن وہ تمہارے بھائی کے جرم میں کسی طرف شریک نہیں۔ نہ لفظی طور پر اور نہ عملی طور پر۔ وہ بھی یہ باتیں سن کر اتنی ہی خوفزدہ ہوگئی تھی جتنی کہ اس وقت تم ہو۔ لیکن گھبراؤ نہیں۔ سونیہ تمہارے بھائی کا راز فاش نہ کرے گی۔"

"یہ ناممکن ہے۔" دونیہ کے ہونٹ تک سفید ہوگئے تھے "ایسا ہو ہی نہیں سکتا ــــ اس کی ـــ اس کی ـــ کوئی معقول وجہ نہیں ـــ یہ جھوٹ ہے۔"

"وہ بڑھیا کی دولت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس سے زیادہ معقول وجہ اور کیا ہوسکتی ہے اور حقیقت میں اس نے تھوڑا سا روپیہ اور چند چیزیں حاصل کر بھی لیں یہ اور بات ہے کہ اس نے، بقول اس کے، اس روپیہ اور چیزوں کو استعمال نہیں کیا بلکہ انھیں ایک پتھر کے نیچے چھپا دیا جہاں یہ مال آج تک دبا پڑا ہے لیکن یہ محض اس لئے کہ وہ ان چیزوں کو کام میں لانے کی جرأت نہیں کر سکا۔

"لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ وہ چوری کرے یا کسی کو لوٹ لے" دونیہ چلائی اور ایک جھٹکے کے ساتھ کرسی پر سے اٹھی۔ "وہ ایسا ذلیل کام نہیں کر سکتا، اس کا خیال تک اسے

نہیں آسکتا۔ تم نے میرے بھائی کو دیکھا ہے اور تم اسے جانتے ہو۔ میں پوچھتی ہوں کیا وہ چور معلوم ہوتا ہے؟ کیا وہ چور ہے؟"

وہ اپنا خوف بھول کر بڑی عاجزی سے سیوادری گیلاف سے پوچھ رہی تھی۔

"اویدونیہ رامانونا! زندگی میں ہزاروں، لاکھوں اتفاقات اور امکانات ہوتے ہیں۔ ایک چیز چوری کرتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ بدمعاش ہے لیکن میں نے ایک ایسے معزز آدمی کا قصہ سنا ہے جس نے پوری کی ساری ڈاک لوٹ لی تھی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ معزز آدمی اپنے اس کام کو بے حد شریفانہ ہی سمجھ رہا ہو۔ اگر یہ بات مجھ سے اسی طرح کہی جاتی جس طرح میں تم سے کہہ رہا ہوں تو خود میں بھی اسے جھوٹ ہی سمجھتا لیکن مختصر سب کچھ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے اسلئے یقین کرنے پر مجبور ہوں سونیہ کے سامنے اس نے اپنے اس کام کی وجوہات بیان کی تھیں۔ خود سونیہ کو اپنے کانوں پر اعتبار نہ تھا لیکن اپنی آنکھوں پر ضرور تھا۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ اس کا پیارا اس کے سامنے بیٹھا خود اپنے ہی جرم کا اقرار کر رہا تھا چنانچہ سونیہ کو بھی یقین کرنا ہی پڑا۔"

"کیا — کیا وجوہات تھیں؟"

"یہ بڑی طویل داستان ہے۔ خیر سنو۔ حیران ہوں کہ کس طرح سمجھاؤں؟ ایک قسم کا نظریہ — مثلاً — میرے پیش نظر اگر کوئی نیک مقصد ہے تو اس کی خاطر میرے لئے ایک چھوٹا جرم جائز ہے — یعنی ایک برائی اور اس کے عوض ہزاروں نیکیاں ہوں تو سودا گھاٹے کا نہیں۔ کسی قابل اور خوددار آدمی کے لئے یہ ایک خیال حقیقت میں بڑا اشتعال انگیز ثابت ہو سکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ عذاب جان بھی۔ اگر اس کے پاس تین ہزار روبل ہوتے تو اس کی زندگی اور اس کا مستقبل کچھ اور ہی ہوتا۔ لیکن افسوس کہ یہ رقم اس کے پاس نہیں ہے کہ وہ اپنی زندگی بنا سکے۔ بس یہی ایک خیال بے چین کر دینے بلکہ زندگی عذاب کر دینے

کے لئے کافی تھا کہ اوپر سے بھوک، تنگ و تاریک کمرہ، چیتھڑا لباس، سماج میں ایک مقام حاصل کرنے کا خیال، اپنی ماں اور بہن کی زبوں حالی کا احساس کیا کچھ نہیں کروا سکتا؟ اور سب سے بالا خود پسندی، خود پسندی اور غرور ــــ حالانکہ خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ اس میں کچھ خوبیاں بھی ہوں۔ میں تمھارے بھائی کو الزام نہیں دے رہا، خدا کے لئے اس خیال کو اپنے دل میں نہ لانا، یہ میرا کام نہیں ہے۔ ہاں تو تمھارے بھائی کا بھی ایک نظریہ ہے جو خود ان کے دماغ کی اپج ہے۔ بڑا ہی دلچسپ نظریہ ہے یعنی یہ کہ دنیا کے سارے انسانوں کو ادنیٰ اور اعلیٰ میں تقسیم کر دیا۔ یعنی یہ کہ چند افراد اپنے تفوّق کی وجہ سے مروّجہ قوانین سے بالاتر ہیں اور دوسروں کے لئے، یعنی ادنیٰ کے لئے جو قوانین وضع کرتے ہیں۔ جہاں تک اس نظریہ کا تعلق ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ عمدہ نظریہ ہے۔ تمھارے بھائی صاحب نپولین سے بھی بے حد متاثر ہیں بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ جس چیز نے انھیں متاثر کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ غیر معمولی طور پر ذہین اور روحِ عصر ہیں وہ کوئی برا کام کرتے ہچکچاتے نہیں بلکہ پرانے قوانین کو بدل کر تاریخ بناتے ہیں اور اس کے لئے جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ چنانچہ تمھارے بھائی بھی اپنے آپ کو تاریخ ساز اور روحِ عصر سمجھنے لگے تھے۔ یعنی کچھ مدت تک انھیں اپنے جینیس ہونے کا یقین تھا۔ تمھارے بھائی نے سخت روحانی اذیتیں برداشت کی ہیں اور اب تک برداشت کر رہے ہیں۔ یہ احساس ان کی روح کو ایک عجیب دوزخ میں جلا رہا ہے کہ انھوں نے ایک نظریہ تو بنا لیا لیکن پرانے قوانین سے انحراف نہ کر سکے دوسرے لفظوں میں وہ "GENIUS" نہیں تھا۔ یہ احساس کسی بھی خوددار اور خود پسند شخص کے لئے باعثِ ذلت ہو سکتا ہے۔

"لیکن ضمیر؟ اس کے ضمیر کو کیا ہوا؟ کیا اس کے پاس ضمیر جیسی کوئی چیز ہے ہی نہیں؟ تمھارا خیال ہے کہ اس میں اخلاقی خوبیاں ہیں ہی نہیں؟ کیا وہ ایسا ہی آدمی ہے؟

"میری عزیزہ اودیتیا رومانوونا! ان دنوں پورے ملک میں عجیب انتشار پھیلا ہوا ہے، "ذہنی انتشار۔ خود تمھارا بھائی اس کا شکار رہے،" ویسے پہلے بھی اس کا ذہن ٹھیک سے کام نہ کرتا تھا۔ عموماً روسیوں کے خیالات وسیع ہوتے ہیں، ہمارے ملک کی طرح وسیع لیکن وہ حیرت انگیز حد تک مصنوعی بے اصل اور درہم برہم ہیں۔ اب ہماری بدقسمتی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ خیالات تو اتنے وسیع ہوں لیکن فطری قابلیت نام کو نہ ہو۔ تمھیں ہمارے قصبہ کی وہ فضا میں یاد ہیں جب ہم رات کے کھانے کے بعد باغ میں ملا کرتے تھے؟ تب ہم نے اس موضوع پر بڑی گرما گرم بحثیں کی تھیں۔ یاد ہے نا تمھیں؟ تمھی تو تھیں جو مجھے ایسے وسیع خیالات کا حامل ہونے پر لعنت ملامت کیا کرتی تھیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جب تم مجھے لعنت ملامت کر رہی تھیں تو عین اسی وقت تمھارے بھائی صاحب اپنے ڈربے میں پڑے یہی کچھ سوچ رہے اور یہی منصوبے باندھ رہے ہوں۔ دراصل ہمارے خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ کے کوئی مستحکم اصول ہیں ہی نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ کسی کتاب یا کسی پرانے سراغ سے ہر شخص اپنے لئے کوئی اصول اخذ کر لیتا ہے۔ لیکن یہ لوگ عموماً تعلیم یافتہ اور ہیجانی دماغ کے ہوتے ہیں اور چونکہ وہ خود اپنے فائدے کے لئے یہ اصول اخذ کرتے ہیں اس لئے سماج کے نزدیک ان کی اور ان کے اصولوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ دوسرے لفظوں میں یہ لوگ ذلیل اور کم درجہ ہوتے ہیں اور ایسے ہی سمجھے جاتے

ہیں - بہرحال تم میری رائے سے واقف ہو ۔۔۔ میں کسی کو الزام نہیں دیتا - میں خود ایک کاہل آدمی ہوں - میرے پاس دولت ہے، میں کوئی کام دام نہیں کرتا اور نہ کرنا چاہتا ہوں - لیکن چونکہ ہم اس موضوع پہ کئی دفعہ بحث کر چکے ہیں اس لئے یہاں اسے دوبارہ چھیڑنا محض بیکار ہے یہ میری خوش قسمتی ہے بانو کہ تم میری رائے سے متفق ہو - ایں! - کیا بات ہے ؟ تمھارا رنگ کیوں زرد ہو گیا ہے ؟"

" میں روڈی کے نظریہ سے واقف ہوں - میں نے ان لوگوں کے متعلق، جو قانون سے بالاتر ہیں اور جنہیں ہر بات کی اجازت ہے، روڈی کا مضمون پڑھا ہے - راز دمو ہن کہیں سے لے آئے تھے ؟"

" واقعی دلچسپ مضمون ہوگا ۔۔۔ لیکن یہ تم کہاں چلیں ؟"

" میں سونیہ سے ملنا چاہتی ہوں" دونیہ نے کمزور آواز میں کہا " کہاں ہے اس کے کمرے کا راستہ ؟ شاید وہ آگئی ہو - مجھے اس سے فوراً ملنا ہے ۔ شاید وہ ۔۔۔"

وہ فقرہ پورا نہ کر سکی - اس کا سانس اکھڑ گیا تھا ۔

" سونیہ رات گئے تک واپس نہ آئے گی - کم سے کم میرا تو یہی خیال ہے - اسے فوراً واپس آجانا چاہئے تھا لیکن اگر وہ اب تک نہیں آئی ہے تو پھر کافی رات گئے تک نہ آئے گی ۔"

" تو پھر تم نے جھوٹ کہا تھا ۔۔۔ تمھاری ہر بات ایک پہاڑ سا جھوٹ ہے ۔۔ مجھے تمھاری باتوں پہ یقین نہیں " دونیہ غصے سے بے قابو ہو کر چلائی ۔

اس پہ غشی سی طاری ہونے لگی ۔ سیدا دری گیالا ف نے جلدی سے

کرسی آگے بڑھا دی اور رودنیہ بے جانی سے اس میں ڈھے گئی۔

"ارے کیا ہوا ایودمینہ رامانوونا؟ ہمت سے کام لو۔ لو تھوڑا سا پانی پی لو"

اس نے رودنیہ کے منھ پر پانی کے چھینٹے دیے تو وہ کانپ کر ہوش میں آنے لگی۔

"اس کے دل کو سخت صدمہ پہنچا ہے" سویدریگیلاف غصے سے بڑبڑایا "ایودمینہ رامانوونا! گھبراؤ مت۔ روڈی اکیلا نہیں ہے، یقین کرو اس کے بہت سے دوست ہیں۔ ہم اسے بچا لیں گے۔ کہو تو میں اسے پردیس لے جاؤں؟ امریکہ؟ میرے پاس دولت ہے، رسوخ ہے، میں تین دن میں پاسپورٹ اور ٹکٹ حاصل کر سکتا ہوں۔ رہا وہ خون تو اس کے کفارے کے طور پر اب بھی تمھارا بھائی بہت سے نیک کام کر سکتا ہے۔ گھبراؤ مت۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اب بھی تمھارا بھائی بڑا آدمی بن سکتا ہے۔ ساری عمر اس کے سامنے پڑی ہے۔ کہو۔ اب کیسی طبیعت ہے؟"

"بدمعاش! تو مذاق اڑا رہا ہے، طعنے دے رہا ہے؟ ہٹو۔ جانے دو مجھے"

"کہاں جا رہی ہو؟"

"روڈی کے پاس۔ کہاں ہے وہ؟ تم جانتے ہو؟ ہائیں! یہ دروازہ بند کیوں ہے؟ ہم اسی دروازے سے تو آئے تھے اور اب یہ مقفل ہے! میں پوچھتی ہوں تم نے یہ دروازہ کب بند کیا؟ کیوں کیا؟"

"دراصل یہ باتیں سرعام نہیں کہی جا سکتی تھیں۔ اس قدر نازک معاملہ ہے کہ ذرا سی غلطی بہت بڑے نتائج پیدا کر سکتی ہے اور میں مذاق اڑا رہا ہوں اور طعنے دے رہا ہوں۔ دراصل ایسی سنجیدہ گفتگو نے مجھے

اُکتا دیا ہے۔ لیکن تم ایسی حالت میں کیسے جا سکتی ہو؟ کیا تم اپنے بھائی کا راز فاش کرنا چاہتی ہو؟ تم اسے غضب ناک کر دو گی اور پھر وہ اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دے گا۔ شاید تم نہیں جانتیں کہ اس پر نظر رکھی جا رہی ہے، جاسوس اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اگر تم نے جلد بازی سے کام لیا تو یاد رکھو اپنے بھائی کو کھو بیٹھو گی۔ ذرا صبر سے کام لو۔ میں ابھی ابھی تمھارے بھائی سے ملا تھا اور اس سے گفتگو کی تھی۔ بے سوچے سمجھے کوئی قدم اٹھانا خطرناک ہو گا۔ بیٹھ جاؤ۔ ہم ٹھنڈے دل سے معاملے پر غور کر لیں۔ اسی لئے میں نے تمہیں یہاں بلایا ہے۔ بیٹھ جاؤ۔

"لیکن تم اسے کس طرح بچا سکتے ہو؟ کیا واقعی اس کے بچنے کی کوئی صورت ہے؟"

دونیہ بیٹھ گئی۔ سیوادری گیلاف اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"تمھارے بھائی کو بچایا جا سکتا ہے — یعنی اگر تم چاہو تو — اس کا انحصار صرف تم پر ہے" اس نے کہا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور جذبات کی فراوانی کی وجہ سے وہ کئی الفاظ کا تلفظ صحیح طور پر ادا نہ کر سکا تھا۔

دونیہ دہشت زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئی۔ سیوادری گیلاف بھی سر سے پیر تک خزاں رسیدہ پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

"ایک لفظ — تمھارا صرف ایک لفظ بچا سکتا ہے۔ میں اسے بچا لوں گا۔ میرے پاس روپیہ ہے، میرا رسوخ ہے، میں اسے فوراً کہیں بھیج دوں گا، روس سے باہر — میں پاسپورٹ حاصل کر لوں گا۔ دو پاسپورٹ بنوا لوں گا ایک اس کے لئے اور ایک اپنے لئے۔ تم کہو تو تمھارے اور تمھاری

والدہ کے لئے کبھی پاسپورٹ نکلوالوں۔ راز دموہن تمہیں کیا دے سکتا ہے؟
نہیں ___ میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں اور راز دموہن سے زیادہ۔ تمھاری خوشی کے لئے ہر کام کرسکتا ہوں۔ آہ! کم سے کم اپنے لباس کا دامن ہی چوم لینے دو۔ اس کی سرسراہٹ ہی مجھے بے قابو کر دیتی ہے۔ دونیہ! میں تمھارا، صرف تمہارا دیوانہ ہوں مجھے حکم دو اور میں وہ کام کروں گا، ناممکن کو ممکن بنادوں گا۔ تم جو چاہو گی وہ ہوگا۔ جس پر تم ایمان لاؤگی میں بھی لاؤں گا۔ تمھاری خوشی میری خوشی ہوگی۔ آہ! ایسی نظروں سے نہ دیکھو۔ خدا کے لئے ___ تم نہیں جانتیں کہ تم مجھے مارے ڈال رہی ہو۔"

وہ ہذیان بکسا رہا تھا۔ دفعتاً اسے کچھ ہو گیا تھا۔ جیسے وہ پاگل ہو گیا تھا۔ دونیہ ایک دم سے اٹھ کر وحشت زدہ سی، دروازے کی طرف بھاگی۔

"کھولو۔ کھولو" وہ کواڑوں کو پوری قوت سے جھنجھوڑ کر چلائی" کھولو۔ دروازہ کھولو ___ ارے کوئی ہے؟ ارے کوئی بچاؤ"

سیوادری گیلاف اٹھا۔ وہ اپنے ہوش میں آچلا تھا۔ اس کے اب تک کانپتے ہوئے ہونٹوں پر غصیلی اور طنزیہ مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

"یہاں کوئی نہیں ہے" اس نے بڑے سکون اور یقین سے کہا" مالکن باہر گئی ہوئی ہے۔ تمھاری مدد کو کوئی نہیں آسکتا۔ چنانچہ تمھارا چیخنا چلانا بیکار ہے۔ کیوں خواہ مخواہ اپنے آپ کو تھکا رہی ہو؟"

"کنجی کہاں ہے؟ میں پوچھتی ہوں کنجی کہاں ہے؟ ذلیل ___ کمینے ___ بدمعاش ___ کھولو دروازہ"

"کنجی تو گم ہو گئی ہے کہیں۔ تلاش کے باوجود نہ مل سکی"

"میری عزت لوٹنا چاہتے ہو تم؟" اس کے چہرے پر موت کی سی زردی چھا گئی تھی۔ وہ ایک کونے کی طرف لپکی اور ایک چھوٹی سی میز کو آڑ بنا کر مدافعت کے لئے تیار ہو گئی

اب وہ نہ چیخ رہی تھی اور نہ چلا رہی تھی بلکہ اپنے صیاد کے چہرے پہ نظریں گاڑے خاموش کھڑی تھی۔

سویدری گیلاف کمرے کے انتہائی سرے پہ دونیہ کی طرف رخ کئے کھڑا تھا۔ اس نے اپنے جذبات پہ قابو حاصل کر لیا تھا، کم سے کم معلوم تو ایسا ہی ہوتا تھا لیکن اس کا چہرہ اب بھی زرد تھا اور طنزیہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پہ منجمد ہو کر رہ گئی تھی۔

"تم نے ابھی ابھی عزت لٹنے کا ذکر کیا ہے۔ اگر اتنی سی بات سمجھ چکی ہو تو تمہیں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ میں نے اس کے لئے سارے انتظامات بھی کر لئے ہیں۔ سونیہ گھر پر نہیں ہے۔ کاپرنا سوف کا کمرہ دور ہے۔ اس کے اور میرے کمرے کے درمیان پانچ بند کمروں کا فاصلہ ہے۔ میں تم سے زیادہ طاقتور ہوں اور مجھے کسی کا خوف نہیں اور پھر تم خود اپنی عزت کی خاطر بعد میں کسی سے میری شکایت بھی نہ کر سکو گی۔ یقین ہے کہ تم اپنے بھائی سے ہاتھ دھونا پسند نہ کرو گی۔ اور پھر کون یقین کرے گا تمہارا؟ لوگ اناج کھاتے ہیں گھاس نہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک لڑکی اکیلی ہی ایک اکیلے مرد کے کمرے میں چلی آئے؟ اگر تم سے یہ پوچھا گیا اور تم نے اس سوال کا جواب دیا تو خود اپنے بھائی کو پکڑوا دو گی۔ اور اگر بہ فرض محال تم نے اپنے بھائی کو قربان کر بھی دیا تب بھی تم کوئی بات ثابت نہ کر سکو گی۔ اودونیہ رامانونا! زنا بالجبر کو ثابت کرنا آسان نہیں۔"

"بدمعاش! کمینے!" دونیہ کی آواز کانپ رہی تھی۔

"جو لقب بھی تم عنایت کرو سب قبول۔ میں نے تو بہر حال ایک تجویز پیش کی تھی۔ لیکن تم ٹھیک ہی کہتی ہو۔ خود میں بھی اس معاملے میں زبردستی کا قائل نہیں۔ زنا بالجبر واقعی بڑی بے لطف اور نفرت انگیز چیز ہے۔ میں تو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر تم نے میری تجویز قبول کر کے اپنے بھائی کو بچا لیا تو تمہارا ضمیر بھی

ملامت نہ کرے گا۔ سارا الزام تم بڑی آسانی سے حالات یا مجبوری کے سر تھوپ سکتی ہو۔ اب اچھی طرح سے غور کر لو۔ تمھارے بھائی اور تمھاری ماں کی قسمت بھی تمھارے ہاتھ میں ہے میں تمھارا غلام بن کر رہوں گا مرتے دم تک۔ میں تمھارے جواب کا منتظر رہوں گا۔

سیوادری گیلاف دونیہ سے کوئی آٹھ قدم دور صوفے پر بیٹھ گیا۔ دونیہ کو اب یقین ہو چکا تھا کہ سیوادری گیلاف پکا ارادہ کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ وہ اسکی ضدی طبیعت سے بھی واقف تھی ایکا یک اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا پستول نکالا اور گھوڑا چڑھا کر اور پستول والا ہاتھ میز پر رکھ کر تیار ہو گئی۔

سیوادری گیلاف ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"تو یہ بات ہے" وہ حیرت مگر کینہ توزی سے مسکرا کر بولا "تمھاری اس حرکت نے تو صورت حال کو ایک دم سے بدل دیا ہے۔ لیکن میری پیاری! اس طرح تو خود تم نے میرے لیے بہت سی آسانیاں فراہم کر دی ہیں۔ ہا ہا ہا۔ اب تو معاملہ بے حد آسان ہو گیا ہے۔ ہا ہا ہا۔ لیکن پستول تمھارے پاس آیا کہاں سے؟ مسٹر رازومیہن کا ہے شاید؟ ارے! یہ تو میرا ہی ہے۔ میرا پرانا ساتھی۔ اور میں نے اس کی تلاش میں ایک جہان چھان مارا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی۔ تم بھولی نہ ہو گی کہ دہاں گاؤں میں خود میں نے تمھیں بندوق چلانا سکھایا تھا؟"

"یہ پستول تمھارا نہیں ہے بلکہ تمھاری بدنصیب بیوی مارفا کا ہے جسے تم نے مار ڈالا۔ بدمعاش کہیں کے۔ اس کے گھر میں ایک تنکا تک تمھارا نہ تھا۔ یہ پستول میرے پاس نہ تھا لیکن جب مجھے تمھارے برے ارادوں کا علم ہوا تو اپنے بچاؤ کے لیے یہ پستول مجھے اپنے پاس رکھنا پڑا اگر ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو قسم کھا کر کہتی ہوں

کہ گولی چلا دوں گی" دونیہ مارے غصّے کے آپے سے باہر ہو رہی تھی ۔

"ارے تمھارے بھائی کا کیا ہوگا؟ یہ میں محض اپنی تسکین کی خاطر پوچھ رہا ہوں"
سیوادری گیلاف نے کہا۔ وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

"ڈراتے ہو مجھے؟ لیکن میں ڈرنے والی نہیں۔ تم پولیس کو خبر کرنا چاہتے ہو؟
شوق سے کرو ۔ خبردار ۔ وہیں کھڑے رہو ورنہ میں گولی چلا دوں گی۔ تم نے
اپنی بیوی کو زہر دے دیا تھا اور یہ میں جانتی ہوں۔ تم خود خونی ہو چنانچہ یاد رکھو تم
کبھی نہ بچ سکو گے" اس نے پستول کا رخ سیوادری گیلاف کے سینے کی طرف کر دیا۔

"تم کو یقین ہے کہ مارفا کو زہر میں نے دیا تھا؟"

"ہاں ۔ ایک دفعہ خود تم نے اپنی اس حرکت کی طرف اشارہ کیا تھا۔ تم نے
زہر کے متعلق کچھ کہا تھا۔ پھر میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم زہر خریدنے شہر گئے تھے۔ تم
نے زہر تیار رکھا تھا اور موقع کے منتظر تھے۔ یہ تمھارا کام ہے۔ بدشگونی"

"اگر یہ سچ بھی ہو تو میں نے مارفا کو تمھاری وجہ سے زہر دیا۔

"بکتے ہو تم۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں، پہلے ہی دن سے نفرت کرتی ہوں"

"اوہ! میری پیاری دونیہ! تم شاید یہ بھول گئیں کہ میری اصلاح کرنے
کے شوق نے تمھیں کس قدر نرم کر دیا تھا۔ ہاہاہا۔ اور تم میرے سامنے پستول
تانے کھڑی ہو۔ تمھیں وہ چاندنی رات یاد ہے جب بلبلیں گا رہی تھیں اور ۔۔۔"

"یہ جھوٹ ہے" دونیہ کی آنکھوں سے شعلے لپکنے لگے "یہ غلط ہے"

"جھوٹ! بہت اچھا تمھیں اصرار ہے تو جھوٹ ہی سہی۔ چلو مان لیا کہ میں نے
بدنیتی سے یہ جھوٹ گھڑا ہے۔ ٹھیک ہے۔ عورتوں کو ایسی باتیں یاد نہ دلانا چاہیے"
وہ مسکرایا "میں جانتا ہوں کہ تم گولی چلا دو گی۔ میری پیاری ہرنی؟ چلاؤ گولی"
دونیہ نے پستول سیدھا کیا۔ اس کا رنگ کاغذ کی طرح سفید ہو رہا تھا۔

نچلا ہونٹ کانپ رہا تھا اور انگاروں کی دہکتی ہوئی خوبصورت آنکھیں سیوادری گیلاف پر جمی ہوئی تھیں ۔ وہ اپنے اور سیوادری گیلاف کا درمیانی فاصلہ نظروں سے ناپ رہی تھی اور تیار کھڑی تھی کہ سیوادری گیلاف ایک قدم بھی آگے بڑھائے تو وہ لبلبی دبا دے۔ اس وقت اسے دونیہ بے حد خوبصورت اور پیاری معلوم ہوتی پستول بلند کرتے وقت اس کی آنکھوں میں جو شعلے بھڑکے تھے انھوں نے سیوادری گیلاف کو بے قابو کر دیا ___ وہ بے اختیار ہو کر آگے بڑھا اور ___ ایک زبردست دھماکے سے کمرے کے درو دیوار لرز گئے ۔ گولی سیوادری گیلاف کے بالوں کو چھوتی ہوئی دیوار میں گھس گئی ۔ سیوادری گیلاف کے آگے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے اور خود اطمینان اور سکون سے ہنسا ۔

"معلوم ایسا ہوتا ہے جیسے بھڑ نے ڈنک مار دیا ہو۔ وحشی ہرنی نے تو میرے سر کو ہی نشانہ بنایا تھا۔ یہ کیا ! خون ؟"

خون اس کی دائیں کنپٹی سے ٹپک رہا تھا جسے پونچھنے کے لئے اس نے جیب سے رومال نکال لیا ۔ گولی اس کی کھال پر خراش پیدا کرتی ہوئی گزر گئی تھی ۔

دونیہ نے پستول جھکا لیا اور سیوادری گیلاف کی صورت تکنے لگی ۔ اس کے چہرے پر خوف نہ ہراس کے بجائے حیرت اور گھبراہٹ تھی ۔ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ وہ خود سمجھ نہ سکی تھی کہ اس نے کیا کر دیا تھا اور یہ سب کیا ہو رہا تھا ۔

"لو بھئی ۔ تمھارا نشانہ خطا کر گیا ۔ دوبارہ چلاؤ گولی ۔ میں انتظار کرتا ہوں"

سیوادری نے بڑی نرمی سے لیکن اداسی سے مسکرا کر کہا " اگر تم اسی طرح بت بنی کھڑی رہیں تو اس سے پہلے کہ تم گھوڑا چڑھاؤ میں تمھیں پکڑ لوں گا ۔"

دونیہ چونکی اور اس نے گھوڑا چڑھا کر پستول بلند کیا ۔

"مجھے جانے دو" وہ انتہائی مایوسی سے چلا اٹھی "خدا کی قسم میں پھر گولی چلا دوں گی

مار دوں گی تمہیں "

"اب ہم دونوں کے درمیان تین قدم سے بھی کم فاصلہ ہے۔ اس صورت میں تمہارا نشانہ خطا نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر اس دفعہ بھی نشانہ خطا کر گیا تو ......"
اس کی آنکھیں چمکنے لگیں اور وہ ایک قدم آگے بڑھا۔

دونیہ نے پھر گولی چلائی اور اس دفعہ بھی نشانہ خطا کر گیا۔

"تم نے پستول ٹھیک سے بھرا نہیں ہے۔ خیر کوئی بات نہیں۔ اب بھی اس میں چند گولیاں باقی ہیں۔ گھوڑا چڑھاؤ۔ میں انتظار کرتا ہوں"

وہ دونیہ سے صرف دو قدم دور منتظر کھڑا تھا۔ اس کے بشرے سے وحشیانہ عزم عیاں تھا۔ اور اس کی جلتی ہوئی سرخ آنکھیں، جن میں ایک قسم کے سرکشانہ جذبے کی چمک تھی، دونیہ پر جمی ہوئی تھیں۔ دونیہ کو یقین ہو گیا کہ وہ مر جائے گا لیکن اسے جانے نہ دے گا اور صرف دو قدم کے فاصلے سے وہ اسے یقیناً مار دے گی۔ اب اس کا نشانہ خطا نہیں کر سکتا تھا۔ دفعتہً اس نے پستول پھینک دیا

"ارے پھینک دیا!" سیوادرِی گیلاف نے حیرت سے کہا اور اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ دفعتہً ایک بوجھ سا اس کے شانوں پر سے ہٹ گیا تھا۔ لیکن شاید یہ موت کا خوف نہ تھا۔ اس وقت اسے موت کا کوئی خیال نہ تھا چنانچہ یقیناً وہ موت کا خوف نہ تھا جس کے ٹل جانے سے اس نے اطمینان کا سانس لیا تھا یہ تو کسی دوسرے ہی احساس سے اس نے نجات حاصل کی تھی ایک بے حد تلخ، مبہم اور شدید احساس جسے وہ خود بھی نہ سمجھ سکا تھا۔

وہ دونیہ کے قریب پہونچا اور آہستہ سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔ دونیہ نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ وہ بید کی طرح کانپ رہی تھی اور رحم طلب نظروں سے اپنے کامیاب شکاری کی طرف دیکھ رہی تھی۔ سیوادرِی گیلاف نے کچھ کہنا چاہا اس کے

ہونٹ پھڑکے لیکن حلق سے کوئی آواز نہ نکلی۔

"مجھے جانے دو،" دونیہ نے التجا کی۔ سیوادری گیلاف کانپ گیا۔ دونیہ کی آواز بدلی ہوئی تھی۔

"تو تمھیں مجھ سے محبت نہیں؟" اس نے بے حد نرمی سے پوچھا۔

دونیہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"اور۔ کبھی ہو بھی نہیں سکتی، کبھی بھی نہیں؟" اس نے مایوسی سے پوچھا۔

"ہاں۔ کبھی نہیں۔"

سیوادری گیلاف کے دل میں دو متضاد ارادوں کے درمیان لمحہ بھر تک نہایت شدید کشمکش ہوتی رہی۔ اس نے دونیہ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے ناقابل بیان کرب ٹپک رہا تھا۔ دفعتہً اس نے دونیہ کو چھوڑ دیا اور کھڑکی کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہو گیا۔

ایک منٹ گزر گیا۔

"لو کنجی۔"

اس نے اپنے کوٹ کی جیب میں سے کنجی نکالی اور دونیہ کی طرف دیکھے اور گھومے بغیر میز پر رکھ دی۔

"کنجی اٹھاؤ ___ جلدی کرو۔"

وہ کھڑکی سے باہر کہیں خلا میں گھور رہا تھا۔ اس کے دیدے اپنے حلقوں میں کسی بت کے دیدوں کی طرح بے حرکت تھے۔ دونیہ کنجی اٹھانے کے لئے لرزتی ٹانگوں سے میز کے قریب پہونچی۔

"اٹھاؤ ___ جلدی کرو ___ جلدی ___ جلدی" سیوادری گیلاف نے کہا وہ بدستور دونیہ کی طرف پیٹھ کئے کھڑا تھا۔

لیکن اس "جلدی کرو" میں کوئی معنی تھے جنھیں دونیہ نے سمجھ لیا۔ وہ کنجی اٹھا کر دروازے کی طرف بھاگی، جلدی سے تالا کھولا اور کمرے سے باہر آگئی۔ ایک منٹ بعد ہی وہ نہر کے کنارے کنارے "ایکس" پل کی طرف بڑی بدحواسی سے بھاگی جا رہی تھی۔

سویدری گیلاف پورے تین منٹ تک کھڑکی کے سامنے کھڑا رہا پھر وہ آہستہ آہستہ گھوم گیا اس نے چاروں طرف دیکھا اور اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگا۔ ایک عجیب قسم کی مسکراہٹ نے اس کے چہرے کو بگاڑ دیا۔ درد انگیز غمناک اور بے کسانہ مسکراہٹ تھی یہ اور مایوسی کی مسکراہٹ تھی یہ۔ خون جو اس کی کنپٹی پر جمنے لگا تھا۔ اس کے ہاتھ کو لگ گیا۔ اس نے غصہ سے اپنے خون آلود ہاتھ کی طرف دیکھا اور پھر تولیہ گیلا کر کے کنپٹی پر سے خون پونچھ لیا۔ دفعتہً اس کی نظریں دروازے کے قریب پڑے ہوئے پستول پر پڑیں۔ یہ وہی پستول تھا جسے دونیہ نے پھینک دیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر پستول اٹھایا اور اسے گھما پھرا کر دیکھنے لگا۔ پرانے طرز کا چھوٹا سا جیبی پستول تھا اس میں اب بھی ایک کارتوس اور دو گولیاں باقی تھیں۔ اسے پھر چلایا جا سکتا تھا۔ اس نے کچھ سوچا، پستول جیب میں رکھا، اپنی ٹوپی اٹھائی اور باہر آگیا۔

سویدری گیلاف نے وہ شام تیسرے درجہ کے شراب خانوں میں گزاری رات کے دس بجے تک وہ ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے شراب خانے میں جاتا رہا۔ کیتیا بھی اپنے محسن کا دل بہلانے کے لئے کہیں سے آگئی اور

اس نے اپنے بھرّے کی سی آواز میں ایک بازاری گیت گایا کہ کس طرح ایک غنڈے نے "کیتیا کو چوما، چومتا رہا، چوما کیا"۔

سیوادری گیلانف نے کیتیا اور اس کے ساتھی کی، جو بابا جا رہا تھا خاطر مدارات کی۔ ان دو کے علاوہ اس نے چند دوسرے گویّوں اور بیروں کو بھی اپنی میز پر بٹھا لیا۔ اس کے مہمانوں میں دو کلرک بھی تھے۔ وہ ان کلرکوں کی طرف اس لیے متوجہ ہوا تھا کہ ان کی ناکیں مڑی ہوئی تھیں۔ ایک کی دائیں اور دوسرے کی بائیں طرف۔ ان کی یہ خصوصیت سیوادری گیلانف کو بڑی عجیب معلوم ہوئی تھی۔ دونوں کلرکوں نے جلد ہی اس سے عارضی دوستی گانٹھ لی۔ اور پھر وہ اسے ایک "تفریحی باغ" میں لے گئے۔ یہ باغ کیا تھا ایک چھوٹا سا میدان تھا جس میں صنوبر کا تنہا اور سوکھا مارا درخت کھڑا تھا اور وہ بھی صرف تین سال کی عمر کا۔ ایک طرف تین جھاڑیاں تھیں۔ جھاڑیوں کے قریب ایک کنج تھا جو دراصل ایک "بار" تھا جہاں چائے بھی ملتی تھی۔ اس کے علاوہ نیلے رنگ کی چند میزیں اور کرسیاں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ مصیبت زدہ سننے گانے والوں کی ایک جماعت اور سرخ ناک والا ایک جرمن مسخرہ، جو پئے ہوئے تھا اور اداس معلوم ہوتا تھا، لوگوں کا دل بہلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ سیوادری گیلانف کے ساتھی چند دوسرے کلرکوں سے جھگڑ پڑے اور نوبت ہاتھا پائی تک پہنچ گئی۔ سیوادری گیلانف کو ثالث مقرر کیا گیا۔ وہ فریقوں کے بیانات پندرہ منٹ تک سنتا اور ان میں صلح صفائی کرانے کی کوشش کرتا رہا لیکن فریقوں نے ایسا شور و غل مچایا کہ کچھ سننا اور کہنا ناممکن ہو گیا۔ صرف اتنا سمجھ میں آیا کہ ان میں کسی ایک نے کوئی چیز چرا کر اسی جگہ ایک پھیری والے کے ہاتھ بیچ دی تھی لیکن اس "مال غنیمت" میں سے اپنے ساتھیوں کو حصہ دینے کے تیار نہ تھا آخرکار معلوم

ہوا کہ چرائی ہوئی چیز چاندی کا ایک چمچہ تھا جو اسی وقت "کنج" سے چرایا گیا تھا۔ "کنج" میں اس چمچے کی ڈھنڈیا پڑ گئی تھی اور معاملہ سنگین ہوا جا رہا تھا۔ آخر کار چوری پکڑی گئی۔ سیوادری گیلاف نے چمچے کی قیمت ادا کی، اٹھا اور باغ سے باہر آ گیا۔ اب تک اس نے شراب کو چھوا تک نہ تھا۔ صرف چائے پی تیار رہا تھا اور وہ بھی دکھاوے کی خاطر۔

رات کا اندھیرا پھیلنے لگا تھا اور فضا میں ایسی گھٹن تھی کہ طبیعت گھبرا رہی تھی۔ رات کے دس بجے آسمان پر کالے طوفانی بادل منڈلانے لگے۔ دفعتہً بجلی کڑکی اور پانی برسنے لگا۔ یہ بوندا باندی نہ تھی بلکہ چھاجوں پانی برس رہا تھا۔ بجلی منٹ منٹ میں کوندرہی تھی اور اتنی دیر تک قائم رہتی تھی کہ آپ آسانی سے پانچ تک گنتی کر سکتے۔

اپنی قیام گاہ تک پہونچتے پہونچتے سیوادری گیلاف شرابور ہو گیا۔ اس نے کمرے کا دروازہ بند کر کے درازوں والی میز میں سے روپیہ نکالا اور اس میں سے دو تین نوٹ گھسیٹ لئے۔ روپیہ جیب میں رکھ کر وہ لباس تبدیل کرنے ہی لگا تھا کہ اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ چند ثانیوں تک بادلوں کی گرج اور برستی ہوئی موسلا دھار بارش کو دیکھنے کے بعد اس نے لباس تبدیل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس نے ہیٹ اٹھائی اور انہی تر بتر کپڑوں میں باہر آ گیا۔ اس دفعہ اس نے اپنے کمرے کا دروازہ کھلا ہی چھوڑ دیا۔ وہ سیدھا سونیہ کے کمرے میں پہنچا۔ وہ موجود تھی۔ وہ اکیلی نہ تھی۔ کاپرنا موف درزی کے بچے اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ انھیں چائے پلا رہی تھی۔ اس نے اٹھ کر سیوادری گیلاف کا استقبال کیا اور حیرت سے اس کے بھیگے ہوئے کپڑوں کو دیکھا۔ سیوادری گیلاف کمرے میں آیا تو درزی کے بچے خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے۔

میو اوری گیلاف بیڑ کے قریب بیٹھ گیا اور سونیہ کو اپنے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ شرماتی ہوئی آگے بڑھی اور بیٹھ گئی۔

" سونیہ سیمانونا! ہو سکتا ہے کہ میں کل یا پرسوں امریکہ چلا جاؤں" میو اوری گیلاف نے کہا اور چونکہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے اس لئے اس وقت میں ضروری انتظامات کے سلسلے میں یہاں آیا ہوں۔ تم مل آئیں اس خاتون سے؟ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں، میں جانتا ہوں کہ اس نے کیا کہا ہوگا (سونیہ نے بے چینی سے پہلو بدلا اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا) ایسے لوگ دراصل اپنے ہی طریقے سے سوچتے ہیں اور اپنے ہی ڈھنگ سے ہر بات کو پرکھتے ہیں۔ رہے تمہارے بھائی بہن تو اطمینان رکھو انھیں کسی اچھے سے یتیم خانے میں داخل کر دیا جائے گا۔ میں نے ان کے نام معقول رقم جمع کروا دی ہے جس کی رسید مجھے مل گئی ہے۔ مناسب ہوگا کہ یہ رسیدیں وغیرہ تم رکھ لو۔ کیا پتہ کل کیا ہو جائے اور تمہیں پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے۔ لو ___ یہ ہیں رسیدیں سنبھال کر رکھنا۔ ضرورت کے وقت کام آئیں گی۔ یہ تو ہو گیا۔ اچھا۔ اب یہ بھی لو یہ پانچ فی صد کے تین بانڈ ہیں جن کی مجموعی رقم تین ہزار روبل ہوتی ہے۔ یہ تم اپنے لئے رکھ لو۔ یہ صرف تمہارے لئے ہیں۔ خیال رہے یہ بات ہم دونوں تک ہی رہے اور اس بات کا پتہ کسی تیسرے آدمی کو نہ ہو۔ چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے، تم میرے متعلق کوئی ایسی خبر سنو تب بھی میرے اس عطیہ کا ذکر کسی سے نہ کرنا سمجھ گئیں؟ تمہیں روپے کی ضرورت پڑے گی کیونکہ میری عزیز لڑکی! تم جو زندگی گزار رہی ہو وہ بڑی ہی واہیات اور مکروہ ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ تم غلاظت کے اس گڑھے میں پڑی رہو۔ ہاں۔ اب اس جسم فروشی کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ بانڈ میں تمہیں دے رہا ہوں تاکہ تم اپنا دھندا ترک کر دو۔"

"آپ کے مجھ پر، بچوں پر اور مرحوم کیتارینا پر بہت زیادہ احسانات ہیں؛

سونیہ نے کہا" اور میں آپ کے احسانوں کا شکریہ کبھی ادا نہ کر سکی ۔ خدا کے لئے یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ ۔۔۔۔"

"بہشت! اس کا ذکر نہ کرو"

"یہ روپیہ، جو آپ نے مجھے دیا ہے، اس کے لئے میں آپ کی بے حد شکر گزار ہوں لیکن فی الحال مجھے روپے کی ضرورت نہیں میں اتنا کما سکتی ہوں کہ اپنا پیٹ پال سکوں خدا کے لئے یہ نہ سمجھ لینا کہ آپ سے روپیہ لینے میں مجھے عار ہے۔ اگر آپ اتنے فیاض ہیں تو اس روپیہ کو ۔۔۔۔"

"یہ تمھارے لئے ہے، صوفیہ سیمانونا، صرف تمھارے لئے۔ اسے قبول کرو اور اس کے ذکر کو یہیں ختم کرو۔ اس وقت میں جلدی میں ہوں۔ شاید یا بدیر تمہیں روپے کی ضرورت ہوگی۔ روڈیا رامانووچ راسکولنکاف کے سامنے اب صرف دو راستے رہ گئے ہیں۔ یا تو اپنے آپ کو گولی مار کر خودکشی کر لینا یا پھر سائبیریا (سونیہ چونکی اور اس نے دہشت زدہ ہو کر سیوادری گیلاف کی طرف دیکھا) گھبراؤ مت میں سب جانتا ہوں۔ خود روڈی نے مجھے بتایا ہے۔ میں بکنے بیٹ کا آدمی نہیں ہوں چنانچہ اطمینان رکھو کہ میں کسی سے کچھ نہ کہوں گا۔ تمھارا یہ مشورہ کہ" اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر کے اپنے جرم کا اقرار کر لو" بے حد مناسب ہے۔ روڈی کے لئے بہتر یہی ہے کہ تمارے اس مشورے پر عمل کرے۔ اس طرح زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اسے سائبیریا بھیج دیا جائے گا۔ اور اگر ایسا ہوا تو ظاہر ہے کہ تم بھی اس کے ساتھ جاؤ گی ۔ میرا اندازہ غلط تو نہیں ہوتا؟ ۔ اور اگر تم اس کے ساتھ گئیں تو پھر تمہیں روپے کی ضرورت ہوگی اپنے لئے بھی اور اس کے لئے بھی ۔ اب یہ روپیہ میں تمہیں دوں یا روڈی کو بات ایک ہی ہے ۔ چنانچہ یوں سمجھو کہ یہ روپیہ تمھارے ذریعہ میں روڈی کو ہی دے رہا ہوں ۔

کہو اب اطمینان ہوا؟ اسکے علاوہ تم نے بتایا تھا کہ کرایہ ادا کرنے کا ایمیلیا ایوانونا سے وعدہ

بھی تو کیا ہے۔ جب تم اس سے یہ وعدہ کر رہی تھیں تو میں قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ میں حیران ہوں صوفیہ سیانونا کہ تم نے یہ ذمہ داری کیوں لی! یہ قرض کیتارینا کا تھا نہ کہ تمہارا چنانچہ تمہیں چاہئے تھا کہ اس جرمن عورت کے چیخنے چلانے کی پروا نہ کرتے ہوئے اس سے صاف صاف کہہ دیتیں کہ تمہاری مقروض کیتارینا تھی جو اب اس دنیا میں نہیں رہی میری عزیزہ! دوسروں کے دکھ اپنے بنا کر اور دوسروں کی ذمہ داریاں اپنے سر لے کر دنیا میں نہیں رہا جا سکتا۔ اچھا اب ایک بات یاد رکھو۔ اگر کوئی میرے متعلق تم سے کوئی کچھ پوچھے، کل یا پرسوں (اور یقیناً تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا) تو ہماری اس ملاقات کا ذکر نہ کرنا۔ اور نہ ہی یہ بانڈ انھیں بتانا یا ان کا ذکر کرنا۔ بس مجھے یہی کہنا تھا۔ تو اب میں چلتا ہوں۔ خدا حافظ (وہ اٹھا) روڈیا سے میرا سلام کہنا۔ ارے ہاں۔ بہتر ہوگا کہ تم یہ رقم فی الحال رازومیہن کے پاس رکھ دو۔ یعنی چند دنوں کے لئے۔ یہ ٹھیک رہے گا۔ رازومیہن کو تو تم جانتی ہو نا؟ بہت اچھا لڑکا ہے۔ کل یا پرسوں یا جب بھی وقت آئے یہ رقم اس کے پاس رکھ آنا۔ تب تک اسے احتیاط سے کہیں رکھ دو چھپا کر۔"

سونیہ بھی اٹھی، اور وحشت زدہ ہو کر اس کی صورت تکنے لگی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، کچھ پوچھنا چاہتی تھی لیکن چند لمحوں تک کچھ نہ کہہ سکی اس کے علاوہ اس کی سمجھ میں یہ بھی نہ آرہا تھا کہ بات کس طرح شروع کرے۔

"آپ — آپ — ایسی بارش میں کہاں جائیں گے؟" آخرکار اس نے کہا۔

"جو لوگ امریکہ جانا چاہتے ہیں وہ بارش کی پروا نہیں کرتے۔ ہاہاہا۔ خدا حافظ صوفیہ سیانونا۔ میری عزیز لڑکی! الوداع! خوش رہو اور طویل عمر پاؤ۔ تمہاری وجہ سے لوگوں کے بگڑے کام سدھر جائیں گے۔ خوش رہو۔ اور زندہ رہو۔ ارے ہاں — مسٹر رازومیہن سے بھی میرا سلام کہنا بھولنا مت۔ خدا حافظ۔"

اور وہ سونیہ کو حیران و پریشان چھوڑ کر کمرہ سے باہر آگیا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ اسی رات، گیارہ بج کر بیس منٹ پر، سیوادری گیلاف ایک اور جگہ بھی اچانک اور خلاف توقع پہونچ گیا تھا اور وہاں بھی وہ سامنے والوں کو سونبہ کی طرح ہی حیران و پریشان چھوڑ گیا تھا۔ بارش کا زور کم نہ ہوا تھا اور سیوادری گیلاف اسی طرح شرابور تھا۔ اسی حالت میں وہ ذیل اوسکی جزیرے کی طرف چل دیا اور ٹھیک گیارہ بج کر بیس منٹ پر اس فلیٹ کے دروازے پر دستک دے رہا تھا جس میں اس کی منگیتر کے والدین رہتے تھے۔ اس نے کئی دفعہ دستک دی تب کہیں جا کر فلیٹ کا دروازہ کھلا گیا۔ اس کی یوں اچانک آمد سے گھر میں ایک کھلبلی مچ گئی اور لڑکی والے اپنے ہونے والے داماد کو اتنی رات گئے اور ایسی حالت میں اپنے دروازے پر دیکھ کر گڑبڑا گئے۔ لیکن سیوادری گیلاف کی یہ امتیازی خصوصیت تھی کہ وہ جب چاہتا پرکشش اور "دل ربا" بن سکتا تھا۔ چنانچہ موقع شناس والدین نے اپنا پہلا اور مضحکہ خیز خیال کہ سیوادری گیلاف اس قدر پیے ہوئے تھا کہ اسے پتہ نہیں کہ وہ کیا کر رہا اور کہاں جا رہا ہے، فوراً جھٹک دیا۔ مصلحت اندیش اور شفیق ماں اپنے اپاہج شوہر کی پہیوں والی کرسی ڈھکیلتی ہوئی آگئی اور جیسی کہ اس کی عادت تھی سیوادری گیلاف سے غیر ضروری سوالات پوچھنے لگی۔ وہ کبھی کوئی سوال براہ راست پوچھتی نہ تھی البتہ مسکراتے ہوئے اور ہاتھ ملتے ہوئے کہیں دور سے بات شروع کرتی۔ مثلاً اگر وہ یہ پوچھنا چاہتی کہ سیوادری گیلاف اس کی بیٹی سے کب شادی کرنے والا ہے تو وہ اپنی بات کا آغاز پیرس اور قصر شاہی کے متعلق سوالات سے کرتی۔ کوئی آدھے گھنٹے تک پیرس پر منڈلاتے رہنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ نیچے اترتی اور پھر بڑی مہارت سے روس میں اور وہاں سے اپنے فلیٹ میں آجاتی اور کوئی ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد اشاروں کنایوں میں اپنا مقصد سمجھا دیتی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو اس کی یہ

"استادی" بڑی موثر اور قابل تعریف سمجھی جاتی لیکن آج سیوادری گیلاف خلاف معمول بہت زیادہ بے چین تھا اور فوراً اپنی منگیتر سے ملنا چاہتا تھا حالانکہ اس سے پہلے ہی کہہ دیا گیا تھا کہ لڑکی کبھی کی سو چکی تھی۔ لیکن سیوادری گیلاف اصرار کرتا رہا اور آخر کار اس کی منگیتر آ گئی۔

سیوادری گیلاف نے اپنی منگیتر کو مطلع کیا کہ وہ ایک ضروری کام کے سلسلے میں کچھ عرصے کے لئے پیٹرس برگ سے باہر جا رہا ہے چنانچہ وہ اپنی منگیتر کے لئے پانچ ہزار روبل نقد لایا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ اس رقم کو قبول کر لے۔ اس نے کہا کہ وہ یہ رقم اپنی منگیتر کو تحفتہ دے رہا ہے۔ اس کی فوری روانگی کا اعلان، پندرہ ہزار کی خطیر رقم اپنی منگیتر کو پیش کرنا اور اس کے لئے اتنی رات گئے موسلا دھار بارش میں وہاں پہنچ جانا۔ دراصل ان ساری باتوں میں کوئی منطقی ربط تھا ہی نہیں۔ یہ الجھا ہوا ہی رہا۔ خود سیوادری گیلاف نے اسے سلجھانے کی کوشش نہ کی اس کے باوجود یہ معاملہ اطمینان بخش طور پر طے ہو گیا حتیٰ کہ حیرانی اور افسوس کے کلمات بھی، جو ایسے موقعہ پر ضروری ہوتے ہیں، نہ کہے گئے اور نہ ہی سوالات پوچھے گئے۔ اس کے برخلاف بڑے جوش و خروش سے اور بڑے جذباتی انداز میں اس کا شکریہ ادا کیا گیا اور موقع شناش ماں نے آنسو بہا کر اس منظر کو ڈرامائی اور شکریہ کو موثر بنا دیا۔ سیوادری گیلاف اٹھا، اپنی منگیتر کے ہونٹ چومے، اس کے گالوں کو پیار سے تھپتھپایا، ایک بار پھر اعلان کیا کہ وہ جلد ہی واپس آ جائے گا اپنی منگیتر کی نیند سے بھری ہوئی آنکھوں میں استعجاب کے ساتھ ایک استفسار اور تجسس دیکھ کر اس نے کچھ سوچا، مسکرایا اور ایک بار پھر اس کے ہونٹ چوم لئے حالانکہ اسے اس خیال نے غضبناک کر دیا تھا کہ اس کے رخصت ہوتے ہی دنیا کی ہوشیار ترین اور معاملہ فہم ماں اس کی دی ہوئی رقم کو احتیاط سے سات تالوں

بعد میں معلوم ہوا کہ اسی رات، گیارہ بج کر بیس منٹ پر سیوادری گیلاف ایک اور
جگہ بھی اچانک اور خلافِ توقع پہونچ گیا تھا اور وہاں بھی وہ سامنے والوں کو سونیہ
کی طرح ہی حیران و پریشان چھوڑ گیا تھا۔ بارش کا زور کم نہ ہوا تھا اور سیوادری گیلاف
اسی طرح شرابور تھا۔ اسی حالت میں وہ ویسالوسکی جزیرے کی طرف چل دیا اور ٹھیک
گیارہ بج کر بیس منٹ پر اس فلیٹ کے دروازے پر دستک دے رہا تھا جس میں اس
کی منگیتر کے والدین رہتے تھے۔ اس نے کئی دفعہ دستک دی تب کہیں جا کر فلیٹ کا دروازہ
کھولا گیا۔ اس کی یوں اچانک آمد سے گھر میں ایک کھلبلی مچ گئی اور لڑکی والے اپنے
ہونے والے داماد کو اتنی رات گئے اور ایسی حالت میں اپنے دروازے پر دیکھ کر ہڑبڑا
گئے۔ لیکن سیوادری گیلاف کی یہ امتیازی خصوصیت تھی کہ وہ جب چاہتا پرکشش اور
"دل ربا" بن سکتا تھا۔ چنانچہ موقع شناس والدین نے اپنا پہلا اور مضحکہ خیز خیال کہ
سیوادری گیلاف اس قدر پیے ہوئے تھا کہ اسے پتہ نہیں کہ وہ کیا کر رہا اور کہاں
جا رہا ہے، فوراً جھٹک دیا۔ مصلحت اندیش اور شفیق ماں اپنے اپاہج شوہر کی پہیوں والی
کرسی ڈھکیلتی ہوئی آگئی اور جیسی کہ اس کی عادت تھی سیوادری گیلاف سے
غیر ضروری سوالات پوچھنے لگی۔ وہ کبھی کوئی سوال براہ راست پوچھتی نہ تھی البتہ
مسکراتے ہوئے اور ہاتھ ملتے ہوئے کہیں دور سے بات شروع کرتی۔ مثلاً اگر وہ
یہ پوچھنا چاہتی کہ سیوادری گیلاف اس کی بیٹی سے کب شادی کرنے والا ہے تو وہ
اپنی بات کا آغاز پیرس اور قصر شاہی کے متعلق سوالات سے کرتی۔ کوئی آدھے
گھنٹے تک پیرس پر منڈلاتے رہنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ نیچے اترتی اور پھر بڑی
مہارت سے روس میں اور وہاں سے اپنے فلیٹ میں آجاتی اور کوئی ایک ڈیڑھ گھنٹے
بعد اشاروں کنایوں میں اپنا مقصد سمجھا دیتی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو اس کی یہ

"استادی" بڑی موثر اور قابل تعریف سمجھی جاتی لیکن آج سیوادری گیلاف خلاف معمول بہت زیادہ بے چین تھا اور فوراً اپنی منگیتر سے ملنا چاہتا تھا حالانکہ اس سے پہلے ہی کہہ دیا گیا تھا کہ لڑکی کبھی کی سو چکی تھی۔ لیکن سیوادری گیلاف اصرار کرتا رہا اور آخر کار اس کی منگیتر آ گئی۔

سیوادری گیلاف نے اپنی منگیتر کو مطلع کیا کہ وہ ایک ضروری کام کے سلسلے میں کچھ عرصے کے لئے پیٹرس برگ سے باہر جا رہا ہے چنانچہ وہ اپنی منگیتر کے لئے پانچ ہزار روبل نقد لایا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ اس رقم کو قبول کر لے۔ اس نے کہا کہ وہ یہ رقم اپنی منگیتر کو تحفتہ دے رہا ہے۔ اس کی فوری روانگی کا اعلان، پندرہ ہزار کی خطیر رقم اپنی منگیتر کو پیش کرنا اور اس کے لئے اتنی رات گئے موسلا دھار بارش میں وہاں پہنچ جانا۔ دراصل ان ساری باتوں میں کوئی منطقی ربط تھا ہی نہیں۔ یہ الجھا ہوا ہی رہا۔ خود سیوادری گیلاف نے اسے سلجھانے کی کوشش نہ کی اس کے باوجود یہ معاملہ اطمینان بخش طور پر طے ہو گیا حتیٰ کہ حیرانی اور افسوس کے کلمات بھی، جو ایسے موقعہ پر ضروری ہوتے ہیں، نہ کہے گئے اور نہ ہی سوالات پوچھے گئے۔ اس کے برخلاف بڑے جوش و خروش سے اور بڑے جذباتی انداز میں اس کا شکریہ ادا کیا گیا اور موقع شناس ماں نے آنسو بہا کر اس منظر کو ڈرامائی اور شکریہ کو موثر بنا دیا۔ سیوادری گیلاف اٹھا، اپنی منگیتر کے ہونٹ چومے، اس کے گالوں کو پیار سے تھپتھپایا، ایک بار پھر اعلان کیا کہ وہ جلد ہی واپس آ جائے گا اپنی منگیتر کی نیند سے بھری ہوئی آنکھوں میں استعجاب کے ساتھ ایک استفسار اور تجسس دیکھ کر اس نے کچھ سوچا، مسکرایا اور ایک بار پھر اس کے ہونٹ چوم لئے حالانکہ اسی خیال نے غضب ناک کر دیا تھا کہ اس کے رخصت ہوتے ہی دنیا کی ہوشیار ترین اور معاملہ فہم ماں اس کی دی ہوئی رقم کو احتیاط سے سات تالوں

میں بند کر دے گی اور پھر قیامت تک اس کی منگیتر اس کے عطیہ کی ایک جھلک بھی نہ دیکھ سکے گی۔

اور اسی طرح، سونیہ کی طرح ان لوگوں کو بھی حیران و پریشان چھوڑ کر سیوادری گیلاف رخصت ہوا۔ اپاہج باپ اور لڑکی دم بخود تھی لیکن ہوشیار ماں نے یہ کہہ کر ان کے شکوک دور کر دیئے کہ سیوادری گیلاف بے حد امیر ہے اور اسکا کاروبار بھی اتنا ہی پھیلا ہوا ہے، وہ بہت بڑا آدمی ہے چنانچہ نہیں کہا جا سکتا کہ کب کون سا ضروری کام آ پڑتا ہے اور کب کون سی بات اس کے دل میں سما جاتی ہے اور کب اسے کیا دھن لگ جاتی ہے۔ اس ہوشیار عورت نے کہ وہ بڑا من موجی قسم کا آدمی ہے چنانچہ اب اگر اسے پیٹرس برگ چھوڑنے کی دھن لگ گئی ہے تو وہ فوراً وہاں سے چلا جائے گا۔ اگر کسی کو اپنی ساری دولت دے دینے کا سودا سمایا ہے تو وہ ضرور ایسا ہی کرے گا چنانچہ اس میں اتنا حیران اور پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بھیک کر چپ ہا ہو رہا تھا لیکن مثال کے طور پر، انگریز اس سے بھی زیادہ خبطی ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی کہ دنیا ان کے متعلق کیا کہتی اور انھیں کیا سمجھتی ہے اور یہ کہ وہ لوگ کبھی اور کسی بات میں نہ تو تکلف کرتے ہیں اور نہ ہی دوسرے لوگوں کے سامنے بنتے ہیں۔ اس عورت نے مزید کہا کہ ہو سکتا ہے کہ، بلکہ یقیناً یہی بات ہے کہ اس طرح سیوادری گیلاف یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ کسی کا غلام نہیں ہے، آپ اپنی مرضی کا مالک ہے اور جب چاہے اور جہاں چاہے جا سکتا ہے۔ اور، اس عورت نے کہا، اس بارے میں خاموش ہی رہنا بہتر ہے کیونکہ خدا جانے کب کیا ہو جائے چنانچہ اس کی دی ہوئی رقم کو تالے میں رکھ دینا مناسب ہوگا۔ یہ اچھا ہوا کہ باورچن فیدوسیا باورچی خانے

میں ہی رہی ورنہ سیوادری گیلانف کے اس عطیہ کا چرچہ عام ہو جاتا اور پھر خدا جانے کیا ہوتا۔ پھر اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ اس بوڑھی خرانٹ مادام ریسلیخ کو بھی اس عطیہ کا پتہ نہ چلنا چاہیے۔ چنانچہ خبردار اگر کسی نے بھولے سے بھی کسی کے سامنے اس عطیہ کا ذکر کیا ہے تو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اپاہج میاں اور ہوشیار بیوی اسی طرح رات گئے تک سر سے سر جوڑے سرگوشیاں کرتے رہے لیکن لڑکی جلد ہی اپنے بستر میں دبک گئی وہ حیران اور ملول تھی۔

اس اثنا میں ٹھیک آدھی رات کو، سیوادری گیلانف نے وہ پل عبور کیا جو پیٹرس برگ کے مضافات کا راستہ تھا بارش تھم گئی تھی لیکن سرد ہوا میں استرے کی سی کاٹ تھی۔ سیوادری گیلانف کانپ رہا تھا۔ اس نے ایک دفعہ رک کر نہر کے کالے پانی کی طرف دیکھا، کچھ سوچا لیکن فوراً ہی اس کے دانت بجنے لگے اور کپکپی کی ایک لہر اس کی ہڈیوں کے گودے تک اتر گئی۔ وہ زیادہ دیر تک پل پر کھڑا نہ رہ سکا اور مڑ کر بولشوائے ایوانیو کی طرف چل دیا۔ کوئی آدھے گھنٹے تک وہ اسی طرف کی بھیگی ہوئی، اندھیری اور لمبی سڑک پر چلتا رہا۔ کئی دفعہ اس نے اندھیرے میں ٹھوکریں کھائیں اور گرتے گرتے بچا تاہم وہ کہیں بھی رکے بغیر آگے بڑھتا رہا۔ وہ سڑک کے دائیں کنارے کسی چیز کو تلاش کر رہا تھا۔ چند دن پہلے اسی طرف سے گزرتے ہوئے اس نے لکڑی کے تختوں کا بنا ہوا ایک ہوٹل دیکھا تھا جس کا نام، اسے یاد آیا، شاید "آڈریانوپل" اس کی یاد نے اسے دھوکا نہ دیا تھا۔ اس دور افتادہ اور ویران علاقے میں وہ ہوٹل اتنا نمایاں تھا کہ ایسے اندھیرے میں بھی وہ اسے دور سے نظر آگیا۔ بہت بڑا ہوٹل تھا وہ جس کی لمبائی چوڑائی سے دگنی تھی اور جس کی دیواریں باہر سے کالی ہو رہی تھیں اور اس طوفانی

رات میں وہ بے حد مہیب معلوم ہو رہا تھا۔ اتنی رات گئے بھی اس کی کھڑکیوں کے شیشے روشن تھے اور اندر کمروں میں لوگ شاید اب تک جاگ رہے تھے وہ بلا جھجک ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ برآمدے میں، بوسیدہ لباس میں ملبوس ایک ویٹر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ سیوادری گیلاف نے اسے ٹھوکا دے کر جگایا اور خالی کمرے کے متعلق پوچھا۔ ویٹر انگڑائی لے کر بیزاری سے اٹھا اور دو چار جمائیاں لینے کے بعد اس نے سیوادری گیلاف کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور پھر اسے لے کر برآمدے کے انتہائی سرے پر پہونچا جہاں ایک تنگ و تاریک کمرہ خالی تھا اور پھر اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"چائے ملے گی؟" سیوادری گیلاف نے پوچھا۔

"ملے گی جناب"

"اور کھانے میں کیا ہے؟"

"بچھڑے کا گوشت ہے، شراب میں وڈکا مل جائے گی اور ناشتے کے لئے ہلکی پھلکی چیزیں۔ مثلاً ابلا ہوا گوبھی وغیرہ"

"ٹھیک ہے۔ چائے اور گوشت لے آؤ۔"

"کوئی اور چیز جناب؟" ویٹر نے قدرے حیرانی سے پوچھا۔

"بس۔ اور کچھ نہیں"

بوسیدہ لباس میں ملبوس ویٹر مایوسی سے بڑبڑاتا چلا گیا۔

"بہت اچھی اور مناسب جگہ ہے یہ" سیوادری گیلاف نے سوچا "تعجب ہے کہ میں پہلے یہاں نہ آیا۔ شاید اس وقت میں اس آدمی کی طرح معلوم ہو رہا ہوں جو کسی شراب خانے سے خوب پی کر اور پھر کسی رنڈی کے ساتھ مزے اڑا کر آیا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس ہوٹل میں ایسے اوباش ہی آتے اور قیام کرتے ہوں گے۔

بہر حال یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ آج رات اس ہوٹل میں کون کون سے "استادانِ فن" مقیم ہیں۔

سیوادری گیلان نے موم بتی جلا کر اپنے کمرے کا جائزہ لیا۔ چھت اتنی نیچی تھی کہ بمشکل وہ سیدھا کھڑا ہو سکتا تھا۔ کھڑکی صرف ایک تھی۔ ایک چارپائی پر گندہ بستر بچھا ہوا تھا۔ چادر پر میلے میلے داغ تھے۔ ایک طرف ایک پرانی میز اور اس کے سامنے اتنی ہی پرانی کرسی رکھی ہوئی تھی۔ ان تینوں چیزوں نے کمرے کو بھر دیا تھا۔ دیواروں کے تختے سال خوردہ تھے اور ان پر چپکا ہوا کاغذ اتنا گندہ تھا کہ اس پر بنے ہوئے بیل بوٹے مٹ چکے تھے۔ کاغذ جگہ جگہ سے اکھڑ کر باورچی خانے کی چھت سے لٹکتے ہوئے دھوئیں کے جالوں کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ کمرہ چونکہ زینے کے نیچے تھا اس لئے اس کی چھت ایک طرف ڈھلوان تھی اور اس طرف کی دیوار بھی دوسری تین دیواروں سے نیچی تھی۔

سیوادری گیلان نے موم بتی میز پر رکھی اور چارپائی پر بیٹھ کر کسی خیال میں غرق ہو گیا۔ لیکن متصل کمرے سے آتی ہوئی بڑبڑاہٹ کی عجیب آوازوں نے، جو کبھی کبھی بڑھ کر چیخ بن جاتی تھیں، اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ جب سے وہ اس کمرے میں آیا تھا تب سے لے کر اب تک یہ آوازیں برابر جاری تھیں۔ وہ کان لگا کر سننے لگا۔ کوئی کسی کو جھڑک رہا اور بھرائی ہوئی آواز میں سرزنش کر رہا تھا لیکن سیوادری گیلان یہی ایک آواز سن رہا تھا۔

سیوادری گیلان نے اٹھ کر اپنے ہاتھوں سے موم بتی کا شعلہ ڈھانک دیا تو اسے ایک دیوار میں ایک روشن جھری نظر آگئی۔ سیوادری گیلان نے آگے بڑھ کر اس روشن جھری سے اپنی آنکھیں چپکا دیں۔ دوسری طرف ایک اور کمرہ تھا جو اس کے کمرے سے کچھ ہی بڑا تھا۔ اس کمرے میں دو کرائے دار تھے جیسیوں کے سے گھنگھریالے بالوں والا

ایک آدمی، جو صرف قمیص اور پاجامہ پہنے تھا، کسی مقرر کے انداز میں ٹانگیں قدرے پھیلائے کھڑا تھا اور اپنے سینے پر ہاتھ مار مار کر اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ وہ یعنی اس کا ساتھی، نیچ اور بھکاری ہے جسے کوئی نہیں پوچھتا۔ اس نے اپنے سینے پر ہاتھ مار کر کہا خود اس نے اپنے ساتھی کو خاک سے پاک کیا اور اگر چاہے تو اسے دوبارہ خاک میں ملا سکتا ہے اور یہ کہ خدا سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ اس کا ساتھی، جسے وہ لعنت ملامت کر رہا تھا، ایک کرسی میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ ایسا تھا کہ معلوم ہوتا تھا جیسے وہ چھینکنا چاہتا ہے لیکن چھینک ناک میں اٹک گئی ہے۔ کبھی کبھی وہ اپنی چھوٹی اور دھندلی آنکھوں سے اپنے ساتھی کی طرف دیکھ لیتا تھا لیکن صاف ظاہر تھا کہ وہ اس کی باتیں سمجھ نہیں رہا تھا بلکہ شاید سن بھی نہیں رہا تھا۔ میز پر مدھم سی شمع جل رہی تھی اور اس کے قریب ہی ووڈکا کی ایک خالی بوتل، دو گلاس، ایک قاب میں مسالے دار ککڑی کے قتلے اور ایک چائے دانی پڑی ہوئی تھی۔ سویدری گیلاف کچھ دیر تک یہ منظر دیکھتا رہا اور پھر بیزاری سے پیچھے ہٹ کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔

ویٹر جو چائے لے کر آگیا تھا برداشت نہ کر سکا اور پھر پوچھ بیٹھا کہ کیا واقعی سویدری گیلاف کو اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ اس دفعہ بھی جواب نفی میں ملا تو وہ پھر منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا چلا گیا۔ اپنے جسم میں گرمی پیدا کرنے کے لئے سویدری گیلاف نے ایک پیالی چائے پی لیکن کچھ کھایا نہیں۔ اس کی بھوک مر گئی تھی اس کے اعضاء درد کر رہے تھے، بدن ٹوٹ رہا تھا اور اسے بخار سا چڑھ رہا تھا۔ اس نے کوٹ اتار کر ایک طرف رکھا اور چارپائی پر لیٹ کر کمبل اوڑھ لیا وہ بڑی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔

"یہ کیا مصیبت ہے! آج تو مجھے بیمار نہ ہونا چاہیے اس معاملے کے لئے تندرست رہنا ضروری ہے۔" اس نے سوچا اور پھر آپ ہی آپ مسکرانے لگا۔

کمرہ تنگ تھا اور چاروں طرف سے اتنا بند تھا کہ ہوا اندر نہ آ رہی تھی۔ تنہا موم بتی اپنی مریضانہ روشنی سے کمرے کو روشن کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی اس کے الف کی طرح کھڑے ہوئے شعلے کے سائے دیوار پر کے زرد اور میلے کاغذ پر لرز رہے تھے اور باہر ہوا چنگھاڑ رہی تھی۔ کمرے کے کسی کونے میں ایک چوہا "چوں۔ چوں" کر کے اپنے پنجوں سے دیوار کرید رہا تھا۔ کمرے کی فضا چوہوں کے ہگار اور سڑے ہوئے چمڑے کی بو سے بوجھل ہو رہی تھی اور سویدریگیلاف چارپائی پر ایک محویت کے عالم میں دراز تھا۔ خیالات کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ ایک کے بعد دوسرا خیال آتا اور بھاگتی ہوئی ریل کی کھڑکی میں سے نظر آتے ہوئے منظر کی طرح تیزی سے گزر جاتا۔ وہ کسی ایک خیال کو پکڑ کر رد کرنے کے لئے بیتاب ہو گیا

"میرے کمرے کی کھڑکی باغ میں کھلتی ہے شاید" اس نے سوچا "ہاں۔ باغ ہی ہے اس طرف۔ درختوں کے پتوں کی سرسراہٹ صاف سنائی دے رہی ہے۔ خدایا! ایسی اندھیری اور طوفانی رات میں پتوں کی یہ آواز کتنی بھیانک معلوم ہوتی ہے!۔ مجھے یہ آواز بالکل پسند نہیں۔"

اور اسے یاد آیا کہ یہاں آتے وقت اور پیٹرووسکی پارک کے قریب سے گزرتے ہوئے اس نے ایک ساتھ بہت سے درختوں کے پتوں کی آواز نفرت اور خوف سے سنی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اسے نہر کا پل یاد آ گیا جس پر، کوئی ایک گھنٹہ پہلے، ٹھہر کر کالے پانی کی طرف دیکھا تھا۔ یہ یاد آتے ہی اس نے پھر وہی سرد کپکپی محسوس کی جو پل پر کھلی ہوا میں محسوس کی تھی۔

"نہیں۔ پانی تو مجھے شروع سے پسند نہیں" اس نے سوچا "حتیٰ کہ قدرتی مناظر کی تصویروں میں بھی" اور پھر وہ یوں مسکرایا جیسے کوئی اچانک مضحکہ خیز خیال آ گیا ہو "اب اس معاملے میں تو پسند و ناپسند کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس قسم

کے خیالات کو اب ترک کر دینا ہی مناسب ہو گا۔ لیکن کمال ہے کہ میں اس سلسلے میں بڑا ارپ جسٹر رس بن گیا ہوں، اس جانور کی طرح جو اپنے لئے ایک خاص مقام منتخب کر لیتا ہے۔ ایسے کام کے لئے مجھے پیٹراوسکی پارک میں چلے جانا چاہئے۔ لیکن وہ جگہ مجھے سرد اور تاریک معلوم ہوئی تھی۔ ہاہاہا۔ گویا مجھے خوشگوار سناٹے کی تلاش ہے۔ ہاہاہا۔ اور یہ موم بتی بیکار ہی جل رہی ہے۔ بچاری" اس نے ہاتھ کے جھٹکے سے موم بتی بجھا دی" پاس کے کمرے والے بھی معلوم ہوتا ہے سو گئے"۔ اس نے دیوار کی جھری میں روشنی نہ دیکھ کر سوچا" ہاں مارفا! میری بیوی؟ اب تمہارے آنے کا وقت ہے۔ وقت اور جگہ دونوں تمہاری آمد کے لئے مناسب ہیں۔ لیکن جانتا ہوں کہ اب تم نہ آؤ گی۔ نہیں آسکتیں"

دفعتہ اسے یاد آیا کہ آج ہی، دونیہ پر اپنی شیطانی تجویز آزمانے سے کوئی ایک گھنٹہ پہلے، اس نے راسکولنکاف کو مشورہ دیا تھا کہ وہ دونیہ کو رازومیخن کی حفاظت میں دے دے۔

"یقیناً یہ مشورہ میں نے، جیسا کہ راسکولنکاف نے اندازہ لگا لیا تھا، خود اپنے آپ کو اکسانے اور اپنے شوق کو مہمیز لگانے کے لئے دیا تھا لیکن یہ راسکولنکاف بھی ایک ہی بدمعاش ہے۔ اُوہ! کتنا کچھ برداشت کیا ہے اس نے۔ اگر وہ اپنے احمقانہ خیالات سے نجات حاصل کرے تو پکا اور کامیاب بدمعاش بن سکتا ہے لیکن فی الحال تو وہ زندہ رہنے کے لئے مرا جا رہا ہے۔ سوال جب موت اور زندگی کا ہوتا ہے تو یہ نوجوان بڑے بودے پن کا ثبوت دیتے ہیں۔ لیکن جہنم میں جائے راسکولنکاف اس کا جو جی چاہے کرے، جئے یا مرے مجھے اس سے کیا؟"

اسے نیند نہ آئی۔ آہستہ آہستہ دونیہ کی تصویر اس کی نگاہوں کے سامنے ابھرنے لگی اور وہ کانپ گیا۔

"نہیں نہیں - اب مجھے یہ سب کچھ ترک کر دینا چاہیئے" اس نے ایک جھرجھری لے کر غصّے سے سوچا" مجھے کچھ اور سوچنا چاہیئے - لیکن کیا؟ کس قدر عجیب اور مضحکہ خیز بات ہے یہ کہ میں نے کبھی کسی سے نفرت نہیں کی، میرے دل میں کسی سے کبھی بدلا لینے کی خواہش نے کبھی جنم نہیں لیا - یہ تو بھائی بڑی علامتیں ہیں - مجھے جھگڑے کبھی پسند نہیں اور میں نے کبھی کسی پر غصّہ بھی نہیں کیا - اور جناب یہ بھی بری علامتیں ہیں - اور ابھی ابھی میں نے دونیہ سے جو وعدہ کیا تھا وہ بھی — ہشت — لعنت بھیجو — لیکن کیا پتہ وہ مجھے واقعی بدل دیتی — ایک نیا انسان بنا دیتی"

اس نے دانت بھینچ لئے - ایک بار پھر دونیہ اس کے سامنے آگئی - صاف اور واضح اور یہ وہ دونیہ تھی جب وہ اس پر پہلی گولی چلانے کے بعد شدید اور خوفزدہ ہو کر پستول جھکا چکی تھی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اس وقت اگر وہ چاہتا تو دونیہ کو دبوچ سکتا تھا اور اگر خود اسے یاد نہ دلایا ہوتا تو وہ اپنی حفاظت کے لیے انگلی تک نہ ہلاتی - اسے یاد آیا کہ اس وقت اسے دونیہ کی حالت پر کس قدر رحم آگیا تھا اور اس کے دل میں درد کی ایک ٹیس سی اٹھی تھی -

"اف — پھر وہی خیالات — مجھے بہرحال انھیں جھٹک دینا چاہیئے"

وہ اونگھنے لگا - بخار کی کپکپی اب ختم ہو گئی تھی - دفعتہً کمبل کے اندر اس کے جسم پر کوئی چیز دوڑنے لگی وہ چونکا -

"شاید چوہا ہے - توبہ" اس نے سوچا" میز پر رکھے ہوئے گوشت کی بو اسے بل سے نکال لائی ہے"

وہ گرم بستر سے نکلنا نہ چاہتا تھا - لیکن پھر کوئی گھناؤنی چیز اس کی ٹانگوں پر رینگنے لگی - اس نے کمبل گھسیٹ کر ایک طرف پھینکا اور اٹھ کر موم بتی سلگائی

اس کی روشنی میں وہ جھک کر بستر کا معائنہ کرنے لگا ۔ وہاں کچھ نہ تھا ۔ اس نے کمبل اٹھا کر جھٹکا تو ایک بڑا سا چوہا ٹپ سے بستر کی داغدار چادر پر گرا ۔۔۔ سیوادری گیلاف نے اسے پکڑنے کی کوشش کی تو چوہا بستر پر ہی بھاگنے لگا ۔ وہ اس کی انگلیوں کے درمیان سے نکل کر اس کے بازو پر چڑھ گیا ، پھر بستر پر کودا اور دونوں تکیوں کے بیچ میں گھس گیا ۔ اس نے تکیئے گھسیٹ کر فرش پر پھینک دیئے لیکن دوسرے ہی لمحے کوئی چیز اس کی قمیص کے اندر سینے پر رینگنے اور اوپر چڑھنے لگی ۔۔ اس کے حلق کی طرف ۔ پھر وہ چیز اس کی گردن پر سے پھسل کر پیٹھ پر آگئی اور پھر اوپر چڑھنے لگی ۔ گردن کی طرف ۔۔۔ سیوادری گیلاف دہشت و خوف سے کانپ گیا ۔۔۔ اور اس کی آنکھ کھل گئی

کمرہ قبر کی طرح تاریک تھا ۔ وہ پہلے کی طرح کمبل اوڑھے لیٹا ہوا تھا اور باہر درختوں میں ہوا چنگھاڑ رہی تھی اور اس کے کمرے کی کھڑکی اور چوبی دیواروں سے سر پھوڑ رہی تھی ۔

"خدایا ! کس قدر گھناؤنا " اس نے غصہ ہو کر سوچا ۔

وہ اٹھ کر اور کھڑکی کی طرف پیٹھ کر کے چارپائی کی پٹی پر بیٹھ گیا ۔

" میرے خیال میں جاگتے رہنا ہی بہتر ہوگا " اس نے فیصلہ کیا ۔

کھڑکی کی جھریوں میں سے یخ بستہ ہوا کے جھونکے آرہے تھے ۔ اس نے بیٹھے ہی بیٹھے کمبل اٹھا کر اپنے آپ کو اس میں لپیٹ لیا ۔ وہ کچھ سوچ نہیں رہا تھا اور نہ ہی سوچنا چاہتا تھا ۔ لیکن خیالات تھے کہ چلے آرہے تھے ۔ بے ربط اور مبہم خیالات کی دھجیاں سی اس کے دماغ میں اڑ رہی تھیں ۔۔ بے ربط اور بے ترتیب جن کی نہ کوئی ابتدا تھی اور نہ اختتام ۔ اس پر پھر غنودگی طاری ہو گئی ۔ اس وقت کی سردی ، اندھیرا ، سیلن یا پھر کھڑکی کے باہر چنگھاڑتی ہوئی ہوا ، سب لوں کی آمادر

چلت پھرت کے لئے بے حد مناسب ماحول تیار کر رہی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات تھی کہ وہ پھول ہی پھول دیکھ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک بے حد خوبصورت باغ ہے جس میں رنگ برنگے پھول ہیں۔ دن خوشگوار اور چمکیلا ہے۔ یہ شاید تعطیل کا بلکہ عید کا دن تھا۔ باغ کے عین بیچ میں عطر پھولوں سے لدی انگریزی طرز کی ایک کوٹھی تھی جس کے چاروں طرف پھولوں کے تختے تھے۔ پورچ پر بیلیں چڑھی ہوئی تھیں اور اس کے گرد بھی پھولوں کے تختے تھے۔ سبک اور سرد زینے پر پُرتکلف قالین بچھا ہوا تھا اور زینے کے دونوں کناروں پر اوپر سے نیچے تک پھولوں کے گملے رکھے ہوئے تھے۔ کوٹھی کی کھڑکیوں میں جو گل دستے رکھے تھے ان میں نرگس کے پھول تھے لیکن یہ پھول یوں جھکے ہوئے تھے جیسے ماتم کر رہے ہوں۔ وہ بادل ناخواستہ وہاں سے ہٹ گیا اور زینہ طے کرکے نشست گاہ میں پہونچا۔ وہاں بھی برآمدے میں اور کھڑکیوں اور دروازے میں پھول ہی پھول تھے۔ فرش پر مخمل کی سی نرم اور تازہ گھاس بچھی ہوئی تھی۔ کھڑکیاں کھلی تھیں جن میں سے تازہ اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آرہے تھے۔ باہر باغ میں اور کھڑکیوں کے نیچے خوش گلو پرندے چہچہا رہے تھے کمرے کے بیچ میں ایک میز تھی جس پر الماس کا میز پوش تھا اور اس پر ایک تابوت رکھا ہوا تھا۔ تابوت پر سفید رنگ کا ریشمی اور جھالردار کپڑا منڈھا ہوا تھا۔ تابوت کے چاروں طرف پھولوں کے ہار اور دستے ترتیب سے رکھے ہوئے تھے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے پھولوں نے تابوت کو آغوش میں لے رکھا ہو۔ سفید ململ کے بے حد نفیس اور باریک لباس میں ملبوس ایک لڑکی تابوت میں پھولوں کے ڈھیر پر سو رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ سینے پر تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سنگ مرمر کا مجسمہ ہو۔ اس کے ریشمی اور بے ترتیب بال گیلے تھے اور ان پر پھولوں کا تاج تھا۔ اس کا سفید اور بے روح چہرہ بھی جیسے سنگ مرمر سے تراشا گیا ہو۔ اس کے پھیکے ہونٹوں پر

بے پایاں اور غیر طفلانہ کچی مسکراہٹ جیسے منجمد ہو گئی تھی۔ یہ مسکراہٹ ایک التجا تھی ایک چیخ تھی اور ایک بھرپور طنز تھی۔ سیوادری گیلاف اس لڑکی کو جانتا تھا۔ اس لڑکی کے سرہانے مقدس مریم اور یسوع مسیح کے بت نہ تھے۔ تابوت کے چاروں طرف موم بتیاں نہ تھیں۔ دعائے مغفرت کی آوازیں بھی نہ آ رہی تھیں۔ ایک بے بسی اور بے کسی تھی جو اس لڑکی اور اس کے تابوت پر سایہ فگن تھی — ہاں۔ وہ اس لڑکی کو جانتا تھا۔ وہ ڈوب مری تھی۔ اس نے خودکشی کر لی تھی۔ اس کی عمر صرف چودہ سال تھی لیکن اس کا ننھا اور معصوم دل ٹوٹا ہوا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو مٹا دیا تھا۔ کیونکہ اس عمر میں اس کی آبرو ریزی کی گئی تھی۔ اس کے ساتھ تو وہ سلوک کیا گیا تھا جس نے اس کی روح کو داغدار کر کے خود اسے اپنے شکنجے میں ڈال دیا تھا۔ اس کی نوعمری کی پاکدامنی کو نہایت وحشیانہ طریقے سے آلودہ کیا گیا تھا۔ اور ایسی ہی اندھیری اور سرد رات تھی اور اسی طرح طوفانی ہوائیں چل رہی تھیں جب اس لڑکی کے حلق سے بے بسی اور تکلیف کی ایک چیخ نکلی تھی، ایسی چیخ جو پتھر کو بھی موم کر دیتی لیکن اس کی اس چیخ کی کوئی پروا نہ کی گئی تھی۔

سیوادری گیلاف کی آنکھ کھل گئی اس نے اٹھ کر کھڑکی کھول دی۔ یخ بستہ ہوا اس کے چہرے اور سینے پر (وہ صرف قمیص پہنے تھا) چرکا لگاتی ہوئی کمرے میں گھس پڑی۔ کھڑکی کے نیچے واقعی باغ تھا۔ تفریح باغ تھا شاید۔ اس میں میزیں اور کرسیاں رکھی ہوئی تھیں اور دن کے وقت اس باغ میں بھی گانے والے گاتے تھے اور آنے والے میزوں پر بیٹھ کر چائے اور شراب پیتے تھے۔ درختوں کے پتوں سے اٹکی ہوئی پانی کی بوندیں ہوا کے جھونکے کے ساتھ کھڑکی میں گھس آئیں اور سیوادری گیلاف کے بالوں اور چہرے پر بکھر گئیں۔ باہر تہہ خانے کا سا اندھیرا تھا چنانچہ اسے چند دھندلے بڑے کالے دھبوں کے علاوہ کچھ دکھائی نہ دیا۔ یہ شاید درخت، جھاڑیاں اور باغ میں رکھی ہوئی میزیں تھیں۔ سیوادری گیلاف نے اپنے ہاتھ کھڑکی کی دہلیز پر ٹیک دیئے

اور پورے پانچ منٹ تک اندھیرے میں گھورتا رہا۔ دفعتہ توپ کی گرج نے رات کے سکوت کو درہم برہم کر دیا۔ توپ دوسری دفعہ گرجی ــــ یہ سگنل تھا۔ ندی کا پانی چڑھ رہا تھا: اس نے سوچا" اور صبح تک نشیبی علاقے میں گھس آئے گا۔ نیچے مکان اور تہہ خانے تہہ آب ہوں گے۔ تہہ خانوں میں رہتے ہوئے چوہے پانی کی سطح پر بے شمار چھوٹی چھوٹی گیندوں کی طرح تیر رہے ہوں گے اور نچلی منزلوں میں رہنے والے اپنا مال سامان اوپر کی منزلوں میں پہنچا رہے ہوں گے اور میں.... لیکن ابھی کتنے بجے ہیں؟"

اور ابھی اس نے اپنے آپ سے یہ سوال پوچھا ہی تھا کہ کہیں قریب ہی کسی گھڑی نے تین کا گجر بجایا۔

"افوہ! تین بج گئے۔ ایک آدھ گھنٹے بعد ہی اجالا پھیلنے لگے گا۔ اب کس بات کا انتظار ہے؟ میں پارک میں جاؤں گا اور کوئی ایسی جھاڑی تلاش کر لوں گا کہ اسے چھوتے ہی اس میں اٹکے ہوئے بارش کے ہزاروں، لاکھوں قطرے مجھ پر ٹپک پڑیں"

وہ کھڑکی بند کر کے وہاں سے ہٹ آیا، موم بتی جلائی، اپنی واسکوٹ اور اس پر کوٹ پہنا، سر پر ہیٹ رکھی اور موم بتی اٹھا کر برآمدے میں آ گیا کہ اس چیتھڑوں میں ملبوس ویٹر کو تلاش کر کے کمرے کا کرایہ وغیرہ ادا کرے اور اسی وقت ہوٹل سے نکل جائے۔ اسے یقین تھا کہ ویٹر برآمدے کے کسی کونے میں موم بتیوں، برتنوں، بوروں اور ایسی ہی دوسری الم غلم چیزوں کے انبار کے بیچ میں پڑا خراٹے لے رہا ہو گا۔

"بہت اچھا موقع ہے۔ اس سے بہتر کوئی دوسرا وقت ہو ہی نہیں سکتا"۔

وہ کچھ دیر تک تنگ و طویل برآمدے میں چلتا رہا لیکن آس پاس کوئی نظر نہ آیا۔ پتہ نہیں کہاں مر گیا تھا وہ ویٹر ــــ وہ ویٹر کو پکارنے لگا ہی تھا کہ اس کی

نظریں ایک کونے کی طرف اٹھ گئیں۔ وہاں ایک بہت بڑی چوبی الماری اور دروازے کے درمیان کوئی چیز دبکی ہوئی تھی جو جاندار معلوم ہوتی تھی سیوا لدری گیلاف نے اپنا موم بتی والا ہاتھ آگے بڑھایا اور جھک کر دیکھنے لگا۔ الماری اور دروازے کے درمیان ایک لڑکی گٹھری بنی بیٹھی تھی۔ وہ کانپ رہی اور رو رہی تھی۔ لڑکی کی عمر پانچ سال سے زیادہ نہ تھی اور اس کے کپڑے فرش دھونے کے فلالین کی طرح تر بتر تھے۔ وہ سیوا لدری گیلاف کو دیکھ کر خوفزدہ نہ ہوئی البتہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی، کالی اور خوبصورت تھیں۔ لڑکی سسکیاں لے رہی تھی۔ اس بچے کی طرح جو بہت دیر تک رونے کے بعد اب خاموش ہو رہا ہو۔ لڑکی کا چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ وہ بے حد تھکی ہوئی تھی اور سردی کی وجہ سے اس کے اعضا شل ہو گئے تھے "یہ یہاں کیسے آ گئی؟ یقیناً یہ یہاں چھپی ہوئی ہے اور رات بھر جاگتی رہی ہے" سیوا لدری گیلاف نے لڑکی کی سوالات کی بوچھار کر دی۔ لڑکی کے سرد بدن میں جیسے جان پڑ گئی اور اس نے تتلی زبان میں کچھ کہا لیکن سیوا لدری گیلاف چند الفاظ ہی سمجھ سکا جو کچھ یوں تھے ——
"اماں ماریں گی" اور پھر لڑکی نے ایک پیالی کے متعلق کہا جو اس کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی تھی۔ وہ بغیر رکے اپنی تتلی زبان میں بولے جا رہی تھی۔ اس کی باتوں سے سیوا لدری گیلاف نے اندازہ لگایا کہ وہ ٹھکرائی ہوئی اور محبت کی بھوکی تھی۔ اور اس کی ماں، جو شراب کی عادی اور شاید اسی ہوٹل میں باورچن تھی، اسے بے دردی سے پیٹا کرتی تھی — اس نے اندازہ لگایا کہ ایک پیالی لڑکی کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی جس کی وجہ سے لڑکی ایسی خوفزدہ ہوئی کہ باہر بھاگ آئی اور موسلا دھار برستی ہوئی بارش میں کہیں باغ میں چھپی رہی۔ آخر کار برآمدے میں آ کر الماری اور دروازے کے درمیان چھپ گئی۔ سردی اور اس خوف نے کہ ماں اسے پیٹے

گی، اسے سونے نہ دیا۔ سیوادری گیلاف نے جھک کر لڑکی کو اٹھایا اور اسے سینے سے لگائے اپنے کمرے میں آگیا۔ اس نے لڑکی کو چارپائی پر بٹھادیا اور اس کے کپڑے اتارنے لگا۔ اس کے پھٹے ہوئے جوتے، جو اس نے ننگے پیروں پہ ہی پہن لئے تھے، اتنے ٹھنڈے تھے کہ معلوم ہوتا تھا لڑکی رات بھر گارے میں کھڑی رہی ہو۔ جب وہ اس کے کپڑے اتار چکا تو اسے آہستہ سے بستر پر لٹا دیا اور اس کے برہنہ اور سرد جسم کو اچھی طرح سے کمبل میں لپیٹ دیا۔ لڑکی فوراً ہی سو گئی۔ اس کام سے فرصت پانے کے بعد وہ پھر خیالات میں غرق ہو گیا۔

"اونہ! میں یہ کیا احمقانہ حرکتیں کر رہا ہوں؟" اس نے جھنجھلا کر فیصلہ کیا "خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہا ہوں۔" اس نے شدید بے چینی اور غصے کے عالم میں موم بتی اٹھائی کہ ویٹر کو تلاش کر کے کرایہ ادا کر دے اور فوراً اس ہوٹل سے رخصت ہو جائے۔

"لیکن اس بچی کا کیا ہوگا؟" اس نے کمرے کا دروازہ کھولتے ہوئے سوچا۔

"جہنم میں جائے۔ مجھے کیا؟"

لیکن وہ دروازے پر سے لوٹ آیا۔ صرف یہ دیکھنے کے لئے کہ لڑکی سو رہی ہے یا نہیں۔ اس نے لڑکی کے چہرے پر سے کمبل اٹھایا۔ وہ بے خبر سو رہی تھی اس کے ٹھنڈے بدن میں گرمی آچلی تھی اور سفید رخساروں پر سرخی نمایاں ہو چلی تھی۔ لیکن یہ عجیب بات تھی کہ اس کے رخساروں کا وہ رنگ نہ تھا جو عموماً بچوں کے چہروں پر ہوتا ہے اور جسے ہم "معصومیت کا گلابی رنگ" کہتے ہیں۔ اس لڑکی کے گالوں پر جو رنگ دوڑ گیا تھا وہ نہ تو معصومیت کا تھا اور نہ ہی گلابی۔ بلکہ فحش قسم کا اور سرخ تھا۔

"یہ بخار کی تمتماہٹ ہے" سیوادری گیلاف نے سوچا۔

لیکن وہ بخار سے زیادہ شراب نوشی کی لمساہٹ معلوم ہوتی تھی جیسے لڑکی نے خالص شراب کا پورا گلاس پی لیا ہو۔ اس کے سُرخ ہونٹ جیسے انگارے بن گئے تھے۔ لیکن یہ کیا؟ ـــ سیوادری گیلاف کو کچھ ایسا لگا جیسے لڑکی کی کالی اور لانبی پلکیں کانپ رہی تھیں۔ جیسے آہستہ آہستہ وہ آنکھیں کھل رہی تھیں۔ اور پھر وہ آنکھیں جیسے چالاکی اور عیاری سے کھلیں اور لڑکی نے بڑی ہوشیاری سے، ٹھیٹھ بازاری عورتوں کے انداز میں، سیوادری گیلاف کو آنکھ ماری۔ گویا وہ بن کر سو رہی تھی ـــ ہاں ـــ واقعی یہی بات تھی۔ اس کے سرخ انگارہ ہونٹ مسکراہٹ کی صورت میں کھل گئے۔ ہونٹوں کے کونے کانپ رہے تھے جیسے وہ اپنی مسکراہٹ کو دبانے کی کوشش کر رہی ہو۔ لیکن پھر وہ ہنس پڑی ـــ جی ہاں۔ وہ ہنس رہی تھی۔ اسکے چہرے میں جواب طفلی بچوں کا سا نہ تھا، کوئی بے حد شرمناک اور اشتعال انگیز چیز تھی۔ اور وہ چیز شہوانی خواہش تھی۔ سیاہ کاری تھی۔ وہ چہرہ ایک رنڈی کا چہرہ تھا۔ ایک فرانسیسی رنڈی کا بے حیا چہرہ جس پر اس کی سیاہ کاریوں کی داستان کندہ تھی۔ اب اس کی دونوں آنکھیں پوری طرح سے کھل گئی تھیں، ان میں ہوسناک چمک تھی۔ ان میں نفسانی خواہش مچل رہی تھی۔ لڑکی کی ان چمکدار اور بے حیا آنکھوں سے، اس مسکراہٹ سے اور اس پکے ہوئے چہرے سے انتہائی گھناؤنا پن اور بے حیائی ٹپک رہی تھی۔

"ہیں! اور ابھی یہ پانچ ہی برس کی ہے" سیوادری گیلاف حیرت اور دہشت سے بڑبڑایا "یہ ـــ یہ کیا ہوا؟ آخر اس کا مطلب کیا ہے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

لڑکی نے سیوادری گیلاف کی طرف کروٹ لی۔ اس کا چہرہ جذبات کی شدت سے دہک رہا تھا۔ اس نے مسکرا کر اپنے بازو سیوادری گیلاف کی طرف پھیلا دیئے جیسے کہہ رہی ہو "آجاؤ"

"بے حیا چھوکری" سیوادری گیلاف چیخا۔

اور اس نے لڑکی کو مارنے کے لئے اپنا ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اس کی آنکھ کھل گئی وہ ہوٹل کے اسی تنگ و تاریک کمرے میں، اسی بستر پر اور اسی طرح کمبل اوڑھے پڑا تھا۔ موم بتی اسی طرح بجھی ہوئی تھی اور صبح کی ہلکی روشنی بند کھڑکی کی جھریوں میں سے جھانک رہی تھی۔

"میں کبھی اوٹ پٹانگ اور بھیانک خواب دیکھنے لگا ہوں۔ کتنا عجیب و غریب خواب تھا!"

وہ غصے سے کانپتا ہوا اٹھا۔ اس کے جسم کا جوڑ جوڑ بلکہ ایک ایک ہڈی درد کر رہی تھی۔ اسے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے اسے بڑے سے ہاون میں ڈال کر خوب اچھی طرح سے کوٹا ہو۔ باہر اتنی گاڑھی دھند تھی کہ چار قدم دور کی چیز بھی نظر نہ آتی تھی۔ صبح کے پانچ بج رہے تھے۔ اسے اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا کہ وہ صبح تک سوتا رہا اور وقت تھا کہ نکلا جا رہا تھا۔ وہ اٹھا اور واسکوٹ اور اوورکوٹ پہننے لگا۔ یہ دونوں چیزیں اب تک گیلی تھیں۔ اور کوٹ کی جیبیں ٹٹولنے کے بعد اس نے پستول نکالا اور بیٹھ گیا۔ دوسری جیب سے ایک ڈائری نکال کر اس کے پہلے صفحہ پر جلی حروف میں چند سطریں لکھیں۔ اس عبارت کو کئی بار پڑھنے کے بعد اس نے اپنی کہنیاں میز پر ٹیک دیں اور پھر کسی خیال میں غرق ہو گیا۔ پستول اور ڈائری اس کے قریب پڑی ہوئی تھی۔ چند مکھیاں میز پر رکھے ہوئے گوشت پر بھنبھنا رہی تھیں۔ وہ انھیں دیکھتا رہا اور پھر دائیں ہاتھ سے انھیں پکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن ایک بھی نہ پکڑ سکا۔ وہ بہت دیر تک یہ کھیل کھیلتا رہا، آخر کار چونکا، اٹھا اور چہرے پر متانت اور سنجیدگی لئے کمرے سے باہر آ گیا۔ ایک منٹ بعد ہی وہ سڑک پر تھا۔

گاڑھی دود ھیا دھند شہر پر چھائی ہوئی تھی ۔ سیوادری گیلاف گندی پٹری کے ساتھ ساتھ شہر کی طرف جا رہا تھا ۔ وہ تصور میں بنر کے چڑھتے ہوئے پانی، پٹرادسکی جزیرے، بھیگی ہوئی سڑک، بھیگے ہوئے درخت اور جھاڑیاں دیکھ رہا تھا آخر میں اس کے تصور نے اسے وہ جھاڑی دکھائی جس کے چھوتے ہی اس میں اٹکے ہوئے بارش کے ہزاروں، لاکھوں قطرے ٹپک پڑیں ۔ وہ جھنجلا گیا اور کسی دوسرے ہی خیال سے عمارتوں کی طرف دیکھنے لگا ۔ سڑک ویران تھی ۔ کوئی ٹانگہ، کوئی راہگیر دور دور تک نظر نہ آر ہا تھا ۔ زرد دیواروں اور بند کھڑکیوں والے چھوٹے چھوٹے مکانات اونگھتے ہوئے اور اداس معلوم ہوتے تھے سرد ہوا اس کے بدن کے کھلے حصوں پر چبھ کے لگا رہی تھی اور سردی کی ہڈیوں میں اترتی جا رہی تھی ۔ وہ کانپنے لگا ۔ ہر چند قدم کے بعد وہ کسی دکان کے سامنے کھڑے ہوکر اس کے ماتھے پر لگے ہوئے سائن بورڈ کو شروع سے آخر تک پڑھتا اور پھر آگے بڑھ جاتا ۔ اور پھر پٹری ختم ہو گئی ۔ اب وہ ایک بڑی عمارت کے سامنے کھڑا تھا جو پتھروں کی تھی ۔ کالے رنگ کا ایک کالا کتا، جو کیچڑ میں لت پت تھا، سیوادری گیلاف نے ادھر ادھر دیکھا اور آگے بڑھ گیا ۔ بائیں طرف ایک بلند مینار سا دکھائی دیا ۔

"آ ۔ ہا ۔" وہ بے اختیار چیخ پڑا " بس یہ جگہ مناسب ہے کیا ضروری ہے پٹرادسکی جزیرے میں ہی جایا جائے؟ بہر حال یہاں کم سے کم ایک سرکاری گواہ تو مل جائے گا ۔ اور سچ پوچھو تو کسی گواہ کا ہونا ضروری ہے ۔ معاملہ ہی ایسا ہے"

اس خیال سے وہ آپ ہی آپ مسکرا کر اس سڑک پر ہو لیا جو اس مینار والی حویلی کی طرف جاتی تھی ۔ حویلی کا عظیم الشان آہنی پھاٹک بند تھا ۔ ایک ٹھنگنا سا شخص، جس کے سر پر یونانی ہیرو ایکی لیس کی سی آہنی ٹوپی تھی، آہنی پھاٹک

سے ٹیک لگائے کھڑا تھا ۔ اس نے اپنی خوابناک آنکھوں سے سیوادری گیلاف کی طرف دیکھا ۔ اس کے بشرے سے وہی تنک مزاجی اور رادسی عیاں تھی جو عموماً یہودیوں کے چہروں پر، بلاتفریق، نظر آتی ہے ۔ وہ دونوں، یعنی سیوادری گیلاف اور یونانی ہیرو ایکی لس، چند منٹوں تک خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے ۔ دفعتہً یونانی ہیرو کو خیال آیا کہ کوئی شخص نشے میں نہ ہو لیکن چند قدم دور کھڑا اسے گھور رہا ہو تو یہ بات کچھ غیر مناسب سی اور توہین آمیز ہے ۔

"کیا چاہتے ہو ؟" اس نے پوچھا لیکن جس انداز سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اسی طرح کھڑا رہا ۔

"کچھ نہیں دوست ۔ صبح بخیر" سیوادری گیلاف نے کہا

"یہ سرائے درائے نہیں ہے ۔ کیا ؟"

"میں پردیس جا رہا ہوں "

"پردیس ؟ "

"امریکہ "

"امریکہ ؟ "

سیوادری گیلاف نے جیب سے پستول نکال کر گھوڑا چڑھایا ۔ یونانی ہیرو نے بھوئیں اچکائیں ۔

"میں نے کہا جناب، یہ کیا دل لگی ہے ؟ یہ مذاق کرنے کی جگہ نہیں اور نہ یہ مذاق کا وقت ہے ۔"

"کیوں نہیں ہے ؟"

"بس کہہ جو دیا کہ نہیں ہے ۔ کیا ؟"

"مذاق کے لئے یہ جگہ ہو یا نہ ہو، وقت ہو یا نہ ہو، مجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں ۔

مجھے تو یہ جگہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اچھا۔ اب اگر کوئی تم سے پوچھے تو کہہ دینا کہ اس آدمی نے کہا تھا کہ وہ امریکہ جا رہا ہے۔"

اور سیوا دری گیلاف نے پستول کی نالی اپنی دائیں کنپٹی پر رکھ دی۔

"ہیں! ہیں؟ یہ کیا کر رہے ہو؟ میں کہہ چکا ہوں کہ ایسے کاموں کے لئے یہ جگہ نہیں ہے۔ کیا؟ تم یہاں ایسا نہیں کر سکتے" یونانی ہیرو چونک کر چیخا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے نکلی پڑ رہی تھیں۔

اور سیوا دری گیلاف نے لبلبی دبا دی۔

---

(۷)

اسی دن، شام کے کوئی چھے بجے، راسکولنکاف اپنی ماں اور بہن کی قیام گاہ کی طرف جا رہا تھا۔ وہ دونوں اب بکالف کے مکان میں مقیم تھیں جہاں رازدمیخن نے ان کے لئے مناسب کرایے پر ایک کمرے کا انتظام کر دیا تھا۔ فلیٹ تک جانے کا زینہ سڑک پر پڑتا تھا۔ زینے کے سامنے پہونچ کر راسکولنکاف کی تیز رفتاری میں ایک دم سے کمی واقع ہو گئی۔ جیسے وہ سوچ رہا ہو کہ جائے یا نہ جائے۔ لیکن اب دنیا کی کوئی قوت اس کے قدم پیچھے نہ ہٹا سکتی تھی۔ وہ فیصلہ کر چکا تھا۔

"بہر حال اس سے کوئی فرق نہیں پڑ جائے گا۔ ان لوگوں کو اب تک کچھ معلوم نہیں" اس نے سوچا۔ "اس کے علاوہ وہ لوگ مجھے خبطی تصور کرنے کے عادی ہو چکے ہیں"

اس کے لباس کی حالت خستہ تھی اور وہ خود ذرا ذرا سا لگ رہا تھا۔ وہ ساری رات باہر بارش میں بھٹکتا رہا تھا۔ اس کے کیچڑ میں لت پت اور بھیگے ہوئے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹ گئے تھے اور اس کے چیتھڑے لٹک رہے تھے۔ سخت تھکن، خطرے سے

نپٹ لینے کا احساس اور اندرونی کشمکش نے، جو مسلسل چوبیس گھنٹوں تک جاری رہی تھی، اس کے چہرے کو بگاڑ کر بھیانک بنا دیا تھا۔ گزشتہ رات اس نے تنہا ہی گزاری تھی لیکن خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کہاں؟ اس نے رات کہیں ہی کیوں نہ گزاری ہو وہ چال آخری فیصلہ کر چکا تھا۔

اس نے دروازے پر دستک دی تو اس کی ماں نے دروازہ کھولا۔ دونیہ گھر پر نہیں تھی۔ حتیٰ کہ نوکرانی بھی اتفاقاً باہر گئے ہوئے تھے انتہائی حیرت و خوشی کی وجہ سے پلشیریا کچھ نہ کہہ سکی۔ وہ چند ثانیوں تک خاموش کھڑی اپنے بیٹے کی طرف دیکھتی رہی آخر کار اسے ہاتھ سے پکڑ کر کمرے میں لے آئی۔

"تو تم آگئے!" پلشیریا نے خوشی سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا" خدا کے لئے غصہ مت کرنا کہ میں یوں آنسو بہا کر تمھارا استقبال کر رہی ہوں۔ میں رو نہیں رہی، روڈی ہنس رہی ہوں اور یہ خوشی کے آنسو ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ میں رو رہی ہوں؟ نہیں روڈی، میں خوش ہوں۔ بہت خوش۔ کیا کروں بات بات میں آنسو نکل پڑتے ہیں میری یہ حالت تمھارے ابا کے انتقال کے بعد ہو گئی ہے۔ جانتی ہوں کہ یہ حماقت ہے لیکن کیا کروں عادت سے مجبور ہوں۔ بیٹھ جاؤ، میرے بچے، تم تھک گئے ہو گے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ حقیقت میں تم تھکے ہوئے ہو۔ اف! تمھارے کپڑے تو کیچڑ میں ......"

"اماں! کل میں بارش میں بھیگ گیا تھا۔ اور ......"

"نہیں۔ نہیں۔ روڈی۔ تم سمجھتے ہو کہ میں تم سے صفائی چاہتی ہوں" پلشیریا نے جلدی سے اس کی بات کاٹ دی" مجھے احساس ہے کہ ہر بوڑھی عورت کی طرح مجھ میں بھی جرح کرنے کی بڑی عادت ہے لیکن گھبراؤ نہیں، میرے بچے، میں سمجھتی ہوں یہاں کے طور طریقوں سے میں کچھ کچھ واقف ہو چلی ہوں جو حقیقت میں بدر جہا بہتر ہیں۔ چونکہ میں حالات اور طریق عمل کو کسی طرح سمجھ ہی نہیں سکتی۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے

کہ اس نئی روش کے متعلق تم سے اور کسی سے بھی وضاحت طلب نہ کروں گی۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے تمھارے منصوبے اور تفکرات کیا ہیں۔ چنانچہ الٹے سیدھے سوالات سے تمھیں پریشان کرنا حماقت ہی تو ہے۔ میرے خدا؟ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ روڈی! دیکھو تو میں پاگلوں کی طرح کمرے میں اِدھر اُدھر دوڑ رہی ہوں۔ ہاں روڈی! میں نے تمھارا مضمون ایک دفعہ نہیں تین دفعہ پڑھا۔ رازومیخن لے آیا ہے کہیں سے۔ تمھارا یہ مضمون پڑھ کر مجھے اتنی حیرت ہوئی کہ کیا بتاؤں؟ — میں بھی کس قدر بے وقوف ہوں میں نے سوچا تھا تو یہ ہیں میری مصروفیتیں اور یہ ہے اس معمّہ کا حل۔ ادیب عموماً ایسے ہی ہوتے ہیں۔ روڈی کے دماغ میں نئے خیالات آ رہے ہوں گے، وہ اپنے نئے مضمون کا مواد جمع کر رہا ہو گا اور میں نے اپنی حماقت سے اسے پریشان اور مشتعل کر دیا۔ میں نے تمھارا مضمون پڑھا، تین دفعہ پڑھا لیکن بہت سی باتیں میری سمجھ میں نہ آئیں۔ اور بھلا میں، پرانے زمانے کی عورت، انھیں سمجھ بھی کیسے سکتی ہوں؟"

"اماں! وہ مضمون مجھے دکھلاؤ۔"

راسکولنکاف نے پرچہ لے کر اپنا مضمون کھولا اور اسے دیکھنے لگا۔ راسکولنکاف کی ذہنی کیفیت اور حالت سے اس کی یہ حرکت کسی طرح میل نہ کھاتی تھی۔ تاہم وہ اس عجیب و غریب سنسنی کو محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا جو ہر ادیب اپنا پہلا مضمون چھپا ہوا دیکھ کر محسوس کرتا ہے۔ اس کے علاوہ راسکولنکاف کی عمر اس وقت صرف تیئس سال کی ہی تھی۔ بہر حال اس کی یہ حالت زیادہ دیر تک قائم نہ رہی۔ چند سطریں پڑھنے کے بعد ہی اس کے ماتھے پر سلوٹیں ابھر آئیں اور اس کا دل تکلیف دہ حد تک زور سے دھڑکنے لگا اور ایک عجیب طرح کی اداسی اس کے دل میں اتر گئی۔ پچھلے چند مہینے کی شدید اندرونی کشمکش اسے یاد آ گئی اور اس نے نفرت و غصّے سے پرچہ ایک طرف پھینک دیا۔

"روڈی! تم مجھے چاہے جتنی بے وقوف سمجھو لیکن میں وثوق سے کہتی ہوں کہ جلد ہی تم روس کے ایک بڑے ادیب بن جاؤ گے۔ اور لوگ سمجھتے ہیں کہ تم پاگل ہو۔ تم شاید نہیں جانتے لیکن چند آدمی تمہیں ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ یہ کم مایہ لوگ کسی دانشور کے خیالات اور خود اسے سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اور حد تو یہ ہے کہ دونیہ جیسی ہوشیار لڑکی بھی ان افواہوں کو سچ سمجھنے لگی ہے۔ لو۔ اب کیا کہا جائے؟ تمہارے ابا نے اپنی ابتدا کی نظمیں دو تین دفعہ پرچوں کو بھی بھیجی تھیں چھپنے کے لئے (ان کے مسودے اب تک میرے پاس ہیں، دکھاؤں گی تمہیں) اور ایک مکمل ناول بھیجا۔ (میں نے تمہارے ابا سے التجا کی تھی کہ وہ مجھے اسے نقل کر لینے دیں)۔ ہم دونوں راتوں کو اٹھ اٹھ کر دعائیں مانگا کرتے تھے کہ پبلشر ان کی نظمیں اور ناول قبول کرے۔ لیکن یہ پبلشر بڑے ہی خود غرض ہوتے ہیں۔ انھوں نے انھیں چھاپنے سے صاف انکار کر دیا۔ روڈی! چھ دن پہلے تمہارا کمرہ، تمہارے کپڑے اور تمہارا کھانا دیکھ کر میرا جی جل گیا تھا۔ لیکن اب مجھے اپنی اس حماقت کا احساس ہو چلا ہے۔ میرے بیٹے! تم اپنی فہم و فراست سے دنیا کی ہر چیز حاصل کر سکتے ہو اور جس بلند مقام پر چاہو پہنچ سکتے ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فی الحال تم اس قسم کا کوئی مقام حاصل کرنا نہیں چاہتے کیونکہ تم کوئی بہت زیادہ اہم معاملات اور خیالات کی طرف متوجہ ہو۔"

"دونیہ گھر میں نہیں ہے؟"

"نہیں روڈی! پچھلے چند دنوں سے اس نے یہ عجیب وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ مجھے تنہا چھوڑ کر خدا جانے کہاں چلی جاتی ہے؟ رازومی ہن مجھ سے ملنے آیا کرتا ہے۔ کتنا اچھا لڑکا ہے۔ وہ جب بھی آتا ہے تمہاری باتیں ہی کیا کرتا ہے۔ روڈی! اسے تمہارا بہت زیادہ خیال ہے۔ دوست ہو تو ایسا ہو۔ میں یہ نہیں

کہتی کہ دونیہ بے التفاتی برت رہی ہے۔ مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں۔ وہ اپنی مرضی کی مالک ہے اور میں اپنی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ چند باتوں کو راز بنائے ہوئے ہے لیکن میں نے کبھی تم دونوں سے کچھ نہیں چھپایا۔ میں جانتی ہوں کہ دونیہ بڑی ذہین لڑکی ہے اور تمھیں اور مجھے بہت زیادہ چاہتی ہے لیکن میں نہیں جانتی کہ اس کی اس بھاگ دوڑ کا کیا مطلب ہے۔ خدا جانے کیا ہونے والا ہے؟ روڈیا! اچھا ہوا تم آ گئے۔ تم نے اپنی ماں کا دل خوش کر دیا میرے سارے غم اور ساری پریشانی تمہیں دیکھتے ہی دور ہو گئی۔ لیکن افسوس ہے کہ دونیہ تم سے نہ مل سکی۔ لیکن جب وہ آئے گی تو میں اس سے کہوں گی کہ میرا روڈیا میرے پاس آیا تھا اور تم موجود نہ تھیں۔ کہاں تھیں اس وقت؟ تم مجھے چھوڑ نہیں دوگے روڈیا؟ جب تمھارا جی چاہے میرے پاس چلے آنا اور اگر نہ آسکے تو مجھے کوئی شکایت نہ ہوگی البتہ میں تمھارا انتظار ضرور کروں گی بہر حال میں جانتی ہوں کہ تم اپنی ماں کو پہلے کی ہی طرح چاہتے ہو اور میرے لئے یہی کافی ہے۔ میں تمھارے مضامین پڑھا کروں گی، ہر شخص سے تمھاری اور تمھارے مضامین کی تعریفیں سن کر خوش ہوا کروں گی اور پھر ایک دن تم مجھ سے ملنے آجاؤ گے دیکھ لو۔ آج ہی تم اپنی ماں کو تسلی دینے آگئے۔"

اور پلیشریا رو پڑی۔

"لو۔ میں پھر رونے لگی۔ بیٹا! تم کوئی خیال نہ کرنا۔ میں تو سٹھیا گئی ہوں۔ میرے خدا! میں بیٹھی بک بک کر رہی ہوں۔"

وہ ایک دم سے اٹھ کھڑی ہوئی" اور تمھیں کافی وغیرہ کے لئے پوچھا تک نہیں حالانکہ کافی تیار ہے۔ بڑھاپے میں انسان کتنا خود غرض بن جاتا ہے! تم بیٹھو میں ابھی لاتی ہوں۔"

"نہیں اماں! تکلیف نہ کرو۔ میں اب جاؤں گا۔ میں کافی پینے نہیں آیا تھا۔ اماں! میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اسے غور سے سن لو!"

پلشیریا اپنے بیٹے کے سامنے کھڑی رہی۔

"اماں! کچھ ہو جائے، تم میرے متعلق کیسی ہی باتیں کیوں نہ سنو کیا پھر بھی تم مجھ سے ایسا ہی پیار کرو گی؟ کیا ہمیشہ اتنا ہی پیار کرتی رہو گی؟" راسکولنکاف نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔

"روڈی! میرے بچے! یہ ایک دم سے تمہیں کیا ہو گیا؟ تم ایسا سوال کیوں پوچھ رہے ہو؟ کون تمھارے متعلق باتیں بنائے گا؟ اس کے علاوہ لوگ چاہے جو کہیں میں ان پر یقین ہی نہ کروں گی۔"

"اماں! میں تمھیں یہ بتانے آیا ہوں کہ میں نے ہمیشہ تم سے پیار کیا ہے اور کرتا رہوں گا میں خوش ہوں کہ اس وقت ہم دونوں اکیلے ہیں حتیٰ کہ دنیا بھی موجود نہیں" اس نے بدستور بے اختیارانہ کہا" بس میں یہی کہنے آیا تھا۔ یقین کرو اماں تمھارا بیٹا تم سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ اور تم نے میرے متعلق جو یہ رائے قائم کی تھی کہ میں بے درد ہوں اور تمھارا کوئی خیال نہیں کرتا، غلط ہے۔ میں تمھیں چاہتا ہوں اماں اور آخر دم تک چاہتا رہوں گا۔ بس مجھے یہی کہنا اور تمھاری غلط فہمی دور کرنا تھی۔

پلشیریا نے راسکولنکاف کو اپنے سینے سے لگا لیا اور رونے لگی۔

"میں نہیں جانتی روڈی کہ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟" وہ بولی" میرا خیال تھا کہ تم ہم سے بیزار ہو لیکن اب میں محسوس کر رہی ہوں کہ تمھارے ساتھ کچھ ہونے والا ہے اور اسی کے خیال سے تم پریشان ہو۔ میں نے بہت پہلے سے یہ محسوس کر لیا تھا بیٹے! اپنی بوڑھی ماں کو معاف کر دینا کہ اس وقت ایسی باتیں کر رہی ہے لیکن روڈی!

میں نے کئی راتیں آنکھوں آنکھوں میں کاٹ دی ہیں اور جو کچھ ہونے والا ہے اس پر غور کرتی رہی ہوں۔ گزشتہ رات دونیہ بھی نیند میں تمھارے متعلق کچھ بڑبڑا رہی تھی۔ میں نے بھی سُنا لیکن کچھ سمجھ نہ سکی۔ آج صبح سے میں اپنے دل پر ایک بوجھ سا اور بے چینی محسوس کر رہی تھی جیسے کچھ ہونے والا ہو۔ جیسے مجھے پھانسی دی جانے والی ہو۔ روڈی! تو کہاں جا رہا ہے؟ کہیں دور جا رہے ہو؟"

"ہاں۔ بہت دور"

"میرے خدا! بس یہی ڈر تھا مجھے۔ اگر تم کہو تو میں بھی تمھارے ساتھ چل سکتی ہوں اور دونیہ بھی۔ وہ تمہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی۔ اور اگر تمھاری خوشی اس میں ہو تو سونیہ بھی چلے گی ہمارے ساتھ۔ بیٹے! تمھاری مرضی میری مرضی اور تمھاری خوشی میری خوشی ہے۔ سونیہ کو میں اپنی ہی سمجھوں گی۔ رازدسوہن ہوشیار لڑکا ہے۔ وہ ایسا انتظام کر دے گا کہ ہم سب ساتھ جائیں گے اور — یہ تم کہاں جا رہے ہو؟"

"اماں! خدا حافظ"

"ہیں! تو کیا آج ہی؟" وہ یوں چیخ اٹھی جیسے راسکولنکاف ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہا ہو۔

"میں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا۔ مجھے جانا ہے"

"میں — میں — نہیں چل سکتی تمھارے ساتھ؟"

"نہیں البتہ یہ کر سکتی ہو کہ خدا کے حضور اپنے بیٹے کے لئے دعا کرتی رہو۔ ممکن ہے وہ تمھاری سُن لے"

"ٹھہرو روڈی۔ میں تمہیں دعا دے لوں۔ تمھارے سینے پر مقدس صلیب کا نشان بنا دوں۔ آہ! خدایا! یہ ہم کیا کر رہے ہیں! یہ سب کیا ہو رہا ہے!"

راسکولنکاف خوش تھا، بہت خوش کہ اس وقت وہاں کوئی نہ تھا۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ اکیلا تھا۔ پچھلے دہشت ناک اور تکلیف دہ مہینوں کے بعد آج پہلی دفعہ اس کا دل پگھل گیا۔ وہ بے اختیار اپنی ماں کے قدموں پر گر پڑا اور انھیں چومنے لگا۔ دونوں ماں بیٹا رو رہے اور ایک دوسرے کو بھینچ رہے تھے اس دفعہ نہ تو پلپشیریا حیران ہوئی اور نہ ہی اس نے راسکولنکاف سے کچھ پوچھا۔ پچھلے کئی دنوں سے پلپشیریا کو یقین ہو چلا تھا کہ اس کے بیٹے پر کوئی عجیب اور خوف ناک مصیبت آپڑی ہے اور یہ کہ جیسے وہ کسی آسیب کے اثر میں ہے۔ اور اب اس سحر کے ٹوٹنے کی گھڑی آ پہونچی۔

"روڈی" اس نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا "میری کوکھ کے پہلے بچے! اس وقت تم ایسے ہی بن گئے ہو جیسے کہ بچپن میں تھے، جب تم میرے پاس دوڑے آتے تھے، مجھ سے لپٹ جاتے اور مجھے چومنے لگتے تھے۔ اس وقت تمھارے ابا زندہ تھے، ہم بے حد غریب تھے اور اس وقت ہم تمھیں ہنستا کھیلتا دیکھ کر اپنے دکھ بھول جاتے تھے اور سوچتے تھے ہمارا بیٹا بڑا ہو کر ہمارے سارے دکھ دلدر دور کرے گا۔ اور جب تمھارے ابا جنت کو سدھارے تو روڈی ہم دونوں روزانہ ان کی قبر پہ جاتے اور اسی طرح ایک دوسرے سے لپٹ کر رویا کرتے تھے، جیسا کہ آج رو رہے ہیں۔ جب سے تم میرے پاس آئے ہو میں اسی وقت سے روئے جا رہی ہوں کہ ماں کے دل نے اپنے بیٹے کی مصیبتوں کو محسوس کر لیا ہے۔ تم نہیں جانتے بیٹے کہ ماں کا دل کیسا ہوتا ہے؟ تمھیں یاد ہے روڈی کہ یہاں پہونچتے ہی ہم سیدھے تمھارے پاس آئے تھے؟ بس اسی دن میں نے تمھاری آنکھوں میں سب کچھ دیکھ لیا تھا تمھیں دیکھتے ہی میرا دل دھک سے رہ گیا تھا اور آج میں نے دروازہ کھول کر تمھیں

دیکھا تو کچھ سمجھ گئی کہ وہ منحوس گھڑی آپہونچی۔ روڈیا! تم آج ہی نہیں جا رہے
کہو کہ نہیں جا رہے ہے "

"نہیں جا رہا"

"تم پھر آؤ گے؟"

"ہاں۔ آؤں گا"

"روڈی! خفا مت ہونا۔ میں تم سے کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں کر سکتی،
اور پوچھنا بھی نہ چاہیئے لیکن ـــــ اپنی ماں کی تسلی کے لیے صرف اتنا بتا دو
کہ کیا تم کہیں دور جا رہے ہو؟"

"دور ہی جا رہا ہوں"

"کیوں جا رہے ہو؟ کوئی ملازمت ملنے والی ہے۔ وہاں کچھ ترقی کی
امید ہے؟"

"پتہ نہیں۔ جو بھی قسمت میں ہوگا، ہوگا۔ تم میرے لئے دعا کرنا"
اور وہ دروازے کی طرف بڑھا تو پلشیریا نے اسے اپنے سینے سے لگا
لیا اور مایوس نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ خوفزدہ تھی اور
اس کے چہرے کا رنگ فق تھا۔

"بس اماں! بہت ہو گیا" راسکولنکاف نے کہا۔ اب اسے افسوس ہو رہا
تھا کہ وہ یہاں کیوں آیا۔

"تم ہمیشہ کے لئے نہیں جا رہے ہو؟ آج ہی نہیں جا رہے؟ تم کل آؤ گے؟

"ہاں۔ آؤں گا۔ آؤں گا۔"

اور وہ اپنے آپ کو پلشیریا کی آغوش سے چھڑا کر باہر آگیا۔
شام خوشگوار تھی۔ بادل صبح ہی چھٹ گئے تھے۔ راسکولنکاف بڑی

عجلت میں تھا۔ وہ سیدھا اپنے بورڈنگ ہاؤس پہونچا۔ آج کا سورج غروب ہونے سے پہلے ہی وہ اس معاملے کو ختم کر دینا چاہتا تھا اور تب تک کسی سے ملنا نہ چاہتا تھا۔ زینہ چڑھتے وقت اس نے دیکھا کہ نستاسیہ سماوار کے قریب سے لپک کر دروازے پر آئی اور اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"معلوم ہوتا ہے کوئی مجھ سے ملنے آیا ہے اور کمرے میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا ہے۔ کون ہوگا؟" اس نے سوچا۔

اور اس کا خیال فوراً پرافری کی طرف گیا اور اس نے دل میں شدید نفرت کا طوفان محسوس کر کے سوچا کہ شاید وہی ہوگا۔ لیکن جب اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو — دونیہ اس کی منتظر تھی۔ وہ اکیلی تھی اور سر جھکائے کسی خیال میں غرق تھی — معلوم ہوتا تھا کہ وہ بہت دیر سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ دروازے میں ہی ہکا بکا کھڑا رہ گیا۔ دونیہ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور صوفے پر سے یوں اٹھنے لگی جیسے دہشت زدہ ہو۔ وہ اپنے بھائی کے سامنے آکر ٹھہر گئی اور اسکی طرف دیکھنے لگی۔ دونیہ کی آنکھوں سے خوف و ہراس ٹپک رہا تھا۔ اور راسکولنکاف نے سمجھ لیا کہ دونیہ کو سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ دونیہ کی ایک ہی نظر نے اسے اس سے آگاہ کر دیا تھا۔

"میں اندر آؤں یا یہیں سے چلا جاؤں؟" راسکولنکاف نے جھنجھلا کر پوچھا۔

"میں سارا دن سونیہ کے یہاں بیٹھی رہی اور ہم دونوں ہی تمھارا انتظار کرتے رہے۔ ہمارا خیال تھا کہ تم وہیں آؤ گے۔"

راسکولنکاف کمرے میں داخل ہوا اور بے حد تھکا ہوا سا کرسی میں بیٹھ گیا۔

"میں سخت کمزوری محسوس کر رہا ہوں۔ دونیہ میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ اور اس وقت میں اپنے دل پر قابو حاصل کرنا اور ضبط کرنا چاہتا ہوں لیکن نہیں کر سکتا۔

"تم رات بھر کہاں رہے؟"

"یہ تو مجھے ٹھیک سے یاد نہیں — دونیہ! دراصل میں ایک آخری اور قطعی فیصلہ کر لینا چاہتا تھا کئی دفعہ میں نہر کے پل پر بھی گیا۔ مجھے یاد ہے کہ میں نہر میں چھلانگ لگا کر ایک ہی وقت میں اس معاملے کو ختم کر دینا چاہتا تھا لیکن میں ایسا نہ کر سکا۔"

"خدا کا شکر ہے۔ میں اور سونیہ اسی خیال سے لرز رہی تھیں کہ کہیں تم کوئی ایسی ویسی حرکت نہ کر گزرو۔ خدا کا شکر ہے کہ تم نے ایسا نہیں کیا۔ تو اب بھی تمہیں زندگی پر بھروسہ ہے اور وہ اب بھی تمہیں عزیز ہے؟"

"نہیں دونیہ۔ مجھے نہ تو زندگی پر بھروسہ ہے اور نہ ہی وہ مجھے عزیز ہے لیکن ابھی چند منٹوں پہلے ہی میں ماں کے سینے پر سر رکھے رو رہا تھا اور حالانکہ مجھے اعتقاد نہیں اس کے باوجود میں نے ماں سے کہا کہ وہ میرے لئے دعا کرے۔ جانے میں نے ایسا کیوں کیا؟ ایسا تضاد! میں تو کچھ سمجھ نہیں سکا۔ دعا کی درخواست میرے منہ سے بے اختیار نکل گئی ۔ خدا جانے کیوں؟"

"تم اماں کے پاس گئے تھے؟ تم نے انھیں بتا دیا سب کچھ؟" دونیہ نے خوفزدہ ہو کر پوچھا" یقیناً تم نے انھیں نہیں بتایا ہو گا — کچھ نہیں بتایا نا؟"۔

"نہیں۔ میں نے تو کچھ نہیں بتایا لیکن وہ بہت کچھ سمجھ گئی ہیں۔ تم نیند میں بڑبڑا رہی تھیں جو انھوں نے سن لیا۔ ماں کے پاس جا کر شاید میں نے غلطی کی ہے مجھے ان کے پاس نہ جانا چاہئے تھا۔ میں نہیں جانتا کہ میں کیوں گیا ان کے پاس؟ دونیہ! میں بے حد ذلیل اور حقیر انسان ہوں۔"

"پھر اس کے باوجود مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو۔ ہے کہ نہیں؟"

"ہاں۔ دونیہ! میں جا رہا ہوں اسی وقت۔ ذلت و خواری سے بچنے کے لئے میں نے ڈوب مرنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن نہر کے پانی کی طرف دیکھ کر میں نے سوچا کہ اگر اب تک

میں مستحکم اور میری روح توانا رہی ہے تو مجھے ذلت و خواری سے نہیں ڈرنا چاہئے۔ یہ کیا ہے دونیہ ؟ خود داری ؟"

" ہاں روڈی ! یہ خودداری ہے۔"

اور راسکولنکاف کی بجھی بجھی سی آنکھوں میں یکدم سے چمک آ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس خیال سے خوش ہو گیا تھا کہ اب تک اس میں خودداری کا مادہ موجود ہے

" تم یہ تو نہیں سمجھ رہیں دونیہ کہ میں پانی دیکھ کر ڈر گیا تھا ؟" اس نے طنز سے مسکرا کر پوچھا۔

" ہشت، روڈی، ہشت "

دو منٹ تک خاموشی کا وقفہ رہا۔ راسکولنکاف فرش پر نظریں گاڑے بیٹھا تھا اور میز کے دوسری طرف دونیہ کھڑی کرب ناک نظروں سے اپنے بھائی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ دفعتہً وہ اٹھا۔

" بہت دیر ہو گئی۔ اب مجھے چلنا چاہئے۔ بس اسی وقت خود کو پولس کے حوالے کرنے جا رہا ہوں حالانکہ حیران ہوں کہ ایسا کیوں کر رہا ہوں۔!

دونیہ کے گالوں پر دو بڑے بڑے آنسو ڈھلک آئے۔

" تم رو رہی ہو بہن ؟ اپنے بھائی سے آخری دفعہ مصافحہ کرو گی ؟"

" تمہیں اس میں شک ہے روڈی ؟"

اور وہ دوڑ کر راسکولنکاف سے لپٹ گئی۔

" روڈی ! مصیبت کا مقابلہ کرنے اور اذیت برداشت کرنے کا ارادہ کر کے ہی تم نے اپنے آدھے گناہ کا کفارہ تو ادا کر ہی دیا ہے" اس نے راسکولنکاف کو بے تحاشہ چومتے ہوئے کہا۔

" گناہ ! کیسا گناہ ! کس نے کیا ہے !" وہ غضب ناک ہو کر چیخا" کون سا گناہ

کیا ہے میں نے ؟ یہ کہ میں نے ایک ذلیل، موذی، منحوس اور چیزیں رہن رکھنے والی بڑھیا کو قتل کر دیا جو کسی کے کام نہ آتی تھی ؟ تم اسے گناہ کہتی ہو ؟ اور میں کہتا ہوں کہ اس کا خون کر کے میں نے اپنے عمر بھر کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا ہے۔ اس کا خون بڑے سے بڑے گنہگار کے سارے گناہ دھو سکتا تھا۔ وہ منحوس بڑھیا غریبوں کا خون چوس چوس کر جونک کی طرح موٹی ہو رہی تھی ۔۔۔ تم اسے گناہ کہتی ہو ؟ دیکھو دونیہ ! نہ تو میں نے کوئی گناہ کیا ہے اور نہ ہی میں اس کا کفارہ ادا کرنے جا رہا ہوں ۔ میں پوچھتا ہوں تم لوگ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ۔ جیسے دیکھو بس گناہ، گناہ کی ہی رٹ لگا رہا ہے ۔ اب اور اس وقت مجھے اپنی بے بنیاد اور سراسر لغو بزدلی کا احساس ہوا ہے، اس وقت جب کہ میں اس ظاہر ذلت کو برداشت کر لینے کا فیصلہ کر چکا ہوں ۔ اور یہ فیصلہ میں نے شاید اس لئے کیا ہے کہ میں حقیر انسان ہوں یا شاید اس لئے بھی کہ اس سے مجھے کچھ فائدہ پہنچنے کی امید ہے جیسا کہ پورفری نے کہا تھا ۔"

" بھیا ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو ! تم نے ۔۔۔ تم نے ۔۔۔ ایک انسان کا خون بہایا ہے"

" جو ہر آدمی بہاتا ہے " وہ دیوانوں کی طرح چیخا " جو ازل سے بہتا آیا ہے اور ابد تک بہتا رہے گا ۔ اعضا کٹتے ہیں، کھوپڑیاں پھٹتی ہیں اور خون شامپین کی طرح بہتا ہے، ندیاں بہتی ہیں اس کی اور اس کے صلے میں لوگوں کے سروں پر، دارالسلطنت میں تاج رکھے جاتے ہیں، جشن منائے جاتے ہیں، انھیں بنی نوع انسان کا محسن کہا جاتا ہے ۔ ذرا گہرائی میں جا کر اسے سمجھنے کی کوشش کرو ۔ میرے پیش نظر بھی بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود تھی ۔ میں بھی کوئی اچھا کام کرنا چاہتا تھا اور اپنے اس احمقانہ اقدام کی تلافی کے لئے ہزاروں، لاکھوں اچھے کام کر سکتا تھا ۔ اور سچ پوچھو تو یہ حماقت ہی تھی، اناڑی پن تھا اور بس ۔۔۔ یہ نظریہ کسی طور ایسا احمقانہ نہ تھا جتنا کہ

اب، اس ناکامی کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ (اور یہ تو ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ہر کام ناکامی کے بعد احمقانہ ہی معلوم ہوتا ہے) اپنے اس بیوقوفانہ اقدام سے میں خود مختار بننا چاہتا تھا، اپنے آپ میں ہمت اور استقلال پیدا کرنا چاہتا تھا اور اس کے لئے یہ میرا پہلا قدم تھا جس کے ذریعہ میں اپنے لئے ایک کامیاب راستہ کھولنا چاہتا تھا اور اس ایک حماقت کے عوض بے شمار فوائد۔ سودا برا نہ تھا۔ لیکن میرا پہلا ہی قدم لڑکھڑا گیا، مجھے ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا کیونکہ میں ایک حقیر انسان ہوں۔ بس اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں میں اپنے اس کام کو اس نظر سے نہیں دیکھتا جس سے تم دیکھ رہی ہو۔ اگر میں کامیاب ہو جاتا تو میرے سر پر بھی عظمت کا تاج رکھا جاتا۔ لیکن اب میں پھنس گیا ہوں۔"

"نہیں بھائی نہیں۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"اچھا۔ چھا۔ یہ بات ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ دلکش نہیں ہے اس میں جمالیاتی پہلو نہیں ہے۔ بہر حال میں سمجھ نہ سکا تھا کہ لوگوں کو توپ دم کر دینا یا فوج کے ذریعہ ان کا قتل عام کرنا کیوں شریفانہ اور قابلِ تعریف فعل سمجھا جاتا ہے ظاہری جمالیات کا خوف نامردی کی علامت ہے۔ یہ بات میں نے پہلے کبھی اتنے واضح طور پر نہیں سمجھی تھی جیسی کہ اب سمجھی ہے۔ اور اب میری سمجھ میں آیا ہے کہ میرے فعل کو جرم اور گناہ کیوں سمجھا جا رہا ہے کیونکہ میرا فعل جمالیات کا پہلو لئے ہوئے نہیں ہے۔ اس میں حُسن نہیں ہے اس کا احساس مجھے اب ہوا ہے۔"

آخری الفاظ کہتے وقت راسکولنکاف کے زرد چہرے پر رنگ نہ ڈر گیا اور اس وقت اس کی نظریں اپنی بہن کی طرف اٹھ گئیں تو اس کی آنکھوں میں اسے ایسا درد و کرب دکھائی دیا کہ راسکولنکاف اپنے جوش و خروش کی باگیں کھینچنے پر مجبور ہو گیا۔ اور اس نے شدت سے محسوس کیا کہ اسی نے ان دونوں عورتوں، اپنی بہن اور ماں کو، غمزدہ کر دیا۔ صحیح یا غلط طور پر وہی ان کے سارے غموں اور دکھوں کا باعث ہے۔

"دونیہ! میری اچھی بہن! اگر تم مجھے گنہگار سمجھتی ہو تو مجھے معاف کر دینا (حالانکہ اگر میں واقعی گنہگار رہوں تو مجھے کسی طور معاف نہیں کیا جا سکتا) - خدا حافظ..... ہم بحث نہیں کریں گے - میرے جانے کا وقت آ گیا ہے - خدا کے لئے تم میرا پیچھا نہ کرنا کیونکہ مجھے کہیں اور بھی جانا ہے - تم ماں کے پاس جاؤ اور انھیں تسلی دو، تم سے یہ میری آخری درخواست ہے - ماں کو نہ چھوڑنا - جب میں اُن سے رخصت ہوا ہوں تو وہ اتنی مضطرب اور متفکر تھیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ برداشت نہ کر سکیں گی - یہ اضطراب اور فکر یا تو انھیں پاگل کر دے گی یا پھر ان کا خاتمہ کر دے گی - دونیہ! جاؤ - ماں کے پاس جاؤ - رازومیخن تمھارے ساتھ رہے گا - میں اس سے بھی بات چیت کر چکا ہوں اور اس نے تمھارے ساتھ رہنے کا وعدہ کیا ہے - میرے لئے آنسو نہ بہانا میں خونی سہی لیکن عمر بھر مخلص، ایماندار اور دلیر بننے کی کوشش کرتا رہوں گا - ہو سکتا ہے کسی دن میں دنیا میں نام پیدا کر لوں - میری وجہ سے تمہیں شرمندہ نہ ہونا پڑے گا، میں دنیا کو دکھا دوں گا کہ...... بہر حال خدا حافظ" اپنے وعدوں سے دونیہ کی آنکھوں میں ایک عجیب چمک پیدا ہوتے دیکھ کر اس نے جلدی سے اپنی بات ختم کر دی" ہیں! تم رو رہی ہو! نہ رو - میری اچھی بہن، نہ رو - ہم ہمیشہ کے لئے تو جدا نہیں ہو رہے - ہاں ——ٹھہرو - میں بھول ہی گیا تھا"

وہ میز کے قریب پہونچا اور ایک ضخیم کتاب، جس کی جلد پر دھول کی تہ جمی ہوئی تھی، اٹھالی - کتاب کھول کر اس کے صفحات کے بیچ میں سے ایک فوٹو نکالا - یہ اس کے بورڈنگ ہاؤس کے مالکن کی لڑکی کا فوٹو تھا جو بخار میں مبتلا ہو کر مر گئی تھی - یہ وہی لڑکی تھی جو نن بننا چاہتی تھی ایک منٹ تک راسکولنکاف اپنی منگیتر کے فوٹو کو دیکھتا رہا اور پھر اسے چوم کر دونیہ کی طرف بڑھا دیا -

"دونیہ! میں اپنے نظریات اور منصوبوں کے متعلق اسی لڑکی سے باتیں کیا کرتا تھا -

صرف اسی سے اس نے غمناک آواز میں کہا۔ اسی کے سامنے میں نے اپنا وہ مقصد بھی ظاہر کر دیا تھا جسے بعد میں اتنے گھناؤنے اور نفرت انگیز طریقے سے پورا کیا گیا بچپن نہ ہو دونیہ" وہ اپنی بہن کے قریب آ گیا" وہ بھی میری اتنی ہی مخالف تھی جتنی کہ تم ہو میں خوش ہوں کہ وہ میری اس ٹھوکر کو دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہی۔ اب ہر چیز بدلنے والی ہے، ہر چیز کے دو ٹکڑے ہونے والے ہیں" وہ پھر اداس ہو گیا" ہر چیز بدل جائے گی، ٹوٹ جائے گی۔ لیکن کیا میں اس تبدیلی کو قبول کر لوں گا؟ کیا میں اس کے لئے تیار ہوں؟ کیا مجھے یہ منظور ہے؟ کیا میں بھی یہی چاہتا تھا؟ لوگ کہتے ہیں کہ اذیت برداشت کرنا میرے لئے ضروری ہے۔ یہ میری آزمائش ہے۔ لیکن اس آزمائش سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا؟ جب مصیبتیں اور تکلیفیں مجھے پوری طرح سے پیس کر رکھ دیں گی، جب بیس سال کی قید با مشقت مجھے معمولہ بوڑھے کی طرح کمزور اور ناتواں کر دے گی بے چارگی اور لاچاری کی اور بے کیف زندگی کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو گیا ہوں؟ کس امید پر؟ کس امید پر؟ آہ! اب میں نے سمجھا ہے کہ آج صبح نہر کے پل پر کھڑے ہو کر اور نہر کے پانی کی طرف دیکھ کر میں کوئی فیصلہ کیوں نہ کر سکا تھا۔؟ دراصل میں بھی زندگی کی دلدل میں پھنسا ہوا ایک حقیر کیڑا ہوں اور اس دلدل سے نکلنا نہیں چاہتا"

آخر کار وہ دونوں بورڈنگ ہاؤس سے باہر آ گئے۔ دونیہ کے لئے یہ بڑی آزمائشی گھڑی تھی۔ لیکن وہ اپنے بھائی کو بہت چاہتی تھی اس لئے برداشت کر گئی وہ راسکولنکاف سے رخصت ہوئی لیکن کوئی پچاس قدم چلنے کے بعد اپنے بھائی کو آخری دفعہ دیکھنے کے لئے رک کر اس کی طرف گھوم گئی۔ وہ سر جھکائے چلا جا رہا تھا۔ موڑ پر پہنچ کر وہ بھی بہن کو دیکھنے کے لئے گھوم گیا۔ آخری دفعہ دونوں کی نگاہیں ملیں لیکن یہ دیکھ کر کہ دونیہ اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی اس نے بے چینی اور غصے سے

ہاتھ ہلا کر اسے چلے جانے کا اشارہ کیا اور پھر خود ہی پلٹ کر موڑ پر گیا۔

"اس کا احساس مجھے اب ہوا ہے کہ میں ظالم اور بے درد ہوں" جس غصے سے اس نے دونیہ کی طرف ہاتھ ہلایا تھا اسے یاد کر کے اس نے شرمندگی محسوس کرتے ہوئے سوچا" اگر میں ان کی محبت کے قابل نہیں تو پھر یہ لوگ مجھ سے کیوں اتنا پیار کرتے ہیں؟ آہ — کاش کہ میں اکیلا ہوتا۔ میرا کوئی نہ ہوتا۔ نہ تو کسی سے پیار کرتا اور نہ کوئی مجھ سے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر یہ سب کچھ ہوا ہی نہ ہوتا۔ لیکن حیران ہوں کہ کیا واقعی آئندہ بیس برسوں میں میں اتنا منکسر المزاج بلکہ خاکسار بن جاؤں گا کہ لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو عاجز اور حقیر سمجھنے لگوں گا اور لوگوں کے سامنے رو رو کر اقرار کرتا رہوں گا کہ میں مجرم ہوں؟ ایسا ہی ہوگا یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ اسی لئے تو یہ لوگ مجھے سائبیریا بھیج رہے ہیں۔ یہی تو چاہتے ہیں۔ یہ لوگ۔ اور — سڑک پر بہتا ہوا انسانوں کا یہ سیلاب —؟ ان میں کا ایک ایک آدمی نیچ، بدمعاش اور مجرم اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سب کے سب احمق ہیں لیکن اگر میں بچ گیا تو یہی لگا بھگت لوگ شور مچا ئیں گے اور انصاف کی دہائی دیں گے خدایا! مجھے ان لوگوں سے کس قدر نفرت ہے!"

اور وہ سوچنے لگا کہ ایسا کون سا طریقہ ہوگا جس کے ذریعہ وہ ان لوگوں کے سامنے، جن سے اسے نفرت ہے، ایک دم سے خاکسار بن جائے گا؟ کون سا عمل کیا جائے گا اس کے جسم پر اور اس کی روح پر؟ اس کے خیالات کو کس طرح بدلا جائے گا کہ وہ ان نفرت انگیز اور ذلیل لوگوں میں مل جل کر اپنے آپ کو ان سے بلند نہ سمجھے گا؟ کیا ایسا ہوگا؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ یقیناً ایسا ہو سکتا ہے اور وہ ہوگا۔ بیس برس کی غلامی اور مشقت اسے بالکل ہی توڑ دے گی۔ پانی کی مسلسل دھار سخت اور ٹھوس اور موٹے پتھر میں بھی سوراخ کر دیتی ہے — لیکن اس

کے بعد پھر زندگی کا مقصد رہ جائے گا؟ ایسا ہونا ضروری ہے تو پھر وہ کیوں اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر رہا ہے؟

گزشتہ شام سے لے کر اب تک کوئی سو دفعہ اس نے یہی سوال اپنے آپ سے پوچھا تھا۔ تاہم وہ چلتا رہا۔

(۸)

جب وہ سونیہ کے کمرے میں پہونچا تو اندھیرا ہو چلا تھا۔

سونیہ بڑی بے قراری سے دن بھر اس کا انتظار کرتی رہی تھی۔ دونیہ بھی اس کے ساتھ اپنے بھائی کی منتظر تھی۔ سیوادری گیلاف نے اس سے کہا تھا کہ سونیہ سب کچھ جانتی ہے چنانچہ دونیہ اسی صبح اس کے پاس آگئی تھی۔ یہاں یہ بتانا ضروری نہیں کہ ان دونوں ــــــ میں کیا باتیں ہوئیں، دونوں کس طرح مل کر روئیں اور یہ کہ دونوں کس طرح گہری سہیلیاں بن گئیں۔ البتہ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ کہ اس ملاقات کے بعد دونیہ کو یہ اطمینان ہو گیا کہ اس کا بھائی اکیلا نہیں رہے گا۔ اسی لڑکی، یعنی سونیہ کے سامنے اس کے بھائی نے پہلی دفعہ اپنے جرم کا اقرار کیا تھا۔ اسے جب کسی ہمدرد اور غم خوار کی ضرورت محسوس ہوئی تھی تو اسی لڑکی کے پاس دوڑا آیا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ یہی ایک لڑکی اس کے دکھوں میں شریک ہو گی۔ چنانچہ قسمت اسے، راسکولنکاف کو جہاں بھی لے جائے سونیہ اس کے ساتھ جائے گی۔ دونیہ نے یہ بات سونیہ سے پوچھی تو نہ تھی لیکن وہ جانتی تھی کہ ایسا ہی ہو گا اس نے بڑے احترام سے سونیہ کے سامنے دیکھا اور اس کا سر جھکلے میں بیٹھنے والی اس لڑکی کی تعظیم کے لئے جھک گیا۔ اس کی اس حرکت سے سونیہ اتنی مرعوب و متاثر ہوئی کہ رو پڑی۔ وہ اپنے آپ کو دونیہ

کی خاک پا کے برابر بھی نہ سمجھتی تھی۔ دونیہ کی وہ پُروقار تصویر اس کے ذہن میں محفوظ تھی جب راسکولنکاف کے کمرے میں وہ دونیہ کے سامنے احترام سے جھک گئی تھی اور اپنی گری ہوئی حالت کے احساس سے اس خوبصورت لڑکی کے سامنے تھر تھر کانپ رہی تھی لیکن دونیہ نے بڑے اخلاق اور خندہ پیشانی سے اس کا استقبال کیا تھا۔ یہ یاد اس کی زندگی کی حسین ترین یادوں میں سے ایک تھی۔

آخر کار دونیہ بے چین ہوگئی اور سونیہ سے رخصت ہوکر اپنے بھائی کے کمرے میں پہونچی اور وہاں اس کا انتظار کرنے لگی۔ اس کا خیال تھا کہ راسکولنکاف پہلے سونیہ کے پاس ہی جائے گا۔

جب سونیہ اکیلی رہ گئی تو اس خیال سے پریشان ہوگئی کہ کہیں راسکولنکاف خودکشی نہ کرلے۔ دونیہ کو بھی یہی خوف تھا۔ لیکن دن بھر وہ دونوں ایک دوسرے کو تسلی دیتے رہے تھے کہ راسکولنکاف ایسا نہ کرے گا۔ چنانچہ جب تک دونوں ساتھ رہیں اتنی متفکر و پریشان نہ تھیں۔ لیکن جب دونوں جدا ہوئیں تو اسی ایک خیال سے ان کے دل دھڑک رہے تھے کہ کہیں راسکولنکاف خودکشی نہ کرلے سونیہ کو سیوادری کے یہ الفاظ یاد تھے کہ راسکولنکاف کے سامنے اب دو ہی راستے رہ گئے ہیں۔ سائبیریا پھر ..... اس کے علاوہ وہ راسکولنکاف خودداری، تکبر اور باغیانہ طبیعت سے واقف تھی۔ ”کیا یہ ممکن ہے کہ بزدلی یا موت کا خوف اسے خودکشی کرنے سے باز رکھے؟ کیا یہی دو چیزیں ہیں جو اسے زندہ رہنے پر مجبور کرسکتی ہیں؟“ آخر کار اس نے مایوسی سے سوچا۔

سورج غروب ہو رہا تھا اور سونیہ کھڑکی کے سامنے غمگین اداس کھڑی باہر دیکھ رہی تھی لیکن سامنے والے مکان کی سفید اور ننگی دیواروں کے علاوہ کچھ دیکھ نہ سکتی تھی۔

آخرکار جب اسے یقین ہوگیا کہ راسکولنکاف نے خودکشی کر لی ہے تو وہ اس کے کمرے میں داخل ہوا۔

اسے دیکھتے ہی سونیہ کے منہ سے خوشی کی چیخ نکل گئی لیکن جب اس نے راسکولنکاف چہرے کی طرف دیکھا تو ایک دم سے سونیہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"سونیہ!" راسکولنکاف مسکرایا "میں تم سے صلیب لینے آیا ہوں۔ تم ہی نے تو مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں چوراہے پر جاؤں اور سب کے سامنے، ساری دنیا کے سامنے چیخ چیخ کر اپنے جرم کا اقرار کر لوں۔ اور اب جب وہ وقت آ گیا ہے تو تم اتنی خوفزدہ کیوں ہو؟"

سونیہ بُت بنی راسکولنکاف کی صورت تک رہی تھی۔ راسکولنکاف کا لہجہ اسے بے حد عجیب معلوم ہوا۔ ٹھنڈک کی ایک کپکپا دینے والی لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی۔ لیکن دوسرے ہی لمحہ اسے احساس ہوا کہ اس کا لہجہ مصنوعی تھا اس کے علاوہ وہ سونیہ سے نظریں ملا نہ رہا تھا۔

"سونیہ! کافی سوچ بچار کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میرا بہتری اسی میں ہے۔ اس میں ایک خاص بات یہ ہے کہ ..... لیکن چھوڑو۔ یہ بڑی طویل داستان ہے اور فی الحال اس پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جانتی ہو مجھے غصہ کس خیال سے آ رہا ہے؟ صرف اس خیال سے کہ بے وقوف اور حیوانی چہرے منہ کھولے حیرت سے مجھے دیکھ رہے ہوں گے، اپنے احمقانہ سوالات سے میرا ناک میں دم کر دیں گے۔ یہاں تک تو خیر ٹھیک ہے لیکن ستم یہ ہوگا کہ مجھے ان کے ہر سوال کا جواب دینا پڑے گا۔ ان پیچ اور بے حس لوگوں کی انگلیاں میری طرف اٹھیں گی۔ اف! میں پراقری کے پاس نہیں جا رہا۔ میں اس سے اکتا چکا ہوں میرے خیال میں اپنے پرانے دوست "بھک سے اڑ جانے والے لفٹننٹ" کے پاس

جانا بہتر ہوگا۔ میں اسے کتنا حیران کر دوں گا؟ کتنی سنسنی پھیلا دوں گا لیکن اس وقت مجھے بڑے ضبط سے کام لینا ہوگا، اپنا مزاج ٹھنڈا رکھنا ہوگا۔ دراصل ایک عرصے سے میں بہت زیادہ چڑچڑا بن گیا ہوں۔ جانتی ہو سونیہ کہ ابھی ابھی میں اپنی بہن کے سامنے اپنا گھونسہ ہلا رہا تھا؟ اور اس بچاری کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ مجھے آخری دفعہ دیکھنے کے لئے رک گئی تھی۔ عجیب حالت ہے میری خدایا! میں کس قدر گر گیا ہوں! لاؤ۔ وہ صلیب کہاں ہے؟"

وہ اپنے حواس میں نہ تھا۔ وہ کیا کر رہا تھا یا کیا کہہ رہا تھا یہ خود اسے بھی معلوم نہ تھا۔ اسے کسی کل چین نہ تھا۔ وہ کسی ایک جگہ جم کر کھڑا نہ رہ سکتا تھا اور نہ ہی کسی ایک چیز پر اپنی توجہ مرکوز کر سکتا تھا خیالات تھے کہ اوپر تلے گزر رہے تھے۔ وہ بڑی بے ربطی سے بول رہا تھا اور اس کے ہاتھ نامعلوم طور پر کانپ رہے تھے۔

سونیہ نے خاموشی سے میز کی دراز کھولی اور اس میں سے دو صلیبیں نکال لیں۔ ایک سرو کی لکڑی کی بنی ہوئی تھی اور دوسری تانبے کی۔ اس نے پہلے اپنے اور پھر راسکولنکاف کے سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور لکڑی کی صلیب اس کی گردن میں ڈال دی۔

"یہ میرے مصلوب ہونے کی علامت ہے۔ ہا ہا ہا" وہ ہنسا "اب تک میں نے جو اذیتیں برداشت کی ہیں وہ گویا کافی نہ تھیں۔ یہ لکڑی کی صلیب تو عام سی ہے اور عام آدمی کے لئے ہے۔ اور یہ تانبے کی صاحب لزاویتا کی ہے جسے تم پہنو گی۔ ذرا دکھانا تو ـــ یہ صلیب لزاویتا اس وقت پہنے ہوئے تھی؟ یاد پڑتا ہے کہ دو چیزیں تھیں وہاں ـــ ٹھیک ہے ـــ ایک صلیب چاندی کی اور ایک ـــ ایک ـــ بت ـــ میں نے یہ دونوں چیزیں بڑھیا کے لاش پر پھینک

دی تھیں۔ اس موقعہ پر مجھے وہی دونوں چیزیں پہننی چاہئیں۔ لیکن میں یہ کیا فضول کی بکواس کرنے لگا ہوں؟ خاص بات تو میں بھولتا ہی جا رہا ہوں۔ چہ — ہاں — دن بہ دن میرا حافظہ کمزور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ دراصل سونیہ — میں تمھیں خبردار کرنے آیا تھا کہ تم جان لو — ہاں۔ ٹھیک ہے میں اسی لئے آیا تھا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ — لگے ہاتھوں دو چار باتیں اور کہہ دوں — تم خود چاہتی ہو کہ میں جاؤں۔ بہت اچھا۔ میں جا رہا ہوں۔ میں سزا بھگت لوں گا، جیل میں بھیج دیا جائے گا مجھے چنانچہ لو۔ تمھاری یہ خواہش پوری ہو رہی ہے۔ ارے رو کیوں رہی ہو؟ نہ رو — نہ رو بھئی۔ خدایا! مجھے نفرت ہے ان باتوں سے۔"

"یہ بھی رو رہی ہے! اسے بھی غم ہے! کیوں؟ میں کیا لگتا ہوں اس کا؟" اس نے سوچا۔

اس کے دل میں جذبات کا ایک طوفان اٹھا اور بے اختیار اس کی نظریں سونیہ کی طرف اٹھ گئیں۔

"کیوں رو رہی ہے یہ" اس نے اپنے دل میں درد کی ایک ٹیس محسوس کر کے سوچا" اسے بھی میرا غم ہے؟ یہی لڑکی میری خبر گیری کرے گی۔ میری نرس ہو گی۔"

"اپنے سینے پر صلیب کا نشان بناؤ اور کم سے کم ایک دفعہ تو خدا سے دعا مانگ لو" سونیہ نے کانپتی ہوئی آواز میں التجا کی۔

"بہت اچھا سونیہ، جو تم کہو۔ اور سچے دل سے سونیہ — سچے دل سے" اس نے کہا حالانکہ وہ کچھ اور ہی کہنا چاہتا تھا۔

اس نے تین دفعہ اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔ سونیہ نے شال اٹھا کر

اپنے شانوں پر ڈال لی۔ یہ وہی نیلے رنگ کی شال تھی جس کا ذکر مرحوم مارمیلادوف نے "خاندانی شال" کے طور پر کیا تھا۔ راسکولنکاف کو مارمیلادوف کے وہ الفاظ یاد آگئے لیکن اس نے شال کے متعلق سونیہ سے کچھ نہ پوچھا۔ اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ وہ واقعی بہت سی باتیں بھولتا جا رہا ہے اور کسی وجہ سے بے حد مضطرب ہے۔ اس احساس نے اسے دہشت زدہ کر دیا۔ دفعتہً اس خیال سے وہ بے حد متاثر ہو گیا کہ سونیہ بھی اس کے ساتھ چل رہی ہے۔

"یہ کیا کر رہی ہو! کہاں جا رہی ہو؟ تم یہیں ٹھہرو۔ میں اکیلا ہی جاؤں گا" وہ پاگلوں کی طرح دروازے کی طرف بھاگا۔ "جلوس بنا کر جانے سے فائدہ؟" وہ کمرے سے باہر نکلتے ہوئے بڑبڑایا۔

سونیہ کمرے کے بیچ میں دم بخود کھڑی تھی۔ راسکولنکاف نے اسے خدا حافظ بھی نہ کہا۔ وہ اسے ایک دم سے بھول گیا تھا۔ اس تکلیف دہ شک نے اس کے دل میں ایک طوفان بپا کر دیا

"کیا میں ٹھیک کر رہا ہوں؟ کیا جو کچھ ہو رہا ہے مناسب ہو رہا ہے؟ کیا مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے؟" اس نے زینہ اترتے ہوئے سوچا۔ "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں یہیں سے لوٹ جاؤں اور وہاں نہ جاؤں؟"

لیکن وہ چلتا رہا۔ دفعتہً اسے احساس ہوا کہ اب اس قسم کے سوالات کا وقت گزر چکا۔ چنانچہ اب ان سے اپنے آپ کو پریشان کرنا بے فائدہ ہے جب وہ سڑک پر آ گیا تو اسے یاد آیا کہ اس نے سونیہ کو خدا حافظ تو کہا ہی نہیں۔ اور یہ کہ جب وہ کمرے سے باہر نکلا تھا تو سونیہ اپنے شانوں پر نیلے رنگ کی شال ڈالے کمرے کے بیچ میں ہکا بکا سی کھڑی تھی کیونکہ وہ غصے میں چیخا تھا وہ چلتے چلتے رک گیا۔ لیکن عین اسی وقت دوسرا خیال کہیں سے

دھنس آیا جیسے وہ اسی موقع کا منتظر تھا۔

"لیکن اب میں اس کے پاس کیوں جاؤں؟ میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اس کے پاس ایک خاص کام سے آیا ہوں۔ کون سے کام سے؟ مجھے اس سے کوئی کام نہ تھا۔ تو کیا میں اس سے صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ میں جا رہا ہوں؟ یہ کوئی اہم کام نہ ہوا۔ تو کیا مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے؟ نہیں تو میں نے تو اسے کتے کی طرح دھتکار دیا تھا۔ تو کیا واقعی میں اس سے صلیب لینے گیا تھا؟ خدایا! میں کتنا گر گیا ہوں؟ — نہیں — میں اس کے آنسو دیکھنا چاہتا تھا۔ اسے دہشت زدہ دیکھنا چاہتا تھا۔ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس کے دل میں درد کی کیسی ٹیسیں اٹھتی ہیں، کس طرح اس کا دل ٹوٹتا ہے۔ میں کوئی بہانہ نہ چاہتا تھا کہ یہ منحوس گھڑی ٹل جائے۔ مجھے ہمدردی کی ضرورت تھی اور میں قصداً وہاں گیا تھا محض وقت ٹالنے کے لئے۔ میں چاہتا تھا کہ مجھے ذرا بھی بہانہ مل جائے تو میں یہ کہہ کر اپنے آپ کو تسلی دے سکوں کہ دراصل دیر مجھ سے نہیں ہوئی۔ میں کمینہ ہوں، ایک — ایک — بھکاری ہوں — ذلیل اور بے کار شخص جو خود کوئی فیصلہ کرنے کے بجائے تنکے کا سہارا تلاش کرتا ہے۔ خدایا! میں کس قدر حقیر ہوں!"

وہ نہر پر پہونچ گیا تھا اور اب اسے زیادہ دور جانا تھا لیکن پل پر پہونچ کر وہ رک گیا۔ چند ثانیوں کے غور کے بعد اس نے اپنا ارادہ بدل دیا اور پل عبور کر کے گھاس بازار کی طرف چل دیا۔

وہ بڑے غور سے اپنے چاروں طرف اور ہر چیز کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن کسی ایک چیز کو اپنی توجہ کا مرکز نہ بنا سکتا تھا۔

آئندہ ہفتہ یا شاید آئندہ مہینے میں بھی پل قیدیوں کی بند گاڑی میں بیٹھا عبور

کر رہا ہوں گا اور تب میں نہر کو کن جذبات کے ساتھ دیکھوں گا؟ کیا اس وقت مجھے یہ سب یاد ہوگا؟ کیا مجھے سب یاد رہے گا؟" اس نے سوچا مثلاً اس دکان کا سائن بورڈ بند گاڑی میں اس وقت یہاں سے گزرتے ہوئے میں اسے پڑھ تو نہ سکوں گا۔ اس پر "کمپنی" لکھا ہوا ہے چنانچہ میں اس کے "ک" کو ذہن نشین کر لیتا ہوں۔ ایک ہفتہ یا شاید ایک مہینے بعد میں بند گاڑی میں سے اس طرف سے گزرتے وقت گاڑی کی ذراسی کھڑکی میں سے "کمپنی" کے "ک" کو دیکھ لوں گا۔ اور اس وقت کیا جذبات ہونگے میرے؟ کیسی حالت ہو رہی ہوگی میرے دل کی؟ میں کیا محسوس کر رہا ہوں گا؟ کیا سوچ رہا ہوں گا؟ اوہ! کیسی معمولی اور بے کار باتیں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اپنے طور پر یہ سب کچھ بے حد سنسنی خیز اور دلچسپ ہوگا —— (ہاہاہا۔ یہ میں کیا سوچ رہا ہوں؟) میں بچہ بنتا جا رہا ہوں ذرا ذرا باتوں سے اپنے آپ کو بہلا رہا ہوں۔ کیا میں شرمندگی محسوس کر رہا ہوں؟ پشیمان ہوں؟ فخر کر رہا ہوں؟ — اوہ! یہ لوگ دھکا پیل کیوں کر رہے ہیں آخر؟ وہ موٹا آدمی شاید جرمن ہے جس نے مجھے ابھی دھکا دیا ہے۔ وہ کیا جانے کہ اس نے کس کو دھکا دیا ہے؟ ہائے آ— وہ دیہاتن، جس کے ساتھ بچہ بھی ہے۔ بھیک مانگ رہی ہے بچاری اور وہ سمجھ رہی ہوگی کہ میں خوش اور سکھی ہوں۔ میں اسے کچھ دے دوں صرف اس کی خوش فہمی قائم رکھنے کے لئے۔ پانچ کوپیک ہیں میری جیب میں۔ خدا جانے یہ میرے پاس کہاں سے آگئے؟ — یہ لو محترم خاتون — یہ لو"

"خدا آپ کا بھلا کرے" دیہاتن نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

وہ گھاس بازار میں پہونچا۔ اسے گھن آ رہی تھی۔ وہ اپنے آپ کو عام لوگوں کے ہجوم میں دیکھ کر کراہت محسوس کر رہا تھا اس کے باوجود اس طرف کا ہی رخ کرتا جس طرف لوگ زیادہ ہوتے۔ تنہائی حاصل کرنے کے لئے وہ اپنا سب کچھ دینے کو تیار

کے لئے تیار ہو جاتا حالانکہ جانتا تھا کہ وہ چند منٹوں کے لئے بھی تنہا نہ رہ سکتا تھا
ایک طرف بہت سے لوگ بھیڑ لگائے کھڑے تھے اور ان کے درمیان ایک آدمی جو
پئے ہوئے تھا، ناچنے کی کوشش کر رہا تھا اور اس کوشش میں وہ بار بار سڑک پر گرتا
اور پھر اٹھ کر ناچنے کی کوشش کرتا۔ راسکولنکاف لوگوں کو دائیں بائیں دھکیلتا نہیں
کے آگے جا کھڑا ہوا۔ وہ چند منٹوں تک شرابی کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اچھل کی طرح
کھل کھلا کر ہنس پڑا۔ ایک ہی منٹ بعد وہ اس شرابی کو بھول چکا تھا حالانکہ اب
بھی وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

آخر کار وہ بھیڑ میں سے باہر نکل آیا اور فوراً ہی بھول گیا کہ وہ کہاں تھا لیکن
جب وہ چوک میں پہونچا تو ایک فوری اور قوی جذبہ نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا۔

دفعتہً اسے سونیہ کے الفاظ یاد آ گئے، "اٹھو — اور فوراً جاؤ۔ ابھی۔ اسی وقت
چوراہے پر جاؤ — وہاں سجدہ کر کے زمین کو بوسہ دو کیونکہ تم نے اسے نجس
کیا ہے اور پھر ساری دنیا کو، چاروں سمتوں کی طرف منہ کر کے سجدہ کرو اور بلند آواز
میں لوگوں سے کہو "میں خونی ہوں" اور پھر خدا تم میں نئی روح پھونک دے گا"۔

ان الفاظ کا یاد آنا تھا کہ وہ کانپ گیا۔ پچھلے چند دنوں کی، خصوصاً آخری
گھنٹوں کی پریشانی، بے بسی اور بے چینی ایک دم سے اس پر یوں ٹوٹ پڑی کہ اس
نے حریصوں کی طرح داد بیچ لیا۔ یہ ایک ہیجان انگیز عصبی دورہ تھا جس نے اس کی
رگوں کو تانت کی طرح کھینچ دیا۔ یہ ایک اکیلی چنگاری تھی جو اس کی روح میں سلگ
اٹھی تھی اور اس کے رگ و ریشے میں آگ کی لہریں دوڑا رہی تھی۔ اور آگ نے اسے
موم کی طرح پگھلا دیا اور اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔

اور وہ اسی جگہ سجدہ ریز ہو گیا۔

وہ چوک کے بیچوں بیچ گھٹنوں کے بل جھکا، پھر زمین پر اپنا ماتھا ٹیک دیا

اور ایک عجیب مسرت اور وجد کے عالم میں وہاں کی گندی اور غلاظت سے ڈھنکی ہوئی زمین کو چومنے لگا۔ وہ اٹھا اور دوسری دفعہ سجدے میں گر گیا۔

"بہت زیادہ پی گیا ہے بیچارا" قریب کھڑے ہوئے ایک نوجوان نے کہا۔

لوگ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

"بھائیو! یہ شخص یروشلم کی زیارت کو جا رہا ہے چنانچہ اپنے بچوں اور وطن کو خدا حافظ کہہ رہا ہے۔ وہ ساری دنیا کے سامنے جھک رہا ہے اور سینٹ پیٹرس برگ کے عظیم شہر کی مقدس زمین کو بوسہ دے رہا ہے اور اس کی خاک پاک عزت و احترام سے اپنے سر چڑھا رہا ہے" ایک مزدور نے کہا جو نشے میں تھا۔

"بالکل جوان ہے ابھی تو" تیسرے نے کہا۔

"اور شریف بھی" چوتھے نے اعلان کیا۔

"آج کل یہ کہنا مشکل ہے بھائی کہ کون شریف ہے اور کون بدمعاش" پانچویں نے فلسفہ جھاڑا۔

ان آوازوں نے راسکولنکاف کو روک دیا: "میں خونی ہوں" کے الفاظ، جنھیں اس کی زبان ادا کرنے ہی والی تھی؛ اس کے حلق ہی میں پھنس کر رہ گئے۔ وہ لوگوں کے ان تبصروں کو خاموشی سے برداشت کر گیا اور ان کی طرف دیکھے بغیر اس سڑک پر چل دیا جو پولیس اسٹیشن کو جاتی تھی۔ راستے میں اسے کسی چیز کی جھلک دکھائی دے گئی تو وہ حیران نہ ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔ دوسرا سجدہ اس نے گھاس بازار میں کیا اور سر اٹھایا تو اس کی نظر سونیہ پر پڑی جو کوئی پچاس قدم دور کھڑی ہوئی تھی اور ایک دکان کے پیچھے چھپنے کی کوشش کر رہی تھی۔ چنانچہ وہ راسکولنکاف کے اس مختصر لیکن عجیب و غریب اور تکلیف دہ سفر میں اس کے ساتھ ہی رہی تھی۔ راسکولنکاف جانتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ہی ہوگی چنانچہ اسے تعجب نہ ہوا۔ اور اب وہ یوں

محسوس ہو رہا تھا جیسے سونیہ شروع سے اس کے ساتھ جائے گی۔ حتیٰ کہ دنیا کے آخری سرے تک بھی۔ وہ بے حد متاثر ہوا اور اس کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی۔

اور اب منزل مقصود قریب تھی۔

وہ بڑے سکون اور اطمینان سے اس عمارت کے صحن میں داخل ہوا جس میں پولس اسٹیشن قائم تھا۔ اسے تیسری منزل پر جانا تھا۔

"تیسری منزل تک پہونچنے میں کافی وقت لگ جائے گا" اس نے سوچا اور محسوس کیا کہ وہ نحوس گھڑی جو اس کی قسمت کا لکھا پورا کرنے والی تھی ابھی کافی دور ہے اور یہ کہ اگر وہ چاہے تو اب بھی اپنا ارادہ بدل سکتا ہے۔

وہی کوڑا کرکٹ، وہی گندگی اور چکردار زینے پر چھلکے وغیرہ کی طرح پڑے ہوئے انڈوں کے چھلکے۔ فلیٹوں کے دروازے اسی طرح کھلے ہوئے تھے، وہی باورچی خانے اور ان سے نکلتی ہوئی وہی بدبو۔ راسکولنکاف اس دن کے بعد آج ہی آیا تھا۔ اس کی ٹانگیں بے جان ہوگئی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا اس کا بوجھ سنبھال نہ سکیں گی لیکن پھر بھی وہ بڑھتا رہا۔ وہ ایک جگہ اپنا دم اور حواس درست کرنے کے لئے رک گیا کہ اس منحوس جگہ بہادروں کی طرح داخل ہو سکے۔

"لیکن کیوں؟ کس لئے؟" اس نے حیرت سے سوچا "اگر زہر کا پیالہ پینا ہی ہے تو اس سے کیا فرق پڑ جائے گا؟"

اور ایک لمحہ کے لئے "بھک سے اڑ جانے والے لفٹننٹ" ایلیا پیٹرووچ کی تصویر اس کے ذہن کے پردے پہ ابھر آئی۔ کیا واقعی وہ اس کے پاس جا رہا تھا؟ کیا وہ کسی اور کے پاس نہیں جا سکتا؟ مثلاً نکودیم فیومچ کے پاس؟ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ یہیں سے لوٹ کر نکودیم فیومچ کے فلیٹ کی طرف چل دے؟ اس طرح یہ کام خانگی طور پر اور خاموشی سے ہو جائے گا ۔۔ نہیں۔ نہیں ۔۔ بھک سے اڑ جانے والے لفٹننٹ

کے پاس ہی چلا جائے۔ اگر اسے یہ تلخ جام پینا ہی ہے تو پھر فوراً اور ایک ہی گھونٹ میں کیوں نہ پی لے۔

اس نے آہستگی اور کانپتے ہاتھوں سے دفتر کا دروازہ کھولا۔ اس کا پورا جسم سرد پڑ گیا تھا اور سوچنے سمجھنے کی قوتیں سلب تھیں۔ اس وقت دفتر میں بہت کم لوگ تھے۔ ایک دیہاتی تھا اور دوسرا دربان۔ پہرے پر موجود پولیس کے آدمی نے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ راسکولنکاف پہلا کمرہ عبور کر کے دوسرے میں پہنچا۔ "اب بھی وقت ہے کہ میں اپنا ارادہ بدل دوں اور کچھ نہ کہوں" اس نے سوچا ایک کلرک، جو وردی پہنے ہوئے نہیں تھا' ایک میز کے پیچھے بیٹھا اور میز پر جھکا بڑی سرعت سے کچھ لکھ رہا تھا۔ دوسرے کونے میں ایک اور کلرک بیٹھا کاہلی سے جمائیاں لے رہا تھا۔ ایمی تاف موجود نہیں تھا اور نہ نکودم فیومچ۔

"کوئی نہیں ہے کیا؟" راسکولنکاف نے اس کلرک سے پوچھا جو وردی پہنے ہوئے نہیں تھا۔

"آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں؟"

"آہا— کسی نے اسے آتے نہ دیکھا، کسی نے اسے آتے نہ سنا لیکن میں نے روسی کی مخصوص بو پہچان لی۔ بھئی وہ پریوں کی کہانی میں کیا ہے اس سے آگے؟ میں بھول گیا ہوں۔ فرمائیے کیا خدمت کی جائے؟ بندہ حاضر ہے" ایک جانی پہچانی آواز نے چیخ کر کہا۔

راسکولنکاف لرز گیا۔ بھک سے اڑ جانے وہ لفٹننٹ اس کے سامنے کھڑا تھا— اسے آپ چاہیں تو ایک اتفاق کہہ سکتے ہیں کہ وہ تیسرے کمرے سے اٹھ کر وہاں آیا تھا۔

"یہ تقدیر کا لکھا ہی ہے" راسکولنکاف نے سوچا "ورنہ یہ یہاں کیوں ہوتا؟"

"آپ ہم سے ملنے آئے ہیں؟ زہے نصیب۔ فرمائیے ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں آپ کی؟" الیبا پٹیروو یچ نے بڑی شگفتگی سے کہا "اگر آپ کسی کام کے سلسلے میں آئے ہیں تو بہت جلدی آ گئے۔ یہ ایک اتفاق ہے کہ میں اس وقت یہاں موجود ہوں۔ بہر حال میں آپ کے لئے جو کچھ کر سکتا ہوں ضرور کروں گا۔ مجھے اعتراف ہے کہ ـــ معاف کرنا۔ میں آپ کا نام بھول رہا ہوں؟"

"راسکولنکاف"

"راسکولنکاف! لیکن راسکولنکاف کیسے؟ ٹھہریئے ـــ ہاں ـــ آں ـــ رو ـــ رو ـــ روڈیا نووچ راسکولنکاف ـــ ٹھیک ہے؟ دیکھا میں آپ کو بھولا نہیں ہوں"

"روڈیا رامانووچ"

"او ـــ ہاں ہاں۔ ٹھیک تو ہے۔ روڈیا رامانووچ ـــ میں یہی کہنے والا تھا۔ کافی تحقیقات کی ہیں میں نے آپ کے متعلق۔ مجھے واقعی افسوس ہے کہ اس دن میں آپ سے اس طرح پیش آیا تھا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ آپ ادیب ہیں۔ اور عالم بھی۔ خدا رحم کرے۔ ادیب اور سائنسدانوں کے ہر کام میں جدت ہوتی ہے۔ ہے کہ نہیں۔ میں اور میری بیوی ادب اور ادیب نواز ہیں۔ خصوصاً میری اہلیہ تو ادب کا ایسا بلند اور کھرا ذوق رکھتی ہیں کہ کیا بتاؤں ادب اور آرٹ۔ بھئی کیا بات ہے ان کی۔ اب اگر آدمی شریف ہو تو پھر یہ سونے پر سہاگہ ہوتا ہے۔ علم، عقل سلیم، قوت تخلیق وغیرہ وغیرہ اسے ورثے میں ملتی ہیں اور اگر ملیں تو وہ اسے اپنی فہم و فراست سے حاصل کر لیتا ہے۔ مثلاً میں بڑھیا سے بڑھیا ہیٹ خرید کر اپنے سر پر رکھ کر اترا سکتا ہوں اور لوگ میرا ہیٹ دیکھ کر مرعوب ہو جاتے ہیں۔ لیکن جناب اس کے نیچے

کھوپڑی میں جو ہوتا ہے اسے میں اپنی ساری دولت دے کر بھی نہیں خرید سکتا
میں اپنے پچھلے گستاخانہ سلوک کی معافی طلب کرنے آپ کے پاس آنے والا تھا لیکن
پھر سوچا کہ شاید آپ ہی آجائیں۔ ویسے فرصت بھی ذرا کم ہی ملتی ہے۔ میں بھی
بہت زیادہ باتونی ہوں۔ کام کی بات تو بھول ہی گیا۔ ہاں تو مسٹر راسکولنکاف
کون سی ضرورت آپ کو ہمارے پاس لے آئی ہے یقین کیجئے اگر میں آپ کے
کسی کام آسکا تو مجھے روحانی مسرت ہوگی۔ سنا ہے کہ آپ کے گھر والے بھی
یہاں آگئے ہیں؟"

"جی ہاں۔ میری والدہ اور بہن یہیں آگئی ہیں۔"

"آپ کی بہن سے میں ملاقات کا شرف حاصل کر چکا ہوں۔ ان سے مل کر
طبیعت خوش ہوگئی۔ بڑی خوش اخلاق، تعلیم یافتہ اور خوبصورت خاتون ہیں
آپ ان پر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ میں واقعی شرمندہ ہوں کہ اس دن ہم میں
ذرا گرما گرمی ہوگئی۔ اب رہی آپ کی وہ بے ہوشی اور اس کی وجہ سے
میرے دل میں شک کا جنم تو جناب وہ معاملہ تو بعد میں نہایت اطمینان بخش
طور پر صاف ہوگیا۔ وہ قطعاً بے بنیاد تھا۔ تعصب تھا۔ اور کیا کہوں؟ اس
وقت آپ کی غصے سے جو حالت ہوئی ہوگی میں اس کا تصور کر سکتا ہوں اور
آپ کا غصہ بجا تھا۔ خیر۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت آپ اپنا نیا پتہ درج
کرانے آئے ہوں گے۔ چونکہ آپ کی والدہ اور بہن آگئی ہیں اس لئے آپ نے
کسی اعلیٰ درجہ کے بورڈنگ ہاؤس میں شاندار فلیٹ کرائے پر لیا ہوگا ہے نا؟"

"ن۔ ن۔ نہیں تو۔ بس یوں ہی آگیا تھا۔ اور۔ دراصل میرا
خیال تھا کہ زیمی تاف دفتر میں ہی ہوگا۔"

"آ۔ ہاں۔ میں نے بھی سنا ہے کہ تم دونوں میں گہری دوستی ہوگئی ہے

لیکن زمیتی تاف تو یہاں نہیں ہے۔ کل سے نہیں آیا۔ خدا جانے کہاں چلا گیا ہے؟ کل جاتے وقت وہ سب سے جھگڑ پڑا تھا۔ بڑا بد دماغ لڑکا ہے یہ زمیتی تاف۔ بڑی صلاحیتیں ہیں اس میں اور اس سے کسی اچھے کام کی توقع کی جا سکتی تھی۔ لیکن آپ جانیں آج کل کے یہ روشن خیال نوجوان کچھ سنکی سے ہوتے ہیں۔ کہہ رہا تھا کوئی امتحان دینا چاہتا ہے، پتہ نہیں کاہے کا امتحان تھا۔ لیکن جناب وہ صرف یہ کرتا کہ بیٹھا ڈینگیں مارا کرتا اور امتحان ختم ہو جاتا۔ خدا جانے آج کل کے نوجوانوں کو کیا ہو گیا ہے! کرتے کراتے کچھ ہیں نہیں بس بڑی بڑی باتیں کئے جاتے ہیں۔ البتہ آپ کی اور آپ کے دوست رازومیہن کی بات دوسری ہے۔ آپ کے سوچنے کے طریقے جدا ہیں۔ آپ کو ایک دو دفعہ کی ناکامی مایوس نہیں کر سکتی۔ ادیب بہر حال ادیب ہوتا ہے جو تنہائی پسند کرتا اور زندگی اور اس کی دلچسپیوں کو ایک نئے زاویے سے دیکھتا ہے۔ ایک کتاب ایک قلم اور تحقیق کا وسیع و عریض میدان۔ یہ ہے آپ لوگوں کی کل کائنات۔ میں بھی کچھ ایسا ہی ہوں۔ وہ — آپ نے وہ کتاب پڑھی ہے۔ لیونگ اسٹون کا سفر نامہ"؟

"نہیں"

"میں نے پڑھی ہے۔ توبہ۔ توبہ — صرف ہمارے یہاں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں یہ نہلسٹ پیدا ہو گئے ہیں۔ عجب زمانہ ہے یہ۔ ارے آپ تو انقلابی نہیں ہیں نا؟ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ صاف صاف کہہ دیجئے"

"ن — ن۔ نہیں"

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ آپ مجھ سے اسی طرح کھل کر بات چیت کر سکتے ہیں جس طرح کہ اکیلے میں خود اپنے آپ سے۔ ڈیوٹی ایک چیز ہے اور — ارے آپ سوچ رہے ہوں گے کہ میں کہوں گا دوستی دوسری چیز۔ نہیں جناب۔ آپ کا خیال غلط ہے۔ یہ دوستی نہیں ہے بلکہ ایک شہری اور ایک انسان کے تاثرات ہیں۔

بنی نوع انسان کا درد اور خدا کا خوف ہے۔ بے شک جب میں اپنی کرسی پر بیٹھتا ہوں تو افسر بن جاتا ہوں۔ ممکن ہے لوگ مجھے ظالم اور جابر سمجھتے ہوں۔ اس کے باوجود میں ایک انسان اور ایک شہری ہوں۔ چنانچہ میرے بھی کچھ تصورات ہیں، نظریات ہیں، خیالات ہیں۔ آپ زیمی تاف کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ تو جناب وہ کسی داہیات شراب خانے میں بیٹھ کر خوب شراب پیئے گا اور پھر اودھم مچائے گا۔ یہ ہے زیمی تاف کا نام۔ اب اس کے مقابلے میں مجھے لیجئے۔ اگر آپ اسے اپنے منہ میاں مٹھو بننا نہ کہیں تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے قابل تقلید خلوص اور ایمانداری سے اپنا فرض ادا کیا ہے اور کر رہا ہوں۔ اچھے خیالات اور اچھے جذبات ہیں میرے اور سماج میں میرا ایک مقام ہے، میں ایک عہدے پر فائز ہوں اور خدا نے مجھے عزت بخشی ہے، میرے بیوی بچے ہیں، میں ایک اچھا شوہر اور ایک اچھا باپ ہوں اور میں ایک شہری اور ایک انسان کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہا ہوں۔ لیکن میں پوچھتا ہوں جناب کہ وہ زیمی تاف کیا ہے؟ ایک شہری، ایک تعلیم یافتہ انسان کے ناتے میں آپ سے پوچھتا ہوں جناب اور حیران دائیوں کی تعداد دن دونی اور رات چوگنی بڑھ رہی ہے۔"

راسکولنیکاف نے سوالیہ نظروں سے اندریا پیتروویچ کی طرف دیکھا۔ اسکی لنتراني اسے بیزار کر رہی تھی تاہم وہ سن رہا اور کچھ نہ کچھ سمجھ رہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ آخر اندریا پیتروویچ کہنا کیا چاہتا ہے۔ "دائیوں سے میری مراد بالکل لڑکیوں سے ہے۔ سچ کہنا کسقدر مناسب ذو معنی خطاب دیا میں نے انھیں دائیاں! ہا ہا ہا تحصیل علم کے لئے کسی اکاڈمی میں داخلہ لیتی ہیں اور کچھ مردوں کی چیر پھاڑ کیا کرتی ہیں۔ اب اگر میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے اپنے علاج کے لئے کسی ایسی دائی کو بلانا پڑے گا کہئیے اب کیا کہتے ہیں آپ؟ ہا ہا ہا!" اندریا پیتروویچ اپنے اس لطیفے پر دیر تک خود ہی ہنستا رہا۔ "علم کا یہ ذوق و شوق میرے خیال میں تو، معاف کرنا، کچھ غیر معتدل سا ہے۔ ضرورت بھی

تعلیم حاصل کر لی چلو چھٹی ہوئی۔ زیادہ تعلیم سے دماغ کو بدہضمی ہو جاتی ہے اور
پھر یہ نئی تعلیم والے اپنے آپ کو روشن خیال اور ترقی پسند کہہ کر بڑے بوڑھوں کو
گالیاں دینے اور ان کے خیالات کو دقیانوسی کہتے ہیں۔ یہی حال زیمی ناف کا ہے
آخر اس نے مجھے گالیاں کیوں دیں؟ کیوں اس نے میری ہتک کی؟ اسے کیا حق
تھا ایسا کرنے کا؟ آپ تصور بھی نہیں کر سکتے جناب اس قسم کی بدتمیزی آج کل کس
قدر عام ہے۔ اور اسے جناب روایت سے بغاوت کہا جاتا ہے۔ اور کیا
نتیجہ ہوتا ہے اس بغاوت کا؟ خودکشی۔ جی ہاں یہ نئے زمانے کے لڑکے اور لڑکیاں
بھٹک گئی ہیں۔ خوب پیسہ اڑاتے ہیں اور جب ان کے پاس کچھ نہیں رہ جاتا تو
خودکشی کر لیتے ہیں۔ آج ہی صبح ایک نوجوان شخص کی خودکشی کی اطلاع موصول
ہوئی ہے۔ یہ نوجوان تو نہ تھا لیکن یقیناً ترقی پسند تھا۔ میں نے کہا ایلیا پاؤلووچ! کیا
نام ہے ان ذات شریف کا جنہوں نے آج صبح اپنے آپ کو گولی ماری ہے؟"

"سیوادری گیلاف" دوسرے کمرے میں سے کسی کلرک نے چیخ کر جواب دیا۔

راسکولنکاف چونکا۔

"سیوادری گیلاف! سیوادری گیلاف نے اپنے آپ کو گولی مار لی!" وہ چیخ پڑا۔

"تو کیا آپ جانتے ہیں اسے؟"

"جانتا تھا۔ اسے یہاں آئے کچھ ہی دن ہوئے تھے"

"ہاں وہی۔ اس کی بیوی کو بھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ سنا ہے کہ آوارہ
مزاج عیاش آدمی تھا اور پھر یکلخت اس نے خودکشی کر لی اور وہ بھی سنسنی خیز طور
سے۔ مرنے سے پہلے اس نے اپنی ڈائری کے پہلے ہی صفحہ پر چند سطور لکھ دی تھیں
کہ وہ اپنی خوشی سے اور سوچ سمجھ کر خودکشی کر رہا ہے۔ چنانچہ نہ تو اسے پاگل سمجھا جائے

اور نہ ہی اس کی موت کا الزام کسی پر عائد کیا جائے۔ سُنا ہے اس کے پاس بہت سا روپیہ تھا۔ لیکن آپ کیسے جانتے ہیں اسے؟"

"میری بہن اس کے یہاں گورنس تھی"

"اوہ! تب تو آپ ہماری بہت سی مشکلیں آسان کر سکتے ہیں۔ اچھا تو پہلے تو یہ بتائیے کہ آپ کو اس قسم کا کوئی شک ہوا تھا کہ وہ خودکشی کرے گا؟"

"میں کل ہی ملا تھا اس سے۔ اس وقت وہ شراب پی رہا تھا۔ اور ــــ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا"

راسکولنکاف یوں محسوس کر رہا تھا جیسے ایک بڑا سا پہاڑ اس پر آپڑا ہو جو اسے پیسے ڈال رہا تھا۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔

"ارے آپ کا رنگ پھر زرد ہو گیا! دراصل یہ کمرہ کچھ بند بند سا ہے۔ کسی طرف سے ہوا آتی ہی نہیں"

"جی ہاں۔ جی ہاں۔ اچھا اب مجھے اجازت دیجیے" راسکولنکاف بڑبڑایا "میں نے آپ کا کافی وقت لے لیا ہے"

"کوئی بات نہیں آپ کا جب جی چاہے تشریف لے آئیے۔ آپ سے مل کر طبیعت خوش ہو جاتی ہے" ایلیا پیٹرووچ نے مصافحہ کے لئے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔

"دراصل میں اس لئے آیا تھا کہ ــــ وہ زمیوتاف سے ملنا چاہتا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ کے آنے سے مجھے تو واقعی بہت خوشی حاصل ہوئی"

"مجھے بھی ــــ خدا حافظ" راسکولنکاف مسکرا دیا۔

اور وہ باہر آگیا۔ وہ بڑی کوششوں سے چل رہا تھا کیونکہ اسکی ٹانگیں کانپ رہی تھیں اور وہ ڈگمگا رہا تھا اس کا سر چکرا رہا تھا۔ نظر کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا اور وہ نہ جانتا تھا کہ کیا کر رہا ہے اور کہاں جا رہا

ہے اس نے اپنا ایک ہاتھ دیوار پر ٹیک دیا اور اس طرح سہارا لے کر وہ صد سالہ بوڑھے
کی طرح لڑکھڑاتے قدموں سے زینہ اترنے لگا۔ اس پر غشی سی طاری ہو رہی تھی اور
کچھ دھندلا سا خیال تھا کہ ایک دربان اس کے شانے سے شانہ رگڑتا ہوا تیزی سے اوپر
چڑھ گیا تھا، نیچے کی کسی منزل میں ایک کتا مسلسل بھونکے جا رہا تھا لیکن اس کی آواز میلوں دور
سے آتی معلوم ہوتی تھی، اسے دھندلا سا یہ بھی خیال تھا کہ ایک عورت نے بیلن اٹھا کر کتے کے
کھینچ مارا تھا اور چیخ کر خدا جانے کیا کہا تھا۔ یہ ساری باتیں گویا خواب میں ہو رہی تھیں اور
خواب بھی دھندلا اور غیر واضح۔

وہ زینہ اتر کر صحن میں آ گیا اور وہاں۔ پھاٹک پر سونیہ کھڑی تھی۔ دہشت زدہ اور زرد رو،
اس نے دہشت زدہ ہرنی کی طرح راسکولنکاف کی طرف دیکھا تو وہ بت بن گیا۔ سونیہ کے بشرے
سے شدید کرب اور اضطراب ظاہر تھا۔ اس کے ہونٹ اودے ہو گئے تھے اور کانپ رہے تھے سخت
بے چینی کے عالم میں اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا رکھی تھیں۔ راسکولنکاف
کے ہونٹ بے معنی اور بھونڈی مسکراہٹ کی صورت میں پھیل گئے۔ وہ ایک منٹ تک بے حس و حرکت
کھڑا رہا، پھر کھسیانی ہنسی ہنسا اور پلٹ کر پولیس اسٹیشن کی طرف چل دیا۔

ایلیا پیٹروویچ اپنی میز کے پیچھے بیٹھا فائلیں دیکھ رہا اور کاغذات الٹ پلٹ کر رہا تھا۔
اس کے سامنے وہی شخص کھڑا ہوا تھا جو زینے پر راسکولنکاف کے شانے سے اپنا شانہ رگڑتا گزر
گیا تھا۔

"ہلو! پھر آ گئے! کوئی چیز بھول گئے ہیں کیا؟ کیا بات ہے؟"

راسکولنکاف کی پتھرائی ہوئی آنکھیں ایلیا پیٹروویچ پر گڑی ہوئی تھیں اور ہونٹ سفید
ہو گئے تھے۔ وہ ڈگمگاتے قدموں سے آگے بڑھا۔ میز کے قریب پہنچ کر اس پر اپنے دونوں ہاتھ
ٹیک دیئے، کچھ کہنے کی کوشش کی مگر کچھ نہ کہہ سکا اس کے حلق سے مبہم سی آواز نکلی اور بس۔

"معلوم ہوتا ہے آپ کی طبیعت پھر خراب ہو گئی ہے۔ ارے — کرسی لاؤ صاحب کیلئے

بیٹھ جائیے ۔۔۔ پانی لاؤ ۔۔۔ جلدی"

راسکولنکاف کرسی میں گر گیا ۔ اس کی آنکھیں ایلیا پٹیروویچ پر ہی جمی ہوئی تھیں دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے اور خاموش تھے ۔ ایلیا پیٹرووچ کے بشرے سے ناگوار حیرت نمایاں تھی ۔ پانی لایا گیا ۔

" وہ ۔۔۔ م ۔ م ۔۔ میں تھا" راسکولنکاف نے کہا

" تھوڑا سا پانی پی لیجئے "

راسکولنکاف نے ہاتھ ہلا کر پانی پینے سے انکار کر دیا اور رک رک کر نیچی مگر صاف آواز میں کہا ۔

" وہ میں تھا ۔۔۔ م ۔ م ۔ میں نے چیزیں رہن رکھنے والی بڑھیا اور اس کی بہن لزاوتا کا خون کیا ہے" ..... کلہاڑی سے ۔۔ اور ۔۔ اور ۔۔۔ ان کی ۔۔ چیزیں ۔۔۔ چرائی ہیں "

ایلیا پٹیرووچ کا منھ مارے حیرت کے کھل گیا ۔

لوگ چاروں طرف سے دوڑ پڑے ۔

راسکولنکاف نے اپنا بیان دہرایا ۔

اختتامیہ

سائبیریا

ایک ویران اور چوڑے پاٹ والے دریا کے کنارے ایک شہر آباد جس کا شمار روس کے کاروباری اور انتظامی شہروں میں ہوتا ہے۔ اس شہر میں ایک فوجی قلعہ ہے، قلعہ میں ایک قید خانہ ہے اور اس قید خانے میں اور دوسرے درجے کے مجرموں میں روڈیا رامانووچ نو مہینے سے قید ہے۔ اس کے جرم کو اٹھارہ مہینے گزر چکے ہیں اس کا مقدمہ جتنا جلد شروع ہوا اتنا ہی جلد ختم بھی ہو گیا۔ اسے مجرم اور گنہ گار قرار دینے میں ججوں کو کسی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ راسکولنکاف اپنے بیان پر سختی، دلیری اور سچائی سے جما رہا۔ اس نے نہ تو حقیقت کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی کوشش کی، نہ تو واقعات کو نرم کر کے اپنے حق میں لانے کی کوشش کی، نہ ہی ججوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے گڑگڑایا اور نہ ہی کسی تفصیل کو نظر انداز کیا۔ اس نے بھری عدالت میں اور واضح الفاظ میں بیان دیا کہ اس نے کب، کس طرح اور کس وقت جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے لکڑی کے اس چوکور ٹکڑے کا بھی، جو کاغذ میں لپٹا ہوا تھا، معمہ حل کر دیا۔ یہ چیز مقتولہ کے ہاتھ میں تھی اور اس نے پولس کو چکر میں ڈال رکھا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس نے کس طرح بڑھیا کی جیب سے کنجیوں کا گچھا نکالا تھا اور پھر اس نے مختلف قسم کی کنجیوں، ساخت اور صندوق میں بند چیزوں کی تفصیلات بیان کر کے سامعین کو حیرت میں ڈال دیا۔ اس نے لیزاویتا کے قتل کی حقیقت بھی واضح کر دی۔ پھر اس نے بتایا کہ کس طرح کوش اور اس کے فوراً بعد ہی ایک طالب علم نے آکر دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا تھا اور پھر اس نے ان دونوں کی وہ گفتگو لفظ بہ لفظ دہرا دی جو انھوں نے دروازے کے باہر

کھڑے ہو کر آپس میں کی تھی۔ پھر اس نے کہا کہ ان دونوں کے چلے جانے کے بعد
وہ کمرے سے باہر آیا، کس طرح اس نے نکولائی اور دمیتری کو صحن میں شور و غل
مچاتے سنا، کس طرح دوسرے خالی فلیٹ میں چھپ گیا اور پھر کیسی حالت میں اپنے
بورڈنگ ہاؤس میں پہونچا۔ اپنا بیان ختم کرتے ہوئے واز نیسنکی علاقے کے اس پتھر
کا پتہ بتایا جس کے نیچے اس نے بٹوہ اور زیورات چھپائے تھے اور جہاں سے پولیس
نے یہ چیزیں حاصل کر لی تھیں۔ سارا معاملہ صاف تھا۔ علاوہ دوسری باتوں کے اس
حقیقت نے بھی وکیلوں اور ججوں کو حیرت میں ڈال دیا کہ اس نے جن چیزوں کو پتھر
کے نیچے چھپا دیا تھا وہ اسکے اقرار جرم تک جوں کی توں دبی رہی تھیں۔ ان کی حیرت
اس انکشاف سے دگنی ہو گئی کہ مجرم کو یہ تک معلوم نہ تھا زیورات کس قسم کے تھے
اور بٹوے میں کتنی رقم تھی۔ یہ بات ناقابل یقین ہونے کے باوجود سچ تھی۔ وکیل اور جج
اس حیرت انگیز اور اپنی قسم کے پہلے اور انوکھے بیان کو دانتوں میں انگلیاں دبائے
سنتے رہے تھے۔ مجرم کا ہر انکشاف انھیں زیادہ سے زیادہ حیرت زدہ کئے دیتا
تھا۔ بٹوے میں تین سو سترہ روبل اور سولہ کوپک تھے۔ چونکہ بٹوہ بہت دنوں تک
پتھر کے نیچے دبا رہا تھا اس لئے اوپر کے چند نوٹ زمین کی وجہ سے خراب ہو گئے تھے۔
وہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ جب مجرم نے دوسری ساری باتوں کا خود ہی
اقبال کر لیا ہے تو پھر وہ اس ایک معاملے میں کیوں جھوٹ بول رہا ہے۔ آخرکار چند
وکیلوں نے، جو نفسیات سے واقف تھے، کہا کہ ہو سکتا ہے کہ مجرم نے بٹوے کو کھولا
تک نہ ہو اور یہ دیکھے بغیر کہ اس میں کیا ہے اسے پتھر کے نیچے دبا دیا ہو۔ اس سے وکیلوں
نے فوراً یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جرم جنون کے عارضی دورے کے درمیان کیا گیا تھا۔ چنانچہ،
انھوں نے کہا، یہ خون قصداً نہیں بلکہ اسی دورے میں بے جانے بوجھے کیا گیا تھا
چنانچہ مجرم کا ارادہ نہ تو کسی کا خون کرنے کا تھا اور نہ کسی کو لوٹنے کا۔ چنانچہ جرم بلا

تعمد اور تقریباً "مدہوشی" کے عالم میں کیا گیا تھا۔ یہ تجزیہ عارضی جنون کی نئی اور جدید ترین تھیوری کے عین مطابق تھا۔ اس کے علاوہ راسکولنکاف کے "مراقی" ہونے کی گواہی بہت سے لوگوں نے دی۔ ان گواہوں میں ڈاکٹر زوسی موف بھی جو کبھی راسکولنکاف کا ہم جماعت تھا اور اس کے بورڈنگ ہاؤس کی مالکن اور ملازمہ نتاسیہ بھی شامل تھیں۔ ان ساری باتوں کے پیش نظر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ راسکولنکاف پیشہ ور مجرم، بدمعاش اور عام قسم کے قاتلوں میں سے نہ تھا بلکہ جرم کسی اور ہی جذبہ کے تحت کیا گیا تھا۔

جو لوگ اس جدید ترین تھیوری پر ایمان لے آئے تھے انھیں بڑی مایوسی ہوئی اور غصہ بھی آیا کہ مجرم انکی ہاں میں ہاں ملا کر اپنے کو بچانے کی کوشش نہ کر رہا تھا اور جب اس سے پوچھا گیا کہ کس چیز نے اسے جرم کے ارتکاب پر اکسایا تو اس آخری اور فیصلہ کن سوال کا جواب اس نے نہایت سچائی اور چونکا دینے والی تلخی سے دیا کہ اس کا اصل سبب اسکی زبوں حالی اور غربت اور بے چارگی تھی۔ صرف یہی نہیں (اس نے مزید کہا) بلکہ وہ اپنی زندگی بنانا چاہتا تھا اور اسکے لئے اس کے خیال میں اسے کم سے کم تین ہزار روبل کی ضرورت تھی تاکہ اس کا مستقبل محفوظ ہو جائے اور یہ کہ اسے یقین تھا کہ یہ رقم اسے بڑھیا کے فلیٹ میں سے مل جائے گی غربت، تنگدستی اور زندگی کی محرومیوں کے علاوہ اس کی بزدلانہ فطرت، سطحی خیالات کی سطحیت اور جلد بازی بھی اس کے جرم کا سبب تھی۔ اس سوال کا جواب کہ وہ اقبال جرم پر کیوں مجبور ہوا اس نے یہ دیا کہ وہ اپنے کئے پر نادم تھا۔ یہ ساری باتیں اس نے بے حد تلخ اور باغیانہ لہجے میں کہیں۔

بہرحال اسے جو سزا سنائی گئی وہ خلاف توقع بے حد نرم تھی شاید اس لئے کہ مجرم نے اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش نہ کی تھی اس کے برخلاف اپنے جرم کو قدرے بڑھا چڑھا کر ہی پیش کیا تھا۔ جرم کی عجیب و غریب نوعیت پر غور کیا گیا۔ مجرم کی مریضانہ اور مفلسانہ حالت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ اس

حقیقت کو کہ مجرم مقتولہ کے مال کو اپنے استعمال میں نہ لایا تھا، کچھ تو اس کی پشیمانی پر اور کچھ جرم کے وقت اس کی دماغی حالت سے منسوب کیا گیا کیونکہ یہ تو تسلیم کیا ہی جا چکا تھا کہ جرم کا ارتکاب کرتے وقت مجرم اپنے ہوش میں نہ تھا اور یہ کہ اس پر جنون کا عارضی دورہ پڑا ہوا تھا۔ اس آخری مفروضے لیزاوتا کے قتل نے، جو بلا قصد کیا گیا تھا، تقویت پہنچائی۔ مجرم بہ یک وقت دو خون کرتا ہے لیکن یہ بھول جاتا ہے کہ دروازہ کھلا ہے۔ اگر اس نے عمداً یہ جرم کیا ہوتا تو اس سے کبھی ایسی فاش غلطی سرزد نہ ہوتی۔ اور آخری بات یہ کہ راسکولنکاف نے اپنے جرم کا اقرار عین اس وقت کیا تھا جبکہ مذہبی جنون میں مبتلا ایک آدمی نکولائی نے جھوٹے ثبوت پیش کر کے معاملہ الجھا دیا تھا۔ اس کے علاوہ حقیقی مجرم کے خلاف نہ تو کوئی ثبوت تھا اور نہ ہی اس پر کسی کو شک تھا (پرافری نے اپنا وعدہ وفا کیا تھا) سزا کی تخفیف اور نرمی میں ان ساری حقیقتوں کو بہت زیادہ دخل تھا۔ بہت سے ایسے انکشافات بھی ہوئے جو مجرم کے حق میں تھے۔ رازومیہن نے خدا جانے کس طرح معلوم کر کے یہ بیان عدالت میں دیا اور ثابت بھی کر دیا کہ جب راسکولنکاف یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا تو اس وقت اس نے اپنے ایک مدقوق ہم جماعت کی پورے چھ مہینے تک کفالت کی تھی اور جب وہ مر گیا تو راسکولنکاف نے اس کے باپ کو ہسپتال میں داخل کرایا اور جب وہ بھی مر گیا تو اس کی تجہیز و تکفین کے اخراجات بھی راسکولنکاف نے ہی برداشت کیے۔ راسکولنکاف کی رحم دلی اور خدا ترسی کی تصدیق اس کی مکان مالکن نے بھی کی اور بتایا کہ جب وہ فایو کارنر محلے میں رہتے تھے تو اس وقت ایک جلتے ہوئے مکان میں گھس کر دو بچوں کو نکال لایا تھا اور اس میں وہ خود بھی جگہ جگہ سے جل اور جھلس گیا تھا۔ اس واقعہ کی تحقیق کی گئی تو صحیح ثابت ہوا اور بہت سے چشم دید گواہوں نے اس کی تصدیق کر دی۔ ان واقعات نے ججوں اور وکیلوں کو بے حد متاثر کیا اور یہی

واقعات تھے جو مجرم کی سزا کو کم کرنے میں معاون ثابت ہوئے۔

مختصر یہ کہ خود مجرم کے صاف صاف اقبال جرم کرنے اور جرم کی اہمیت کو کم کرنے والے دوسرے واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے ججوں نے فیصلہ سنایا۔

راسکولنکاف کو دوسرے درجے کے مجرم کی حیثیت میں صرف آٹھ سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔

راسکولنکاف کے مقدمہ کے شروع کے دنوں میں ہی اس کی ماں پلشیریا بیمار پڑ گئی۔ دونیہ اور رازدموہن نے آپس میں طے کیا کہ جب تک راسکولنکاف کے مقدمہ کا فیصلہ نہیں ہو جاتا پلشیریا کو پیٹرس برگ سے باہر رکھا جائے بڑی کوششوں کے بعد پلشیریا اس پر راضی ہوئی۔ چنانچہ رازدموہن نے اس کے لئے ایک قریبی قصبہ کو پسند کیا جس کا اپنا ایک ریلوے اسٹیشن بھی تھا تاکہ دو، یعنی رازدموہن، مقدمہ کی کارروائی میں بھی شرکت کر سکے اور جب چاہے دونیہ سے بھی مل سکے۔ پلشیریا کا مرض عجیب سا تھا۔ وہ اعصابی ہیجان میں مبتلا تھی اور ساتھ ہی ساتھ اس کے دماغ میں بھی کچھ فتور آگیا تھا۔

دونیہ جب اپنے بھائی سے آخری دفعہ مل کر آئی تو اس نے اپنی ماں کو بستر علالت پر پڑے پایا۔ وہ بخار میں پھنک رہی تھی اور اس پر ہذیانی کیفیت طاری تھی۔ اسی شام دونیہ اور رازدموہن نے طے کیا کہ اگر پلشیریا نے راسکولنکاف کے متعلق پوچھا تو وہ دونوں اس سے یہی کہیں گے کہ راسکولنکاف ایک ضروری کام سے روس کے ایک دور دراز شہر میں گیا ہوا ہے۔ جہاں سے اسے غیر معینہ مدت کے لئے رکھا پڑے گا اور یہ کہ اس کام سے وہ کافی روپیہ اور نام بھی پیدا کرے گا۔

لیکن جب پلشیریا نے ان سے راسکولنکاف کے متعلق کچھ نہ پوچھا تو دونوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ نہ تو اس وقت اور نہ ہی بعد میں اس نے اپنے بیٹے کے متعلق

کچھ پوچھا۔ اس کے برخلاف خود اس نے اپنے بیٹے کی فوری روانگی کے متعلق ایک کہانی گھڑلی۔ پلشیریا نے آنکھوں میں آنسو بھر کر دونیہ اور رازومیخن کو بتایا کہ راسکولنکاف کس طرح اس سے رخصت ہونے آیا تھا، اس نے کہا کہ تنہا وہ ہی چند رازوں سے واقف ہے اور یہ کہ اس کے بیٹے کے بہت سے دشمن پیدا ہو گئے ہیں چنانچہ فی الحال اس کا روپوش ہو جانا ہی مناسب ہے۔ اب رہا راسکولنکاف کے مستقبل کا سوال، تو، پلشیریا نے کہا' وہ درخشاں ہے۔ بہت جلد اس کے بیٹے کے دشمن فنا ہو جائیں گے، وہ واپس آئے گا اور اس کا شمار چوٹی کے ادیبوں میں ہو گا اپنی اس پیشنگوئی کے صحیح ہونے کا ثبوت اس نے راسکولنکاف کے شائع شدہ مضمون سے دیا جسے وہ رات کو پڑھا کرتی تھی اور اس پرچے کو، جس میں یہ مضمون چھپا تھا، وہ سینے سے لگا کر سوتی تھی۔ اس نے یہ کبھی نہ پوچھا کہ راسکولنکاف کہاں اور کس حال میں ہے حالانکہ رازومیخن اور دونیہ کی غمناک خاموشی اور اس کے شکوک کو ہوا دے سکتی تھی۔

آخر کار پلشیریا کی اس خاموشی نے دونوں کو خوفزدہ کر دیا۔ ویسے وہ دنیا جہان کی باتیں کرتی لیکن چند موضوعات سے قصداً کترا جاتی۔ مثلاً اس نے اپنے لڑکے کا خط نہ آنے کی کبھی شکایت نہ کی حالانکہ جب وہ لوگ قصبے میں تھے تو پلشیریا کی زندگی اپنے لاڈلے بیٹے کے خطوط کے سہارے ہی گزر رہی تھی۔ اور جب کبھی اس کا خط آنے میں دیر ہوتی تو وہ بے تابی سے گھر سے صحن بلکہ باہر سڑک تک کے کئی چکر لگا آتی تھی۔ چنانچہ راسکولنکاف کے خطوط کے متعلق پلشیریا کی خاموشی نے دونیہ کو بے حد متفکر اور پریشان کر دیا تھا۔ اسے خیال آیا کہ شاید پلشیریا کو شک ہو گیا ہے کہ اس کے بیٹے کے ساتھ کوئی برا واقعہ ہو گیا ہے چنانچہ اس ڈر سے ہی وہ راسکولنکاف کے متعلق کچھ نہیں پوچھتی کہ کہیں اور بھی بری خبر سننے کو نہ ملے۔

بہر حال دونیہ کو احساس تھا کہ اس کی ماں کے حواس بجا نہ تھے اور یہ کہ اس کا دماغ پوری طرح سے نہیں تو تھوڑا بہت ضرور چل گیا تھا البتہ ایک دو دفعہ ایسا ضرور ہوا کہ باتوں باتوں میں خود پلشیریا نے گفتگو کو ایسا موڑ دیا کہ دونیہ اور رازومیہن سٹ پٹا گئے۔ وہ اس کے سوال کا جواب یہ بتائے بغیر دے ہی نہ سکتے تھے کہ راسکولنکاف کہاں ہے۔ چنانچہ انھوں نے گول مول اور غیر اطمینان بخش جواب دیا۔ اس پر پلشیریا نے خاموشی اختیار کر لی۔ اس کی یہ خاموشی کافی عرصہ تک قائم رہی تو دونیہ کو شدت سے احساس ہوا کہ اب ماں کو زیادہ عرصے تک اندھیرے میں رکھنا ممکن نہیں۔ چنانچہ دونیہ نے اپنی ماں کے سامنے خاموش ہی رہنے کا فیصلہ کیا تاہم دن بہ دن یہ بات زیادہ سے زیادہ واضح ہوتی جا رہی تھی کہ بدنصیب ماں کچھ نہ کچھ ضرور سمجھ چکی تھی دونیہ کو اپنے بھائی کا یہ کہنا یاد آیا کہ پلشیریا نے اسے نیند میں بکتے سن لیا تھا۔ یہ اسی شام کی رات تھی جب دونیہ سیبوا دری گیلانف کے چنگل سے چھٹ کر آئی تھی اور اسی رات کے بعد وہ منحوس دن طلوع ہوا تھا جب راسکولنکاف اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر چکا تھا۔ تو کیا یہ ممکن نہ تھا کہ پلشیریا نے اسی سے، یعنی دونیہ کے نیند میں بڑبڑانے سے کچھ اندازہ لگا لیا ہو؟ کئی دنوں اور بعض دفعہ ہفتوں کی خاموشی کے بعد پلشیریا پر دورہ سا پڑتا اور وہ کئی گھنٹوں تک راسکولنکاف اور اس کے مستقبل کے متعلق مسلسل بولے جاتی۔ رازومیہن اور دونیہ اس کی ہاں میں ہاں ملاتے لیکن شاید پلشیریا جانتی تھی کہ وہ دونوں اس کا دل رکھنے کے لئے ایسا کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود بولے جاتی۔

راسکولنکاف کے اقبال جرم کے ٹھیک پانچ مہینے بعد اسے سزا سنائی گئی۔ اس عرصہ میں دونیہ اور رازومیہن اس سے جیل میں ملتے رہے۔ آخر کار جدائی کی گھڑی آ پہنچی۔ رازومیہن اور دونیہ نے اسے یقین دلایا کہ یہ جدائی

دائمی نہ ہوگی۔ رازومیہن نے اپنے دوست کے سامنے قسم کھائی کہ اب وہ
خود جد و جہد کر کے اتنا روپیہ جمع کرے گا کہ آئندہ چار برسوں میں ہی وہ دونیہ
اور پلخیریا کو لے کر پیٹرس برگ سے سائبیریا منتقل ہو جائے گا کہ جو روس کا
دولت مند اور وسائل شہر ہے اور جہاں کاریگروں اور مستعد نوجوانوں کی
مانگ ہے چنانچہ وہاں کوئی بھی آدمی آسانی سے روزی روٹی حاصل کر سکتا
ہے۔ اس نے کہا کہ وہ تینوں وہیں سکونت اختیار کریں گے اور پھر ان کی
زندگی کا آغاز ہوگا جدا ہوتے وقت وہ بے تحاشہ رو رہے تھے۔

آخر آخر میں راسکولنکاف اداس اور کھویا کھویا سا رہنے لگا تھا۔
وہ اپنی ماں کے متعلق برابر پوچھتا رہتا اور تشویش کا اظہار کرتا۔ وہ پلخیریا
کے لئے اتنا متفکر تھا کہ اس کی بے چینی نے دونیہ کو بھی پریشان کر دیا۔ جب
اسے اپنی ماں کی علالت کا پتہ چلا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ اداس اور متفکر
رہنے لگا۔ اس ساری مدت میں وہ کسی وجہ سے سونیہ سے بے تعلق سا
رہا لیکن سونیہ نے اس کے ساتھ نہ صرف سائبیریا جانے کا فیصلہ کر لیا تھا
بلکہ سیوا دری گیلاف کی دی ہوئی دولت سے اس نے قیدیوں کے اس گروہ
کے ساتھ ہی ساتھ جس میں راسکولنکاف شامل تھا، سائبیریا جانے
کے سارے انتظامات مکمل کر لیے تھے۔ نہ تو خود اس نے اس سے اس کے متعلق پہلے
سے کچھ کہا اور نہ ہی اس نے سونیہ سے کچھ پوچھا تاہم دونوں جانتے تھے کہ ایسا
ہی ہوگا۔

الوداع کہتے وقت رازومیہن اور دونیہ نے بڑے جوش سے اور جذبات
کی روانی سے کانپتی ہوئی آواز میں اس سے کہا کہ جب وہ جیل سے چھوٹ کر
آئے گا تو پھر وہ سب ساتھ مل کر رہیں گے اور ان کی زندگی خوشگوار ہوگی تو

راسکولنکاف کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی اور اسنے کہا کہ اس کی ماں کا مرض در اصل مرض الموت ہے اور یہ کہ وہ اب اپنی ماں کو دیکھ نہ سکے گا۔

آخر کار راسکولنکاف اور سونیہ سائبیریا کے لئے روانہ ہوگئے۔

دو مہینے بعد دونیہ کی شادی رازومیہن سے ہوگئی۔ یہ اپنی قسم کی پہلی شادی تھی جس میں دلہا اور دلہن دونوں ہی اداس اور خاموش تھے۔ شادی کی رسومات سادہ طریقے سے ادا کی گئیں۔ اس شادی میں صرف دو آدمی شریک تھے ایک پرافری اور دوسرا زوسیموف۔ رازومیہن کے بشرے سے پہاڑ کو سرنگوں کر دینے کا الاعزم عیاں تھا جو دونیہ کو ڈھارس بندھا کر اسے یقین دلا رہا تھا کہ اس کا شوہر اپنے مقصد میں کامیاب ہوگا اور سچ پوچھئے تو اب وہ رازومیہن پر بھروسہ کرنے کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ ویسے یہ تو سب ہی جانتے تھے کہ یہ نوجوان دھن کا پکا ہے اور جس کام کا ارادہ کر لیتا ہے اسے بہرحال پورا کرتا ہے۔ چنانچہ اور کاموں کے ساتھ ساتھ رازومیہن نے ڈگری حاصل کرنے کے لئے ایک بار پھر یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا اور دل لگا کر محنت کرنے لگا۔ وہ دونوں یعنی رازومیہن اور دونیہ اپنے مستقبل کے متعلق منصوبے باندھ رہے تھے انھیں یقین تھا کہ وہ کم سے کم پانچ سال میں سائبیریا منتقل ہو جانے کے قابل ہو جائیں گے۔ اس وقت تک کے لئے ان کی تمام تر امیدیں سونیہ سے وابستہ تھیں جو راسکولنکاف کے ساتھ گئی تھی۔

پلشیریا نے دونیہ کو خوشی سے اس شادی کی اجازت دے دی تھی جب وہ دونوں، یعنی دونیہ اور رازومیہن شادی کر کے گرجا سے اس کے پاس آئے تو اس نے انھیں برکت کی دعا دی لیکن اس کے بعد وہ اور بھی زیادہ اداس

اور غمگین اور بے چین رہنے لگی۔ اسے خوش کرنے کے لئے رازومیخن نے خوب بڑھا چڑھا کر وہ واقعات بیان کئے کہ کسطرح راسکولنکاف نے ایک مدقوق لڑکے اور اس کے باپ کی مدد کی تھی اور کسطرح ایک موقع پر جلتے ہوئے مکان میں بیدھڑک گھس کر دو بچوں کو بچا لیا تھا لیکن اسکا اثر الٹا ہوا بجائے اسکے کہ وہ یہ واقعات سنکر خوش ہوتی وہ بالکل ہی پاگل ہو گئی (یہ تو بتایا جا چکا ہے کہ اس کے دماغ میں پہلے ہی سے فتور آ گیا تھا) چنانچہ اب وہ ان واقعات کے متعلق ہی باتیں کیا کرتی۔ اس کا جنون اس انتہا کو پہونچ گیا تھا کہ وہ راستہ چلتے لوگوں کو روک کر اپنے بیٹے کے کارنامے بیان کرتی حالانکہ دونیہ اسے کبھی تنہا نہ چھوڑتی تھی جب بھی اور جہاں بھی اسے کوئی سننے والا مل جاتا وہ شروع ہو جاتی۔ اپنی تقریر کی ابتدا وہ راسکولنکاف کے بچپن سے کرتی، اسکی جوانی کے واقعات بیان کرتی اور پھر اس واقعہ کا ذکر کرتی جب اسکے بیٹے نے جلتے ہوئے مکان میں گھس کر دو بچوں کی جان بچائی تھی۔ دونیہ نہ جانتی تھی کہ اپنی ماں کو کس طرح روکے پلشیریا کے اس مجنونانہ جوش اور شدید اعصابی اشتعال کے خطرے سے قطع نظر دونیہ کو یہ خوف بھی تھا کہ کہیں کسی کو راسکولنکاف کا نام یاد ہو اور وہ پلشیریا کے سامنے اس کے مقدمہ کی روداد بیان نہ کردے کس طرح سے پلشیریا نے ان دونوں بچوں کی، جنھیں اس کا بیٹا آگ میں سے نکال لایا تھا، ماں کا نام اور پتہ معلوم کر لیا اور وہاں جانے کی ضد لے بیٹھی۔

آخر کار اس کی بےچینی انتہا کو پہنچ گئی۔ بعض دفعہ وہ ایکدم سے رونے لگتی، اکثر بیمار رہتی، اسے بخار چڑھ آتا اور وہ ہذیان بکنے لگتی۔ ایک صبح اس نے اعلان کیا کہ اب اس کا روڈی واپس آنے والا ہے اس نے کہا کہ روڈی نے جاتے وقت کہا تھا کہ وہ نو مہینے بعد واپس آ جائے گا۔ چنانچہ وہ راسکولنکاف کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف ہو گئی۔ اس نے اپنے بیٹے کے لئے خود اپنے کمرے اور اس کے فرنیچر کی صفائی کی، پلنگ چادر خود اپنے ہاتھ سے دھوئی اور دروازے اور کھڑکیوں پر نئے پردے لگائے۔ دونیہ خوفزدہ اور پریشان تھی لیکن اس نے اپنی ماں کو یہ سب کچھ کرنے دیا اور کمرے کو سجانے میں ماں کا ہاتھ بٹایا۔ وہ منحوس دن پلشیریا نے خوش آئندہ خواب دیکھنے اور رونے میں گزار دیا۔ وہ صبح سے شام

تک راسکولنکاف کی آمد کی منتظر رہی اور جب رات کا اندھیرا اترنے لگا اور راسکولنکاف نہ آیا تو پلشیر یا خاموشی سے اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ صبح تک اسے تیز بخار چڑھ آیا اور اس پر غشی طاری ہو گئی۔ اسے سرسام ہو گیا تھا۔ پندرہ دن کے اندر اندر پلشیر یا اسکندرو نا اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔ مرنے سے پہلے اور بے ہوشی کے عالم میں اس نے جو باتیں کہی تھیں ان سے پتہ چلتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کی بدقسمتی کے متعلق بہت سی باتیں جانتی تھی۔

بہت دنوں تک راسکولنکاف کو اپنی ماں کی خبر نہ ملی حالانکہ جب سے وہ سائبیریا آیا تھا تقریباً اسی وقت سے اس کی خط و کتابت اپنی بہن دونیہ اور اپنے بہنوئی رازومو ہن سے جاری تھی اور اسے پیٹرس برگ کی خبریں برابر ملا کرتی تھیں۔ یہ خط و کتابت سونیہ کے ذریعہ ہوتی تھی جو ہر مہینہ رازومو ہن کو خط لکھتی تھی اور اسے اپنے ہر خط کا جواب بلا تاخیر مل جاتا تھا۔ شروع شروع میں رازومو ہن اور دونیہ کو اس کے خطوط خشک اور غیر اطمینان بخش معلوم ہوئے لیکن پھر انھیں احساس ہوا کہ یہ خطوط اس سے بہتر ہو ہی نہ سکتے تھے۔ کیونکہ ان میں بدقسمت راسکولنکاف کی قیدی زندگی کی تفصیلات ہی ہوتی تھیں سونیہ کے خطوط سیدھے سادے اور غیر دلچسپ تفصیلات سے پُر ہوتے۔ راسکولنکاف کی بطور ایک قیدی کی زندگی کے حالات اور قید خانے کے ماحول کی سادہ اور غیر شاعرانہ تصویر۔ ان خطوط میں سونیہ کی خود اپنی اُمیدوں کا اور اپنے مستقبل کا کوئی ذکر نہ ہوتا اور نہ اس کے جذبات و احساسات کی طرف کوئی اشارہ ملتا راسکولنکاف کی دماغی کیفیت اور اس کے جذبات و احساسات کو سمجھنے اور بیان کرنے کے بجائے وہ محض واقعات بیان کر دیتی، اس کے کہے ہوئے الفاظ لکھ دیتی، اس کی صحت کے متعلق لکھتی، یہ بتاتی کہ جب وہ اس سے ملنے

گئی تو اس نے کہا کہا اور کیا پوچھا، سونیہ سے کون سا کام کرنے کو کہا وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ سب کچھ بیان کرنے میں وہ اکتا دینے والی تفصیل سے کام لیتی۔ لیکن یہی خطوط تھے جنھوں نے رازومیخن اور دونیہ کے تصور میں بدقسمت راسکولنکاف کی محبانہ زندگی کی مکمل تصویر کھینچ دی کیونکہ سونیہ نے جو کچھ لکھا تھا وہ سیدھی سادی حقیقت تھی جس میں کسی قسم کا الجھاؤ نہ تھا۔

لیکن سونیہ کے یہ خطوط دونیہ اور اس کے شوہر کو بہت کم اطمینان دلا سکے، خصوصاً ابتدا میں سونیہ نے لکھا تھا کہ راسکولنکاف اداس اور چپ چپ سا رہتا تھا۔ وہ اپنے گھر کی خبروں میں جو سونیہ رازومیخن کے خطوط سے اخذ کرکے اسے سناتی تھی، بہت کم دلچسپی لیتا تھا اور یہ کہ کبھی کبھی وہ اپنی ماں کے متعلق پوچھ لیتا تھا۔ یہ دیکھ کر (سونیہ نے لکھا تھا) کہ راسکولنکاف نے حقیقت کو تاڑ لیا ہے سونیہ نے اسے پلشیریا کی موت کی خبر سنا دی لیکن یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس خبر نے اسے کچھ زیادہ متاثر نہ کیا۔ کم سے کم اس نے اپنا غم ظاہر نہ ہونے دیا۔ سونیہ نے یہ بھی لکھا کہ حالانکہ راسکولنکاف خود اپنے ہی خول میں بند ہے اور خود کو دنیا اور دنیا والوں سے الگ کر چکا ہے تاہم اسے اپنی حالت کا پورا پورا احساس ہے اور اس کی طرف سے وہ کسی قسم کی خوش فہمی میں نہ تو مبتلا ہے اور نہ ہی جھوٹی امیدوں سے اپنے آپ کو بہلا رہا ہے (حالانکہ ایسی حالت میں لوگ جھوٹی امیدوں کا ہی سہارا لیتے ہیں) اسے نہ کوئی شکوہ ہے اور نہ شکایت۔ وہ اپنے اس نئے ماحول کی کسی بھی چیز سے حیران اور ہراساں معلوم نہیں ہوتا۔ سونیہ نے یہ بھی لکھا تھا کہ اس کی صحت اطمینان بخش ہے۔ اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ راسکولنکاف کے سپرد جو کام کیا جاتا ہے وہ اس سے نہ تو جی چراتا ہے اور نہ ہی ضرورت سے زیادہ مشقت کرتا ہے۔ وہ اپنے کھانے پینے کی طرف سے بھی بے پروا تھا اور

جو کچھ بھی اور جیسا کچھ بھی مل جاتا تھا بلا رغبت کھا لیتا تھا۔ لیکن اتوار اور چھٹی کے دنوں کو چھوڑ کر قیدیوں کو ایسا خراب کھانا دیا جاتا تھا کہ آخرکار اس نے بڑی خوشی سے سونیہ سے کچھ روپیہ لے لیا تاکہ اسے کم سے کم چائے تو اپنی مرضی کی ملتی رہے۔ اس نے سونیہ سے کہا کہ وہ پریشان نہ ہو اور دوسری چیزیں مہیا کرنے میں اپنے آپ کو ہلکان نہ کرے اس نے کہا کہ اپنے لیئے وہ دوسروں کو پریشان اور فکر مند دیکھ کر برہم ہو جاتا ہے۔ قید خانے میں اسے دوسرے قیدیوں کے ساتھ ایک ہی کمرہ ملا تھا (سونیہ نے لکھا) اس نے (سونیہ نے) اس کمرے کو اندر سے تو نہیں دیکھا تھا مگر وہ وثوق سے کہتی تھی کہ کمرے میں قیدیوں کو بکریوں کی طرح بھر اگیا تھا اور قیدی بھی بھانت بھانت کے اور سدا کے بیمار تھے۔ سونیہ نے لکھا کہ راسکولنکاف تختوں کی بنی ہوئی کھردری اور سخت چارپائی پر سوتا تھا جس پر ایک پرانا کمبل بچھا ہوا تھا تاہم اس نے اپنے بستر کو قدرے آرام دہ بنانے کی خواہش کا اظہار نہ کیا تھا۔ وہ اپنی یہ سخت اور بے آرام زندگی کسی خوش آئند مستقبل کے خیال سے نہیں بلکہ اپنی بے پروائی اور خود اپنی ذات سے بے توجہی کی بنا پر گزار رہا تھا۔

سونیہ نے یہ بھی لکھا تھا کہ ابتدا میں راسکولنکاف اس کی طرف بھی زیادہ متوجہ نہ ہوا تھا۔ جب بھی وہ اس سے ملنے جاتی راسکولنکاف غصہ ہو کر کہتا کہ وہ اس کے پیچھے سائے کی طرح کیوں لگی ہوئی ہے۔ اس سے بہت کم بات چیت کرتا اور اگر کرتا بھی تو قہر آلود جبراً۔ بعض دفعہ تو وہ بڑی بے مروتی اور سختی سے پیش آتا لیکن رفتہ رفتہ وہ ان ملاقاتوں کا نہ صرف عادی بن گیا بلکہ وہ اس کی زندگی کا جزو بن گئیں۔ چنانچہ جب سونیہ بیمار ہو کر چند دنوں تک اس سے ملنے نہ جا سکی تو وہ اداس رہنے لگا۔ اتوار اور چھٹی کے دن وہ

وہ راسکولنکاف سے جیل کے پھاٹک پر یا گارڈ روم میں ملتی ۔ وہاں اسے سونیہ سے ملنے کے لئے چند منٹ کے لئے لایا جاتا تھا۔ کام کے دنوں میں وہ اس سے کارخانے میں، اینٹوں کے بھٹے پر یا اسٹیشن کے گودام میں ملنے جاتی تھی۔

اپنے متعلق سونیہ نے لکھا تھا کہ وہ شہر کے چند گھرانوں سے میل جول بڑھانے میں کامیاب ہوگئی ہے ۔ وہ لوگوں کے کپڑے سیا کرتی تھی اور شہر میں چونکہ درزی بہت کم تھے اور جو تھے وہ اچھا نہ سیتے تھے اس لئے چند خاص گھرانے سونیہ کی شہر میں موجودگی کو ایک نعمت سمجھتے تھے ۔ لیکن یہ اس نے نہ لکھا تھا کہ اسی کی کوششوں سے جیل کے بہت سے عہدے دار راسکولنکاف سے دلچسپی لینے لگے تھے اور یہ کہ اسی کی کوششوں سے راسکولنکاف کو بہت سی رعائتیں مل گئی تھیں اور اس سے بہت کم محنت لی جاتی تھی۔

آخرکار جب آئی (دونیہ نے سونیہ کے آخری خط میں اضطراب اور تشویش کی علامتیں بھانپ لی تھیں) کہ راسکولنکاف ہر ایک سے الگ تھلگ رہتا ہے اور یہ کہ اس کے قیدی ساتھی اسے پسند نہیں کرتے، وہ کئی کئی دنوں تک خاموشی اختیار کرلیتا ہے اور اس کا رنگ زرد پڑتا جا رہا ہے ۔ سونیہ کا جو آخری خط آیا اس میں یہ پریشان کن اطلاع تھی کہ راسکولنکاف سخت بیمار ہے اور اسے ہسپتال کے اس وارڈ میں داخل کر دیا گیا ہے جو صرف قیدیوں اور مجرموں کے لئے ہوتا ہے ۔

(۲)

راسکولنکاف کی علالت بڑی طویل ثابت ہوئی ۔ نہ تو قید خانے کا نفرت انگیز

زندگی سخت محنت، واہیات کھانا، گھٹا ہوا سر اور نہ ہی پیوند لگے کپڑے اس کی صحت پر اثر انداز ہوئے تھے۔ ان سادی آزمائشوں اور تکلیفوں کی اسے کوئی پروا نہ تھی سخت محنت سے تو وہ الٹا خوش ہوتا تھا کیونکہ دن بھر کی تھکن کے بعد وہ چند گھنٹوں تک گہری اور پرسکون نیند سو سکتا تھا۔ اور کھانا؟ اس کی بھی اسے کوئی پروا نہ تھی۔ گو بھی کا مور کے آنسو جیسا شوربہ جس میں مردہ مکھیاں تیر رہی ہوتیں۔ ماضی قریب میں، جب وہ طالب علم تھا تو بعض دفعہ اسے یہ بھی میسر نہ آتا تھا۔ اس کا لباس اور نا اور ماحول و طرز زندگی کے عین مطابق تھا۔ حتیٰ کہ اسے اپنے پیروں میں پڑی ہوئی بیڑیاں بھی پریشان نہ کرتی تھیں۔ کیا وہ اپنے گھٹے ہوئے سر اور دو رنگے کوٹ سے شرمندہ تھا؟ لیکن کس کے سامنے؟ سونیہ کے؟ سونیہ تو خود اس سے ڈرتی تھی پھر وہ اس کے سامنے شرمندگی کیوں محسوس کرتا؟ اس کے باوجود جب بھی وہ سونیہ کے سامنے جاتا ایک عجیب طرح کی شرمندگی اور خجالت محسوس کرنے لگتا۔ ندامت سے اس کا سر جھک جاتا اور اسی وجہ سے وہ سونیہ پر غصہ کرتا اور اسے سخت سست کہہ جاتا۔ لیکن وہ اپنے منڈے سر اور پیروں میں پڑی ہوئی بیڑیوں سے شرمندہ نہ تھا۔ دراصل اس کے جذبات مجروح ہو گئے تھے۔ اس کی خودداری اور اس کا تکبر خاک میں مل گیا تھا۔ چنانچہ یہ مجروح جذبات اور کچلا ہوا غرور تھا جس نے اسے بیمار ڈال دیا تھا۔ کاش کہ وہ اپنے آپ کو مجرم یقین کر لیتا اور تب وہ خوشی خوشی ہر ذلت، رسوائی اور شرمندگی برداشت کر لیتا۔ اس نے اپنے آپ پر کڑی تنقیدی نظر ڈالی تھی لیکن اس کے سرکش اور برانگیختہ ضمیر کو اس کے ماضی میں کوئی عیب نظر نہ آیا تھا سوائے ایک معمولی سی لغزش کے جو کسی سے بھی ہو سکتی تھی۔ وہ شرمندہ تھا تو صرف اس لئے کہ وہ ـــ راسکولنکاف ـــ قسمت کے کسی اندھے فیصلے کے باعث ایسی مایوسانہ اور احمقانہ شکست کھا گیا

تھا۔ وہ اس بری طرح سے اوندھے منہ گرا تھا کہ اب دوبارہ اٹھنا ممکن نہ تھا وہ اس لئے شرمندہ تھا کہ وہ اپنی اس احمقانہ لغزش کی سزا بھگت رہا تھا۔ وہ اس لئے شرمندہ تھا کہ دنیا میں سکون اور اطمینان حاصل کرنے کے لالچ میں اس نے قسمت کے اس اندھے فیصلے کو قبول کر لیا تھا اور وہ اس لئے شرمندہ تھا کہ اس بھٹی میں جل کر وہ اپنے آپ کو عاجز و حقیر بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔

زمانۂ حال میں بے مقصد اور بے دھڑکا پیدا اضطراب اور مستقبل میں فضول اور غیر مفید قربانیاں۔ اس کے علاوہ اس کے سامنے اور کچھ نہ تھا۔ یہ تھی اس کی زندگی اور ایسی ہوگی اس کی زندگی اس خیال سے بھی اسے اطمینان نہ ہوتا تھا اور اپنے آپ کو تسلی نہ دے سکتا تھا کہ آٹھ سال بعد اس کی عمر صرف بتیس برس کی ہوگی اور وہ اپنی نئی زندگی کا آغاز کر سکے گا۔ لیکن کس کے لئے؟ کس کے لئے وہ زندہ رہے گا؟ کیا مقصد ہوگا اس کی زندگی کا؟ کون سے مستقبل کے لئے وہ جد و جہد کرے گا؟ کیا وہ محض جینے کی خاطر جئے گا؟ اس سے تو اسے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس لئے کہ وہ مر نہ سکا تھا اسے جینا پڑ رہا تھا اور جینا پڑے گا۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ کیا صرف اپنا وجود تسلیم کرانے کے لئے اسے جینا پڑے گا؟ وہ ایک خیال، ایک نظریہ اور ایک مقصد پیا نہ سب کچھ قربان کر سکتا تھا۔ محض وجود اس کے لئے معنی نہ تھا۔ وہ شروع سے ہی زندگی سے غیر مطمئن تھا۔ وہ ہمیشہ سے کچھ زیادہ چاہتا تھا اور یہ شاید اسی وجہ سے، اپنے انہی تیز و تند احساسات کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو نہ صرف دوسروں سے بلند بلکہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ اسے عام لوگوں کے مقابلے میں زیادہ حقوق حاصل ہیں اور ان حقوق کے پیش نظر ہی اس نے اپنے لئے بہت سی باتوں کو جائز اور مباح قرار دے دیا تھا۔

لیکن اگر قسمت اس کے لئے پشیمانی کا تحفہ لائی ہوتی۔ شعلہ بار پشیمانی جو اس کے

دل کو بھسم کر دیتی اور اس کی نیند یں حرام کر دیتی ـــ وہ پشیمانی جس سے عاجز آکر آدمی اپنے گلے میں پھندا ڈال لیتا یا ڈوب مرتا ہے ـــ اگر ایسا ہوا ہوتا تو وہ قسمت کے اس تحفہ کو بڑی خوشی سے قبول کر لیتا آنسو اور شدید روحانی تکلیف ـ کم سے کم یہ زندگی کا ایک مقصد تو ہوتا۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ وہ اپنے کئے پر، جسے لوگ جرم کہتے تھے، پشیمان نہ تھا۔

کم سے کم اپنی حماقتوں پر ہی غصہ کر کے وہ کچھ سکون حاصل کر سکتا تھا۔ جیسا کہ وہ اپنی اس مضحکہ خیز غلطی پر غضب ناک ہوا تھا جو اسے قید خانے تک کھینچ لائی تھی ۔ اس طرح اپنی حماقت پر غصہ کر کے وہ کم سے کم اپنا دل تو ہلکا کر سکتا تھا لیکن یہاں قید خانے میں یا بقول پرافری "آزادانہ زندگی میں" اس نے ایک بار سارے واقعات پر غور کیا تھا اور اپنے افعال پر کڑی سے کڑی تنقید کی تھی لیکن وہ اسے اتنے مضحکہ خیز، اندھا دھندا ور احمقانہ نہ معلوم ہوئے تھے جتنے کہ گزرے ہوئے دنوں میں معلوم ہوتے تھے ـ

"میرا نظریہ" اس نے پوچھا "کہاں اور کس طرح ان نام نہاد نظریات سے مختلف ہے جو ابتدائے آفرینش سے گھڑے جا رہے ہیں ؟ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ واقعات کو سنجیدگی، وسیع النظری سے، تعصب کی عینک اتار کر اور پیش افتادہ خیالات اور اقوال سے اپنے آپ کو چھڑا کر دیکھا جائے تو میرا فعل اتنا گھناؤنا اور عجیب معلوم نہ ہوگا ـــ ہائے ! رجعت پسند اور شکست پرست لوگو اور دو کوڑی کے فلسفیو ! تم آدھے راستے میں ہی کیوں ٹھہر جاتے ہو ؟ آگے بڑھنے کی ہمت کیوں نہیں کرتے ؟"

"لیکن میرا فعل لوگوں کو اتنا بھیانک کیوں معلوم ہوا ؟" اس نے اپنے آپ سے پوچھا، "کیا اس لیے کہ وہ جرم تھا ؟ لیکن جرم کسے کہتے ہیں ؟ میں نے کوئی جرم

نہیں کیا کیونکہ میرا ضمیر مطمئن، صاف اور خاموش ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مروجہ قوانین کی رو سے وہ جرم تھا، مجرمانہ اور خلافِ قانون فعل تھا۔ بے شک قانون کے خلاف ورزی کر کے خون بہایا گیا تھا۔ بہت اچھا جناب! اس دستور اور قانون کے تحفظ کی خاطر مجھے سزا دیجئے۔ اور یہ کافی ہے۔ لیکن اس صورت میں بنی نوع انسان کے ان محسنوں کو بھی ان کے پہلے اقدام پر ہی سزا ملنی چاہئے تھی جنھیں قوت اور اقتدار ورثے میں نہ ملا تھا بلکہ انھوں نے خود اپنی قوتِ بازو سے یہ دونوں چیزیں حاصل کی تھیں۔ لیکن چونکہ وہ لوگ کامیاب ہوئے اس لئے مجرم نہ تھے بلکہ حق پر تھے اور چونکہ میں کامیاب نہیں ہوا اس لئے میں مجرم ہوں اور حق پر نہیں ہوں۔"

اور صرف اسی صورت میں وہ اپنے گناہ کو قبول کرتا تھا کہ وہ کامیاب نہ ہوا تھا۔ اور اس نے اقبالِ جرم کر لیا تھا۔

یہ خیال بھی اسے سخت اذیت پہونچا رہا تھا کہ اس نے خودکشی کیوں نہ کر لی؟ کیوں وہ پل پر سے نہر میں کود پڑنے کے بجائے اس کے پانی کی طرف دیکھتا رہا اور کیوں اس نے خودکشی پر اقبالِ جرم کو ترجیح دی؟ کیا واقعی زندہ رہنے کی خواہش اتنی شدید تھی کہ وہ اس پر غالب نہ آسکا؟ لیکن سیوادری گیلاف تو اس خواہش پر غالب آگیا تھا حالانکہ وہ موت سے ڈرتا تھا۔

اس نے بے حد پریشانی سے اپنے آپ سے بار بار یہ سوال پوچھا لیکن یہ نہ سمجھ سکا کہ جب وہ پل پر کھڑا بہتے پانی کی طرف دیکھ اور خودکشی کرنے کے متعلق سوچ رہا تھا تو اس وقت بھی اسے خود اپنی ذات میں یقین نہ تھا اور اپنے اصولوں پر سے بھی اعتبار اٹھنے لگا تھا۔ بے اعتباری کا یہی دھندلا سا احساس (وہ یہ بھی نہ سمجھ سکا تھا) اس کے مستقبل اور نئی زندگی کی علامت ہو سکتا ہے۔

لیکن راسکولنکاف نے اس بے اعتباری اور اس احساس کو اس جبلت سے منسوب کیا جس پر وہ اپنی کمزوری اور حقیر پن کی وجہ سے غالب نہ آسکا۔ وہ اپنے ساتھی قیدیوں کی طرف دیکھتا تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا کہ انھیں اپنی زندگی سے کس قدر پیار ہے اور ان کے نزدیک اس کی کتنی قدر و قیمت ہے۔ اسے یوں معلوم ہوتا تھا کہ آزادی کی بہ نسبت قید و بند میں پڑ کر ان لوگوں نے زندگی کی قدر و قیمت معلوم کی اور اسے پہچانا ہے۔ زندہ رہنے کے لئے ان قیدیوں میں سے چند بدمعاشوں نے کتنی اذیتیں برداشت کی تھیں اور کر رہے تھے۔ کیا کوئی شخص تین برس پہلے دیکھے ہوئے منظر کو دوبارہ دیکھنے کے لئے اتنا بے قرار ہو سکتا ہے جتنے کہ یہ بدمعاش قیدی تھے؟ کیا سورج کی حیات بخش کرنوں، شاداب جنگلوں کی فرحت بخش ہواؤں سبز گھاس کے مخملی فرش پر کروٹیں بدلتے ہوئے نرمل چشمے اور باغوں میں چہچہاتے ہوئے خوش گلو پرندوں کے نغموں سے محظوظ ہونے کے لئے یہ قید و بند یہ مشقت اور یہ اذیتیں برداشت کی جا رہی تھیں؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ کیا یہ ممکن ہے؟ جیسے جیسے وہ قید خانے کے ماحول سے مانوس ہوتا گیا زندگی کی ایسی بہت سی ناقابل تشریح مثالیں اس کے سامنے آتی گئیں۔

لیکن وہ قید خانے اور اس کے ماحول کی بہت سی چیزوں کی طرف نہ دیکھ رہا تھا اور نہ دیکھنا چاہتا تھا۔ وہاں وہ جیسے آنکھیں بند کر کے جی رہا تھا۔ ان کی طرف متوجہ ہونا اس کے لئے نفرت انگیز اور ناقابل برداشت تھا لیکن آخر آخر میں بہت سی حقیقتوں نے اسے متعجب کر دیا اور اسے بلا قصد بلکہ یوں کہئے کہ غیر شعوری طور پر ان کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ مثلاً اس انکشاف نے اسے سب سے زیادہ حیران کر دیا کہ اس کے اور دوسرے قیدیوں کے درمیان ایک خوفناک اور ناقابل عبور خلیج حائل تھی۔ وہ لوگ اسے انسانوں کی کوئی دوسری ہی قسم

معلوم ہوتے تھے۔ راسکولنکاف ان کو اور وہ راسکولنکاف کو نفرت اور بے اعتباری سے دیکھتے تھے۔ وہ اس علٰحدگی کی وجوہات جانتا اور سمجھتا تھا لیکن اس وقت اس نے انھیں، ان وجوہات کو، قبول نہ کیا تھا ان قیدیوں میں چند پولستانی بھی تھے جو سیاسی قیدی تھے۔ یہ پولستانی دوسرے تمام قیدیوں کو جاہل اور گنوار سمجھتے تھے اور انھیں حقارت سے دیکھتے تھے لیکن راسکولنکاف انھیں اس نظر سے نہ دیکھ سکتا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ یہی جاہل اور گنوار قیدی کئی معاملات میں ان پولستانیوں سے زیادہ ہوشیار اور عقلمند تھے۔ چند روسی بھی تھے۔ ایک فوجی افسر اور دو دینیات کے طالب علم بھی جو اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھتے تھے۔ راسکولنکاف کو ان روسیوں کی غلطی بھی نظر آگئی۔

ہر قیدی راسکولنکاف سے یوں دور رہتا تھا جیسے اچھوت ہو۔ ہر شخص اسے ناپسند کرتا تھا اور آخرکار یہ دوری اور یہ ناپسندیدگی بڑھ کر نفرت میں تبدیل ہو گئی۔ کیوں؟ یہ خود راسکولنکاف بھی نہ سمجھ سکا۔ وہ قیدی، جن کا جرم کہیں زیادہ سنگین تھا، راسکولنکاف کے جرم پر ہنسا کرتے تھے۔

"تم شریف آدمی ہو" وہ کہتے۔ "تمھیں لوگوں کو کلہاڑی سے قتل نہ کرنا چاہیے یہ شریفوں کا کام نہیں۔"

لینٹ کے دوسرے ہفتہ میں عشائے ربانی کی نماز میں شریک ہونے کی راسکولنکاف اور اس کے ساتھیوں کی باری آئی۔ وہ دوسرے قیدیوں کے ساتھ گرجا میں گیا اور عبادت میں شریک ہوا۔ پھر خدا جانے کس بات پر اس کے اور اس کے ساتھی قیدیوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ وہ سب کے سب اس پر ایکدم سے ٹوٹ پڑے۔

"تم کافر ہو، تم خدا میں یقین نہیں رکھتے" وہ چلاتے "تمہیں تو فوراً قتل

کر دینا چاہئے۔

اس نے خدا اور اپنے اعتقادات کے متعلق کبھی ان سے کچھ نہ کہا تھا اس کے باوجود وہ اسے کافر سمجھتے اور اسے قتل کر دینا چاہتے تھے۔ وہ خاموش رہا اور ان کے اس شتوے کا کوئی جواب نہ دیا۔ ایک قیدی غصے سے پاگل ہو کر اس کی طرف جھپٹا۔ راسکولنکاف جہاں تھا وہیں خاموش، پرسکون اور منتظر کھڑا رہا۔ نہ تو اس کی بھنوئیں کانپیں اور نہ ہی اس کے بشرے سے خوف و گھبراہٹ ظاہر ہوتی۔ شور و غل سن کر سنتری دوڑا آیا اور اس نے بیچ بچاؤ کر دیا ورنہ ان دونوں میں سے ایک کی کھوپڑی ضرور پھٹ جاتی۔

ایک اور سوال بھی تھا جس نے اسے بڑی الجھن میں ڈال رکھا تھا۔ کیا وجہ تھی کہ قیدی سونیہ کے اتنے گرویدہ تھے؟ سونیہ نے تو کسی بھی قیدی سے میل ملاپ نہ بڑھایا تھا اور نہ ہی وہ انھیں خوش کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ بعض دفعہ وہ راسکولنکاف سے اس وقت ملنے چلی آتی جب وہ دوسرے قیدیوں کے ساتھ کسی جگہ مزدوری کر رہا ہوتا اور وہیں وہ لوگ اسے دیکھتے اور اس سے ملتے تھے۔ اس کے باوجود ہر شخص سونیہ سے واقف تھا۔ وہ جانتے تھے کہ وہ راسکولنکاف کی خاطر اور اس کے پیچھے ہی پیچھے پیٹرس برگ سے سائبیریا آئی تھی۔ انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ وہ کون تھی اور کہاں رہتی تھی۔ وہ نہ تو قیدیوں سے ملتی تھی اور نہ ہی روپے پیسے سے ان کی مدد کرتی تھی البتہ ایک دفعہ کرسمس کے موقع پر، اس نے قیدیوں کے لئے مٹھائی اور ڈبل روٹیاں بھیجی تھیں۔ رفتہ رفتہ قیدیوں کو سونیہ سے انسیت ہوتی چلی گئی جو بڑھ کر تعلقات میں تبدیل ہو گئی چنانچہ وہ ان کی طرف سے ان کے عزیزوں کو خط بھی لکھتی تھی اور ان کے خطوط ڈاک میں بھی ڈال آتی تھی۔ قیدیوں کے وہ عزیز جو شہر آتے

قیدیوں کی ہدایت کے مطابق، قیدیوں کے لئے جو تحائف لاتے سونیہ کو دے جاتے اور وہ انھیں قیدیوں تک پہونچا دیتی۔ قیدیوں کی بیویاں اور محبوبائیں تک سونیہ کو جاننے لگی تھیں۔ اور اس کے پاس آتی جاتی رہتی تھیں اور جب سونیہ کام پر راسکولنکاف سے ملنے جاتی یا کام پر جاتی ہوئی ٹولی کی مڈبھیڑ کہیں راستے میں سونیہ سے ہو جاتی تو اسے دیکھتے ہی سارے قیدی احترام سے اپنی ٹوپیاں اتار لیتے۔

"ہماری چھوٹی ماں، مس صوفیہ سیمانوفنا! تم تو ہماری ماں کی طرح ہو" اجڈ، تندخو، پیشہ ور مجرم اور بے درد خونی اس عصمت فروش لڑکی سے کہتے اور ان کے سر اس کے سامنے احترام سے جھک جاتے۔

سونیہ مسکرا کر انھیں سلام کرتی ہر قیدی نہال نہال ہو جاتا۔ انھیں سونیہ کا طرزِ خرام بے حد پسند تھا۔ چنانچہ وہ پلٹ پلٹ کر اس کی چال دیکھا کرتے وہ اس کے ناٹے قد کے بھی مداح تھے اور نہیں جانتے تھے اس کی کون کون سی بات کی تعریف کی جائے۔ حتیٰ کہ جب وہ بیمار ہوتے تو سونیہ سے ہی مدد طلب کرتے۔ یا تو خود اس کے پاس جاتے یا اسے بلا لیتے۔

لینٹ کے آخری ہفتوں سے لے کر ایسٹر کے چند ابتدائی ہفتوں تک راسکولنکاف ہسپتال میں رہا جب وہ قدرے روبہ صحت ہوا تو اسے وہ سارے خواب یاد آ گئے جو اس نے اس بیماری میں دیکھے تھے۔ ایک خواب یوں تھا کہ ساری دنیا ایک عجیب وغریب اور تباہ کن پلیگ کے لپیٹ میں آ گئی ہے۔ عجیب وغریب اور نئے قسم کا پلیگ ایشیا کے قلب میں سے اٹھ کر یورپ تک پھیل گیا تھا اور اس نے عجب تباہی مچا رکھی تھی۔ یہ ایک قیامت تھی جس میں سب کو ختم ہونا تھا سوائے ان چند سپیدوں کے جنھیں پہلے سے ہی منتخب کر لیا گیا تھا

کچھ نئے قسم کے جراثیم انسانوں پر حملہ کرتے اور فوراً ان کے جسموں میں اتر جاتے۔ ان جراثیم کو سمجھ بوجھ اور قوت ارادی عطا کی گئی تھی جس آدمی پر یہ جراثیم حملہ کرتے وہ فوراً پاگل اور شوریدہ حال ہو جاتا لیکن یہ عجیب بات تھی کہ اس پلیگ میں مبتلا لوگوں کی طرح کبھی کسی نے اپنے آپ کو اتنا دانا، ہوشیار اور سچائی کا علم بردار نہ سمجھا ہوگا۔ اس پلیگ میں مبتلا ہر شخص بس اپنے آپ کو ہی اعلیٰ اور اپنے منصوبوں کو سچا اور اپنے اخلاق کو سب سے بلند سمجھتا تھا۔ گاؤں کے گاؤں اور شہر کے شہر اس وبا سے پاگل ہو گئے۔ سب کے سب پریشان تھے اور ایک دوسرے کو سمجھ نہ رہے تھے۔ ہر شخص یہی سمجھتا کہ تنہا وہی حق پر ہے چنانچہ وہ دوسروں کی طرف غصے اور مایوسی سے دیکھتا، ان کی بیوقوفی اور بدبختی پر سینہ کوبی کرتا، روتا اور ہاتھ ملتا۔ وہ نہ جانتے تھے کہ کون ملزم ہے کس طرح انصاف کیا جائے اور کس کو سزا دی جائے۔ کس کو اچھا اور کس کو برا سمجھا جائے۔ بھلے اور برے میں تمیز کرنا ناممکن تھا۔ شہروں اور دیہاتوں میں ایک عام افراتفری اور نفسا نفسی پھیلی ہوئی تھی۔ احمقانہ حسد اور غصے میں لوگ ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے۔ انہوں نے متحد ہو کر فوج بنائی اور ایک دوسرے کے صف آرا ہو گئے لیکن ہوا یہ کہ فوجوں کے سپاہی آپس میں ہی ایک دوسرے سے لڑ پڑے۔ وہ ایک دوسرے کو نوچنے کھسوٹنے، کاٹنے، ٹکڑے اڑانے اور گلے گھونٹنے لگے۔ فوجی دستے درہم برہم ہو گئے اور سپاہی بھوکے بھیڑیوں کی طرح ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے۔ شہر میں خطرے کی گھنٹیاں دن بھر بجتی رہتیں، لوگ گروہ در گروہ بھاگ پڑتے لیکن کوئی نہ جانتا تھا کہ کہ انھیں کون بلا رہا ہے اور کہاں بلا رہا ہے۔ معمولی معمولی قسم کے بیوپار اور دھندے تک بند پڑے تھے کیونکہ ہر شخص اپنی ہی ہانک رہا تھا، اپنے ہی خیالات اور منصوبوں پر ساری دنیا کو عمل کرانا چاہتا تھا اور اپنی ہی اصلاحات رائج کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ کوئی کسی سے متفق نہ تھا۔ کھیت اور کھلیان ویران پڑے تھے۔ زمین ایسی اجاڑ ہو گئی

تھی۔ کہ کہیں ہریالی کا نام و نشان تک نہ تھا کسی بڑے سے میدان میں لوگ اکٹھے
ہوتے، کسی بات پہ متفق ہوتے اتحاد اور تعاون کی قسمیں کھاتے لیکن فوراً ہی وہ کسی
دوسرے اور قطعی مختلف کام کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے کو الزام دیتے، جھگڑے
کرتے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگ جاتے آتشزدگی کی وارداتیں عام
تھیں اور دنیا میں قحط پڑا ہوا تھا۔ سارے لوگ، سارے جاندار اور ساری چیزیں اس
تباہی کی لپیٹ میں تھیں۔ یہ پلیگ پھیلتا گیا۔ بس پھیلتا ہی گیا، پوری دنیا میں صرف چند
لوگ اس سے بچنے والے تھے۔ انھیں نئی زندگی اور نئی قوم اور نئے انسان پیدا کرنے
کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ یہ نئے آدم تھے لیکن کسی نے نئی دنیا کے ان آدموں کو دیکھا
نہ تھا کسی نے ان کی آواز نہ سنی تھی۔

راسکولنکاف پریشان تھا کہ عجیب و غریب خواب اس کے دماغ پہ اتنے واضح
طور پہ نقش تھا اور اس کا غمناک اور تکلیف دہ اثر بھی دیر پا تھا۔

ایسٹر کے بعد کا دوسرا ہفتہ آگیا۔ دن گرم اور خوشگوار تھے۔ صحیح معنوں میں
بہار کے دن تھے۔ ہسپتال میں قیدیوں کے لئے جو وارڈ تھا اس کی کھڑکیاں کھلی تھیں
کھڑکیوں میں موٹی موٹی سلاخیں لگی ہوئی تھیں اور باہر سنتری پہرہ دے رہے تھے۔
راسکولنکاف کی بیماری کے دوران سونیہ اس سے صرف دو دفعہ ملنے آسکی تھی۔ اسے
ہر دفعہ اجازت حاصل کرنی پڑتی اور یہ مشکل کام تھا۔ لیکن وہ اکثر، خصوصاً شام کے
وقت، ہسپتال کے صحن میں آجاتی۔ بعض دفعہ وہ وہیں سے وارڈ کی کھڑکیوں کی طرف
دیکھتی اور چند منٹوں کے بعد چلی جاتی۔

ایک شام، جب وہ تقریباً پہلے ہی کی طرح تندرست ہو گیا تھا، راسکولنکاف
سو گیا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ یونہی اٹھ کر کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اور
تب اس نے سونیہ کو ہسپتال کے پھاٹک پر کھڑے دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے

کسی نے اس کے دل میں خنجر گھونپ دیا ہو۔ وہ کانپ کر فوراً کھڑکی کے سامنے سے ہٹ آیا۔

دوسرے دن سونیہ اس سے ملنے نہ آئی۔ تیسرے دن بھی نہ آئی۔ اور تب اسے احساس ہوا کہ وہ بے چینی سے سونیہ کا منتظر تھا۔ آخر کار اسے ہسپتال سے لیجانے کی اجازت مل گئی۔ قید خانے میں پہونچا تو قیدیوں سے اسے معلوم ہوا کہ سونیہ اتنی بیمار تھی کہ بستر پر سے اٹھ نہیں سکتی تھی۔

راسکولنکاف بے تاب اور پریشان ہو گیا۔ اس نے چند آدمیوں کو بھیج کر سونیہ کی خبر منگوائی۔ اسے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ سونیہ کی علالت خطرناک نہ تھی۔ یہ سن کر کہ راسکولنکاف اس کی طرف سے بے حد متفکر ہے اس نے پنسل سے لکھا ہوا ایک رقعہ اس کے نام بھیجا کہ وہ کسی قسم کی فکر نہ کرے، اسے معمولی سا زکام ــــ اور یہ کہ اب وہ اچھی ہو چلی تھی۔ اس نے لکھا کہ وہ جلد ہی کام پر اس سے ملنے آئے گی۔ یہ رقعہ پڑھتے وقت راسکولنکاف کا دل بری طرح سے دھڑک رہا تھا۔

اور وہ دن بھی گرم اور خوشگوار تھا۔ صبح چھ بجے راسکولنکاف کو دریا کنارے بھیجا گیا جہاں ایک چھپر میں اینٹوں کی بھٹی تھی اور اس بھٹی میں قیدی چونے کی اینٹیں پکایا کرتے تھے۔ اس دن وہاں صرف تین آدمیوں کو بھیجا گیا تھا۔ ایک قیدی تو سنتری کے ساتھ کوئی اوزار لانے قلعہ کی طرف چلا گیا تھا، دوسرا ایندھن بھٹی میں رکھ رہا تھا۔ راسکولنکاف فرصت سے تھا چنانچہ وہ چھپر سے نکل کر دریا پر آ گیا۔ وہاں جلانے کی لکڑیوں کا انبار پڑا ہوا تھا۔ وہ اس انبار پر بیٹھ گیا اور ویران دریا کی طرف دیکھنے لگا۔ دریا کے کنارے سے لے کر حد نظر تک ایک ویران اور

خاموش منظر پھیلا ہوا تھا۔ دوسرے کنارے کی طرف سے کسی کے گانے کی آواز آرہی تھی۔ لق و دق صحرا میں اور بہت دور خانہ بدوش کے خیمے دیکھ سکتا تھا۔ وہاں دوسرے کنارے پر آزادی تھی۔ وہاں دوسرے لوگ تھے جو اس طرف کے کنارے کے لوگوں سے مختلف تھے۔ وہاں وقت بھی جیسے تھم گیا تھا وہاں جیسے حضرت ابراہیم اور ان کے امتیوں کا زمانہ جہاں کا توں قائم تھا۔

راسکولنکاف لکڑیوں کے انبار پر بیٹھا اس صحرا اور اس میں دھبوں کی طرح دکھائی دیتے ہوئے کالے خیموں کی طرف دیکھ رہا تھا لیکن عجیب طرح کی بےکلی اور بے تابی اس پر مسلط تھی۔ دفعتہً اس نے سونیہ کو اپنے قریب بیٹھے پایا۔ وہ خاموشی سے آکر اس کے قریب بیٹھ گئی تھی ابھی صبح ہی کا وقت تھا اور سرد ہوا میں اب تک گرمی نہ آئی تھی۔ سونیہ اپنا پھٹا ہوا پرانا کوٹ پہنے ہوئے تھی اور اس کے شانوں پر وہی نیلے رنگ کی شال تھی۔ اس کے چہرے سے حالیہ علالت کے آثار تھے اور وہ پہلے کی بہ نسبت دبلی ہوگئی تھی۔ اس کا رنگ بھی پیلا پڑ گیا تھا۔ اس نے راسکولنکاف کی طرف دیکھا اور مسکرائی۔ لیکن جب راسکولنکاف نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو وہ جھینپ گئی۔ وہ ہمیشہ جھینپ جاتی بلکہ اکثر دفعہ تو وہ راسکولنکاف سے مصافحہ کرنے سے قصداً احتراز کرتی جیسے اسے خوف ہو کہ راسکولنکاف اس کا ہاتھ جھٹک دے گا اور یہ حقیقت بھی تھی کہ وہ ہر دفعہ جیسے نفرت اور کراہت سے سونیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتا تھا اور جب کبھی اس سے ملتا تھا خشونت سے ملتا تھا اور بعض دفعہ تو پوری کی ملاقات کے دوران خاموش بیٹھا رہتا تھا جب سونیہ اس سے ملتی تو کانپ اٹھتی اور اس ملاقات کے بعد واپس لوٹتی تو اس کا دل رو رہا ہوتا۔ لیکن اس وقت اور اس دریا کے کنارے ان دونوں کے ہاتھ جدا نہ ہوئے۔ راسکولنکاف نے کنکھیوں سے سونیہ کی طرف دیکھا اور نظریں جھکا لیں

اس وقت وہاں کوئی نہ تھا حتیٰ کہ سنتری بھی کہیں اوٹ میں تھا اور وہ دونوں اکیلے تھے۔

راسکولنکاف نہ جانتا تھا کہ یہ کیا ہوا اور کیسے ہو لیکن جو کچھ ہوا وہ یہ تھا کہ جیسے کسی غیبی قوت نے راسکولنکاف کو پکڑ کر سونیہ کے قدموں پر جھکا دیا۔ وہ سونیہ کے گھٹنوں سے لپٹ گیا اور بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔ پہلے تو سونیہ دہشت زدہ ہو گئی اور اس کے پیلے چہرے پر اور بھی زردی چھا گئی۔ وہ ایک دم سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ بید کی طرح کانپ رہی تھی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے راسکولنکاف کو دیکھنے لگی۔ لیکن پھر فوراً ہی اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ راسکولنکاف اسے پیار کرتا تھا۔ دنیا کی ساری نعمتوں سے زیادہ اسے چاہتا تھا۔ اب کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی۔ ہائے! آخر کار وہ وقت آ ہی گیا جس کے انتظار میں وہ ایک ایک پل گن رہی تھی۔

وہ دونوں کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن کہہ نہیں پا رہے تھے۔ دونوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ دونوں کے چہرے زرد تھے۔ لیکن ان زرد چہروں پر ایک نئے مستقبل کی جلا پھیل رہی تھی، ایک نئے دور کی صبح طلوع ہو رہی تھی، انھیں ایک نئی زندگی مل رہی تھی، ان کے چہرے دمک رہے تھے اور یہ محبت تھی جس نے دونوں کو حیات نو عطا کی تھی۔ ایک کا دل دوسرے کے لئے لازوال زندگی کا سرچشمہ تھا۔ دونوں دل دھڑک رہے تھے اور کبھی الگ نہ ہونے کے لئے مل رہے تھے۔

اور انھوں نے صبر و انتظار کرنے کا وعدہ اور عزم کیا سات سال کا طویل انتظار، سات سال کی طویل راہ اور پتہ نہیں اس راہ میں کون سے مصائب، کون سی مسرتیں اپنی آغوش وا کیے ان کا انتظار کر رہی تھیں لیکن راسکولنکاف کو دوسری دفعہ زندگی عطا کی گئی تھی، وہ جی اٹھا تھا اور اس کی رگ رگ اس

نئی زندگی کو محسوس کر رہی تھی۔ اور سونیہ؟ وہ تو صرف اسی کے لئے جی رہی تھی۔

اور اسی شام جب بیرکیں مقفل کی گئیں تو راسکولنکاف تختوں کی سخت اپنی چار پائی پر لیٹا سونیہ کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اور اسی دن اس نے ایک نئی تبدیلی بھی محسوس کی تھی۔ وہی قیدی جو اسے اپنے دشمن اور نفرت انگیز معلوم ہوتے تھے اب اسے قطعی مختلف معلوم ہو رہے تھے حتیٰ کہ وہ ان کے ساتھ گفتگو میں بھی شریک ہوا تھا اور انھوں نے بھی دوستانہ لب و لہجہ میں اس سے بات چیت کی تھی اور اس کے ہر سوال کا جواب دیا تھا۔ اب اسے یہ بات یاد آئی تو اس نے سوچا کہ ایسا ہونے ہی والا تھا۔ تو کیا اب سب کچھ بدلنے والا تھا۔؟

وہ سونیہ کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اسے یاد آیا کہ اس نے سونیہ کو کس قدر روحانی اذیتیں پہنچائی تھیں اور کس بے دردی سے اس کے لطیف جذبات کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ اسے سونیہ کا دبلا اور زرد چہرہ یاد آگیا۔ لیکن یہ یادیں اب اسے تکلیف نہ پہنچا رہی تھیں کیونکہ اب وہ جانتا تھا کہ اپنی بے پایاں اور لازوال محبت سے اپنی پچھلی زیادتیوں اور سلوک کی تلافی کر دے گا ماضی کی بے چینیوں اور اذیتوں کی اب اس کے نزدیک کچھ وقعت نہ تھی۔ حتیٰ کہ اسے اپنا جرم، سزا اور قید بھی محبت کے جذبہ کے سامنے اسے ایک سطحی حقیقت معلوم ہوتی تھی کسی دوسری دنیا کی حقیقت جس سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن اس شام وہ کسی ایک مخصوص چیز کے متعلق نہ تو سوچ سکتا اور نہ ہی اس کا شعوری تجزیہ کر سکتا تھا وہ صرف محسوس کر سکتا تھا۔ خالی خولی نظریات اور دور از کار منطق کی جگہ ٹھوس اور حقیقی زندگی نے لے لی تھی۔ اور کوئی انوکھی چیز اس کے دماغ میں پروان چڑھ رہی تھی۔

اس کے تکیئے کے نیچے نیا عہد نامہ رکھا ہوا تھا۔ اس نے میکانکی طور پر یہ

کتاب اٹھالی۔ یہ وہی عہدنامہ تھا جس میں سے سونیہ نے کبھی اسے لعزر کے جی اٹھنے کا قصہ پڑھ کر سنایا تھا۔ ابتدا میں اسے خدشہ تھا کہ سونیا اسے مذہب کے سلسلے میں پریشان کرے گی اور مذہبی کتابوں کے مطالعہ پر اسے مجبور کردے گی لیکن اس کی حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ سونیہ نے کبھی بھولے سے بھی یہ موضوع نہ چھیڑا اور نہ ہی کتاب مقدس لاکر اسے دی۔ اپنی بیماری سے پہلے خود راسکولنکاف نے اس سے یہ کتاب طلب کی تھی اور وہ کچھ کہے بغیر کتاب لے آئی تھی۔

اس نے کتاب اب بھی نہ کھولی لیکن ایک خیال اس کے دماغ میں کوند گیا۔

"کیا اس کے احساسات میرے احساسات نہیں ہوسکتے۔ کم سے کم اسکی آرزوئیں اس کی خوشیاں......؟"

اس دن سونیہ بھی بہت بےچین رہی اور رات کو پھر بیمار پڑ گئی لیکن وہ خوش تھی۔ بہت خوش۔ اتنی خوش کہ وہ اپنی اس خوشی سے بھی خوفزدہ تھی۔ سات سال۔ صرف سات سال۔ اپنی خوشی کی زندگی میں یہ سات طویل سال انھیں سات دن معلوم ہوئے۔ راسکولنکاف کو معلوم نہ تھا کہ حیات نو اسے یونہی مفت نہیں مل رہی ہے۔ اس کے لئے اسے بڑی بھاری قیمت ادا کرنی ہوگی، اس کے لئے اسے بہت کچھ برداشت کرنا ہوگا اور بہت سے مصائب جھیلنے اور قربانیاں دینی ہوں گی۔

لیکن یہ ایک نئی کہانی کی ابتدا ہے۔ ایک انسان کے تبدریج احیائی کہانی، اس کے نئے جنم کی کہانی، اس کے ایک سے دوسری دنیا میں منتقل ہونے کی کہانی، ایک نئی اور انجانی زندگی کے آغاز کی کہانی ــــ یہ ایک نئی کہانی کا موضوع تو ہو سکتا ہے لیکن جہاں تک ہماری موجودہ کہانی کا تعلق ہے وہ یہاں ختم ہوتی ہے۔

ختم شد